قال اللہ تعالیٰ (ونزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیء) النحل ۸۹

مباحث فی علوم القرآن (اردو)

مناع القطان

ترجمہ

مولانا عبداللہ سرور حفظہ اللہ

نظر ثانی وتسہیل

حافظ عبدالخبیر اویسی حفظہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob.:0300- 4826023,042-37114650

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قال اللہ تعالی (ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء) النحل ۸۹

مباحث فی علوم القرآن (اردو)

مناع القطان

ترجمہ

مولانا عبداللہ سرور حفظہ اللہ

نظر ثانی وتسہیل

حافظ عبدالخبیر اویسی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob.:0300- 4826023,042-37114650

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مباحث في علوم القرآن (اردو)
باہتمام	عبدالرحمان عابد
کمپوزنگ	محمدیہ کمپوزنگ سنٹر
طبع ششم	مارچ 2016ء
تعداد	1100
قیمت	-/450

طیبہ قرآن محل
مکہ سنٹر منشی محلہ گلی 5 امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,0300-6628021

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

اسلامی کتب خانہ ڈاکخانہ بازار چیچہ وطنی ضلع ساہیوال
0346-7467125

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob.: 0300- 4826023,042-37114650
E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مقدمہ طبع ثالثہ	17
مقدمہ طبع ثانیہ	18
علم اور قرآنی علوم کا ارتقاء	19
القرآن	27
قرآن کریم کا تعارف	32
قرآن کریم کے نام اور اوصاف	34
قرآن کریم کے اوصاف	36
حدیث قدسی، حدیث نبوی اور قرآن کریم میں فرق	37
حدیث نبوی ﷺ	37
حدیث کے اصطلاحی مفہوم	37
قرآن اور حدیث قدسی میں فرق	40
حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق	42
دو شبہات اور ان کا ازالہ	42
وحی	45
وحی کا امکان اور وقوع پذیر ہونا	45
وحی کا معنی (مفہوم)	48
اللہ تعالیٰ کی وحی کی کیفیت فرشتوں کی طرف	51
اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن کریم کی نسبت	55
قرآن کریم کی خصوصیات	56
حدیث نبوی کی دو قسمیں ہیں	56
اللہ تعالیٰ کا رسولوں کی طرف وحی کرنا اور اس کی کیفیت	57

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول کی طرف فرشتے کی وحی کرنے کی کیفیت 60

منکرینِ وحی کا شبہ 63

متکلمین کی سازشیں 78

کلامِ نفسی 78

کلامِ لفظی 78

مکی اور مدنی 80

اہل علم کی مکی اور مدنی آیات پر خاص توجہ بمعہ امثلہ اور فوائد 83

اس مبحث کی وہ خاص اقسام جن پر علماء بحث کرتے ہیں 85

مدنی سورتوں میں مکی آیات 86

مدنی سورتوں میں مکی آیات کی مثالیں 86

مکی سورتوں میں مدنی آیات کی مثالیں 87

مکہ میں نازل ہوئی لیکن مدنی کے حکم میں ہے 87

مدینہ میں نازل ہونے والی آیات جو حکم کے لحاظ سے مکی ہیں 87

مدنی سورتوں کی وہ آیات جو نزول میں مکی آیات کے مشابہ ہیں 87

مکی سورتوں کی وہ آیات جو نزول میں مدنی آیات کے مشابہ ہیں 88

مکہ سے مدینہ لائی جانی والی آیات 88

مدینہ سے مکہ لائی گئی آیات 88

رات اور دن میں نازل ہونے والی آیات 89

موسم گرما اور سرما میں نازل ہونے والی آیات 90

حضر وسفر میں نازل ہونے والی آیات 91

مکی اور مدنی آیات کے علمی فوائد 91

مکی اور مدنی کی پہچان اور دونوں کا فرق 93

(۱) سماعی نقلی منہج 93

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) قیاسی اجتہادی منہج 93
مکی اور مدنی کے درمیان فرق 94
نزولی دور کا اعتبار 94
مدنی 94
محل نزول کے اعتبار سے 94
مخاطب کے اعتبار سے 95
مکی اور مدنی خصوصیات 95
مکی سورتوں کے ضابطے اور موضوعی خصوصیات 95
مدنی ضابطے 97
موضوعی ممیّزات اور اسلوب کی خصوصیات کو اجمالی طور پر اس طرح ذکر کیا جا سکتا ہے 97
سب سے پہلی اور سب سے آخری آیات کی پہچان 98
سب سے پہلی اور سب سے آخری آیات کی پہچان 98
سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات 98
سب سے آخر میں قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا 102
موضوعات کے لحاظ سے پہلے نازل ہونے والی آیات 106
خوراک کے بارے میں 106
قتال کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت 107
ناسخ اور منسوخ کی تمیز 107
اہل علم کی توجہ 108
اسباب النزول کی معرفت کے ذرائع 109
سبب کی تعریف 110
اسباب نزول کی معرفت کے فائدے 112
خاص سبب نہیں بلکہ عمومی الفاظ کا اعتبار ہوگا 117

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب نزول کے لئے استعمال ہونے والے کلمات 121
احتمالی کلمات 121
سبب نزول کے بارے میں روایات کا زیادہ ہونا 123
سب کی وحدت کے ساتھ نزول میں تعدد 129
حکم سے پہلے آیت کا نزول 129
ایک شخص کے بارے میں نازل ہونے والی متعدد آیات 131
تربیت اور تعلیم کے میدان میں اسباب نزول کی معرفت کے فوائد 132
آیات اور سورتوں کی مناسبت 133
نزول قرآن 138
مکمل قرآن کا نزول 138
قرآن پاک کا قسط وار نزول 144
قرآن کے قسط وار نزول کی حکمتیں 147
قرآن کریم کے قسط وار نزول کے تعلیمی اور تدریسی فوائد 163
تعلیمی عمل کی بنیاد میں دو امور پر اعتماد کیا جاتا ہے 163
قرآن کو جمع کرنا اور اسے ترتیب دینا 165
رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن کریم کا جمع کیا جانا یا اس کی حفاظت 166
رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن کی کتابت 170
سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کریم کا جمع کیا جانا 172
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن کو جمع کیا جانا 176
ایک شبہ کا ازالہ 184
سورتوں اور آیات کی ترتیب 188
آیات کی ترتیب 188
سورتوں کی ترتیب 190

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کا سورتوں کی ترتیب میں اختلاف 190

قرآن کریم کی سورتیں اور آیات 194

عثمانی رسم الخط 195

رسم عثمانی کی خوبیاں 199

فواصل اور رأس الآیۃ 202

قرآن کریم میں فواصل کی انواع 203

فواصل متقاربہ فی الحروف 204

سات حروف پر قرآن کریم کا نزول 205

(۱) افراد اور تذکیر 209

(۲) اعراب کی کیفیت میں اختلاف 209

(۳) حرفی اختلاف 209

(۴) تقدیم و تاخیر کا اختلاف 210

(۵) ابدال کا اختلاف 210

(۶) کمی اور زیادتی کا اختلاف 210

سات حروف کے مطابق نزول قرآن کریم کی حکمت 220

امی قوم کے لیے حفظ اور قراءۃ میں آسانی 220

اہل عرب کی فطری زبان کے لئے قرآن کریم کا اعجاز 220

معانی اور احکام کے لحاظ سے قرآن کریم کا اعجاز 220

قراءات اور قراء 221

قراء کی کثرت اور حرف سات تک محدود ہونے کے اسباب 223

قراءات کی انواع، ان کا حکم اور ضابطے 226

صحیح قراءت کے ضابطوں کا معیار 227

(۱) عربی قراءت سے موافقت 227

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) قراءت کا ممکنہ مصحف عثمانی کے مطابق ہونا	227
کتابت (رسم) کی موافقت میں قراءات کا اختلاف	227
(۳) قراءت صحیح سند سے ثابت ہو	228
صحیح قراءات میں اختلاف کے فوائد	231
وقف اور ابتدا	236
التجوید اور آداب تلاوت	238
آداب تلاوت	242
قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا	246
مفسّر کے لئے ضروری قواعد وضوابط	248
ضمائر	248
معرفہ اور نکرہ	252
واحد جمع	255
جمع کے مقابلے میں جمع یا مفرد کو ذکر کرنا	258
مترادفات	258
سوال اور جواب	260
اسم اور فعل کا استعمال	261
عطف	262
ایتا اور اعطا کا فرق	264
فعل	265
کان	266
کاد	268
جعل	269
لعل اور عسٰی	271

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محکم اور متشابہ کا فرق 271
عام محکم اور عام متشابہ 272
خاص احکام اور خاص متشابہ 274
متشابہ کی پہچان میں اختلاف 276
دونوں آراء کے درمیان تطبیق' تاویل کے معنی سمجھنے کے لحاظ سے 277
تاویل مذموم 279
عام خاص 280
عام کی تعریف اور عمومی کلمات 280
عام کی اقسام 285
عام جس سے خاص مراد ہو اور عام مخصوص میں فرق 286
خاص کی تعریف اور مخصص کا بیان 287
قرآن کریم سے سنت کی تخصیص کرنا 290
عام کی تخصیص کے بعد باقی افراد میں حجت کا صحیح ہونا 291
خطاب کا شمول 292
ناسخ اور منسوخ 294
نسخ کی تعریف اور اس کی شرائط 295
نسخ کن امور میں واقع ہوتا ہے 296
نسخ کی پہچان اور اہمیت 297
ناسخ اور منسوخ کی پہچان کے ذرائع 298
نسخ کے بارے میں مختلف آراء اور اس کی موجودگی کے دلائل 298
نسخ کی اقسام 301
قرآن کریم میں نسخ کی انواع 303
نسخ کی حکمت 306

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متبادل یا غیر متبادل کے لئے نسخ کرنا	307
نسخ سے مشابہت ہونا	309
نسخ کی مثالیں.	310
مطلق اور مقید	312
مطلق اور مقید کی تعریف	312
مطلق اور مقید کی اقسام اور ان کا حکم	313
منطوق اور مفہوم	317
منطوق کی تعریف اور اس کی اقسام	317
دلالة الاقتضاء ودلالة الاشارة	319
مفہوم اور اس کی اقسام	321
مفہوم کو حجت بنانے میں اختلاف	323
اعجاز القرآن	327
اعجاز کی تعریف اور اس کا اثبات	329
معجزہ	329
اعجاز القرآن کے پہلو	332
قرآن کریم کی معجزانہ مقدار	336
لغوی اعجاز	337
علمی اعجاز	344
تشریعی اعجاز	354
امثال القرآن (قرآن کریم کی مثالیں)	362
مثال کی تعریف	363
قرآنی مثالوں کی انواع	367
امثال کے فوائد	372

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن حکیم سے امثلہ بیان کرنا	375
قرآن کریم اور قسمیں	376
قَسم کی تعریف اور اس کے صیغے	376
قرآن کریم میں قسم کے فوائد	377
قرآن کریم اور ''مقسم بہ'' جس کی قسم اٹھائی گئی ہو	378
قسم کی انواع	380
جس پر قَسم اٹھائی گئی ہو اس کی حالتیں	380
قسم اور شرط	384
بعض افعال سے قسم کے فوائد کا حصول	386
قرآن کریم اور جھگڑنے کا انداز	386
جھگڑے (جدل) کی تعریف	387
قرآن کریم اور مناظرہ کرنے کا طریقہ	388
قرآنی مناظروں کی انواع اور دلائل	392
قصص القرآن	398
قصص کا معنی	398
قرآنی قصص کی انواع	399
قرآنی قصص کے فوائد	400
قصص کے تکرار کی حکمت	401
قرآنی قصص حقیقت ہیں خیال نہیں	402
تربیت اور تہذیب پر قرآنی قصص کے اثرات	404
قرآن کریم کا ترجمہ	406
ترجمہ کے معانی	407
لفظی ترجمہ کا حکم	408

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنوی ترجمہ	408
معنوی ترجمہ کا حکم	409
تفسیری ترجمہ	410
نماز میں عربی لغت کے علاوہ قراءت کرنا	413
تفسیر و تاویل	418
تفسیر و تاویل کے معانی	418
متاخرین کے نزدیک تاویل	422
تفسیر اور تاویل کا فرق	423
تفسیر کی عظمت	424
مفسر کے آداب و شرائط	425
مفسر کی شرائط	425
مفسر کے آداب	428
تفسیر کی ابتدا اور اس کا ارتقاء	430
رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں تفسیر	432
تفسیر تابعین کے عہد میں	436
تفسیر کا تدوینی دور	439
تفسیر موضوعی	441
طبقات المفسرین	441
تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے مفسرین	442
مصنفین (مفسر)	442
دیگر مفسرین	443
خاص قسم کے مصنف مفسرین کا طبقہ	443
متاخر مصنفین (مفسر)	443

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خودرو مفسرین	443
فنی مفسرین	444
جدید ترقی پذیر دور کے مفسرین	445
تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے	446
تفسیر بالماثور	446
تفسیر الماثور میں اختلاف	447
اسرائیلیات سے اجتناب	448
تفسیر بالمأثور کا حکم	449
تفسیر بالرائے	452
تفسیر بالرائے کا حکم	452
اسرائیلیات	455
صوفی تفاسیر	457
تفسیر الاشاری	458
غرائب کی تفسیر	460
مشہور تفاسیر کا تعارف	461
تفسیر بالمأثور میں مشہور کتابیں	461
تفسیر ابن عباس (رضی اللہ عنہما)	462
تفسیر الطبری (جامع البیان فی تفسیر القرآن)	465
ابن جریر کا تفسیری طریقہ	465
تفسیر ابن عطیہ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز)	467
تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر	468
تفسیر بالرائے میں مشہور تفاسیر	469
تفسیر رازی "مفاتیح الغیب"	470

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابی حیان "البحر المحیط"	471
تفسیر زمخشری "الکشاف عن حقائق التاویل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل	472
موجودہ دور کی مشہور تفسیری کتب	474
تفسیر المنار سید محمد رشید رضا	475
فی ظلال القرآن (سید قطب)	476
التفسیر البیانی للقرآن الکریم (عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی)	479
فقہی تفاسیر	480
احکام القرآن (جصاص)	482
احکام القرآن (ابن العربی)	483
الجامع لاحکام القرآن (ابوعبداللہ القرطبی)	484
مشہور مفسرین	486
عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما)	486
مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ	489
الطبری	490
ابن کثیر	491
فخر الدین رازی	492
زمخشری	494
الشوکانی	496

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ طبع ثالثہ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ ' آپ ﷺ کی آل ' صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی دعوت کو عام کرنے والے اور آپ کی ہدایت کو اختیار کرنے والے پر درود وسلام کے بعد!

آپ کے ہاتھ میں آنے والی یہ کتاب ''مباحث فی علوم القرآن'' ہے۔اس کو پہلی مرتبہ بعض دوستوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے لکھا تاکہ علوم القرآن کے اہم مباحث کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔ ہمارے وہ نوجوان مسلمان جو اسلامی علوم کا نہایت وسعت اور غور وفکر کے ساتھ آسانی سے مطالعہ نہیں کر سکتے انہیں اس کتاب سے ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی' جن کی بنا پر انہیں اس علم کے مراجع واسلوب سمجھنے کی تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس کتاب کے مختصر ہونے کے باوجود پہلی طباعت نے اتنا رواج پایا کہ جلد ہی یہ کتاب کتب خانوں سے ختم ہوگئی۔ جس کی مجھے توقع نہ تھی۔

پھر مجھے دوبارہ اس کی طباعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے کتاب پر نظر ثانی بھی کی اور بہت سارے اسباب کی وجہ سے بعض موضوعات کو وضاحت سے لکھنا پڑا اور بعض کا اضافہ کرنا پڑا اس لحاظ سے دوسری طباعت بہت بہتر انداز سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ان تمام کتابوں کا خلاصہ جمع کر دیا گیا ہے جو اب تک اس فن کے متعلق لکھی گئیں ہیں' اس کتاب میں نہ تو کوئی بحث ادھوری چھوڑی گئی ہے اور نہ ہی کسی بحث کو بے فائدہ طول دیا گیا ہے۔

ایک سال بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ کتاب بازار میں نایاب ہوگئی' اسلامی ثقافت کے متلاشی مسلسل اس کتاب کا مطالبہ کرتے رہے بلکہ اس علم سے لگاؤ رکھنے والے بہت سارے ادارے بھی اس کتاب کے طالب تھے۔ لہٰذا میرے لئے کوئی چارہ نہ رہا اور مجھے اس کتاب کو تیسری بار بہترین انداز سے طبع کرنا پڑا' اگرچہ اس مرتبہ اضافے کی نسبت دوسری طباعت کے لحاظ سے کم رہی ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نفع بخش اور فائدہ مند بنا دے اور ہمیں درست روی اور اپنی توفیق سے نوازے۔ آمین

مناع خلیل القطان مدیر المعهد العالی للقضاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ طبع ثانیہ

امابعد! یہ کتاب "مباحث فی علوم القرآن ہے۔ میں نے اس میں ان تمام معلومات کو جمع کرنے کی پوری کوشش کی ہے جن کی ایک طالب علم اپنی علمی زندگی میں بڑی شدت سے ضرورت محسوس کرتا ہے اور ایک نوجوان مسلم کو اپنی ثقافت سے واقفیت کے لئے شدید طلب ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ معانی اور مفہوم کو خوب واضح کرنے کے لئے آسان الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ عبارت کی روانی' حسن ترتیب وغیرہ ان سب باتوں کا اپنی استطاعت کے مطابق میں نے خوب خیال رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہمیشہ طلب گار ہوں۔ پہلی طباعت چونکہ ختم ہوچکی تھی' یہ دوسری طباعت ہے' پڑھنے والوں کا خیال رکھتے ہوئے اس طباعت کو خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو نفع بخش بنائے' وہی دعا سننے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم اور قرآنی علوم کا ارتقاء

قرآن کریم اسلام کا ہمیشہ باقی رہنے والا ایسا معجزہ ہے کہ جس کے اعجاز میں علمی ارتقاء مزید اضافہ کرتا ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم رسول اکرم محمد ﷺ پر اس لئے نازل فرمایا تا کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جائے اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کی جائے۔

رسول اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو اپنے صحابہ تک پہنچایا جو خالص عرب تھے' انہوں نے اپنے ماحول کے مطابق قرآن کریم کو سمجھا اور جب بھی انہیں کسی آیت میں کوئی الجھاؤ محسوس ہوتا' تو اس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمالیا کرتے تھے۔

امام بخاری' امام مسلم اور بہت سارے ائمہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے محفوظ رکھا۔"

تو لوگ کافی مشکل میں پڑ گئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا؟

تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ظلم وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو کیا تم نے صالح انسان کی بات نہیں سن رکھی۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (لقمان: ۱۳)

"بے شک شرک عظیم ظلم ہے۔"

آیت مبارکہ میں ظلم سے مراد بھی شرک ہے۔

رسول اللہ ﷺ خود بھی ان کے لئے بعض آیات کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔﴾ (انفال:۶۰)

''استطاعت کے مطابق دشمن کے لئے اپنی قوت بڑھاؤ۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی شدید خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سیکھیں، اسے یاد کریں اور سمجھیں ایسا کرنا ان کے لئے اعزاز تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا تو اس کی عظمت دوچند ہو جاتی تھی۔ (مسند احمد)

انہیں قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔

ابوعبدالرحمٰن اسلمی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن کریم کی تعلیم دینے والے صحابہ عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ بتایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ہم دس آیات کی تعلیم حاصل کرتے تو ان آیات میں پائے جانے والے علم و عمل میں مہارت پیدا کئے بغیر آگے نہ بڑھتے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن کریم کے ساتھ علم و عمل میں بھی تاک تھے۔

(مصنف میں عبدالرزاق نے قریب قریب ایسے ہی روایت کیا ہے۔)

ایک وقت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صرف قرآن کریم ہی لکھنے کی اجازت دی تھی تاکہ اس میں کوئی آمیزش نہ ہو سکے۔ ❶

---

❶ مؤلف کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کسی قسم کی آمیزش کا قطعاً خطرہ نہیں کیونکہ ایسا کلام کسی کے بس کا روگ نہیں پھر جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے تو اس میں ملاوٹ کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ وجہ یہ تھی کہ سابقہ امتوں کی طرح مسلمان بھی قرآن کریم سے اغماض نہ برتیں، ان کے دلوں میں قرآن کریم کی عظمت کو اجاگر کرنا مقصود تھا، اس لئے جب ان کے دلوں میں کلام اللہ سے تعلق پیدا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت بھی دے دی۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری باتیں مت لکھو اور جس نے قرآن کریم کے علاوہ میری باتیں لکھی ہیں وہ انہیں مٹا دے' میری باتیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں' لیکن جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ (مسلم)

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اپنے بعض صحابہ کو احادیث مبارکہ لکھنے کی اجازت دے دی تھی اور قرآن کریم سے متعلق باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں زبانی بیان کی جاتی تھیں تو اس لئے صرف قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا' پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ تمام مسلمان ایک مصحف (قرآن کریم) پر متفق ہو گئے' اسے ''مصحف الامام'' کا نام دیا گیا' اس کے نسخے مختلف شہروں میں بھیجے گئے اور اس مصحف کو جس تحریری انداز میں لکھا گیا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت سے' رسم عثمانی کہلایا اور یہیں سے رسم قرآنی کے علم کی ابتدا ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کے معانی اور مفہوم کو اپنی اپنی فہم کے مطابق بیان کیا کرتے تھے' چونکہ ہر صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جیسی رفاقت حاصل نہ تھی اور نہ ہی فہم وفراست میں وہ یکساں تھے' اس لئے قرآن کریم کے معانی اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان اختلاف کا پیدا ہونا کوئی غیر فطری بات نہ تھی' پھر انہی باتوں کو ان کے شاگردوں (تابعین) نے نقل کیا۔

مشہور مفسرین صحابہ اور چاروں خلفاء کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ' سیدنا ابی بن کعبؓ' سیدنا زید بن ثابتؓ' سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں' لیکن ان میں بھی زیادہ تر سیدنا عبداللہ بن عباسؓ' سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے تفسیری روایات منقول ہیں اور وہ بھی مکمل قرآن کریم کی تفسیر نہیں بلکہ صرف بعض آیات کے معانی منقول ہیں' جن سے دقیق کلمات کی تفسیر اور اجمال کی وضاحت ہوتی ہے۔

تابعین کی ایک جماعت کو تفسیر قرآن میں خوب شہرت ملی' انہوں نے صحابہ سے علم حاصل کیا تھا اور پھر قرآنی آیات کی تفسیر میں خوب جدوجہد کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

✓ مکہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد۔

سعید بن جبیر مجاہد، عکرمہ مولی ابن عباس، طاؤس بن کیسان الیمانی، عطا بن ابی رباح۔

مدینہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد۔

زید بن اسلم، ابو العالیہ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہم۔

عراق میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد۔

علقمہ بن قیس، مسروق، اسود بن یزید، عامر الشعبی، حسن بصری اور قتادہ بن دعامہ السدوسی رحمۃ اللہ علیہم۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کا سب سے زیادہ علم اہل مکہ میں ہے، کیونکہ وہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں جیسے مجاہد، عطا بن ابی رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور ان کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد جیسے طاؤس، ابی الشعثاء اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔

اہل کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تفسیر قرآن کو بہتر جانتے تھے اور اسی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوئے۔

اہل مدینہ میں تفسیر کے مشہور عالم زید بن اسلم تھے، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن کا علم حاصل کیا اور زید بن اسلم کے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن وہب نے بھی یہ علم حاصل کیا۔

ان تمام اہل علم سے جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اسے علم التفسیر، علم غریب القرآن، علم اسباب النزول، علم الآیات المکیۃ والمدینہ اور علم الناسخ والمنسوخ کہا جاتا ہے یہ سب کچھ زبانی نقل کیا جاتا تھا اور اسی پر اعتماد تھا۔

دوسری صدی میں علم التفسیر کو مدون کیا گیا، اس صدی میں احادیث مبارکہ بھی طرح طرح کے ابواب میں مدون ہوئیں اور اس میں تفسیر قرآن سے متعلق مواد بھی شامل تھا۔

بعض علماء رحمہم اللہ نے صرف قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق ان روایت کو جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول تھیں۔

ان میں سے چند ایک کو خوب شہرت ملی، جیسے یزید بن ہارون اسلمی (المتوفی ۱۱۷ ہجری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعبہ بن حجاج (التوفی ۱۶۰ ہجری) وکیع بن جراح (التوفی ۱۹۷ ہجری) سفیان بن عیینہ (التوفی ۱۹۸ ہجری) اور عبدالرزاق بن ہمام (التوفی ۲۱۱ ہجری) یہ تمام اہل علم احادیث مبارکہ کے جید امام تھے' انہوں نے حدیث کے ایک باب کی حیثیت سے تفسیری روایات کو جمع کیا' جبکہ ہمیں ان کی تفسیری روایات تحریری شکل میں نہیں مل سکیں۔

پھر اہل علم کی ایک جماعت نے ان مفسرین کے منہج کو اختیار کیا اور قرآنی آیات کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے مکمل قرآن پاک کی تفسیر لکھی' ان میں ابن جریر الطبری (التوفی ۳۱۰ ہجری) بہت ہی مشہور ہیں۔

چنانچہ تفسیر قرآن کی ابتداء سب سے پہلے زبانی سننے اور بیان کرنے سے ہوئی' پھر احادیث مبارکہ کے ایک باب کی حیثیت سے اس کو مدون کیا گیا' اس کی کوئی مستقل اور منفرد حیثیت نہ تھی اور پھر آہستہ آہستہ تفسیر بالماثور (منقول) اور تفسیر بالرائے (غیر منقول) وجود میں آئی۔

علم تفسیر کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سے متعلقہ مختلف امور کو مختلف موضوعات میں لکھا گیا' جن کی ہر مفسر کو ضرورت ہے۔ امام البخاری کے استاذ علی بن المدینی (التوفی ۲۳۴ ہجری) نے اسباب النزول کو قلمبند کیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام (التوفی ۲۲۴ ہجری) نے ناسخ' منسوخ اور قراءات سے متعلق لکھا۔

ابن قتیبہ (التوفی ۲۷۶ ہجری) نے مشکل القرآن پر لکھا۔ یہ تمام تیسری صدی ہجری کے اہل علم تھے۔

محمد بن خلف بن المرزبان (التوفی ۳۰۹ ہجری) نے علوم القرآن پر ایک کتاب "الحاوی" لکھی۔

ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (متوفی ۳۲۸ ہجری) نے قرآن پاک کے غریب الفاظ پر کتاب لکھی۔

محمد بن علی اوفوئی متوفی ۳۸۸ ہجری نے الاستغناء فی علوم القران لکھی' یہ چوتھی صدی کے اہل علم تھے۔

پھر تالیفات کا سلسلہ چل نکلا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر باقلانی نے اعجاز القرآن کے بارے میں لکھا۔

علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی (متوفی ۴۳۰ ہجری) نے اعراب القرآن پر کھا۔

ماوردی (متوفی ۴۵۰ ہجری) نے امثال القرآن پر لکھا۔

العز بن عبدالسلام (متوفی ٦٦٠ ہجری) مجاز القرآن پر قلم اٹھایا۔

علم الدین السخاوی (متوفی ٦۴۳ ہجری) نے علم القراءات کو قلمبند کیا۔

ابن القیم (متوفی ۷۵۱ ہجری) نے اقسام القران کو تحریر کیا۔

یہ تمام تالیفات علوم القرآن کی کسی ایک نوع پر مشتمل تھیں اور اس سے متعلقہ کسی ایک مبحث کو بیان کرتی تھیں۔

ان تمام علمی انواع اور مباحث کو شیخ عبدالعظیم الرزقانی نے اپنی کتاب ''مناہل العرفان فی علوم القرآن'' میں جمع کیا' انہیں دارلکتب المصریہ میں علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی کی کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'' کا غیر مطبوعہ مخطوطہ ملا تھا' جو کہ کئی اجزا پر مشتمل تھا' ان میں سے پندرہ اجزاء کی کوئی ترتیب اور تسلسل نہ تھا۔

الحوفیؒ قرآن کریم کی کسی آیت کو لے کر اس میں موجود قرآنی علوم کو بیان کرتا ہے اور قرآنی علوم کی ہر نوع کے لئے الگ عنوان قائم کرتا ہے اور وہ ایک آیت کو اس طرح عام عنوان دیتا ہے۔''القول فی قولہ عزوجل'' یعنی اللہ تعالیٰ کے قول سے متعلق گفتگو' پھر وہ آیت ذکر کرتا ہے اور عام عنوان کے ساتھ ایک ذیلی عنوان ''القول فی الاعراب'' یعنی آیت کی اعرابی حالت قائم کر کے آیت سے متعلق نحوی اور لغوی بحث کرتا ہے۔ پھر دوسرا ذیلی عنوان ''القول فی المعنی والتفسیر'' یعنی آیت کے معانی اور تفسیر' قائم کر کے نقلی اور عقلی تفسیر کرتا ہے۔اس کے بعد ایک تیسرا عنوان ''القول فی المعنی والتمام'' یعنی آیت کو مکمل تلاوت کرنا یا درمیان میں وقف ہوسکتا ہے قائم کر کے وقف کے جواز اور عدم جواز کو بیان کرتا ہے۔

کبھی کبھار قراءات سے متعلق مستقل عنوان ''القول فی القراء ات'' یعنی قائم کرتا ہے اور کبھی آیت میں پائے جانے والے احکامات بیان کرتا ہے۔

الحوفی رحمہ اللہ کو اس خاص طریقے سے علوم القرآن مدون کرنے والا پہلا شخص قرار دیا جاتا ہے ان کی وفات ۴۳۰ ہجری میں ہوئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۹۷ ہجری) نے اس طریق کار کو اپنی کتاب "فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن" میں اپنایا۔

ان کے بعد بدر الدین الزرکشی (المتوفی ۷۹۴ ہجری) نے "البرھان فی علوم القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

پھر جلال الدین البلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۴ ہجری) نے اس کتاب میں تھوڑا بہت اضافہ کر کے "مواقع العلوم من مواقع النجوم" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

اور جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (متوفی ۹۱۱ ہجری) نے اپنی مشہور کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" لکھی۔

ان کے علاوہ نئے ترقی پذیر دور میں بھی علوم القرآن کو دوسرے علوم سے کوئی کم حصہ نہیں ملا۔

فکر اسلامی کی تحریک سے وابستہ اہل علم نے قرآنی موضوعات کو عصری تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کے لئے بہتر طریقہ اختیار کرتے ہوئے درج ذیل کتابیں لکھیں۔

اعجاز القرآن	مصطفیٰ صادق الرافعی۔
التصویر الفنی فی القرآن	مناع القطان
مشاھد القیامة فی القرآن	شہید سید قطب
ترجمة القرآن	شیخ محمد مصطفیٰ المراغی
بحث فی ترجمة القرآن	محب الدین الخطیب
مسألة ترجمة القرآن	مصطفیٰ صبری
النباء العظیم	محمد عبداللہ دراز
مقدمة تفسیر "محاسن التاویل"	محمد جمال الدین قاسمی
التبیان فی علوم القرآن	شیخ طاہر الجزائری
منھج الفرقان فی علوم القرآن	محمد علی سلامة

اس کتاب میں ان مباحث کا اہتمام کیا گیا ہے جو کلیة اصول الدین مصر میں دعوة والارشاد میں تخصیص کرنے والے طلبہ کے لئے مقرر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناهل الفرقان فی علوم القرآن		محمد عبدالعظیم الزرقانی

مذکرۃ علوم القرآن		احمد احمد علی

اس میں ان قرآنی علوم کو مدون کیا گیا ہے جو انہوں نے شعبہ اجازۃ الدعوۃ والارشاد کے طلبہ کو بتائے تھے۔

مباحث في علوم القرآن		صبحی صالح

ابحاث علی مائدۃ القرآن		محمد جمال

یہ تمام مباحث علوم القرآن کے نام سے معروف ہیں، حتیٰ کہ اس علم کا نام ہی علوم القرآن مشہور ہو گیا۔

علوم دراصل علم کی جمع ہے اور علم کا معنی فہم و ادراک ہے، پھر ایسے مختلف مسائل کو علم کہا جانے لگا جنہیں علمی لحاظ سے لکھا گیا تھا اور علوم القرآن سے مراد وہ علم ہے جس میں قرآن کریم سے متعلقہ مباحث پائی جاتی ہیں، جیسے اسباب نزول کی معرفت قرآن کریم کا جمع کرنا اور ترتیب دینا، مکی مدنی آیات کی پہچان، ناسخ منسوخ، محکم اور متشابہ آیات کی واقفیت اور ان کے علاوہ دیگر ابحاث جن کا تعلق قرآن کریم سے ہے۔

اس علم کا نام اصول تفسیر بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس علم میں ایسی مباحث پائی جاتی ہیں جن کا علم ایک مفسر کیلئے نہایت ضروری ہے تاکہ قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے وہ انہیں ملحوظ خاطر رکھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القرآن

اللہ تعالیٰ کا انسان پر بہت بڑا احسان ہے کہ اسے صرف ایسی فطرت سلیمہ دے کر نہیں چھوڑ دیا' جس سے وہ اپنی پوری زندگی راہنمائی حاصل کرتا ہے اور وہ اسے بھلائی اور نیکی کا راستہ دکھاتی ہے' بلکہ گاہے بگاہے اس کی طرف اپنے رسول بھیجے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہوتی تھی' وہ انسان کو صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے تھے' وہ انسان کو خوشخبری دیتے اور تنبیہ کرتے تھے تاکہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی حجت ثابت ہو جائے' جیسے قرآن کریم میں ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ۔﴾

(النسآء: ١٦٥)

"خوشخبری دینے والے اور تنبیہ کرنے والے رسول (بھیجے) تاکہ ان کی بعثت کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی حجت (نہ کر سکیں)۔"

انسانیت اپنے فکری ارتقا پر گامزن رہی اور وحی اسے اس کی مناسب صورت حال سے آگاہ کرتی رہی اور ہر رسول کی قوم کو درپیش مشکلات حل کرتی رہی' حتیٰ کہ انسانیت فکری لحاظ سے پختہ ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو دنیا میں ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے رسول ﷺ کو ایک مدت بعد مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی ہمیشہ باقی رہنے والی شریعت اور اپنے اوپر نازل ہونے والے قرآن کریم کے ذریعہ اپنے سابقہ بھائیوں انبیاء علیہم السلام کی عظیم عمارت کو مکمل کریں۔ حدیث مبارکہ ہے

(مثلی ومثل الانبیآء من قبلي كمثل رجل بنى بيتًا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية' فجعل الناس يطوفون به ويعجبون منه' ويقولون: لولا هذه اللبنة' فانا اللبنة وانا خاتم النبيين۔) (متفق عليه)

"میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس نے ایک بہت ہی خوبصورت گھر بنایا ہو لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو لوگ آتے ہیں اسے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی' تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"
(یعنی اب وہ عظیم عمارت ہر لحاظ سے مکمل ہو چکی ہے۔)

قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو کہ کتاب و سنت کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے' جیسے

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (اعراف:۱۵۸)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں' اے لوگو! بیشک میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝﴾(الفرقان:۱)

"بابرکت ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو تنبیہ فرمائے۔"

حدیث مبارکہ میں ہے:

(کل نبی یبعث الی قومه خاصة' و بعثت الی الناس کآفّة۔)

"ہر نبی اپنی خاص قوم کے لئے بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسری رسالت ہرگز نہ آئے گی۔"

جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب:۴۰)

"محمد (ﷺ) تم میں سے کسی ایک مرد کے باپ نہیں ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

اس لئے یہ کوئی حیرانگی والی بات نہیں کہ قرآن کریم ادیان سماویہ کی پہلی بنیادوں کے لحاظ سے انسانی زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔﴾ (الشوریٰ:۱۳)

”آپ (اے محمد ﷺ) کے لئے وہی دین شریعت ہے جس کی (اللہ تعالیٰ نے) نوح (علیہ السلام) کو وصیت فرمائی تھی اور ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے ہم نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو وصیت کی کہ تم دین کو اختیار کرو اور اس میں تفریق نہ ڈالو۔“

قرآن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے پورے عرب کو چیلنج کیا' جو انہی کی زبان میں نازل ہوا تھا اور وہ خود بھی بڑے فصیح اور صاحب بیان تھے' لیکن وہ اس جیسا قرآن یا اس جیسی دس سورتیں یا ایک سورت بھی بنانے سے عاجز رہے' تو اس طرح قران کریم کا اعجاز ثابت ہو گیا اور اس کے اعجاز کی بدولت رسول اکرم ﷺ کی رسالت ثابت ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ یہ قرآن کسی تحریف اور تبدیلی کے بغیر مسلسل حفظ اور نقل ہوتا رہا ہے۔

اسے لے کر نازل ہونے والے جبرئیل علیہ السلام کا وصف قرآن کریم بیان کرتا ہے۔

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝﴾ (الشعرآء:۱۹۳)

”روح امین (علیہ السلام) اسے لے کر نازل ہوئے۔“

ایک دوسری جگہ جبرئیل علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ ان الفاظ میں ہوا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۝﴾ (التکویر:۱۹-۲۴)

”بیشک یہ قول معزز رسول (جبرائیل علیہ السلام) کا ہے۔ جو عرش والے کے ہاں قوت اور مرتبے والا ہے۔ اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ امین ہے۔ تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) کوئی دیوانہ نہیں بیشک اس نے اسے افق مبین پر دیکھا۔ اور وہ غیب پر بخیلی نہیں کرتا۔“

قرآن کریم کے بارے میں ارشاد ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۝ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۝﴾ (الواقعہ:۷۷-۷۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”بے شک یہ قرآن کریم ہے۔ چھپی ہوئی کتاب میں ہے جسے صرف پاکیزہ مخلوق ہی چھوتی ہے۔“

سابقہ کتب سماویہ میں سے کسی کتاب کو یہ عظمت حاصل نہ ہوئی کیونکہ وہ ایک خاص مدت کے لئے نازل کی جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ۝﴾ (الحجر: ۹)

”بیشک ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

قرآن کریم کا پیغام صرف انسانوں تک محدود نہیں بلکہ جنات تک پھیلا ہوا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ‌ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا‌ۚ فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ۝ قَالُوۡا يٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ يَهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ وَاِلٰى طَرِيۡقٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ۝ يٰقَوۡمَنَاۤ اَجِيۡبُوۡا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوۡا بِهٖ۔﴾ (الاحقاف: ۲۹-۳۱)

”(اے محمد ﷺ) جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی نفری بھیجی، وہ قرآن سنتے رہے، جب وہ قرآن (کی قرأت) پر حاضر ہوئے تو کہنے لگے خاموشی سے سنو اور جب قرآن (کی قرأت) ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف تنبیہ کرنے والے بن کر لوٹے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم! ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل ہونے والی کتاب کو سنا ہے، وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔“

قرآن کریم ان خصوصیات کے ساتھ زندگی کی روحانی، عقلی، بدنی، اجتماعی، اقتصادی سیاسی اور مختلف معاملات کا حکیمانہ علاج کرتا ہے، کیونکہ اس کا نازل کرنے والا خوب حکمت والا حمید ہے، وہ عام سی بنیادوں پر مشکل کا مکمل حل بیان کرتا ہے۔ جس سے انسانیت کے ایسے خطوط کی تصویر کشی ہوتی ہے کہ جن پر ہر دور کی مناسبت سے تعمیر و ترقی کے مراحل طے ہوتے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح سے ہر وقت اور ہر جگہ کے لحاظ سے اس کی صلاحیت واضح ہوتی ہے۔

وہ ہمیشہ رہنے والا دین ہے' چودھویں صدی میں اسلام کے ایک داعی نے کتنی عمدہ بات کہی ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے' وہ ریاست' وطن' حکومت' قوم' اخلاق' قوت' رحمت' عدالت' تہذیب وتمدن' قانون' علم' قضا' دولت ومروت' معاش' غنا' جہاد' دعوت' لشکر اور فکر سب کچھ نے کے علاوہ وہ ایک سچا عقیدہ اور بہترین عبادت بھی ہے۔ (رسالۃ التعالیم' حسن النباء)

موجودہ دور کی انسانیت جو اپنے ضمیر کے لحاظ سے عذاب میں مبتلا ہے' تنظیمی لحاظ سے ابتری کا شکار ہے اخلاقی طور پر تباہ ہو چکی ہے اور اس کو جہنم کے گڑھے میں گرنے سے قران کریم کے علاوہ اور کوئی نہیں بچا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ۝﴾ (طٰهٰ: ۱۲۳-۱۲۴)

''جس نے میری ہدایت کی پیروی کی نہ تو وہ راستے سے بھٹکے گا اور نہ ہی وہ بد بخت ہوگا۔ اور جس نے میرے ذکر سے مونہہ موڑ لیا تو اس کی گزر اوقات تنگ ہوگی اور قیامت کے دن اسے اندھا اٹھایا جائے گا۔''

صرف مسلمان ہی وہ لوگ ہیں جو تنظیمی اندھیروں اور دوسرے اسباب میں ایک روشن شمع تھامے ہوئے ہیں' ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ یہ ہر ردی اور کھوٹی چیز سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں' پریشان حال انسانیت کی قرآن کریم کے ذریعے قیادت کریں' اسے سلامتی کے کنارے تک پہنچا دیں' جس طرح انہوں نے سابقہ دور میں قرآنی ریاست قائم کی تھی اور موجودہ دور میں بھی انہیں یہ سب کچھ قرآن کریم سے ہی حاصل ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کا تعارف

قراء کے معنی جمع کرنا اور ملانا ہیں۔ قراءۃ میں بعض حروف اور کلمات کو ایک دوسرے میں ملایا جاتا ہے اور قرآن بھی اصل میں قراءۃ کی طرح ہے یعنی مصدر ہے جیسے قَرَأَ یَقْرَءُ قراءۃً وقرآنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝﴾ (القیامۃ:۱۷-۱۸)

"بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اس کو پڑھ لیں تو پھر آپ پڑھیں۔"

قرآن فُعلان (فا کی پیش کے ساتھ) کے وزن پر مصدر ہے، جیسے غُفران، شُکران، آپ کہتے ہیں قرأتہ قراء قراءۃ وقرانا۔ ان سب کے ایک ہی معنی ہیں۔

پڑھی ہوئی چیز کا نام قرآن رکھا گیا ہے، یعنی مفعول کو مصدر کا نام دیا گیا ہے۔

محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کو خاص طور پر قرآن کریم کہا جاتا ہے اور یہ اس کا خاص نام بن چکا ہے۔

مکمل قرآن کو بھی قرآن کہا جاتا ہے اور اس کی ایک آیت کو بھی قرآن سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب آپ کسی کو ایک آیت تلاوت کرتے ہوئے سنیں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔﴾ (الاعراف:۲۰۴)

"جب قرآن کریم تلاوت کیا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔"

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس کتاب کو قرآن کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ ہے بلکہ اس میں تمام علوم پائے جاتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (النحل:۸۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے آپ پر ہر چیز کو بیان کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام:۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔''

بعض اہل علم نے لفظ قرآن کو قرء سے مشتق تسلیم نہیں کیا' بلکہ یا تو وہ اسے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کلام کا بدیہی نام قراء دیتے ہیں یا پھر اسے ''قرن'' سے مشتق مانتے ہیں' جس کا معنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا ہیں یا اسے قرائن سے ماخوذ تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی آیات میں باہمی طور پر مشابہت پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے ان کے نزدیک قرآن کا مآخذ قرء (مہموز) نہیں بلکہ قرن ہے اور نون اصلی ہے' یہ رائے بہت کمزور ہے جبکہ درست پہلی بات ہی ہے۔

قرآن کریم کی کوئی منطقی تعریف کرنا بہت مشکل ہے جس میں اس کی اجناس' فصول اور خواص مذکور ہوں۔ اور وہ تعریف اس کی حقیقی تعریف بن جائے۔

اس کی حقیقی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کو مستحفر اور ذہن میں موجود سمجھا جائے یا حسی طور پر اس کا مشاہدہ کیا جائے' جیسے کہ تم اس کی طرف اشارہ کرو کہ قرآن وہ ہے جو مصحف میں لکھا ہوا ہے یا زبان سے پڑھا گیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن تو ان دو کناروں کے درمیان ہے' یا آپ کہیں کہ قرآن تو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین سے لے کر من الجنۃ والناس تک ہے۔ اصل میں علماء اس کی ایک تعریف بھی بیان کرتے ہیں جس سے اس کا معنی قریب ہو جاتا ہے اور دوسری کتابوں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور لوگ پہچان لیتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے' وہ تعریف یہ ہے۔

كلام الله المنزل على محمد صلى الله عليه وسلم المتعبد بتلاوته۔

''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا' اس کی تلاوت عبادت ہے۔''

تعریف میں ''کلام'' جنس ہے جو ہر کلام کو شامل ہے' لیکن جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا تو دوسری ہر قسم کی کلام خواہ وہ انسانوں کی ہو' جنات یا ملائکہ کی' تو وہ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الگ ہو جائے گی۔

اور "المنزل" کہہ کر اللہ تعالیٰ کی اس کلام کو الگ کر دیا گیا جو نازل نہیں کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الکهف:١٠٩)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے اور اگرچہ ہم اس کے برابر مزید سیاہی بھی لے آئیں۔"

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ (لقمان:٢٧)

"اگر زمین کے (تمام) درخت قلم اور سمندر (سیاہی بن جائیں) جن میں مزید سات سمندر شامل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔"

اور منزل کے ساتھ محمد ﷺ کی نسبت کر کے اسے سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں، جیسے توراۃ اور انجیل وغیرہ سے ممتاز کر دیا۔

اور "المتعبد بتلاوته" اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔

اس شرط سے قراءات احاد اور احادیث قدسیہ کو الگ کر دیا گیا ہے کیونکہ احادیث قدسیہ کے الفاظ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں، لیکن ان کو قرآن کریم جیسا درجہ حاصل نہیں۔

قرآن کریم کے نام اور اوصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بہت سارے نام دیئے ہیں، مثلاً

(١) القرآن۔ ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (الاسراء:٩)

(٢) الکتاب۔ ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ﴾ (الانبیاء:١٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) الفرقان۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۝﴾ (الفرقان:۱)

(۴) الذکر۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر:۹)

(۵) التنزیل۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الشعراء:۱۹۲)

اس کے علاوہ بھی قرآن میں بعض ناموں کا ذکر ہے۔

لیکن اس کے دو نام القرآن اور کتاب کثرت سے لئے جاتے ہیں۔

دکتور عبداللہ دراز کہتے ہیں کہ اس کا نام قرآن زبان سے اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اور الکتاب نام رکھنے میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ قرآن قلم سے مدون کیا (لکھا) گیا ہے' یہ دونوں ایسے ہی ہیں جیسے کہ کسی چیز کا وہ نام رکھ دیا جائے جو اسے درپیش ہو' اور یہ دو نام رکھ کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ قرآن کریم کا یہ حق ہے کہ اسے صرف ایک مقام میں نہیں بلکہ دو مقامات میں اسے محفوظ کیا جائے' یعنی اسے سینے میں اور کتاب میں لکھ کر محفوظ رکھا جائے تاکہ اگر ایک جگہ میں کوئی بھول چوک ہو جائے تو دوسری جگہ یاد دھانی کرا دے۔

ہم کسی بھی حافظ کے حفظ پر اعتبار نہیں کرتے جب تک اس کا حفظ اہل علم کے متفقہ الفاظ کے مطابق نہ ہو جو ہماری طرف نسل در نسل اسی طرح نقل ہو رہا ہے جس طرح اسے پہلی مرتبہ لکھا گیا تھا اور اسی طرح ہم کسی کاتب کی کتابت پر بھی اعتبار نہیں کرتے جب تک کہ اس کی کتابت حفاظ کرام کے اس حفظ کے مطابق نہ ہو جو متواتر اور صحیح سند سے نقل ہو رہے ہیں۔

یہ وہ دوسری توجیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے دلوں میں ڈال دی ہے اور وہ اس بارے میں اپنے نبی محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور اسی وجہ سے قرآن پاک بالکل محفوظ ہے۔

اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی پورا ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر:۹)

یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتابیں جس قسم کی تحریف' تبدیلی اور نقل کرنے والوں کے تسلسل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انقطاع سے دوچار ہوئیں' قرآن کریم ان تمام آفتوں سے محفوظ ہے۔ (النباء العظیم ۱۲-۱۳)
اس فرق کا اصل راز یہ ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں ایک محدود وقت کے لئے بھیجی گئی تھیں اور ان کا نزول ہمیشہ کے لئے نہ تھا۔

قرآن کریم نے آ کر ان سابقہ کتابوں کی تصدیق کی اور ان کا کفیل بن گیا' ان کتابوں کے ثابت شدہ تمام حقائق قرآن پاک میں جمع ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض حقائق کا اس میں اضافہ بھی فرمایا اور قرآن کریم انہی کتابوں کا بقیہ حصہ ہے' لیکن وہ کتابیں قرآن کریم کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک کے لئے حجت بنانے کا فیصلہ فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرما لے تو اس کے لئے اسباب بھی مہیا فرماتا ہے' کیونکہ وہ خوب حکمت والا خوب علم والا ہے اور یہ بہت عمدہ تفصیل ہے۔

قرآن کریم کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بہت سارے اوصاف بیان فرمائے ہیں' مثلاً:

نور۔ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا۝﴾ (النسآء: ۱۷۴)

ھدیٰ' شفاء' رحمت اور موعظت۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۝﴾ (یونس: ۵۷)

مبارک۔ وَهَـٰذَا كِتَـٰبٌ أَنزَلْنَـٰهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (الانعام: ۹۲)

مبین۔ ﴿قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ۝﴾ (المائدہ: ۱۵)

بشریٰ۔ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۝﴾ (البقرۃ: ۹۷)

عزیز۔ ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِٱلذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَإِنَّهُۥ لَكِتَـٰبٌ عَزِيزٌ۝﴾ (حم السجدہ: ۴۱)

مجید۔ ﴿بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ۝﴾ (البروج: ۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشیر' نذیر۔ ﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔﴾
(فصّلت: ۳-۴)

قرآن کریم کے تمام نام اور اوصاف کسی نہ کسی مفہوم کی بنیاد پر رکھے گئے ہیں۔

حدیث قدسی' حدیث نبوی اور قرآن کریم میں فرق:

قرآن کریم کی تعریف پہلے گزر چکی ہے لیکن چونکہ ہمیں قرآن کریم' حدیث قدسی اور حدیث نبوی (ﷺ) میں فرق کو پہنچانا ہے' اس لئے ہم یہ دو تعریفیں بیان کرتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ:

حدیث' لغوی لحاظ سے قدیم کا متضاد ہے اور جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ہر وہ کلام ہوتا ہے جسے بیان اور نقل کیا جاتا ہے اور وہ بات جو انسان کان کے ذریعے سنتا ہے یا بیداری اور نیند کی حالت میں وحی ہو' تو اس لحاظ سے قرآن کریم بھی حدیث ہے۔

جیسے خود قران کریم میں ہے:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝﴾ (النسآء: ۸۷)

''اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کہنے والا کون ہے۔''

اور انسان جو کچھ اپنی نیند میں بیان کرتا ہے اسے بھی حدیث کہتے ہیں۔

﴿وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔﴾ (یوسف: ۱۰۱)

''تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی ہے۔''

حدیث کے اصطلاحی مفہوم:

وہ قول' فعل' تقریر یا صفت جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جائے۔

قول کی مثال: نبی اکرم ﷺ کا فرمان (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتُ)

(وانما لکل امری ما نویٰ ---- الحدیث۔) (بخاری و مسلم عن عمر رضی اللہ عنہ)

فعل: وہ عمل جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھانے سے ثابت ہو' جیسے نماز کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

(صلّوا کما رائیتمونی اصلّی۔) (البخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم نماز ادا کرو جیسے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اور جو آپ کے حج کرنے کی کیفیت سے ثابت ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا:

خذوا عني مناسككم۔ (مسلم، احمد، النسائی)

''تم مجھ سے حج کرنے کی کیفیت سیکھ لو۔''

اقرار: رسول اللہ ﷺ کا کسی ایسے قول یا فعل کو برقرار رکھنا جس کا علم آپ کو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہوا ہو اور صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے آپ کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کیا ہو اور آپ ﷺ کو وہ معلوم ہوا ہو، جیسے رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر ''ضب'' گوہ کھائی گئی۔

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستے پر ایک صحابی کو مقرر فرما کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور اپنی قرأت کو ''قل هو الله احد'' پڑھ کر ختم کرتا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: کہ اس سے معلوم کرو، وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ انہوں نے اس سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے اور مجھے اس کی تلاوت بہت اچھی لگتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اخبروه ان الله يحبّه۔ (البخاری، مسلم)

''اسے بتا دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔''

صفت: رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

(كان دائم البشر، سهل الخلق، لين الجانب، ليس بفظ ولا غليظ ولا ضحاب ولا فحاش ـــــ ولا عياب۔)

''آپ خوش مزاج، نرم خو اور نرم دل تھے، سخت مزاج اور سخت دل نہ تھے شور کرنے والے، بدگو اور عیب جو نہ تھے۔''

حدیث قدسی: لغوی لحاظ سے حدیث کا معنی تو ہمیں معلوم ہو چکا اور قدسی میں قدس کی طرف نسبت ہے جس سے عظمت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس کلمے کا مادہ لغوی لحاظ سے پاکیزگی کو واضح کرتا ہے اور تقدیس سے اللہ تعالیٰ کا منزہ ہونا واضح ہوتا ہے، اس لئے تقدیس سے تطہیر مراد ہے اور تقدس، تطہر کے معنی میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی بات کو ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (البقرۃ:۳۰)

''ہم تیری حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس بیان کرتے ہیں۔''

صاحب کتاب نے ''نقدس'' کا معنی ''نطھر انفسنا لك'' بیان کیا ہے' یعنی ہم اپنے آپ کو تیرے لئے پاکیزہ بنایا ہے۔

اصطلاحی لحاظ سے حدیث قدسی وہ حدیث ہے جسے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمائیں' یعنی رسول اللہ ﷺ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی حیثیت سے بیان فرمائیں' تو اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کا اپنے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی کلام بیان فرمانا حدیث قدسی ہے اور جب کوئی دوسرا روایت کرے تو وہ اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے گا اور اس طرح کہے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرويه عن ربه عزوجل۔

یا وہ اس طرح کہے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى او يقول الله تعالى۔

پہلی مثال:

عن ابي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرويه عن ربه عزوجل: يد الله ملائى لا يغيضها نفقة' سحاء الليل والنهار۔ (البخاری)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے وہ بات بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے رب سے روایت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ خوب بھرا ہوا ہے دن رات خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں آتی۔''

دوسری مثال:

عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقول الله تعالى انا عند ظن عبدي بي' وانا معه اذا ذكرني' فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منه۔ (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں' جب وہ مجھے یاد کرتا ہے' جب وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ایسے گروہ میں یاد کرتا ہوں' جو اس کے گروہ سے بہتر ہوتا ہے۔''

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق:

قران اور حدیث قدسی میں فرق کے بہت سارے پہلو ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کریم۔ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل فرمایا اور اس جیسا کلام بنانے کے لئے تمام عرب کو چیلنج دیا یا اس جیسی دس سورتیں یا ایک ہی سورت بنانے کا چیلنج دیا لیکن وہ عاجز رہے اور وہ چیلنج آج بھی موجود ہے اور یہ ایک معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ جب کہ حدیث قدسی میں اس قسم کا چیلنج اور اعجاز موجود نہیں۔

(۲) قرآن کریم کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اور صرف "قال اللہ تعالی" کہا جاتا ہے' یعنی ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''

جب کہ حدیث قدسی کی روایت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور یہ نسبت انشائی ہوتی ہے۔ ایسی حدیث میں "قال اللہ تعالی" یا پھر یقول اللہ تعالی کہا جاتا ہے۔

اور کبھی حدیث قدسی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہ نسبت ہوگئی کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ایسی صورت میں کہا جاتا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ عزوجل"

(۳) قرآن کریم مکمل طور پر تواتر سے منقول ہے اور وہ قطعی الثبوت ہے' یعنی اس کے ثبوت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں' جبکہ احادیث قدسیہ کی اکثریت اخبارِ آحاد پر مشتمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور وہ ظنی الثبوت ہیں۔ مزید یہ کہ حدیث قدسی کبھی صحیح ہوتی ہے، کبھی حسن اور کبھی ضعیف۔

(۴) قرآن کریم لفظی اور معنوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، یعنی وہ لفظی اور معنوی (دونوں) لحاظ سے وحی ہے، جب کہ حدیث قدسی میں مفہوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں۔

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ حدیث قدسی صرف معنوی لحاظ سے وحی ہوتی ہے لفظی لحاظ سے نہیں، اس لئے جمہور کے نزدیک اسے بالمعنی روایت کرنا جائز ہے۔

(۵) قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے اور نماز میں اس کی تلاوت کرنا متعین کر دیا گیا ہے۔

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ (المزمل:۲۰)

"قرآن کریم میں سے جو آسان ہے اس کی تلاوت کرو۔"

اس آیت کریمہ سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا حکم ملتا ہے اور اس کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

(من قرأ حرفا من كتاب الله تعالى فله حسنة، والحسنة بعشر امثالها، لا اقول الم حرف، ولكن الف حرف، ولام حرف، وميم حرف۔) (الترمذی)

"جس نے کتاب اللہ تعالیٰ کی تلاوت کی اسے نیکی ملی اور نیکی دس گنا تک ہوتی ہے، میں الم کو ایک حرف قرار نہیں دیتا، بلکہ الف علیحدہ حرف ہے لام علیحدہ حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے۔"

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

اور جبکہ حدیث قدسی کو نماز میں تلاوت نہیں کیا جا سکتا، یہ قرآن کریم کی تلاوت کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتی، اس کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ عام سا ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ ثواب جو قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے حاصل ہوتا ہے حدیث قدسی کے پڑھنے پر کہاں، یعنی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق:

حدیث نبوی کی دو قسمیں ہیں:

قسم توقیفی: ایسی حدیث ہے جس کا مضمون تو رسول اللہ ﷺ نے وحی سے حاصل کیا ہو اور لوگوں تک اپنے الفاظ میں پہنچایا' یہ مضمون اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے' لیکن کلام کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہونا زیادہ بہتر ہے' کیونکہ کلام تو کلام کرنے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے اگرچہ کلام کرنے والے نے اس کا مضمون کسی اور سے حاصل کیا ہو۔

قسم توفیقی: حدیث کی وہ قسم ہے جس کا استنباط رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کو سمجھ کر کیا ہو کیونکہ آپ اس کو بیان کرنے والے ہیں یا آپ نے اس حدیث کا استنباط غور و فکر اور اجتہاد سے کیا ہو جس کے درست ہونے کی صورت میں وحی اس کو برقرار رکھتی اور اگر اس میں کوئی معمولی سی بھی غلطی ہوتی تو وحی صحیح بات کو واضح کر دیتی' حدیث کی یہ قسم قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہوتی۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدیث اپنی دونوں قسموں (توقیفی' توفیقی جس کو وحی نے برقرار رکھا ہو) کے لحاظ سے بالآخر وحی ہیں۔

اس مقصد کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس فرمان کے ذریعے واضح کیا ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO﴾ (النجم: ۳-۴)

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ اس کی طرف تو وحی کی جاتی ہے۔''

راجح مذہب کے مطابق حدیث قدسی کا معنی یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر وحی کی کسی بھی شکل میں القاء کیا جاتا ہے' لیکن اس کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت مضمون کے لحاظ سے ہوتی ہے الفاظ کے لحاظ سے نہیں اور اگر اس کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو پھر حدیث قدسی اور قرآن کریم کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ تو اس کے اسلوب کو بھی چیلنج سمجھا جائے گا اور اس کی تلاوت بھی فرض ہوتی۔

دو شبہات اور ان کا ازالہ:

پہلا شبہ: بے شک حدیث نبوی معنی کے لحاظ سے وحی ہے اور اس کے لفظ رسول اللہ ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے ہوتے ہیں تو پھر ہم ہر حدیث نبوی کو حدیث قدسی کیوں نہیں کہتے؟

جواب: حدیث قدسی میں ہمارا فیصلہ قطعی ہوتا ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے کیونکہ اس کے لئے ایک شرعی دلیل موجود ہوتی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں "قال الله تعالیٰ" یا آپ "يقول الله تعالیٰ" فرماتے ہیں اس لئے ہم ایسی حدیث کو قدسی کہتے ہیں اور احادیث نبویہ میں ایسا نہیں ہوتا' ان میں اس قسم کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہوتی اور اس بات کا امکان ہے کہ حدیث نبوی کا مضمون تو وحی کے ذریعہ ہی آپ کو سکھایا گیا (یعنی توقیفی) ہو۔ اور آپ نے اپنی کوشش سے اس کا استنباط کیا ہو۔ (یعنی توفیق ہو) اس لئے اگر ہم احادیث کی کوئی قطعی تعریف کریں تو ہر حدیث کو حدیث نبوی تو کہہ سکتے ہیں اور اگر ہمارے پاس کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے وحی توقیفی کو الگ کر سکیں تو پھر اس کو بھی قدسی کہیں گے۔

دوسرا شبہ: دوسرا شبہ یہ ہے کہ اگر حدیث قدسی کے لفظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں تو پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے "قال الله تعالیٰ" یا "يقول الله تعالیٰ" کہہ دینے سے اس حدیث کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں؟

جواب: عربی زبان میں یہ عام طور پر رائج ہے کہ کلام کی نسبت مضمون کے اعتبار سے ہوتی ہے نہ کہ الفاظ کے اعتبار سے' جیسے آپ کوئی شعر نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاعر یہ کہتا ہے اور جب آپ کسی شخص سے سنی ہوئی کوئی بات بیان کرتے ہیں تو آپ کہتے ہیں "يقول فلان كذا" فلاں اس طرح کہتا۔

قرآن کریم نے موسیٰ علیہ السلام' فرعون اور دیگر لوگوں کے مضامین کو اُن کے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور پھر ان میں اسلوب بھی اُن کا نہیں لیکن اس کے باوجود کلام کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۝ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ○ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ○ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ○ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ○ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ○ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ○ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ○ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ○﴾ (الشعرآء:۱۰-۲۴)

’’اور تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ تم ظالم قوم کی طرف جاؤ۔ قوم فرعون (کی طرف) کہ وہ ڈرتے نہیں۔ تو (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا میرے رب! بیشک میں خوفزدہ ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ میرا سینہ تنگ ہوتا ہے میری زبان میں روانی نہیں، اس لئے ہارون کو (قوم فرعون کی طرف جانے کا حکم دیں) ان کا ایک گناہ بھی میرے ذمہ ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہرگز نہیں، تم دونوں میری آیات لے کر جاؤ، بیشک تمہارے ساتھ ہم بھی سنیں گے۔ وہ دونوں فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے کہا ہم سب جہانوں کے رب کے رسول ہیں۔ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ روانہ کر دے۔ (فرعون نے) کہا کیا ہم نے تیری پیدائش کے بعد تجھے پالا پوسا نہیں اور تو نے ہمارے درمیان اپنی عمر کے بہت سارے سال نہیں گذارے۔ اور تو نے وہ کام بھی کر دکھایا تو ناشکرا ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا میں نے جو کچھ کیا اُس وقت میں بے خبر تھا۔ اور جب مجھے تم لوگوں سے خوف محسوس ہوا تو میں بھاگ نکلا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم بنایا اور رسالت عطا فرمائی، اور وہ نعمت جس کی وجہ سے جو تو مجھے جتلا رہا ہے تو نے بنی اسرائیل کو محکوم بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا تمام جہانوں کا رب کون (ہے؟)۔ موسیٰ نے فرمایا زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کا سب کا (وہ) رب ہے اگر تمہیں یقین ہو۔‘‘

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وحی

وحی کا امکان اور وقوع پذیر ہونا:

علمی زندگی میں خوب نکھار آ چکا ہے اور اس کی کرنوں نے وہ تمام شکوک وشبہات ختم کر کے رکھ دیئے ہیں جو زمانہ قریب تک مادہ سے وراء روح کے بارے میں لوگوں میں پائے جاتے تھے اور مادی علم جس نے پوری کائنات کو تجربہ اور آزمائش سے دوچار کر رکھا تھا۔ اسے اس بات پر یقین ہو گیا ہے کہ اس دیکھے بھالے عالم کے علاوہ اَن دیکھی دنیا بھی ہے جو کہ دیکھی بھالی دنیا سے زیادہ دقیق اور عمیق ہے اور اکثر نئی نئی ایجادات جو لوگوں کے دروازے پر پہنچ رہی ہیں ان کے پیچھے یہی پوشیدہ راز چھپا ہوا ہے جس کی گہرائی اور وسعت کو علم نہیں پا سکتا' حالانکہ اس کے آثار اور مظہر موجود ہیں اور اس طرح ادیان اور ایمان کو بری نظر سے دیکھنے کی دوری میں قربت پیدا ہوتی ہے جس سے اللہ رب العزت کے اقوال کی تصدیق ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝﴾ (فصلت:۵۳)

''جلد ہی ہم تمہیں آفاق میں پھیلی ہوئی اپنی آیات (نشانیاں) دکھائیں گے' یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ (اسراء:۸۴)

''تمہیں تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

اب علمی میدان میں روحانی نفسیات سے متعلقہ مباحث اپنی جگہ بنا چکی ہیں' لوگوں کا میلان اور شرعی فرق عقل وشعور کے قریب کرتا ہے۔ بعض منفرد حیرت انگیز صاحب عقل ایسے ہیں کہ جو نئی چیز ایجاد کرتے ہیں اور بعض لوگوں پر ان واضح امور کو قبول کرنا دشوار ہوتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کے افراد کے درمیان مختلف طبقے اور مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ جن میں سے بعض بہت ہی اچھے اور بعض بہت ہی خبیث ہوتے ہیں۔

انسانی جسم کے اندر ایک روح ہوتی ہے اور وہی زندگی کا راز ہے' جب جسم کو خوراک کی مناسب مقدار حاصل نہ ہو تو اس کا ذرہ ذرہ بوسیدہ ہو جاتا ہے' اس کے خلیے اور بناوٹ تباہ ہو جاتی ہے۔ تو روح کے لئے بھی مناسب غذا ضروری ہے تاکہ اس کی طاقت میں اضافہ ہو اور اس کی بنیاد اور قدر و قیمت محفوظ ہو جائے۔

کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ان سے کچھ ایسے لوگوں کو منتخب فرما لے جو موتی کی طرح صاف شفاف اور سلیم الفطرت ہوں' پھر اپنا فیض جاری فرما دے اور آسمانی وحی ان پر نازل ہو' بزرگ و برتر فرشتوں سے ان کا ملاپ ہو جائے اور ان پر اللہ تعالیٰ اپنا پیغام نازل فرمائے جو انسانی عقل و شعور کی ترقی و اخلاقی بہتری کے صاف ستھرے نظام زندگی کی ضرورت کو پورا کر سکے' ایسے انسان اللہ کے رسول اور انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ اور اس ملاپ کا سبب اگر آسمانی وحی بن جائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔

آج کل لوگ مقناطیسی تنویم (Hypnotism) کا مشاہدہ کرتے ہیں جس سے ان کے لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی نفس کا جب کسی اعلیٰ قوت سے ملاپ ہوتا ہے تو اس سے اثر پیدا ہوتا اور اس سے وحی کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

آج کل لوگ پہاڑوں' چٹانوں' خندقوں میدانی علاقوں اور سمندروں میں رہتے ہوئے آواز منتقل کرنے والی موجوں کے ذریعے ریکارڈ کی ہوتی بات سنتے ہیں' حالانکہ انہیں گفتگو کرنے والے نظر نہیں آتے بلکہ بعض لوگ تو وفات پا چکے ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں دو آدمی ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہیں جبکہ ان میں سے ایک مشرق کے آخری حصے میں اور دوسرا مغرب کے آخری حصے میں ہوتا ہے اور بعض مقامات پر تو دونوں ایک دوسرے کو گفتگو کے دوران دیکھتے بھی ہیں' جبکہ ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو مکھی کی بھنبناہٹ جیسی آواز کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دیتا اور ایسی کیفیت ہی کبھی کبھار وحی کی صورت میں پیش آتی۔ ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی بیداری یا نیند کی حالت میں اپنے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کی بدولت اپنے آپ سے گفتگو نہیں کرتا جبکہ اس کے سامنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی بات کرنے والا نہیں ہوتا۔

اس جیسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن سے وحی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ وحی کو اُس دور کے لوگوں نے دیکھا اور اس کو تمام شرائط کے ساتھ تواتر سے نقل کیا جسے آنے والی نسلوں نے یقینی علم کی حیثیت سے قبول کیا۔

انسانیت نے وحی قبول کرنے والی امت کی معاشرت پر وحی کے اثرات کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جب تک وہ وحی پر سختی سے عمل کرتے رہے تو وہ باعزت اور طاقتور تھے۔ اور جب انہوں نے اس بارے میں سستی دکھائی تو وہ پستی میں گر گئے ذلت اور رسوائی ان کا مقدار بن گئی۔

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی کے امکان اور ثبوت میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور اس کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ دوبارہ اسی سے راہنمائی حاصل کی جائے تاکہ اس جیسی بلند وبالا اور روحانی اقرار سے نفسیاتی کمی پوری ہو سکے۔

ہمارے رسول محمد ﷺ کوئی پہلے رسول نہیں جن کی طرف وحی نازل ہوئی ہے بلکہ آپ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر وحی نازل فرمائی تھی۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ۝

(النساء: ۱۶۳-۱۶۴)

”(اے محمد ﷺ) بیشک ہم نے آپ کی طرف ویسی ہی وحی کی ہے جیسی ہم نے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء (علیہم السلام) پر وحی کی، ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب، اسباط، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، سلیمان (علیہم السلام) پر وحی فرمائی اور داؤد (علیہ السلام) کو ہم نے زبور عطا فرمائی۔ اور بعض رسولوں (علیہم السلام) کا پہلے ہم نے آپ کے لئے ذکر کر دیا ہے اور بعض رسولوں (علیہم السلام) کا ذکر نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔"

اس لحاظ سے محمد ﷺ پر وحی کا نازل ہونا کوئی ایسی تعجب والی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے عقل پرستوں کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

﴿أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ﴾

(یونس: ۲)

"کیا لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی فرمائی ہے کہ جو لوگوں کو تنبیہ فرمائے اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے کہ ان کے رب کے پاس ان کی آمد بہت خوب ہوگی، کافر کہتے ہیں کہ یہ تو واضح جادوگر ہے۔"

وحی کا معنیٰ (مفہوم)

جب انسان کسی دوسرے سے اس طرح بات کرے کہ کسی اور کو علم نہ ہونے پائے تو عربی زبان میں اس طریق کار کے لئے "وحیت الیہ و اوحیت" بولا جاتا ہے، اور "وحی" تیز اشارے کو کہتے ہیں، یعنی وحی اشارہ اور کنایہ کے ذریعے ہونے والی گفتگو کو کہتے ہیں اور کبھی کبھار صرف آواز ہوتی ہے اور جسم کے کسی حصے سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

وحی مصدر ہے اس مادے (و، ح، ی) کے دو حقیقی معنی "پوشیدہ اور تیزی" کے ہیں، اس لئے وحی کا معنی یہ کیا جاتا ہے کہ پوشیدہ طور پر بڑی تیزی سے کسی مخصوص کو خبر دینا تاکہ کسی اور کو خبر نہ ہونے پائے۔

اس لفظ کو مفعول کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، یعنی جو بات بتائی گئی ہے اسے بھی وحی کہتے ہیں۔

وحی میں لغوی لحاظ سے مندرجہ ذیل مفہوم پائے جاتے ہیں۔

(۱) انسان کو فطری الہام کا ہونا، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر وحی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ﴾ (القصص: ۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”ہم نے ام موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تم اسے دودھ پلاؤ۔“

(۲) حیوان کو طبعی الہام۔

جیسے کہ شہد کی مکھی کی طرف وحی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ﴾ (النحل:٦٨)

”تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور چھپروں میں گھر بنالے۔“

(۳) وحی اور رمز کی طرح تیز اشارہ۔

قرآن کریم زکریا علیہ السلام کے اشارہ کرنے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا﴾ (مریم:١١)

”وہ محراب سے آپ قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام سبحان اللہ کہو۔“

(۴) شیطان کا وسوسہ پیدا کرنا اور برائی کو انسان کے لئے مزین کرنا۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ﴾ (انعام:١٢١)

”بیشک شیطان اپنے دوستوں کو اشارہ کرتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑیں۔“

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ (انعام:١١٢)

”ہم ہر نبی کے لئے انسانی اور جناتی شیاطین میں سے دشمن بناتے ہیں، جو ایک دوسرے کو چکنی چپڑی دھوکا دینے والی باتوں سے اشارے کرتے ہیں۔“

(۵) اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم دینا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الانفال:۱۲)

"جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔"

(۶) اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کرنا۔

اس کی شرعی تعریف اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

كلام الله تعالىٰ المنزل على نبي من انبيآئه۔

"اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو کسی نبی پر نازل کیا گیا ہو۔

وحی کی اس تعریف میں مفعول یعنی نازل کیے ہوئے کلام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

استاذ محمد عبدہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ التوحید میں وحی کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

عرفان يجده الشخص من نفسه مع اليقين بانه من قبل الله بواسطة او بغير واسطة' والاول بصوت يتمثل لسمعه او بغير صوت. ويفرق بينه و بين الالهام بان الالهام: وجدان تستيقنه النفس فتنساق الى ما يطلب على غير شعور منها من اين اتى؟ وهو اشبه بوجدان الجوع والعطش والحزن والسرور۔ (الوحی المحمدی شیخ رشید رضا ۔ ۴۴)

"وحی ایسی معرفت ہے جو کسی انسان کو ایسے یقین کے ساتھ حاصل ہوتی ہے کہ وہ معرفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، خواہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو، کبھی یہ آواز ہوتی ہے اور بندہ اس کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوجاتا ہے اور کبھی آواز نہیں ہوتی۔ وحی اور الہام کے درمیان یہ فرق ہے کہ الہام وہ معرفت ہے جس پر نفس کو کامل یقین ہوتا ہے اور اس کے مطلوب پر وہ غیر شعوری طور پر چل پڑتا ہے حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایسا یقین اسے کیسے ملا ہے، بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسے بھوک، پیاس، غم اور خوشی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔"

وحی کی یہ تعریف مصدری معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے، شروع میں اگرچہ یہ شبہ پڑتا ہے کہ وحی بھی خود کلامی یا کشف کے مشابہ ہے، لیکن سابقہ تعریف میں الہام اور وحی کے فرق کو جس طرح واضح کیا گیا اس سے اس شبہ کی نفی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی وحی کی کیفیت فرشتوں کی طرف

(۱) اللہ تعالیٰ کا گفتگو کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا﴾ (البقرۃ:۳۰)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بیشک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں' تو انہوں نے کہا کیا آپ اس میں ایسے شخص کو (خلیفہ) بنا رہے ہیں جو اس میں فساد کرے گا۔"

(۲) اللہ تعالیٰ کا اشارہ کرنا۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الانفال:۱۲)

"جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔"

(۳) اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرشتوں کا کائنات کے معاملات کی تدبیر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (الذاریات:۴)

"کام کو تقسیم کرنے والے ہیں۔"

اور فرمان ہے:

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النازعات:۵)

"وہ معاملے کی تدبیر کرنے والے ہیں۔"

اس قسم کے تائیدی دلائل یہ واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے فرشتوں سے ایسا کلام کرتا ہے جس کو وہ سمجھتے ہیں' حدیث مبارکہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذا اراد الله تعالی ان یوحی بالامر تکلم بالوحی' اخذت السموات منه رجفة — او قال رعدة — شدیدة خوفا من الله عزوجل' فاذا سمع ذلك اهل السموات صعقوا وخروا الله سجدا' فیکون اول من یرفع راسه جبریل' فیکلمه الله من وحیه بما اراد' ثم یمر جبریل علی الملائکة' کلما مر بسماء ساله ملائکتها' ماذا قال ربنا یا جبریل؟ فیقول جبریل (قال الحق وهو العلی الکبیر) فیقولون کلهم مثل ما قال جبریل' فینتهی جبریل بالوحی الی حیث امره الله عزوجل۔ (الترمذی)

''جب اللہ تعالیٰ کسی معاملہ کے بارے میں وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اشارے ''وحی'' سے بات کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے آسمانوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور جب آسمان والے یہ سنتے ہیں تو وہ چیخ و پکار کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں' پھر سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کے مطابق ان سے اپنی وحی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں' پھر جبرائیل علیہ السلام کا گزر فرشتوں پر ہوتا ہے۔ وہ جس کسی بھی آسمان سے گزرتے ہیں تو اس آسمان کے فرشتے ان سے سوال کرتے ہیں' اے جبرائیل علیہ السلام! ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ تو جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں (قال الحق وهوالعلی الکبیر) حق نے فرمایا ہے اور وہ خوب بلند وخوب بڑا ہے' پھر وہ تمام فرشتے جبرائیل علیہ السلام کی بات کو دہراتے ہیں' پھر جبرائیل علیہ السلام وحی کو لے کر اسی جگہ جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہوتا ہے۔''

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ وحی کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے کلام کو فرشتوں کا سننا ہے جس سے ان پر شدید گھبراہٹ طاری ہوتی ہے اگرچہ اس جیسی وحی کی ظاہری حالت (یعنی جبرائیل علیہ السلام کا گزرنا اور آخر میں وحی کا نزول ہونا) قرآن کریم کے لئے خاص ہونے کی نشانی ہے لیکن اس کی ابتدائی حالت وحی کی عام کیفیت کو ظاہر کرتی ہے۔

اس حدیث کی اصل صحیح میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

اذا قضی الله الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتها خضعانا لقوله کانه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلسلة على صفوان۔

"جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی معاملہ کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے قول کے لئے فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پر اس طرح مارتے ہیں جیسے ٹیلے پر زنجیریں برس رہی ہوں۔"

(۲) اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ○ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ○﴾ (البروج:۲۱–۲۲)

"بلکہ وہ قرآن مجید ہے' جو لوح محفوظ میں ہے۔"

یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن رمضان کے مہینے کے اندر لیلۃ القدر میں آسمان دنیا سے بیت العزۃ میں مکمل طور پر نازل ہوا۔

جیسے قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ○ (القدر:۱)

"بیشک ہم نے اسے قدر والی رات میں نازل فرمایا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (الدخان:۳)

"ہم نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا ہے۔"

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ○ (البقرۃ:۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔"

سنت مبارکہ میں نزول قرآن کی وضاحت کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نزول سے مراد وہ نزول نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر ہوا تھا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت ہے کہ:

انزل القرآن جملة واحدة الی السماء الدنیا لیلة القدر' ثم انزل بعد ذلك بعشرین سنة ثم قرأ

﴿وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا○﴾ (فرقان: ۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا) (الاسراء: ١٠٦)

(اخرجه الحاكم والبيهقي والنسائی)

وفی روایة (فصل القرآن عن الذکر فوضع فی بیت العزة من السماء الدنیا فجعل ینزل به علی النبی صلی الله علیه وسلم۔

''قرآن کریم کو ایک ہی مرتبہ مکمل طور پر لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل کیا گیا' پھر بیس سال کی مدت میں نازل کیا گیا' پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ''اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تمہارے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں۔'' ''قرآن کریم کو ہم نے جدا جدا کر دیا ہے تاکہ آپ لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔''

ایک روایت میں ہے کہ قرآن کریم کو ذکر سے الگ کر کے آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا گیا' پھر جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے نازل فرماتے رہے۔ (الحاکم' ابن ابی شیبہ)

(کاش مؤلف رحمہ اللہ نزول قرآن کی آیات کو ترتیب دے کر مفہوم اخذ کرتے اور بخاری شریف کی حدیث کو سامنے رکھتے۔ مترجم)

اس لئے اللہ تعالیٰ کا قرآن کو جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرنے کی کیفیت کے بارے اہل علم میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔

ا: جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے مخصوص الفاظ سن کر اسے حاصل کیا۔

ب: جبرائیل علیہ السلام نے اسے لوح محفوظ سے حفظ کیا۔

ج: جبرائیل علیہ السلام کو معانی بتا دیئے گئے اور جبرائیل علیہ السلام نے اسے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا یا پھر قرآن کے الفاظ ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ۔

ہمیں ان تین آراء میں سے پہلی رائے درست نظر آتی ہے' اسی رائے کو اہل السنۃ والجماعۃ نے اختیار کیا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن کریم کی نسبت

قرآن حکیم کی بہت سی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝﴾ (النمل:٦)

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾

(التوبة:٦)

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (یونس:١٥)

ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ ہیں' جبرائیل علیہ السلام یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔

دوسری رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ لوح محفوظ میں قرآن کریم کا پایا جانا بالکل اسی طرح ہے جس طرح باقی پوشیدہ امور اس میں پائے جاتے ہیں اور قرآن کریم ان تمام سے باہر نہیں۔

تیسری رائے سنت کے لئے بہت مناسب ہے کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالمعنی وحی ہوتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی عبارت میں اسے بیان فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم:٣-٤)

''وہ اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتا۔ اسے تو وحی کی جاتی ہے۔''

اسی بنا پر قرآن کے علاوہ سنت کو بالمعنی روایت کرنے کی ایسے ماہر ہی کو اجازت دی جاتی ہے جو سنت کے معانی اور مفہوم کو بدلنے نہ دے۔

گذشتہ اوراق میں پہلے ہم قرآن کریم' حدیث قدسی اور حدیث نبوی کے فرق کو بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہیں۔

قرآن کریم کی خصوصیات:

قرآن کریم کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) لوگ اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔

(۲) قطعی الثبوت۔ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۳) اس کی تلاوت فرض ہے۔

(۴) اس کی تلاوت اس کے الفاظ کے مطابق کرنی چاہیے۔

جب کہ حدیث قدسی کے بارے میں اگرچہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں تو بھی وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔

حدیث نبوی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جو رسول اللہ ﷺ نے خود اجتہاد کیا ہو یہ حدیث وحی نہیں ہوتی بلکہ اگر یہ اجتہاد درست ہو تو وحی سکوت اختیار کر کے اسے برقرار رکھتی ہے۔

(۲) جس کے معانی اور مفہوم وحی کیے گئے ہوں اور الفاظ خود رسول اللہ ﷺ کے اپنے ہوں، اس لئے اس کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہے۔

حدیث قدسی راجح قول کے مطابق وحی بالمعنی ہوتی ہے، الفاظ وحی کے نہیں ہوتے، وہ بھی حدیث نبوی کی دوسری قسم میں شمار ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف صرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے لئے شرعی دلیل موجود ہوتی ہے جو کہ عام حدیث نبوی میں موجود نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا رسولوں کی طرف وحی کرنا اور اس کی کیفیت

بالواسطہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی طرف' واسطہ اور بلا واسطہ وحی کرتا ہے۔

(۱) بالواسطہ' یعنی جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے' جسے (ملك الوحي) وحی کا فرشتہ کہتے ہیں۔

(۲) بلاواسطہ' یعنی جس وحی میں کوئی واسطہ نہ ہو' جیسے نیند میں سچے خواب۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب آنا شروع ہوئے' آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کے روشن ہونے کی طرح واضح ہوجاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا رسول بننے کی تیاری تھی حتیٰ کہ بیداری کی حالت میں وحی آتی۔

قرآن کریم اس قسم کی وحی پر مشتمل نہیں بلکہ وہ پورے کا پورا بیداری کی حالت میں نازل ہوا ہے' بعض اہل نے اس کے خلاف کہا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ سورۃ الکوثر نیند میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اس بارے میں حدیث میں آتا ہے۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مسجد میں موجود تھے کہ آپ پر اونگھ طاری ہوئی' پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس لئے مسکرا رہے ہیں؟

فقال نزلت علی انفا سورة فقرأ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ० اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ० فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ० اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ०﴾

''یقیناً ہم نے تجھے حوض کوثر اور بہت کچھ دیا ہے۔ پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر' یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام نشان ہے''۔

''آپ نے فرمایا مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے اور آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔

ہوسکتا ہے کہ آپ اس قسم کی اونگھ سے وحی کی حالت میں دوچار ہوتے ہوں۔

وہ دلائل جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سچے خواب وحی ہوتے ہیں اور ان کی اتباع واجب ہوتی ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے جس میں وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ذبح کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗـؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (الصافات: ۱۰۱-۱۱۲)

”ہم نے اسے ایک بردبار غلام کی خوشخبری دی۔ جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوا تو اس نے کہا اے میرے بیٹے! بیشک میں نے نیند میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں دیکھ! تم کیسے محسوس کرتے ہو' (بیٹے نے) کہا اے ابا جی! جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ کر گزریں ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ جب وہ دونوں فرمانبرداری پر تل گئے اور اس نے اسے پیشانی کے بل گرایا۔ تو ہم نے اسے آواز دی' اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے ہم محسنین کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بیشک بہت بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے بدلے عظیم ذبیحے کا فدیہ دیا۔ اور بعد میں آنے والوں کو اسی پر چھوڑ دیا۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر سلامتی ہو۔ ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ ہم نے اسے صالح نبی اسحٰق (علیہ السلام) کی خوشخبری دی۔“

اگر یہ خواب ایسی وحی نہ ہوتا کہ جس پر عمل کرنا واجب ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا قدم نہ اٹھاتے اور اللہ تعالیٰ فدیہ دے کر ان پر احسان نہ فرماتا۔

سچے خواب صرف رسول اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ مومنین کو بھی سچے خواب آتے ہیں اگرچہ وہ خواب وحی نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((انقطع الوحي وبقيت المبشرات' رؤيا المومن))

”وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور (مومنوں کے) سچے خواب باقی ہیں۔“

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کو سچے خواب کا آنا یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کا ایک انداز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ٥﴾ (الشوریٰ:۵۱)

''کوئی انسان ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے میں رہ کر یا وہ اپنے رسول کو اپنے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرنے کے لئے بھیجتا ہے بیشک خوب بلند خوب حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا پردے میں رہ کر بغیر واسطہ کے کسی انسان سے اس کی بیداری کی حالت میں کلام کرنا۔

اس قسم کی وحی موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ﴾۔

(اعراف:۱۴۳)

''جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے وعدے کی جگہ پر پہنچے اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا' تو (موسیٰ) نے کہا میرے رب! مجھے اپنا آپ دکھاؤ' میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا٥﴾ (النساء:۱۶۴)

''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کی۔''

اور صحیح مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج کی رات کلام کرنا ثابت ہے۔

آیت میں مذکور ''او من وراء حجاب'' یعنی یا پردے میں رہتے ہوئے کلام کرے یہ وحی کی دوسری قسم ہے۔ اور قرآن کریم اس قسم کی وحی کے ذریعے بھی نازل نہیں ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول کی طرف فرشتے کی وحی کرنے کی کیفیت

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر یا تو بغیر کسی واسطے کے وحی کی ہے جس کا ہم ذکر ابھی کر کے آئے ہیں' جو سچے خواب اور پردے میں رہ کر نبی یا رسول علیہ السلام کے بیدار ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے کلام پر مشتمل ہے۔

یا پھر اللہ تعالیٰ وحی والے فرشتے کے ذریعے وحی فرماتا ہے اور وحی کا یہی انداز اس موضوع میں ہمارا مقصود ہے کیونکہ قرآن کریم اسی انداز میں نازل ہوا ہے' اور جبکہ فرشتہ کا رسول کی طرف وحی لے کر آنا دو حالتوں سے خالی نہیں۔

پہلی حالت: یہ رسول کے لئے گراں ہوتی ہے گھنٹی کے بجنے اور طاقتور آواز کے ساتھ آتی ہے جس سے انتہاہی عمل تیز تر ہو جاتا ہے نفس اپنی قوتوں کے ساتھ وحی کا اثر قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس انداز سے وحی نازل ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ادراکی قوتوں کو جمع کر لیتے تاکہ اس وحی کو قبول کریں' اسے یاد کرلیں اور سمجھ سکیں۔ ہوسکتا ہے یہ ہلکی سی آواز فرشتوں کے پروں سے پیدا ہوتی ہو۔

حدیث شریف میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

اذا قضی الله الامر فی السماء ضربت الملائكة باجنحتها خضعانا لقوله كانه سلسلة علی صفوان۔

"جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی معاملہ کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے قول کے لئے فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پر اس طرح مارتے ہیں جیسے ٹیلے پر زنجیریں برس رہی ہوں۔"

دوسری حالت: فرشتہ رسول کے لئے انسانی روپ اختیار کرتا ہے اور وہ انسان کی صورت میں اس کے پاس آتا ہے۔

یہ صورت پہلی حالت کی نسبت ذرا ہلکی ہوتی ہے۔ کیونکہ متکلم اور مخاطب میں مناسبت پائی جاتی ہے اور نبوت والا رسول' وحی والے رسول کی بات سنتے ہوئے مانوس رہتا ہے اور اسے وہی اطمینان حاصل ہوتا ہے جو ایک انسان کو اپنے بھائی دوسرے انسان سے گفتگو کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت حاصل ہوتا ہے۔

وحی کی وہ ہیئت جس میں جبرائیل علیہ السلام انسان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں' اس میں یہ ضروری نہیں کہ ان کی روحانیت ختم ہو جاتی ہے اور نہ ہی اس کا یہ مفہوم ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک انسان میں تبدیل ہو جاتے ہیں' بلکہ اس سے صرف اتنا مقصود ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام انسانی رسول کی انسیت کے لئے انسانی صورت میں آتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وحی کی گھنٹی بجنے کی پہلی صورت میں انسیت کا کوئی پہلو نہیں بلکہ اس میں رسول کو ایسی صورت حال سے دو چار ہونا پڑتا ہے' ان کی روح کو بہت بلند ہونا پڑتا ہے تاکہ فرشتے کی روحانیت سے مناسبت ہو سکے اور رسول کے لئے یہ حالت بہت زیادہ گراں بار ہوتی ہے۔

ابن خلدون نے کہا ہے۔

انسلاخ من البشرية الجسمانية واتصال بالملكية الروحانية۔

''(اس صورت میں) رسول کو انسانی جسم سے نکل کر فرشتے کی روحانیت سے اتصال کرنا ہوتا ہے۔''

اور دوسری صورت اس کے برعکس ہے۔ اس میں فرشتہ اپنی خالص روحانیت سے نکل کر انسانی جسم میں منتقل ہوتا ہے' اور یہ دونوں حالتیں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں موجود ہیں۔

وہ بیان فرماتی ہیں کہ حارث ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اے اللہ کے رسول! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ میرے لئے گراں ہوتی ہے اور جب وہ مجھ سے منقطع ہوتی ہے تو اس کی کہی ہوئی بات مجھے یاد ہوتی ہے۔

کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی روپ لیتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچنے والی شدت کا ذکر بھی فرمایا ہے' وہ فرماتی ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وان جبينه ليتفصد عرقا۔ (البخاری)،

''میں نے رسول اللہ ﷺ پر سخت سردی میں وحی نازل ہوتے دیکھی ہے اور جب وحی ختم ہوتی تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور ہوتی تھی۔''

یہ دونوں حالتیں اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی تیسری قسم سے ہیں' جس کی طرف آیت ''وما کان لبشر ان یکلمه الله'' میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) (الاوحیا) وحی۔

(۲) (ورآء حجاب) پردے میں رہتے ہوئے۔

(۳) (او یرسل رسولا فیوحی باذنه مایشا انه علي حکیم ٥) یا وہ رسول بھیجتا ہے اور وہ رسول' اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کے چاہنے کے مطابق وحی کرتا ہے' بے شک وہ خوب بلند خوب حکمت والا ہے۔''

وحی کی ایک اور قسم (النفث فی الروع) دل میں پھونکنے کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک قول میں فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

ان روح القدس نفث فی روعی انه لن تموت نفس حتی تستکمل رزقها واجلها' فاتقوا الله واجملوا فی الطلب۔(رواہ ابو نعیم فی الحلیة بسند صحیح)

''بیشک روح القدس نے میرے دل میں یہ پھونکا کہ کوئی بھی اپنا رزق اور اپنی عمر پوری کئے بغیر نہیں مرے گا' تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب کرنے میں بہتر رویہ اپناؤ۔''

حدیث سے وحی کے لئے اس حالت کے ایک مستقل صورت ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔ احتمال ہے کہ یہ صورت بھی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان ہونے والی وحی کی دو صورتوں میں سے کسی ایک سے ملتی جلتی ہو' یعنی فرشتہ آواز کی طرح آتا ہوا اور دل میں پھونکتا ہو یا انسانی روپ دھار کر اس کے دل میں پھونکتا ہو یا پھر پھونکنے کی حالت قرآن کریم کے علاوہ دوسری وحی کے لئے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرینِ وحی کا شبہ

قدیم اور جدید جاہل سرکشی اور تکبر کی وجہ سے وحی کے بارے میں ایسے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں جو بہت ہی کمزور اور ناقابل قبول ہوتے ہیں۔

(ا) وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم وحی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا خود ساختہ کلام ہے انہوں نے معانی اور اسلوب خود ایجاد کئے ہیں۔

ان کا یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اگر خود اپنے قائد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور اپنی قیادت کی تائید کے لئے لوگوں کو معجزات کا چیلنج دیتے تھے' تو کوئی مصلحت ایسی نہ تھی۔ کہ جن امور کے ساتھ آپ دوسروں کو چیلنج کرتے۔ انہیں دوسرے کی طرف منسوب فرمائیں' آپ قرآن کریم کو اپنی طرف بھی منسوب کر سکتے تھے' جوکہ آپ کی عظمت ورفعت اور آپ کی قیادت کو تسلیم کرنے کے لئے بھی کافی تھا کیونکہ تمام عرب اپنی فصاحت و بلاغت کے باوجود قرآن کریم کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور یہ صرف آپ کی قیادت کو تسلیم کرانے کے لئے بہت زیادہ مناسب تھا کیونکہ آپ نے وہ کر دکھایا جو کوئی اور نہ کر سکا۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے قران کریم کو وحی الٰہی کی نسبت دے کر یہ چاہا تھا کہ قرآن کریم کلام کو وہ احترام حاصل ہو جائے' جو آپ کے اپنے کلام سے بے پناہ فوقیت کا حامل ہو' تاکہ لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف مائل کرنے اور اپنے احکامات نافذ کرنے میں مدد مل سکے کیونکہ آپ نے خود اپنا کلام پیش کیا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا جسے حدیث نبوی کہا جاتا ہے' لیکن آپ کی اطاعت میں کوئی کمی لازم نہیں آتی اور اگر ایسا ہی ہوتا جس طرح کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں تو پھر آپ اپنی تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیتے۔

اس دعویٰ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ مفروضہ قائم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان لیڈروں میں سے ہیں جو جھوٹ اور ملمع سازی کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ کی تاریخ اس قسم کے مفروضات کو تسلیم کرنے سے روکتی ہے کیونکہ آپ کی سچائی اور امانت داری کا چرچا گھر گھر تھا' دوست تو دوست' دشمن بھی آپ کی ان خوبیوں کی گواہی دیتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافقوں نے آپ کی سب سے محبوب زوجہ مطہرہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر حدیث افک کی تہمت لگائی، اس تہمت سے آپ کی عزت وعظمت پر بھی حرف آیا، وحی میں بھی تاخیر ہوئی، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سخت پریشانی کا شکار ہوئے، کلیجہ موںہہ کو آنے لگا۔ آپ ﷺ نے تحقیق وجستجو میں اپنی سر توڑ کوشش کی اور اسی حالت میں پورا ایک مہینہ بیت گیا۔ آخر کار جب کوئی سراغ نہ ملا تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف اتنا کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے، اگر تمہارا دامن پاک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بے گناہ قرار دے گا اور اگر تم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ (حدیث الافك فى الصحيحين)

اسی صورت حال میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بے گناہ ہونے کی وحی نازل ہوئی اور اگر قرآن کریم آپ ﷺ کا خود اپنا کلام ہوتا تو پھر آپ کو کس نے روک رکھا تھا کہ باتیں بنانے والوں کا موںہہ بند کرنے کے لئے ان آیات کو آپ پہلے ہی بیان کر دیتے اور اپنی عزت وعصمت کی حفاظت فرماتے۔

رسول اللہ ﷺ تو عام لوگوں کے متعلق جھوٹی بات نہ کہتے تھے۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب فرمائیں۔

اس بارے میں قرآن کریم خود کہتا ہے۔

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝﴾ (الحاقة: ۴۴-۴۷)

"اور اگر وہ (یعنی محمد ﷺ) ہماری طرف بعض باتیں منسوب کرے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیں (یا ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیں) پھر ہم اس کی گردن کی رگ کاٹ دیں اور تم میں سے کوئی بھی (ہم کو) اس سے روکنے والا نہ ہوگا۔"

اسی طرح ایک جماعت غزوۂ تبوک میں شریک ہونے کی بجائے مدینہ ہی میں ٹھہری رہی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے اپنے عذر پیش کئے اور قیام کو منظور کرنے کی درخواست کی، جبکہ عذر کرنے والوں میں بعض منافق تھے اور آپ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا۔

آپ کی اس رائے کے مناسب نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کریم ان الفاظ میں نازل ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۝﴾ (التوبۃ:۴۳)

"اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان کو کیوں اجازت دی حتیٰ کہ آپ کے لئے سچ کہنے والے واضح ہو جاتے اور جھوٹے لوگوں کا آپ کو علم ہو جاتا۔"

اگر اس قسم کی بات صرف آپ کے لئے اپنے وجدان کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہے کیونکہ آپ کو اپنی رائے کے درست نہ ہونے کا احساس ہوگیا تھا اور آپ اپنی ندامت کو بیان کرنا چاہتے تھے تو پھر از خود کبھی بھی ان سخت الفاظ کو علانیہ بیان نہ فرماتے۔

اس جیسی ایک اور مثال بھی ملتی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (الانفال:۶۷-۶۸)

"نبی زمین میں خون ریزی کے بغیر کسی کو قیدی نہیں بنا سکتے تھے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب غالب، خوب حکمت والا ہے۔ تم نے جو کچھ لیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سبقت حاصل نہ ہوتی تو تم عذاب عظیم سے دو چار ہوتے۔"

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے نابینا صحابی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اکابرین قریش کے بعض لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف رہے تو ان الفاظ میں آپ کو سمجھایا گیا۔

﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۝ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى۝ وَ مَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى۝ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى۝ وَ هُوَ يَخْشٰى۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى۝ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ۝﴾ (عبس:۱-۱۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس نے پیشانی پر بل ڈالا اور توجہ نہ فرمائی۔ کیونکہ اس کے پاس نابینا شخص آیا ہے۔ اور آپ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ اپنا تزکیہ کر لے یا وہ نصیحت حاصل کرے وہ نصیحت اسے نفع دے۔ لیکن جو لاپرواہ ہے۔ آپ اس کے لئے فکر مند ہیں۔ حالانکہ اگر وہ تزکیہ نہیں کرتا۔ تو آپ کے لئے کوئی پریشانی نہیں۔ لیکن جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا ہے۔ اور وہ خوفزدہ ہے۔ آپ اس سے غفلت برت رہے ہیں۔ آپ (ہرگز ایسا نہ کریں) بیشک یہ تو نصیحت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے جب سے ہوش سنبھالا، حسن خلق، بہترین سچائی، قول اور عمل میں اخلاص آپ کی سیرت مبارکہ کے مثالی اور منفرد پہلو تھے اور ان تمام باتوں کی آپ کی قوم نے بھی گواہی دی تھی۔ جب آپ نے دعوت اسلام کے بالکل ابتدا میں انہیں دین حقہ کی طرف بلایا اور ان سے کہا، مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس وادی سے ایک لشکر نکل کر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ تو سب نے یک زبان ہو کر کہا "ہاں" (کیونکہ) ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ آپ کی اعلیٰ سیرت کی بنا پر لوگوں کے دل اسلام میں داخل ہونے کے لئے مائل ہونے لگے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف اُمڈ آئے اور ہر طرف ایک ہی آواز تھی کہ رسول اللہ ﷺ آئے ہیں، رسول اللہ ﷺ آئے ہیں، تو میں بھی لوگوں میں شامل ہو کر آپ کو دیکھنے آیا اور جب رسول اللہ ﷺ کے مبارک چہرے پر میری نظر پڑی تو مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ ایسا چہرہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

سچائی سے معمور ان عظیم صفات والا انسان جب خود یہ اعلان فرمائے کہ قرآن کریم میری کتاب نہیں تو کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ شک وشبہ میں مبتلا ہو۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۝ (یونس: ۱۶)

"(اے محمد ﷺ) آپ فرما دیں کہ اس کتاب کو مجھے از خود بدلنے کا کوئی حق نہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تو صرف اپنی طرف آنے والی وحی کی اتباع کرتا ہوں۔"

(۲) زمانہ قدیم کے جاہل یہ دعویٰ کرتے تھے اور جدید دور کے جاہل یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بے حد ذکی' تیز بصیرت' بہترین فراست' بہت زیادہ فطانت' نفس کی پاکیزگی اور فکری سچائی کے مالک تھے' جس کی وجہ سے آپ ﷺ بھلائی اور برائی کے معیار' حق و باطل کو الہامی طور پر معلوم کر لیتے تھے' پوشیدہ امور پر کشف اور چھٹی حس کی وجہ سے آپ کو دسترس حاصل تھی اور قرآن کریم عقلی استنباط اور وجدان ادراک کے اثر سے خارج نہیں جن کو محمد ﷺ نے اپنے اسلوب اور بیان سے ڈھال دیا ہے۔

حالانکہ قرآن کریم کون سی ایسی چیز ہے کہ جس کا دارومدار ذکاوت' استنباط اور شعور پر ہو۔

قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ سابقہ اقوام سے متعلقہ امور کی خبروں پر مشتمل ہے اور کوئی بھی عقل منداس میں شک نہیں کر سکتا کہ ان خبروں کو سننے اور یاد کرنے کے بغیر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم نے سابقہ امتوں' جماعتوں' انبیاء اور تاریخی حوادث کے واقعات کی خبروں کو بالکل صحیح انداز میں اس طرح بیان کیا ہے جیسے ایک شخص آنکھوں دیکھا حال سنا رہا ہو' جس نے پہلی دنیا کی نشوونما کو نہایت باریک بینی سے دیکھ رکھا ہے' جس کی بنا پر فکری عمل اور فراست کی باریک بینی کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور جبکہ محمد ﷺ کو ان امتوں کی معاصرت حاصل نہ تھی اور نہ ہی ان امتوں کی کتابوں پر آپ کو رسائی حاصل تھی کہ جن کی باریکیوں کو پڑھ کر آپ نے دوسروں کے لئے نقل کر دیا ہو۔ اور واقعات بھی مختلف صدیوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہم کہتے کہ آپ نے یہ واقعات خود دیکھے ہیں اور پھر ان کی خبریں نقل فرمائی ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝﴾ (القصص: ۴۴-۴۵)

''آپ مغربی جانب نہ تھے اور نہ ہی آپ حاضر تھے جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو معاملہ (نبوت) دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ہم نے بہت ساری قوموں کو پیدا کیا' ان پر عرصہ دراز بیت چکا ہے اور آپ اہل مدین میں بھی نہ تھے کہ آپ ان پر ہماری آیات تلاوت فرماتے لیکن ہم ہی بھیجنے والے تھے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (ھود: ۴۹)

''یہ غائب کی باتیں ہیں جن کا نہ تو آپ کو اور نہ ہی آپ کی قوم کو اس سے پہلے علم تھا۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۤ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝﴾ (یوسف: ۳)

''ہم قرآن کریم آپ پر وحی کر کے بہت عمدہ قصہ آپ کے لئے بیان کرتے ہیں حالانکہ پہلے آپ غافل تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۝﴾ (ال عمران: ۴۴)

''آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ مریم کا کفیل بننے کے لئے قلم پھینکتے تھے۔''

اسی طرح قرآن کریم میں بہت ہی لطیف باتیں ہیں جو حسابی رقموں پر مشتمل ہیں جن کو صرف صاحب بصیرت انسان ہی معلوم کر سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُونَ﴾ (العنکبوت:١٤)

''ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نوسو سال مقیم رہے لیکن وہ لوگ ظالم ہی رہے اور ان کو طوفان نے آلیا۔''

توراۃ کے باب سفر تکوین میں بھی ایسے ہی ذکر کیا گیا ہے۔

اصحاب کہف کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ (الکہف:٢٥)

''وہ غار میں تین سو نو سال ٹھہرے رہے۔''

یہ مدت اہل کتاب کے ہاں تین سو سال شمسی ہیں اور نو سال کا فرق شمسی اور قمری کے لحاظ سے ہے۔

محمد ﷺ کو ان تمام امور کا اتنا دقیق اور صحیح علم بغیر وحی کے کیسے ہو سکتا ہے' جبکہ آپ خود اُمی تھے اور اُمی قوم میں آپ نے زندگی گزاری جو حساب کتاب سے ناواقف تھی۔

موجودہ دور جاہلیت کے ملحدین سے قدیم جاہلیت کے لوگ زیادہ ذکی تھے' انہوں نے ان کی طرح کبھی بھی یہ نہیں کہا تھا کہ محمد ﷺ نے یہ تمام خبریں خود ساختہ وحی سے حاصل کی ہیں بلکہ وہ کہا کرتے تھے کہ آپ نے یہ باتیں پڑھی ہیں اور آپ کو لکھوائی گئی ہیں۔

قرآن کریم نے ان الفاظ کو اس طرح نقل کیا ہے:

﴿وَقَالُوا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا﴾ (الفرقان:٥)

''انہوں نے کہا کہ یہ سابقہ امتوں کے قصے ہیں جنہیں آپ نے لکھ رکھا ہے اور صبح وشام آپ کو لکھوائے جاتے ہیں۔''

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی استاد سے کوئی سبق نہیں پڑھا تو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اچانک یہ تمام خبریں کہاں سے آئیں۔

صاف ظاہر ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم:۴)
''یہ سب کچھ وحی کی بدولت تھا۔''

ان خبروں کے علاوہ قرآن کریم میں اور بھی بہت سارے علوم موجود ہیں' جن میں عقیدہ بھی ہے اور اس میں تخلیق کی ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام امور تفصیل سے موجود ہیں۔ اور اسی سے متعلقہ فرشتوں' ان کے اوصاف اور ذمے داریوں کا ذکر بھی ہے۔ ان تمام معلومات میں عقلی ذکاوت اور فراست کی قوت کا کوئی دخل نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ (المدثر:۳۱)
''ہم نے آگ پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ان کی گنتی کافروں کے لئے فتنہ' اہل کتاب کے لئے یقین اور ایمان والوں کے ایمان میں اضافے کا باعث ہے۔''

ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (یونس:۳۷)
''اس قرآن کو وضع کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بس کا روگ نہیں' یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مفصل کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے (کہ یہ) رب العالمین کی طرف سے ہے۔''

قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس میں مستقبل کے بارے میں ایسے قطعی احکام موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجتماعی سنت کے مطابق جاری و ساری ہیں اور طاقت' کمزوری' عروج' زوال' عزت و ذلت اور تعمیر ہو یا تخریب تو یہ تمام اس کی اجتماعی سنت کے مطابق ہوتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ (النور: ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال اختیار کئے (تو) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت سے نوازے گا' جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اسے غلبہ دے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا (تاکہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ٥ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ٥﴾ (الحج: ۴۰-۴۱)

''جو اللہ تعالیٰ (اس کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا' بیشک اللہ تعالیٰ خوب طاقتور' غالب ہے۔ وہ لوگ اگر ہم انہیں زمین میں غلبہ عطا کریں تو وہ نماز قائم کرتے' زکوۃ ادا کرتے' معروف باتوں کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور تمام امور کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (انفال: ۵۳)

''اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی انعام کرنے کے بعد ان سے چھینتا نہیں یہاں تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بدل لیں۔''

ان تمام امور میں یہ بھی اضافہ کرلیں کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ وہ بھی وحی کی اتباع کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَّبِّیْ ۔﴾ (الاعراف:۲۰۳)

”(اے محمد ﷺ) جب آپ ان کے پاس کوئی آیت (نشانی) نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نشانی کیوں نہیں لائے‘ آپ کہہ دیں‘ میں وہی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں‘ انہیں غیب کا علم نہیں تھا اور نہ ہی وہ اپنے معاملات کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝﴾ (الکھف:۱۱۰)

”(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ بیشک میں تمہاری طرح انسان ہوں‘ میری طرف وحی کی جاتی ہے‘ بیشک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ کرے اور اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ (الاعراف:۱۸۸)

”(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر اپنے لئے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں کثرت سے کار خیر کرتا اور مجھے تکلیف نہ آتی‘ میں تو صرف تنبیہ کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ اپنے سامنے دو جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حقیقت حال کو نہ پاسکے حالانکہ آپ نے ان دونوں کی باتیں بھی سنی تھیں اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر آپ ﷺ کو سابقہ اور آئندہ کے حالات سے آگاہی کس طرح ممکن ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے سامنے جھگڑنے والوں کو سنا تو آپ ان کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے اور فرمایا:

انما انا بشر وانکم تختصمون الی' فلعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض' فأحسب أنه صدق' فاقضی له بذلك. فمن قضیت له بحق مسلم فانما هي قطعة من النار' فلیاخذها او لیترکها۔ (بخاری' مسلم' اصحاب السنن)

''میں انسان ہوں اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو' ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض اپنی حجت کو بعض کی نسبت بہتر طور پر پیش کر لے اور میں اسے سچا خیال کرتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں' لیکن جس کے لئے میں اس کے مسلمان بھائی کے حق میں سے فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ اسے حاصل کر لے یا چھوڑ دے۔''

دکتور عبداللہ دراز کہتے ہیں کہ اس قسم کی رائے کو آج کے ملحد ''الوحی النفسی'' کے نام پر رواج دے رہے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے اس نام کے ذریعہ ہمیں ایک نئی علمی رائے دی ہے' حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ تو قدیم جاہل رائے ہے اور نئی رائے اپنے اجمال اور تفصیل میں پہلے سے مختلف نہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصویر کشی ایسے انداز سے کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں خیالات کی وسعت اور احساسات کی گہرائی خوب پائی جاتی ہے اور آپ شاعر ہیں۔

پھر وہ لوگ اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کا وجدان ہے جو حواس کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہے حتیٰ کہ آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ کہیں کسی شخص کو دیکھ رہا ہوں' دور کی باتیں سنتا ہوں اور یہ سب کچھ آپ کے خیالات اور وجدان کی صورت ہے اور اس لحاظ سے تو یہ دیوانگی ہے یا پھر بے سرے خواب۔ لیکن وہ ان تمام تعلیلات پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتے اور وہ مجبور ہو جاتے ہیں کہ ''وحی نفسی'' کہنا چھوڑ دیں کیونکہ قرآن کریم انہیں ماضی اور مستقبل کی خبریں بتاتا ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ شاید آپ نے اپنے تجارتی سفروں کے دوران اہل علم سے یہ سب سن لیا ہو' کیا ان باتوں کو بار بار نہیں دہرایا جا رہا۔

قریش کے جاہل بھی ایسے ہی کہتے تھے اس لحاظ سے الحاد نے نئے لبادے میں بھی بہت بری صورت اختیار کی ہے جو کہ پرانے لبادے سے بھی بہت زیادہ گھناؤنی ہے اور اس نئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور میں بھی ان مہذب افکار کو غذا اسی دستر خوان کے ٹکڑوں سے مل رہی ہے جن کو پہلی جاہلیت کے دور میں پتھر دل لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۔﴾ (البقرۃ:۱۱۸)

''ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے ہی کہا تھا کہ ان کے دل ملتے جلتے ہیں۔''

(کتنی حیرانگی کی بات ہے کہ) ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ صادق اور امین تھے۔ اور اپنے خواب کو وحی الٰہی کہنے میں معذور تھے کیونکہ آپ کی طاقتور عقل نے ان کو وحی الٰہی کی صورت دے دی تھی۔ لہٰذا آپ نے جو سیکھا وہی دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اسلاف کے قول کو بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے:

﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝﴾ (الانعام:۳۳)

''(اے محمد ﷺ) وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

اگر آپ کی دیکھی اور سنی ہوئی چیزوں کے بارے میں یہ عذر پیش کیا جاتا ہے تو پھر آپ کے اس دعویٰ کے بارے میں کیا عذر ہونا چاہیے کہ آپ کو اور آپ کی قوم کو اس سے پہلے ان خبروں کا کوئی علم نہ تھا' جب کہ ان کے دعوے کے مطابق آپ نے ان خبروں کو پہلے سے سن رکھا تھا۔ اب وہ کہیں گے کہ یہ سب خبریں آپ کی خود ساختہ ہیں تاکہ ان کی من گھڑت باتوں کی حکایت مکمل ہو سکے' لیکن وہ یہ بات کہنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ وہ انصاف اور عقل مندی کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ یہ کہہ چکے ہیں اور انہیں شعور ہی نہیں۔

قدیم اور جدید جاہل یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے قرآنی علوم کو استاد سے حاصل کیا ہے اور یہ بات درست ہے' لیکن وہ استاد جس سے آپ نے قرآن سیکھا وہ وحی لانے والا فرشتہ ہے اور اس کے علاوہ آپ کا کوئی استاد نہیں نہ اپنی قوم سے اور نہ ہی کسی دوسری قوم سے۔

رسول اللہ ﷺ اُمی پیدا ہوئے اور اسی حالت میں آپ نے زندگی گزاری اور آپ کی امت بھی اُمی تھی' ان میں کوئی بھی ایسا معروف انسان نہیں دکھائی دیتا جس کے پاس علمی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدریسی تمغے موجود ہوں' تاریخ اس کی شاہد ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اپنی قوم کے علاوہ کسی دوسرے کا آپ کا استاد ہونا' یہ ایسی انہونی بات ہے کہ کوئی بھی تحقیق کرنے والا تاریخ میں کوئی ایسی بات نہیں دکھا سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اعلان نبوت سے قبل کسی ایسے عالم سے ملاقات کی ہو' جس نے دین کے بارے میں آپ کو معلومات دی ہوں۔

حقیقت تو صرف اتنی ہے کہ آپ نے اپنے بچپن میں شام کے علاقے بصرہ کے بازار میں بحیرہ راہب کو دیکھا تھا اور وحی آنے کے بعد مکہ میں ورقہ بن نوفل سے ملاقات ہوئی اور ہجرت کے بعد یہود و نصاریٰ کے علماء سے ملاقات کی' لیکن قطعی بات تو یہ ہے کہ آپ نے ان میں سے کسی سے بھی نبوت سے پہلے کوئی بات نہیں سیکھی' جبکہ نبوت کے بعد یہ لوگ آپ سے مجادلہ کی صورت میں سوال کرتے' مستفید ہوتے اور آپ سے علم حاصل کرتے تھے اگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے کچھ سیکھا ہوتا تو تاریخ اس کے ذکر سے کبھی خاموش نہ رہتی کیونکہ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ جس سے لوگ چشم پوشی کرتے خاص طور پر وہ لوگ جو اسلام کے لئے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ شام کے راہب اور ورقہ بن نوفل سے جن باتوں کو تاریخ نے نقل کیا ہے ان کا تعلق آپ کی نبوت کی بشارت یا پھر اس کا اعتراف ہے۔

وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کسی انسان سے تعلیم حاصل کرتے تھے' ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس معلم کا نام کیا تھا' تو ہمیں جواب ملتا ہے کہ ''حداد رومی'' عقلی لحاظ سے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ قرآنی علوم ایسے شخص سے حاصل کئے جائیں جو کتابیں پڑھانے والے عالم کی حیثیت سے مکہ میں معروف ہی نہ ہو بلکہ لوہار کی حیثیت سے معروف ہو جو کہ اپنے ہتھوڑے اور اہرنی سے کام رکھتا ہے' وہ عام سی طبیعت والا عجمی انسان ہے اور اس کے پڑھنے کی صلاحیت عربوں کی نسبت سے زیادہ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝﴾ (النحل:۱۰۳)

''ہمیں علم ہے وہ کہتے ہیں کہ اسے ایک انسان سکھاتا ہے' حالانکہ جس کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سکھانے کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ زبان واضح عربی ہے۔"

عربوں کی یہ شدید خواہش تھی کہ محمد ﷺ سے جھگڑے میں قران کریم کو ایک طرف کردیں، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے اور اس سلسلے میں ان کے لئے تمام راستے بند تھے۔ جس سے ان کی ہر کوشش ناکام ہوگئی۔

آج کے ملحدوں کو کیا ہوگیا ہے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اور وہ تاریخ کے گندھے ڈھیروں میں ان ناکام راستوں میں سے کسی راستے کی تلاش کررہے ہیں۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کے بس کا روگ نہیں، نہ خود محمد ﷺ کا اور نہ ہی کسی اور انسان کا، بلکہ اسے تو خوب حکمت والے اور خوب تعریف والے رب کریم نے نازل فرمایا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی جاہلی، اُمی معاشرے میں نشوونما اور اسی قوم کے درمیان آپ کا کردار اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کی ذمے داری اٹھانے کے لئے تیار کیا تھا اور اس قرآن کے ذریعے آپ کی امت کے لئے ہدایت کی وحی فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝﴾ (الشوریٰ: ۵۲-۵۳)

"اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے امر سے روح کو بھیجا، آپ کو کتاب اور ایمان سے واقفیت نہ تھی، لیکن ہم نے اس کو نور بنایا، ہم اس کے ذریعے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور آپ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔ وہ راستہ اس اللہ تعالیٰ کا ہے جس کے لئے زمین وآسمان کا سب کچھ ہے یاد رکھو کہ تمام معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔"

استاذ محمد عبدہ رحمہ اللہ اپنے رسالہ "توحید" میں لکھتے ہیں:

یہ معروف طریق کار ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسا یتیم بچہ جو کچھ اپنی ابتدائی حالت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے کر ادھیڑ عمر تک دیکھتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے' اپنے ملنے جلنے والوں سے جو کچھ سنتا اس سے عقل نے بھی اثر قبول کیا۔ خاص طور پر اگر ایسے انسان جب نسبی قریبی رشتہ دار ہوں اور اس کے پاس راہنمائی کرنے والی کوئی کتاب اور متنبہ کرنے والا کوئی استاد نہ ہو' نہ ہی کوئی دوست ہو کہ جو ارادوں کی تکمیل میں معاون بن سکے تو حسب عادت وہ بھی ان کے عقیدے کے مطابق ہی نشو ونما پاتا اور انہی کے مذہب کو اختیار کرتا' یہاں تک کہ مرد کا روپ دھار لیتے اور غور وفکر کرنے کی گنجائش پیدا ہو جاتی۔ اور جب ان کی گمراہی کی اسے کوئی دلیل مل جاتی تو پھر وہ ان کی مخالفت شروع کر دیتا۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں بعض لوگوں نے ایسا کیا لیکن یہاں معاملہ عام طریق کار کے مطابق نہ تھا' بلکہ آپ کو بت پرستی ابتدائی عمر سے بھی ناپسند تھی۔ اس لئے پاکیزہ عقیدہ اور عمدہ اخلاق جلد ہی آپ کو حاصل ہو گئے۔ اس آیت (وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝) ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو راستے سے بے خبر پایا تو اس نے آپ کی راہنمائی فرمائی۔'' سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ توحید کی معرفت حاصل ہونے سے پہلے بت پرستی سے آپ کو کوئی لگاؤ تھا یا آپ خلق عظیم سے پہلے سیدھے راستے پر نہ تھے۔ (اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے)

یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔

آیت مبارکہ آپ کی اس حیرت کو ظاہر کرتی ہے جو ہر مخلص انسان کے دل میں ابھرتی ہے کیونکہ وہ لوگوں کے لئے اخلاص کی امید رکھتے ہیں' وہ اپنے جیسی ہدایت کے لئے کوئی راہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ ہلاک ہونے والوں کو بچا سکیں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کی ذمہ داری کے لئے منتخب فرما کر اور پوری مخلوق میں سے اپنی شریعت کے نفاذ کے لئے آپ کو پسند کر کے اس راہ کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائی جس کے لئے ایک عرصہ سے آپ کی بصیرت متلاشی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متکلمین کی سازشیں

متکلمین نے کلام اللہ کے بارے میں بھی فلسفیانہ مباحث کی ہیں' انہوں نے لوگوں کو اپنی سازشوں میں پھنسا کر گمراہ کیا اور انہوں نے کلام اللہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک کلام نفسی اور دوسری کلام لفظی۔

کلامِ نفسی:

یہ قدیم کلام نہ تو حرف ہے نہ آواز' نہ ترتیب اور نہ ہی لغت' بلکہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہی قائم ہے۔

کلام لفظی:

ہر وہ کلام جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا۔ چار کتابیں اسی قسم کا کلام ہیں۔

اس پر متکلمین اپنے نئے نئے کلامی اختلافات میں کھو کر رہ گئے اور کہنے لگے کہ قرآن کریم اس دوسرے معنی کے لحاظ سے مخلوق ہے یا نہیں' پھر انہوں نے قرآن کے مخلوق ہونے کو ترجیح دی۔ اور اس طرح وہ سلف صالح کے راستے سے بھٹک گئے جو کتاب وسنت کے مطابق تھا' پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا فلسفیانہ تجزیہ کیا جس کی وجہ سے وہ عقیدہ توحید میں شک وشبہ میں مبتلا ہو گئے۔

جب کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے صحیح روایات کے متعلق اللہ تعالیٰ کے لئے جن اسماء اور صفات کو ثابت کیا ہے وہ بالکل برحق ہیں اور ہر مسلمان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا یہ ایمان ہو کہ کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۝﴾ (النسآء: ۱۶۴)

''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کی۔''

بے شک قرآن کریم جو بطور وحی محمد ﷺ پر نازل کیا گیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ (التوبة:٦)

"اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔"

کلام اور اس جیسی دوسری باتیں جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیان فرمائی ہیں اگرچہ انسان بھی ان سے متصف ہیں اور وہاں ان میں نقص پایا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے کمال کے منافی نہیں' کیونکہ انسانوں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی مماثلت نہیں ہے اور ناموں کے اشتراک سے چیزوں کا اشتراک بھی ضروری نہیں ہوتا چنانچہ خالق اور مخلوق کی ذات' صفات اور افعال میں کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی کامل' اس کی صفات بہت ہی اعلیٰ اور اس کے افعال ہر لحاظ سے مکمل ہیں۔ چنانچہ اگر کلام کرنا مخلوق کے کمال کی صفت ہے تو خالق سے اس کو جدا کرنا کیسے مناسب ہوگا۔

ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم وہ بات کہیں جو متکلمین کی بدعت کے ظہور سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم علماء تابعین اور فقہ وحدیث کے آئمہ رحمہم اللہ نے کہی تھی کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ سے صحیح سند سے اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے خواہ اس میں کوئی بات ثابت کی گئی ہو یا کسی چیز کی نفی کی گئی ہو' ہم ان صفات وافعال میں تشبیہ' تمثیل اور تاویل کو تسلیم نہیں کرتے۔

یہ ایسے دور کے لوگوں کے لوگوں کا فرمان ہے جس کے بہتر ہونے کی شہادت خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے' لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی وسعت اور صفات کی کیفیت سے متعلق اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ:١١)

"کوئی چیز اس جیسی نہیں وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکی اور مدنی

قومیں اپنی فکری میراث اور تہذیب وتمدن کے اسباب کی حفاظت کرتی ہیں۔ امت محمدیہ نے بھی رسالت محمدیہ کی میراث کو محفوظ کرنے میں بے حد وحساب کوشش کی کیونکہ کوئی علمی اور اصلاحی پیغام نہ تھا کہ جس کا صرف اتنا ہی اہتمام کیا جاتا جس قدر کہ اسے عقل قبول کرتی اور لوگ اسے تسلیم کرتے' بلکہ یہ فکری زاد راہ اور اصلاحی بنیادوں سے بڑھ کر ایسا دین ہے جو اس کے عقل وشعور اور دل کی دھڑکنوں میں رچ بس گیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام' تابعین اور ان کے بعد والے اہل علم' قرآن پاک کی منزلوں کو ایک ایک آیت کے لحاظ سے ضبط کرتے ہیں' جس سے وقت اور جگہ کی تعیین ہوتی ہے اور اس ضبط کو تشریعی تاریخ میں ایک ایسے مضبوط ستون کا درجہ حاصل ہے جس پر دعوتی اسلوب' خطاب کی رنگینیاں' احکام اور ذمہ داری میں تدریج کی معرفت سے متعلق بحث کرنے والے تکیہ کرتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں بیان کرتے ہیں۔

والله الذی لا اله غیره ما نزلت سورة من کتاب الله الا وانا اعلم این نزلت؟ ولا نزلت آیة من کتاب الله الا وانا اعلم فیم نزلت؟ ولو اعلم ان احدا اعلم مني بکتاب الله تبلغه الابل لرکبت الیه۔ (البخاری)

''اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' کتاب اللہ کی کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی مگر مجھے علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے اور کتاب اللہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر مجھے علم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کسی کو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم ہے اور وہاں اونٹ پہنچ سکتے تو میں اس کے پاس پہنچتا۔''

اللہ تعالیٰ کی دعوت میں' دنیا' عقیدہ' تشریع' اخلاق اور سلوک میں ہر قسم کے فساد مقابلہ کرنے کے لئے اپنے اسلوب کے لحاظ سے ایک خاص طریق کار پایا جاتا ہے اور اس دعوت کی ذمے داریاں اس وقت تک فرض نہیں ہوتیں' جب تک کہ اس کیلئے میدان ہموار نہ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے اور ان اینٹوں کو صحیح طریقے سے چن نہ دیا جائے جن پر اس دعوت کے قیام کا دار و مدار ہوگا۔ اس دعوت کی تشریعی بنیادیں اور اجتماعی نظم و ضبط اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا' جب تک کہ دل پاکیزہ نہ ہو جائیں اور مقصد کو محدود نہ کر لیا جائے تاکہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت اور بصیرت کے مطابق ڈھالا جا سکے۔

جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے' تو وہ دیکھتا ہے کہ مکی آیات کی قدر و قیمت اور معانی بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہیں کہ جو مدنی آیات کو حاصل نہیں' حالانکہ احکام اور تشریعی لحاظ سے ان کی بنیاد مکی آیات ہی ہیں۔

ایام جاہلیت میں قوم اندھی اور بہری بن کر زندگی گذار رہی تھی' وہ بتوں کی پوجا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک' وحی کا انکار کرتے اور جزا اور سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے۔

وہ کہتے تھے:

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ٥﴾ (الصفات:١٦)

''کیا جب ہم کو موت آجائے گی اور ہم مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہمیں اٹھایا جائے گا۔''

وہ یہ بھی کہتے کہ:

﴿مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثیہ:٢٤)

''ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے ہمیں موت آتی ہے اور زندہ ہوتے ہیں' ہمیں تو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے۔''

وہ بہت سخت جھگڑالو تھے' وہ فصاحت اور قوت بیان کی وجہ سے اپنی بات پر خوب اصرار کرتے تھے چنانچہ جیسی قوم تھی اسی طرح مکی وحی نازل ہوئی جس میں خوب ڈانٹ ڈپٹ' تنبیہ اور قطعی دلائل موجود ہیں جو ان کے بت پرستی کے عقیدہ کو ختم کر کے انہیں ایک معبود اور ایک ہی رب کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتی ہیں' یہ آیات ان کے فسادی خیالات کو درہم برہم کرتی ہیں' ان کی عقل کی خرابی کو ظاہر کرتی ہیں' نبوت کے لئے دلائل پیش کرتی ہیں' آخرت کی زندگی اور جنت و جہنم کے لئے مثالیں بیان کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی فصاحت و بلاغت کو چیلنج کرتے ہوئے قرآن جیسی کتاب پیش کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ان کے واقعات بطور نصیحت اور عبرت بیان کرتی ہیں، تو اس بنا پر آپ کو مکی آیات میں سخت الفاظ نظر آتے ہیں جو کہ سننے والے کو خوب جھنجھوڑتے ہیں۔ ان آیات کے حروف میں وعید کے شعلے اور عذاب کی زبان بولتی نظر آتی ہے، یہ ایک برائی مٹانے والی اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے والی، چیخ و پکار کانوں کو کھڑکانے والی، بہت بڑی مصیبت اور واقعہ ہونے والی (قیامت) سے متعلق آیات ہیں۔

سورتوں کے شروع میں حروف تہجی ہیں، دوران میں چیلنج کرنے والی آیات ہیں، سابقہ امتوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، کونی اور عقلی دلائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ تمام خصوصیات ہمیں مکی سورتوں میں نظر آتی ہیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے اچھا یا برا ہونے پر ایمان لانے والی جماعت وجود میں آ گئی، تو اس عقیدے کی بنا پر انہیں مشرکین کی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اس جماعت نے صبر کیا اور دنیاوی فوائد سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملنے والی نعمتوں کو بہتر سمجھتے ہوئے ہجرت کر گئی۔

جب اس جماعت کی وحدت قائم ہوگئی تو مدنی آیات میں ہمیں طوالت نظر آتی ہے جن میں اسلام کے احکام اور حدود بیان کی گئیں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے اور شہید ہونے کی دعوت دیتی ہیں، تشریعی اصولوں کی تفصیل بیان کرتی ہیں، معاشرتی ضابطے خاندانی تعلقات کی حدود، باہمی میل جول، قوموں اور حکومتوں کے تعلقات کو ذکر کرتی ہیں، منافقین کی فضیحت اور ان کے پوشیدہ مکر و فریب کا انکشاف کرتی ہیں اور اہل کتاب سے مجادلہ کرتے ہوئے ان کے مونہہ بند کرتی ہیں۔ مدنی آیات میں عمومی طور پر یہی حالت پائی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کی مکی اور مدنی آیات پر خاص توجہ

بمعہ امثلہ اور فوائد

اہل علم نے مکی مدنی آیات کی چھان بین میں بھرپور توجہ دی ہے' انہوں نے قرآن کریم کی ایک ایک سورت اور آیت کو پرکھا تاکہ ان کے نزول کے مطابق ان کی ترتیب ہو سکے اور ایسا کرتے ہوئے انہوں نے وقت' جگہ اور طرزِ خطاب کا خاص طور پر خیال رکھا' انہوں نے نزول کے وقت اور جگہ کی پہچان پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ انہوں نے وقت جگہ اور طرز خطاب تینوں کو جمع کیا۔

اس دقیق تحدید نے انصاف پسند محقق کے لئے مکی اور مدنی آیات کی پہچان علمی تحقیق کے ذریعے حاصل کرنے کی صورت پیدا کر دی ہے۔

قرآن کریم سے متعلقہ دوسری مباحث میں بھی ہمارے اہل علم نے ایسے ہی کیا ہے۔

بیشک یہ عظیم کوشش ہے کہ ایک محقق وحی کی تمام منازل کو مراحل کے لحاظ سے اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

وہ ان کے نازل ہونے کے وقت اور مکان کا تعین کر سکتا ہے اور ان آیات کے طرز تخاطب میں جو اسلوب اپنایا گیا ہے اس کے قیاسی ضوابط کو شامل کر کے ان کے مکی اور مدنی ہونے کی پہچان کر سکتا ہے' نیز سورۃ یا آیت کے موضوع سے بھی اس سلسلے میں مدد مل سکتی ہے (جس میں یہ دیکھا جائے گا) کہ اس موضوع کا تعلق مکی دعوت کے موضوعات سے ہے یا مدنی دعوت کے موضوعات سے۔

اور جب کسی محقق کے لئے مختلف قسم کے دلائل کی کثرت الجھاؤ پیدا کر دے تو پھر وہ ان میں ترجیح دینے کی کوشش کرے اور بعض کو مکہ میں نازل ہونے والی اور بعض کو مدینہ میں نازل ہونے والی آیات کے مشابہ قرار دے۔

اس طرح بہت سی آیات ایک جگہ نازل ہوئی تھیں اور کسی صحابی نے ان کو فوری طور پر کسی وجہ سے دوسری جگہ تک پہنچا دیا تھا۔ تو اہل علم نے اس قسم کے واقعات کو بھی ضبط کر دیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اس کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔ بعض آیات مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ لائی گئی ہیں۔

ابو قاسم الحسن بن حمد بن حبیب نیسا بوری کتاب "التنبیه علی فضل علوم قرآن" میں لکھتے ہیں کہ علوم قرآن میں سب سے بہتر علم قرآن کریم کے نزول اور اس کی جہات کو معلوم کرنا ہے' مکہ اور مدینہ میں نازل ہونے والی آیات کی ترتیب' مکہ میں نازل ہونے والی مدنی آیات' مدینہ میں نازل ہونے والی مدنی آیات' مدینہ میں اہل مکہ کے بارے میں جو کچھ نازل ہوا' مکہ میں نازل ہونے والی آیات کی مدنی آیات سے مشابہت اور جحفہ' بیت المقدس' طائف اور حدیبیہ میں نازل ہونے والی آیات' رات اور دن کو نازل ہونے والی آیات' عمومی اور انفرادی طور پر نازل ہونے والی آیات' مکی سورتوں میں مدنی آیات' مدنی سورتوں میں مکی آیات' مدینہ سے حبشہ کی طرف لے جائی جانے والی آیات' مجمل اور مفسر طور پر نازل ہونے والی آیات' مختلف فیہ آیات جنہیں بعض نے مکی اور بعض نے مدنی قرار دیا ہو۔ یہ پچیس اقسام ہیں جسے ان سب کا علم نہ ہو اور ان میں امتیاز نہ کر سکے تو اس شخص کو کتاب اللہ کے بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔

اہل علم نے نہایت ہی دقت سے کام لیا ہے' انہوں نے ہر سورۃ کو اس کی منزل کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ فلاں سورت فلاں سورت کے بعد نازل ہوئی' انہوں نے انتہائی محنت سے یہ کام سرانجام دیا۔

انہوں نے رات اور دن میں نازل ہونے والی آیات کو الگ الگ کر دیا' موسم گرما اور سرما میں نازل ہونے والی آیات کی تفصیل بیان کی۔ قیام اور سفر کی حالت میں نازل ہونے والی آیات میں خط امتیاز کھینچ دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مبحث کی وہ خاص اقسام جن پر علماء بحث کرتے ہیں

(۱) مکی آیات۔ جو مکہ میں نازل ہوئیں۔

(۲) مدنی آیات۔ جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔

(۳) مختلف فیہ آیات۔ جن کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہو۔

(۴) مدنی سورتوں میں۔ مکی آیات۔

(۵) مکی سورتوں میں۔ مدنی آیات۔

(۶) مکہ میں نازل ہونے والی مدنی آیات۔

(۷) مدینہ میں نازل ہونے والی مکی آیات۔

(۸) مدنی آیات جو نزول میں مکی آیات کے مشابہ ہیں۔

(۹) مکی آیات جو نزول میں مدنی آیات کے مشابہ ہیں۔

(۱۰) وہ آیات جنہیں مکہ سے مدینہ لے جایا گیا۔

(۱۱) وہ آیات جنہیں مدینہ سے مکہ لے جایا گیا۔

(۱۲) رات اور دن کو نازل ہونے والی آیات۔

(۱۳) موسم گرما اور سرما میں نازل ہونے والی آیات۔

(۱۴) قیام اور سفر کی حالت میں نازل ہونے والی آیات۔

آیات کی یہ بنیادی اقسام ہیں' ان کا اصل محور تو مکی اور مدنی ہونا ہے' اس لئے اس علم کو مکی اور مدنی آیات کا علم کہا گیا۔

مثالیں: مکی اور مدنی سورتوں کی تعداد کے بارے میں زیادہ مناسب قول یہ ہے کہ مدنی سورتیں بیس ہیں۔

(۱) البقرة	(۲) ال عمران	(۳) النسآء	(۴) المائدة
(۵) الانفال	(٦) التوبه	(۷) النور	(۸) الاحزاب
(۹) محمد	(۱۰) الفتح	(۱۱) الحجرات	(۱۲) الحديد
(۱۳) المجادلة	(۱۴) الحشر	(۱۵) الممتحنه	(۱٦) الجمعة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) المنافقون (۱۸) الطلاق (۱۹) التحریم (۲۰) النصر

جن سورتوں میں اختلاف ہے کہ آیا وہ مکی ہیں یا مدنی؟

(۱) الفاتحہ (۲) الرعد (۳) الرحمان (۴) الصف

(۵) التغابن (۶) التطفیف (۷) القدر (۸) البینہ

(۹) الزلزلۃ (۱۰) الاخلاص (۱۱) الفلق (۱۲) الناس

ان کے علاوہ باقی سورتیں مکی ہیں اور ان کی تعداد ۸۲ ہے۔

اور قرآن کریم کی سورتوں کی مجموعی تعداد (۱۱۴) ہے۔

مدنی سورتوں میں مکی آیات:

کسی سورت کو مکی یا مدنی کہنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ مکمل سورت مکی یا مدنی ہے، کبھی مکی سورت میں بعض آیات مدنی ہو سکتی ہیں اسی طرح مدنی سورت میں مکی آیات بھی ممکن ہیں۔ سورت کو اکثر آیات کے مکی یا مدنی ہونے کی وجہ سے مکی یا مدنی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں سورت مکی ہے لیکن اس میں فلاں فلاں آیت مدنی ہے یا فلاں سورت مدنی ہے اور اس میں فلاں فلاں آیت مکی ہے۔ جیسے ہم بعض مصاحف میں دیکھتے ہیں۔

مدنی سورتوں میں مکی آیات کی مثالیں:

سورۃ انفال مدنی ہے اور بہت سارے علماء نے آیت

﴿وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ﴾ (الانفال: ۳۰) کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں مشرکین کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف قتل کی سازش کو بیان کیا گیا ہے جو ہجرت سے پہلے انہوں نے دار الندوہ میں کی تھی۔

بعض نے آیت

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (الانفال: ۶۴)

کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البزار نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے یہ آیت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نازل ہوئی۔

مکی سورتوں میں مدنی آیات کی مثالیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ الانعام مکمل طور پر مکہ میں نازل ہوتی ہے اس لئے یہ مکی سورۃ ہے، لیکن اس کی مندرجہ ذیل تین آیات مدینہ میں نازل ہوتی ہیں۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ تا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۵۱—۱۵۳)

اسی طرح سورۃ الحج مکی سورت ہے لیکن اس کی تین آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی تھیں۔

﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ (الحج: ۱۹)

مکہ میں نازل ہوئی لیکن مدنی کے حکم میں ہے:

اس کی مثال میں سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۳ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ تا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ کو بیان کرتے ہیں۔

یہ فتح مکہ کے دن مکہ میں نازل ہوئی لیکن مدنی ہے کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اور خطاب کے لحاظ سے بھی اس میں عمومیت پائی جاتی ہے۔

اس جیسی آیات کو اہل علم مکی نہیں کہتے اور نہ ہی مدنی کہتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کا حکم مدنی آیات کا ہے۔

مدینہ میں نازل ہونے والی آیات جو حکم کے لحاظ سے مکی ہیں:

اس کی مثال سورۃ ممتحنہ سے دیتے ہیں، یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس لئے مکان کے لحاظ سے مدنی ہے، لیکن اس میں مشرکین مکہ کو خطاب کیا گیا ہے۔

سورۃ توبہ ابتدائی حصہ مدینہ میں نازل ہوا ہے، لیکن اس میں مشرکین مکہ کو خطاب کیا گیا ہے۔

مدنی سورتوں کی وہ آیات جو نزول میں مکی آیات کے مشابہ ہیں:

اہل علم کے ہاں وہ آیات ہیں جو مدنی سورتوں میں پائی جاتی ہیں لیکن اسلوب کے لحاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مکی سورتوں کی طرز پر عمومیت اور ویسی ہی خصوصیات کی حامل ہیں۔ اس کی مثال سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۲ ہے۔ ﴿وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ تا اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥﴾ مشرکین مکہ ہی عذاب کے جلد طالب تھے۔

مکی سورتوں کی وہ آیات جو نزول میں مدنی آیات کے مشابہ ہیں:

اس کی مثال میں سورۃ النجم کی یہ آیت بیان کرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ۔﴾ (النجم: ۳۲)

سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فواحش وہ گناہ ہیں، جن کے ارتکاب پر حد واجب ہوتی ہے اور کبائر وہ گناہ ہیں جن کی وجہ سے آگ میں ڈالا جائے گا اور ''اللمم'' وہ گناہ ہیں جو ان کے دونوں کے درمیان میں آتے ہیں۔

مکہ سے مدینہ لائی جانی والی آیات:

اس کی مثال سورۃ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى)

امام بخاری نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب سے پہلے سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں قرآن کی تعلیم دینا شروع کی ان کے بعد سیدنا عمار، سیدنا بلال اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہم آئے پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں تشریف لائے، ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو اہل مدینہ کو آپ کی آمد سے بے پناہ خوشی ہوئی آپ کی آمد سبح اسم ربك الاعلیٰ اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھنے کے بعد ہوئی، لہٰذا اس مفہوم میں وہ ساری آیات آجاتی ہیں جن کو مہاجرین ساتھ لائے اور انہیں انصار کو سکھلایا۔

مدینہ سے مکہ لائی گئی آیات:

اس کی مثال سورۃ براءت (توبہ) کی ابتدائی آیات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سن ۹ ہجری میں امیر حج بنا کر بھیجا، تو سورۃ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک مکہ میں پہنچایا تاکہ مشرکین مکہ کو ان سے آگاہ کیا جائے، تو ان آیات کا حج کے موقع پر اعلان کیا گیا اور مشرکین کو بیت اللہ کا حج کرنے سے منع کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رات اور دن میں نازل ہونے والی آیات:

قرآن کریم کا اکثر حصہ دن میں نازل ہوا ہے۔ اور جو حصہ رات کو نازل ہوا اس کو ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب نیسابوری نے تلاش کیا ہے۔ جیسے آل عمران کی آخری آیات۔ ابن حبان اپنی صحیح میں، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابن ابی الدنیا، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز کے لئے بلانے آئے، تو انہوں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وما یمنعنی ان ابکی وقد انزل علی هذه اللیلة ' اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ (العمران: ۱۹۰)

ثم قال ویل لمن قراها ولم یتفکر۔

"میں کیوں نہ آنسو بہاؤں، آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ بیشک زمین و آسمان کی تخلیق اور دن رات کے اختلاف میں عقل مندوں کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا: افسوس ہے اس شخص پر جس نے ان آیات کو پڑھا اور ان میں غور و فکر نہ کیا۔

رات کو نازل ہونے والی آیات میں غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے تین آدمیوں والی آیات بھی شامل ہیں۔

صحیحین میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

فانزل الله توبتنا حین بقی الثلث الاخیر من اللیل۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ کی قبولیت والی آیات رات کے اس حصے میں نازل فرمائی جب اس کے گزرنے میں تیسرا حصہ باقی تھا۔

بخاری شریف میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آج رات ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو ان تمام چیزوں سے ہمیں زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر انہوں نے یہ سورت پڑھی۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۝ (الفتح)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔ گرما اور سرما میں نازل ہونے والی آیات:

اس سلسلے میں اہل علم سورۃ النساء کی آخری آیت' آیت الکلالہ کی مثال بیان کرتے ہیں ۔۔۔ مسلم میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی مرتبہ کلالہ کے بارے میں دریافت کیا کسی اور آیت کے بارے میں اتنا نہیں پوچھا اور جتنی سختی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ اس آیت کی وجہ سے کی کسی اور وجہ سے نہیں کی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی میرے سینے میں چبھو دی اور فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ) آیت الصیف جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے کیا اس سلسلے میں تمہارے لئے کافی نہیں؟

غزوۃ تبوک میں نازل ہونے والی آیات بھی بطور مثال بیان کی جاتی ہیں' کیونکہ یہ غزوۃ سخت گرمی کے دنوں میں پیش آیا تھا۔ جیسے کہ قرآن نے بھی ذکر کیا ہے۔

سردی میں نازل ہونے والی آیات میں بطور مثال سورۃ النور حدیث الافک سے متعلقہ آیات کو پیش کیا جاتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَآءُو بِالْإِفْكِ تا لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۝﴾ النور (۱۱-۲۶)

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیات ایک سرد دن میں نازل ہوئی تھیں۔

سورۃ الاحزاب میں غزوۂ خندق سے متعلقہ آیات کو بھی بطور مثال بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی سخت سردی میں نازل ہوئی تھیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ایک رات بارہ آدمیوں کے علاوہ باقی تمام آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس سے منتشر ہو گئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ اٹھو اور احزاب لشکر کی طرف جاؤ' میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپ کے لئے سردی سے بچتے ہوئے کھڑا نہیں ہو سکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ (الاحزاب:۹)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جب تم پر لشکر حملہ آور ہوئے تو ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکروں کو بھیجا جن کو تم نے نہیں دیکھا' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

حضر و سفر میں نازل ہونے والی آیات:

قرآن کریم کا اکثر حصہ حضر میں نازل ہوا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ و جدال بھی کرنا پڑا' اس لئے بعض دفعہ دوران سفر بھی وحی نازل ہوتی تھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے سفر میں نازل ہونے والی آیات کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں۔

جیسے سورۃ انفال کی ابتدائی آیات جو جنگ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی تھیں۔ جنہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ آیت

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبة:۳۴)

امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر کسی سفر میں نازل ہوئی تھی۔

امام ترمذی اور حاکم نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیات۔ سورۃ حج کی پہلی دو آیات۔ سفر میں نازل ہوئی ہیں۔

حاکم وغیرہ نے سیدنا مسور بن مخرمۃ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے بیان کیا' وہ دونوں فرماتے ہیں کہ سورۃ فتح مکمل طور پر مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستہ میں حدیبیہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

مکی اور مدنی آیات کے علمی فوائد:

مکی اور مدنی آیات کی معرفت بہت سے فوائد کی حامل ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) تفسیر القرآن میں مدد ملتی ہے جب آیات کے نازل ہونے کے مواقع کی معرفت حاصل ہو تو اس سے آیت کو سمجھنے اور اس کی صحیح تفسیر کرنے میں مدد ملتی ہے اگرچہ خاص سبب کا خیال رکھنے کی بجائے لفظوں کی عمومیت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس لئے مفسر کو جب دو آیات کے معانی میں تعارض نظر آئے تو اسے ناسخ اور منسوخ کے لحاظ سے تمیز کرنا ہوگی۔

(۲) قرآنی اسلوب کو سمجھنے اور اس کے دعوت الی اللہ کے اسلوب میں فائدہ اٹھانے کا ذوق بنتا ہے۔

کیونکہ ہر موقع اور محل میں ایک خاص قسم کی گفتگو کرنا ہوتی ہے اور کلام کا ضرورت کے مطابق ہونا بلاغت کے معانی میں خصوصی درجے کا حامل ہے۔ مکی اور مدنی آیات کا قرآنی اسلوب ایک محقق کو خطاب کے طریقوں میں ایسا منہج عطا کرتا ہے کہ جس کی بدولت وہ دعوت الی اللہ کے لئے مخاطب کی نفسیات کے مطابق مناسب گفتگو کر سکتا ہے' اس کے عقل و شعور پر غلبہ پالیتا ہے اور اپنے اندرونی جذبات پر بہترین طریقے سے قابو پاتا ہے۔ دعوت کے تمام مراحل میں اسی طرح خاص قسم کے موضوع اور طرز تخاطب کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح لوگوں کی روش' عقیدے اور ماحولیاتی اختلاف کے سبب خطاب بھی مختلف ہوتا ہے اور یہ سب کچھ قرآن کریم کے مومنین' مشرکین' منافقین اور اہل کتاب کے ساتھ طرز تخاطب میں بالکل واضح طور پر موجود ہے۔

(۳) قرآن کریم کی آیات سے سیرت نبویہ سے واقفیت ہوتی ہے:

رسول اللہ ﷺ اپنی مکی اور مدنی زندگی میں وحی کی ابتدا سے لے کر جب تک دعوت الی اللہ میں مشغول رہے تو وحی آپ پر مسلسل نازل ہوتی رہی' یہاں تک کہ آخری آیت نازل ہوئی اور قرآن کریم ہی وہ اصل مصدر ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اس سیرت کو کسی شک کی گنجائش کے بغیر بیان کرتا ہے۔

سیرت نگار بھی ان کے موافق بیان کرتے ہیں اور جب ان کی روایات میں اختلاف ہو تو پھر اختلاف کو ختم کرنے کے لئے قرآن سے ہی مدد ملتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکی اور مدنی کی پہچان اور دونوں کا فرق

مکی اور مدنی کی معرفت کے لئے اہل علم دو بنیادی طریقوں پر اعتماد کرتے ہیں۔

(۱) المنهج السماعي النقلي۔ (۲) المنهج القياس الاجتهادي۔

(۱) سماعی نقلی منہج:

اس کا دارومدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح روایات پر ہے جو وحی کے دور میں موجود تھے اور اس کے نزول کے شاہد ہیں یا پھر تابعین کے آثار پر انحصار کرنا پڑے گا' کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا اور آیات کے نزول کی کیفیت' مواقع اور احداث کو ان سے سنا۔

مکی اور مدنی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ اسی قبیل سے ہے' اس بارے میں سابقہ مثالیں بہترین راہنمائی کرتی ہیں۔

تفسیر بالماثور کی کتب' اسباب النزول کی تالیفات اور علوم القرآن کی مباحث اس قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں کیونکہ امت کے لئے ان کا علم ایسے واجبات سے نہیں جو نہایت ضروری ہوتے ہیں' ہاں اتنا علم کافی ہے جس سے ناسخ اور منسوخ کی معرفت حاصل ہو جائے۔

قاضی ابوبکر ابن الطیب الباقلانی "الانتصار" میں لکھتے ہیں کہ مکی اور مدنی کی معرفت میں صحابہ اور تابعین کی یادداشت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی قول منقول نہیں کیونکہ آپ کو اس بارے میں کوئی حکم نہیں ملا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس علم کو امت پر فرض نہیں کیا' اگرچہ اس بارے میں تھوڑا بہت علم اہل علم پر واجب ہے اور ناسخ منسوخ کی تاریخ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی واضح نص کے بغیر معلوم ہو جاتی ہے۔

(۲) قیاسی اجتہادی منہج:

اس کا دارومدار مکی اور مدنی آیات کی خصوصیات پر ہے۔ جب کسی مکی سورت میں کوئی ایسی آیت آجاتی ہے جس میں مدنی آیات کی خصوصیات پائی جاتی ہوں یا اس میں مدنی حوادث کا ذکر موجود ہو تو اسے مدنی کہتے ہیں اور جب کسی مدنی سورت میں مکی خصوصیات کی حامل آیت موجود ہو یا وہ مکی حوادث کے ذکر پر مشتمل ہو تو اسے مکی آیت کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح جب کسی سورت میں مکی خصوصیات پائی جاتی ہوں تو اسے مکی سورت کہتے ہیں اور جب کسی سورت میں مدنی خصوصیات موجود ہوں تو اسے مدنی سورت کہتے ہیں اور یہ سراسر قیاسی اجتہاد ہے۔ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی سورت قصص الانبیاء اور سابقہ امتوں کے واقعات پر مشتمل ہو تو وہ مکی ہوگی اور ہر وہ سورت جس میں فرائض یا حد کا ذکر ہو وہ مدنی ہے۔

الجعبری نے مکی اور مدنی کی معرفت کے لئے دو طریقے بتائے ہیں۔ سماعی اور قیاسی۔ سماعی کا اعتماد نقل پر اور قیاسی کا اعتماد عقل پر ہوتا ہے' نقل اور عقل ہی علمی تحقیق اور صحیح معرفت کے دو ذریعے ہیں۔

مکی اور مدنی کے درمیان فرق:

اصطلاحی لحاظ سے مکی اور مدنی میں فرق کرنے کے لئے علماء نے تین آراء پیش کی ہیں اور یہ آراء خاص اعتبار کے لحاظ سے وجود میں آتی ہیں۔

(ا) نزولی دور کا اعتبار: قرآن حکیم کا جو حصہ ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہے اگر وہ مکہ سے باہر نازل ہوا ہو تو وہ مکی ہے۔

مدنی: جو ہجرت کے بعد نازل ہوا۔ اگرچہ مدینہ سے باہر ہی نازل ہوا ہو تو وہ مدنی ہے قرآن حکیم کا جو حصہ ہجرت کے بعد نازل ہوا اگرچہ مکہ میں یا عرفہ میں نازل تو ہوا وہ مدنی ہے' جیسے وہ آیات جو فتح مکہ کے سال نازل ہوئیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۝ (النسآء: ۵۸)

یہ آیت بیت اللہ میں مکہ کی عظیم فتح کے سال مکہ میں نازل ہوئی۔

اور یہ آیت: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝﴾ (المائدة: ۳) حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی اور یہ رائے اپنی عمومیت اور محدود ہونے کی وجہ سے بعد والی دونوں آراء سے بہتر ہے۔

محل نزول کے اعتبار سے: مکی وہ آیات ہیں جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں نازل ہوئیں' جیسے منیٰ' عرفات اور حدیبیہ وغیرہ۔

مدنی وہ آیات ہیں۔ جو مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں نازل ہوئیں' جیسے احد' قبا' اور سلع وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس رائے کی وجہ سے بعض آیات اس تقسیم میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ جیسے وہ آیات جو سفر، تبوک، یا بیت المقدس میں نازل ہوئی ہیں وہ اس تقسیم سے خارج رہتی ہیں، انہیں نہ تو مکی کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی مدنی۔

اور اس طرح وہ آیات جو ہجرت کے بعد مکہ میں نازل ہوئی تھیں انہیں مکی کہا جائے گا۔

مخاطب کے اعتبار سے:

مکی وہ آیات جن میں اہل مکہ کو خطاب کیا گیا۔

مدنی وہ آیات جن میں اہل مدینہ کو خطاب کیا گیا ہے۔

ایسے لوگوں کی رائے کے مطابق جن آیات میں یاایھا الناس کہا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یاایھا الذین آمنوا ہے وہ مدنی ہیں، لیکن یاد رہے کہ قرآن کریم کی اکثر سورتوں کی ابتدا ان دونوں قسم کے خطاب سے نہیں ہوتی اس لئے اس ضابطے پر موافقت نہیں کی جا سکتی۔

سورۃ بقرہ مدنی ہے اور اس میں۔ ﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ۔﴾ (البقرۃ: ۲۱) موجود ہے۔ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ (البقرۃ: ۱۶۸) موجود ہے۔

سورۃ نساء مدنیہ ہے اور اس کی ابتدا يَآ أَيُّهَا النَّاسُ سے ہوتی ہے۔

سورۃ حج مکی ہے اور اس میں يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا۔ (الحج: ۷۷) موجود ہے۔

قرآن کریم میں چونکہ اللہ تعالیٰ پوری مخلوق سے مخاطب ہے، اس لئے مومنین سے ان کی صفت، نام اور ان کی جنس کے ذریعے خطاب کیا گیا اور غیر مومن قوموں کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور مومنین کو ہمیشہ عبادت کرنے اور اس میں مزید آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مکی اور مدنی خصوصیات

اہل علم نے مکی اور مدنی سورتوں پر غور و فکر کیا، پھر انہوں نے مکی اور مدنی سورتوں کے لئے قیاسی ضابطے استنباط کئے، جن سے ان میں شامل موضوعات اور اسلوب کی خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔ ان کے بیان کردہ قاعدے اور امتیازات درج ذیل ہیں۔

مکی سورتوں کے ضابطے اور موضوعی خصوصیات:

(۱) ہر وہ سورت جس میں سجدہ ہے وہ مکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) ہر وہ سورت جس میں (کلا) موجود ہے وہ مکی ہے اور ایسا قرآن کریم کے آخری نصف میں ہے جو پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

(۳) ہر وہ سورۃ جس میں (یا یھا الناس) ہے اور اس میں (یا ایھا الذین امنوا) نہیں ہے تو وہ مکی ہے' سوائے سورت حج کے' اس لئے کہ اس کے آخر میں (یا ایھا الذین) ہے اس کے باوجود اکثر علما نے اس آیت کو مکی کہا ہے۔

(۴) ہر سورۃ جو انبیاء کرام علیہم السلام اور سابقہ امتوں کے قصص پر مشتمل ہے وہ مکی ہے سوائے سورۃ بقرہ کے۔

(۵) ہر وہ سورت جس میں آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا قصہ ہے وہ مکی ہے سوائے سورۃ البقرہ کے۔

(۶) ہر وہ سورت جو حروف تہجی سے شروع ہوتی ہے جیسے "الم' الر' حم" وغیرہ وہ مکی ہے' سوائے سورۃ البقرہ اور ال عمران کے اور جبکہ سورۃ رعد کے بارے میں اختلاف ہے۔

یہ تو ضابطے اور قاعدے ہیں' لیکن موضوعی خصوصیات اور اسلوب کے امتیازات اجمالی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) توحید اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت۔
رسالت کو ثابت کرنا۔
بعث و جزا کو ثابت کرنا۔
قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر۔
آگ اور اس کے عذاب کا ذکر۔
جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر۔
مشرکین کا عقلی دلائل اور کونی نشانیوں سے مجادلہ کرنا۔
تشریع کی عمومی بنیادیں وضع کرنا۔
ایسے اخلاقی فضائل کو وضع کرنا جن پر معاشرتی فطرت قائم ہوتی ہے۔
خون ریزی سے متعلقہ مشرکین کے جرائم کی برائی بیان کرنا۔
یتیموں کا مال دیدہ دلیری سے کھانا۔
بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا اور ان کے علاوہ دوسری عادات جن کے وہ لوگ دلدادہ تھے۔
انبیاء کرام علیہم السلام اور سابقہ امتوں کے واقعات ان کے لئے بطور خاص ذکر کئے گئے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ان کا انجام کیا ہوا۔
رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا تا کہ وہ ان کی تکالیف کو برداشت کریں اور بدلہ لینے والے پر مطمئن رہیں۔
لفظی قوۃ کے ساتھ چھوٹے فاصلے۔ مختصر عبارت جو کہ کانوں میں گھسی جاتی' کانوں پر بڑی سختی سے ٹکراتی اور دلوں کو خوف سے بھر دیتی ہے۔
قسم کی کثرت معانی میں تاکید پیدا کرتی ہے' جیسے قصار مفصل کی سورتیں' لیکن بہت ہی کم ایسی آیات ہیں جن میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔

مدنی ضابطے:

(۱) ہر وہ سورۃ جس میں کسی فرض یا حد کا ذکر ہو۔
(۲) ہر وہ سورۃ جس میں منافقین کا ذکر ہے' سوائے سورۃ العنکبوت کے اس لئے کہ وہ مکی سورت ہے۔
(۳) ہر وہ سورۃ جس میں منافقین سے مجادلہ کا ذکر ہے۔

موضوعی ممیّزات اور اسلوب کی خصوصیات کو اجمالی طور پر اس طرح ذکر کیا جاسکتا ہے:

(۱) عبادات' معاملات' حدود' خاندانی تعلقات' وراثت جہاد کی فضیلت' اجتماعی تعلقات' امن اور جنگ کے دنوں میں بین الاقوامی تعلقات' حکومتی ضابطے اور تشریعی مسائل کا ذکر ان میں پایا جاتا ہے۔
یہود و نصاریٰ کو خطاب کیا جاتا ہے' انہیں اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتب میں ان کی تحریف' حق سے علیحدگی اور علم حاصل ہونے کے بعد باہمی سرکشی کی وجہ سے ان کے اختلاف کا ذکر ہے۔
منافقین کے طرز عمل کو واضح کیا گیا ہے' ان کا نفسیاتی تجزیہ اور پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دین کو ان سے کیا خطرات لاحق ہیں۔
لمبی لمبی آیات کو ایسے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے کہ جس سے ان کا مقصد اور ہدف واضح ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلی اور سب سے آخری آیات کی پہچان

جب یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جیسے قرآن کریم نازل ہوتا آپ اسے سیکھ لیتے تھے' تو اس سے ایسی قوت کا شعور ملتا ہے جسے وہی انسان محسوس کرسکتا ہے جو بلندی سے نیچے آنے والی کسی چیز کا تصور کرے گا اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ قرآن کریم کی قدر ومنزلت اور عظمت بہت ہی زیادہ ہے' اس کی تعلیمات بہت ہی اعلیٰ ہیں جس نے انسانی زندگی کی روش کو یکسر بدل کر رکھ دیا' اس میں بہت ساری تبدیلیاں پیدا کیں' زمین وآسمان آپس میں مربوط ہوگئے' دنیا آخرت کا ملاپ ہوا تشریع اسلامی کی تاریخ کو جب اس کے سب سے پہلے اور اصل مصدر قرآن کریم کے ذریعے پہچانتے ہیں تو محقق کو ایک ایسی تصویر دکھائی دیتی ہے جس میں احکامات تدریجاً نازل ہوئے اور یہ حکم جس صورت حال میں نازل ہوا اس کے لئے بالکل مناسب تھا۔ اس سے پہلے اور بعد میں آنے والے احکامات میں کوئی تعارض موجود نہیں اور یہ صورت حال قرآن کریم کی سب سے پہلے اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات کو شامل ہے کیونکہ یہ پہلی اور آخری آیات اسلامی تعلیمات کی تشریع میں شامل ہیں۔ جیسے کھانا پینا' لڑائی وغیرہ۔

قرآن کریم کی کون سی آیات سب سے پہلے اور کون سی سب سے آخر میں نازل ہوئیں اہل علم کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں' ہم ان اقوال کو اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں اور ان میں ترجیح دینے کی کوشش کریں گے۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات:

سب سے صحیح قول کے مطابق سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی کے سلسلے میں سب سے پہلے آپ کو نیند میں سچے خواب آنا شروع ہوئے' آپ کوئی بھی خواب نہ دیکھتے تھے مگر وہ روشن صبح کی طرف واضح ہوجاتا' پھر آپ تنہائی پسند ہوگئے خوراک وغیرہ لے کر غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راتیں اس میں عبادت کرتے رہتے اور جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے خوراک لے جاتے آپ غار حراء میں ہی تھے کہ آپ کے پاس ''حق'' آیا' ایک فرشتہ غار میں آیا' اس نے آپ سے کہا: ''آپ پڑھیں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا (ما انا بقارئ) میں پڑھنے والا نہیں ہوں' تو اس نے مجھے پکڑا اور بڑی سختی سے مجھے بھینچا یہاں تک کہ اسے کافی مشقت اٹھانا پڑی' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا ''آپ پڑھیں'' میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں' اس نے دوسری بار سختی سے مجھے بھینچا' پھر چھوڑ دیا اور کہا آپ پڑھیں' میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں' تو اس نے تیسری مرتبہ مجھے سختی سے بھینچ کر چھوڑتے ہوئے کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے اور آپ پر کپکپی طاری تھی۔ (بخاری' مسلم)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی (یا یھا المدثر) ہے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' پہلے قرآن کا کون سا حصہ نازل ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا (یا یھا المدثر) میں نے کہا یا (اقرأ باسم ربك) تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں وہ بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے آپ نے فرمایا: بیشک میں حراء میں عبادت میں مشغول تھا اور جب میں نے اپنی عبادت ختم کی تو میں وادی میں نیچے اتر آیا' میں نے اپنے سامنے' پیچھے' دائیں بائیں دیکھا' پھر میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو مجھے جبرائیل علیہ السلام نظر آئے' مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی' میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' میں نے ان سے کہا تو انہوں نے مجھے چادر میں لپیٹ دیا' تو اللہ تعالیٰ نے (یا یھا المدثر کی) آیات نازل فرمائیں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں مکمل سورۃ کے متعلق دریافت کیا گیا اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اقراء سے پہلے سورۃ المدثر مکمل نازل ہوئی تھی اور اقراء کا ابتدائی حصہ پہلے نازل ہوا تھا۔

صحیحین کی ایک دوسری روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے ابوسلمہ' جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فترۃ الوحی کے متعلق سنا' آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا میں چل پھر رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا' تو میں گھر واپس لوٹ آیا اور میں کوئی کپڑا اپنے اوپر ڈالنے کے لئے کہا اور انہوں نے مجھ پر چادر ڈال دی تو اللہ تعالیٰ نے (یا یھا المدثر) نازل فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ غار حراء کے قصہ سے بعد میں ہوا ہے یا پھر یوں کہنا چاہیے کہ فترۃ الوحی کے بعد پہلی نازل ہونے والی سورۃ "المدثر" ہے اور یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد ہے۔

جبکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس سے متقدم ہے' تو اس لحاظ سے سب سے پہلے قرآن کریم کا نازل ہوا وہ "اقرأ" ہے' اور پہلی مکمل نازل ہونے والی سورۃ یا فترۃ الوحی کے بعد پہلے نازل ہونے والا قرآن کا حصہ (یایھا المدثر) ہے یا رسالت کا پہلا پیغام (یا یھا المدثر) اور نبوت کا پہلا پیغام (اقرأ) ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بارے میں بھی یہی کہا گیا ہے حالانکہ بسم اللہ تو ہر سورت کی ابتدا میں نازل ہوئی ہے اور ان دونوں باتوں کی دلیل مرسل روایات ہیں' لیکن پہلی بات جس کی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے تائید ہوئی ہے وہی راجح اور مشہور ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے (اقرا باسم ربك) نازل ہوئی اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (یا یھا المدثر) سب سے پہلے نازل ہوئی' ان دونوں روایات کو "برہان" میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"بعض اہل علم نے ان دونوں احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی ابتداء سے متعلق قصہ سنا تو ہے' لیکن وہ آخری حصہ ہے' انہوں نے پہلا حصہ نہیں سنا' اسی لحاظ سے انہیں یہ وہم ہوا کہ یہی سب سے پہلے نازل ہوا ہے' حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ بات یوں ہے کہ یہ سورت فترۃ الوحی اور اقرأ کی آیات کے بعد نازل ہوئی۔

جیسے صحیحین کی ایک اور حدیث سے ثابت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فترۃ الوحی کے بارے میں فرما رہے تھے' آپ نے گفتگو کے دوران فرمایا کہ میں چل پھر رہا تھا کہ میں نے آسمان سے آواز سنی' میں نے اپنا سر اٹھایا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں بے حد مرعوب ہو گیا میں گھر واپس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑے میں لپیٹ دو' لپیٹ دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ﴿يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ٥ قُمْ فَأَنذِرْ﴾ نازل فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اس فرشتے کے بارے میں بتایا جو اس سے پہلے حراء میں آ چکا تھا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اقرأ کا نزول غار حراء میں ہوا تھا اور وہ پہلی وحی تھی' پھر وحی کا سلسلہ رک گیا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ "یا یھا المدثر" کے بعد وحی مسلسل آتی رہی تو اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے "اقراء" اور "المدثر" اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اس طرح ان دونوں احادیث میں کوئی تضاد باقی نہیں رہے گا' یعنی سب سے پہلے (اقرأ باسم ربك الذی خلق) غار حرا میں نازل ہوئی اور آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹ آئے' انہوں نے آپ پر ٹھنڈا پانی ڈالا اور پھر ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں "یا یھا المدثر" نازل ہوئی۔

اور یہ قول کہ سب سے پہلے فاتحہ نازل ہوئی ہے اس کو ابو اسحٰق نے ابی میسرۃ سے نقل کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب آواز سنتے تو آپ دوڑنے لگتے پھر انہوں نے آپ پر فرشتے کے نزول کا ذکر کیا اور اس کا آپ سے یہ کہنا کہ آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ٥ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ٥ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ تک کہیں۔

قاضی ابوبکر "الانتصار" میں لکھتے ہیں' یہ روایت منقطع ہے اور سب سے صحیح بات یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ سب سے پہلے "اقرا باسم ربك" نازل ہوئی اور اس کے بعد قدرے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ "یایھا المدثر" نازل ہوئی۔

ان تمام اقوال کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ آیات جو سب سے پہلے نازل ہوئیں، وہ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات "اقرا باسم ربك سے علم الانسان ما لم یعلم" ہیں، تبلیغ کے احکامات میں سب سے پہلے "یا یھا المدثر" نازل ہوئی۔ اور مکمل سورت سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوئی، جس طرح کہ ہم سب سے پہلے محاسبے کے بارے نقل کی گئی روایات کو جمع کرتے ہیں۔ انسان کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی اور دوسری حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا، ان دونوں احادیث میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ مظالم میں سب سے پہلے "خون" کا فیصلہ کیا جائے گا اور بدنی فرائض میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسالت کے بارے میں پہلے نازل ہونے والا قرآن کریم کا حصہ "یا یھا المدثر" ہے اور نبوت کے بارے میں سب سے پہلے نازل ہونے والا "اقرا باسم ربك" ہے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ "اقرا باسم ربك" سے محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ جب فرشتے کے ذریعہ کسی انسان کی طرف کسی خاص ذمہ داری کے لئے وحی کی جائے تو اسے نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور "یا یھا المدثر" سے رسالت پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ رسالت اس وحی کو کہتے ہیں۔ جب فرشتے کے ذریعے انسان کو عمومی ذمے داری کے لئے وحی کی جائے۔

سب سے آخر میں قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا:

کہا جاتا ہے کہ سب سے آخر میں آیت الربا نازل ہوئی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیت الربا ہے۔ اس سے مراد يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۔ (البقرۃ:۲۷۸) اور آیت وَٱتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ۔ (البقرۃ:۲۸۱) کے بارے میں یہی کیا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا سعید بن جبیر سے روایت ہے آخر شيء نزل من القرآن واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله۔ (النسائی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیۃ الدین کو سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت قرار دیا جاتا ہے۔ سعید بن المسیب روایت کرتے ہیں "انه بلغه ان احدث القرآن عهدا بالعرش آية الدين" کہ عرش سے سب سے بعد میں نازل ہونے والی آیت "آیت الدین" یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۝ (البقرۃ: ۲۸۲) ہے۔

اور ان تینوں روایات کے درمیان اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ یہ تینوں آیات ایک ہی مرتبہ ایسے ہی نازل ہوئی تھیں جس طرح ترتیب کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہیں' آیۃ الربا' آیۃ واتقو یوما اور آیۃ الدین ایک ہی قصہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو ہر راوی نے اس کے بعض حصے کو سب سے آخر میں نازل ہونے والا قرار دیا اور یہی صحیح ہے اور ان روایات میں کوئی تضاد نہیں۔

آیت کلالہ کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔ (النسآء: ۱۷۶) ہے۔

اس آیت کے سب سے آخر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آیات جو میراث سے متعلقہ ہیں ان میں سب سے آخر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ تا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (التوبۃ: ۱۲۸-۱۲۹) کو بھی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت کہا گیا ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ براءت کی آیات میں سے یہ آخری آیت ہے۔

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (سورۃ توبہ کی آخری) یہ دو آیات پڑھائی تھیں۔ (زوائد مسند احمد)

سورۃ مائدہ کو سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ قرار دیا گیا ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت امام ترمذی اور حاکم نے نقل کی ہے' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حلال اور حرام کے بارے میں نازل ہونے والی آخری سورۃ "المائدہ" ہے اور اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکام منسوخ نہیں ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے آخر میں ال عمران کی آیت ۱۹۵ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ نازل ہوئی تھی۔ اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ ابن مردویہ مجاہد کے واسطے سے ام سلمہ کی روایت بیان کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کا ذکر فرماتا ہے عورتوں کا ذکر ہی نہیں فرماتا۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۱) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۝ (النسآء:۳۲)

(۲) اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ تا لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:۳۵)

(۳) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ۔ آخر تک نازل ہوئی۔

اور نازل ہونے کے اعتبار سے یہ آیت آخری تھی، تو اس لحاظ سے مردوں کیلئے خاص طور پر نازل ہونے والی آیات کے بعد نازل ہونے والی آیات میں اس آیت کو آخری قرار دیا گیا۔

روایت میں موجود الفاظ سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آیت تینوں آیات میں سب سے آخر میں نازل ہوئی اور عورتوں کے ذکر والی آیات کے لحاظ سے یہ آخری آیت کہلائے گی۔

آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ کو بھی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت قرار دیا جاتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت (ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم) سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کو کسی نے منسوخ نہیں کہا۔ (البخاری)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ اس آیت کو کسی نے منسوخ نہیں کہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے حکم کے بارے میں یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ سب سے آخری نازل ہونے والی سورة (اذا جاء نصر الله والفتح) ہے۔ (مسلم)

اس حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے متعلق خبر دینے والی یہ آخری سورت ہے، جیسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا ہے یا پھر سورتوں میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت یہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام اقوال میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی بھی مرفوع روایت شامل نہیں' اس میں یہ ایک نے جو کچھ بھی کہا وہ اپنے اجتہاد اور غالب گمان پر کہا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے آخری آیت کے بارے میں جو کچھ سنا وہ اس نے بتا دیا' یا پھر اس نے خاص تشریعی لحاظ سے اس کو آخر میں نازل ہونے والی آیت قرار دیا' یا سب سے آخر میں مکمل سورۃ نازل ہوئی۔ یہ تمام اقوال ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔

لیکن آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (المائدۃ:۳) جو کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ میں نازل ہوئی' اس سے ظاہری طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام فرائض اور احکامات کی تکمیل ہوگئی ہے۔ اس بات کی طرف آیۃ الربا' آیۃ الدین' اور آیۃ الکلالۃ وغیرہ کے نزول کے بارے میں بات کرتے ہوئے بیان کر چکے ہیں اور اکثر علما نے اس آیت میں دین کی تکمیل کی طرف اشارہ سمجھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مکہ مکرمہ پر غلبہ عطا کر کے اپنی نعمت کی تکمیل فرما دی تھی' مشرکین کو وہاں سے جلا وطن کر دیا گیا تھا' وہ مشرکین کی شراکت کے بغیر اکیلے حج کر رہے تھے جبکہ پہلے مشرکین بھی ان کے ساتھ حج کیا کرتے تھے جبکہ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت کے مکمل ہونے کی وجہ سے تھا۔

قاضی ابوبکر الباقلانی اپنی کتاب ''الانتصار'' میں سب سے آخر میں نازل ہونے والے قرآن کریم کے حصہ سے متعلقہ مختلف روایات کے بارے میں لکھتے ہیں ''یہ تمام اقوال رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں' ہوسکتا ہے یہ کہنے والے نے اپنے اجتہاد اور گمان غالب کی بنا پر کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے اس آخری آیت کے بارے میں بتایا ہو جو اس نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی وفات کے دن سنی ہو یا آپ کے بیمار ہونے سے چند دن پہلے سنی ہو اور کسی دوسرے نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بعد سنی ہو اور اس نے نہ سنی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جب یہ آخری آیت نازل ہوئی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو دوسری نازل ہونے والی آیت کے ساتھ ملا کر تلاوت فرمایا ہو۔ پھر دوسری نازل ہونے والی آیات کو اس آخری نازل ہونے والی آیت کے بعد لکھنے کا حکم دیا گیا ہو اور اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوعات کے لحاظ سے پہلے نازل ہونے والی آیات

اہل علم نے موضوعات کے اعتبار سے پہلے نازل ہونے والی آیات کی طرف خاص توجہ دی ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

خوراک کے بارے میں:

اس سلسلے میں پہلی نازل ہونے والی آیت سورۃ انعام کی یہ آیت ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا تا رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام: ۱۴۵)

پھر سورۃ النحل کی آیت ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل: ۱۱۴–۱۱۵)

اس کے بعد المائدہ کی آیت۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ تا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (المائدہ: ۳)

پینے کی چیزوں سے متعلقہ پہلی آیت خمر کے بارے میں نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ تا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ○ (البقرۃ: ۲۱۹)

پھر سورۃ نساء کی آیت۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ (النساء: ۴۳)

پھر اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ تا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدۃ: ۹۰–۹۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خمر (شراب) کے بارے میں تین آیات نازل ہوئیں۔ (يسئلونك عن الخمر والميسر) نازل ہوئی تو یہ کہا گیا کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں شراب سے نفع حاصل کرنے دیں، آپ خاموش رہے پھر (لا تقربوا الصلاۃ) والی آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا کہ ہم نماز کے قریبی اوقات میں شراب نہیں پئیں گے، لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (خمر) شراب حرام کر دی گئی ہے۔ (طیالسی)

قتال کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قتال کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ (الحج: ۳۹) الحاکم

فوائد: سب سے آخر میں اور سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات کی معرفت سے حاصل ہونے والے اہم فوائد درج ذیل ہیں۔

(ا) اس خاص توجہ کا بیان کرنا مقصود ہے جو قرآن کی حفاظت اور اس کی آیات کو ضبط کرنے کے لئے دی گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کتاب کی ایک ایک آیت کو یاد کیا، انہوں نے یہ معرفت حاصل کی کہ یہ آیت کب اور کہاں نازل ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن آپ سے اس طرح سیکھتے تھے جس طرح کہ مومن اصول دین، ایمانی وارفتگی اور اپنی عزت و عظمت کے محور کو سیکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ قرآن کریم ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ رہا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹)

(ب) تشریع اسلامی کے اسرار و رموز کو اس کے حقیقی مصدر کی تاریخ میں پہچاننا۔

قرآن کریم کی آیات نے انسانی نفسیات کا علاج آسمانی ہدایت سے کیا ہے، لوگوں نے وہ حکیمانہ اسلوب اپنائے، جس سے ان کے نفس کمال کی بلندیوں کو چھونے لگے، ان پر احکامات تدریجاً نافذ ہوئے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی حق پر بہترین طریقے سے گامزن رہی اور ان کے معاشرتی معاملات سیدھے راستے پر ایک ترتیب سے چلتے رہے۔

ناسخ اور منسوخ کی تمیز:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی موضوع پر دو یا دو سے زیادہ آیات ملتی ہیں اور حکم کے لحاظ سے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جب ان کے نزول میں تقدیم و تاخیر کا علم ہو تو ان میں سے پہلی منسوخ اور دوسری ناسخ ہوگی۔ قرآن کریم انسانیت کو سیدھے اور واضح راستے کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، وہ اس کے لئے بہترین زندگی کی بنیادیں فراہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے جس کے ستون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے پر قائم ہیں اور وہ ماضی کے حالات اپنے نزول کے دور کے واقعات اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔

قرآن کریم کا اکثر حصہ انہی عام مقاصد کے پیش نظر نازل ہوا' لیکن چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اپنی گذری ہوئی زندگی میں سیرت کے بہت سارے واقعات بھی دیکھے تھے اور کبھی ایسے بھی ہوا کہ کوئی خاص حادثہ پیش آیا' جس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے یا انہیں کسی معاملے میں الجھن ہوتی ہے' تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال فرمایا کرتے تھے تاکہ انہیں اس معاملے میں اسلامی حکم کی معرفت حاصل ہو سکے اور اس واقعے یا اس فوری سوال کے متعلق قرآن کریم کا حصہ نازل ہوتا تو اس طرح اس کے نازل ہونے کی وجہ معلوم ہو جاتی۔

اہل علم کی توجہ:

قرآنی علوم کی تحقیق کرنے والے اہل علم نے اسباب نزول کی پہچان کے لئے خاص توجہ دی ہے' انہوں نے تفسیر قرآن میں اس کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور ایک جماعت نے خاص طور سے اس علم پر قلم اٹھایا' ان میں سب سے مشہور ''علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں۔

جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں' ان کے بعد الواحدی نے اپنی کتاب ''اسباب النزول'' لکھی پھر جعبری رحمۃ اللہ علیہ نے واحدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا اختصار کیا اور اس کی اسناد حذف کردیں' لیکن اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

پھر شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب النزول پر کتاب لکھی' امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مسودے کا ایک جز دیکھا ہے پوری کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اسباب النزول پر ایک بھرپور کتاب لکھی ہے' جو مختصر ہے لیکن اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اس کا نام میں نے ''لباب النقول فی اسباب النزول'' رکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسباب النزول کی معرفت کے ذرائع

اہل علم اسباب النزول کی معرفت میں رسول اللہ ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول صحیح روایات پر اعتماد کرتے ہیں' صحابہ رضی اللہ عنہم کی خبر اس بارے میں واضح ہو اور ان کی اپنی رائے نہ ہو بلکہ وہ مرفوع کے حکم میں ہو۔

واحدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسباب نزول کے بارے میں نزول کا مشاہدہ کرنے والوں اسباب سے واقفیت رکھنے والوں' اس علم کی چھان بین اور اس کے حصول میں کوشش کرنے والوں سے سنی ہوئی بات اور روایت کے علاوہ کچھ بھی کہنا جائز نہیں اور وہ اس بارے میں ثبوت کے بغیر کچھ کہنے سے گریز کرتے تھے۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ''عبیدہ'' سے قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ (کے عذاب) سے بچو اور صحیح بات کہو' وہ لوگ جا چکے ہیں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو یہ علم تھا کہ قرآن کریم کس بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب ابن سیرین رحمہ اللہ جیسا عظیم تابعی روایت کی تلاش اور فیصلہ کن لطیف بات کے لئے ایسا کہتا ہے' تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح اسباب النزول کی واقفیت واجب ہے۔ اس لئے اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اقوال پر ہی اعتماد کرنا پڑتا ہے' جن کے الفاظ مسند حدیث کے قائم مقام ہوں اور ان میں یقینی طور پر یہ بتایا گیا ہو کہ نزول کا سبب یہ ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تابعی کے واضح قول کو بھی اسباب النزول میں قبول کرتے ہیں' وہ مرسل ہوگا' اس کی نسبت صحیح ہو اور وہ تابعی تفسیر کا امام ہو' جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا ہو' جیسے مجاہد' عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کوئی دوسری مرسل روایت اس کی تائید کرتی ہو۔ (الاتقان ۱/ ۳۱)

واحدی رحمہ اللہ نے اپنے دور کے علماء کا اسباب نزول کی روایات کے بارے میں تساہل برتنے پر خوب مواخذہ کیا ہے' ان پر جھوٹ کا اتہام لگایا اور انہیں شدید وعید سے ڈرایا ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہر کوئی آج کل باتیں بناتا ہے' خوب جھوٹ بولتا ہے' جاہلیت کے گھوڑے پر سوار ہے اور جاہل انسان کے لئے کسی آیت کے بارے میں کچھ کہنے پر جو وعید موجود ہے اس کے بارے میں فکر نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب کی تعریف

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب نزول کا انحصار دو امور پر ہے۔

(۱) کوئی حادثہ پیش آئے اور قرآن کریم اس بارے میں نازل ہو' جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت (وانذر عشیرتك الاقربین ○) نازل ہوئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارا۔ "یاصباحاہ" [1] اور جب لوگ جمع ہو گئے' تو آپ نے فرمایا' مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر (حملہ کرنے والا) ہے' تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ تو انہوں نے کہا' ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ کہتے ہوئے نہیں سنا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں آئندہ آنے والے سخت عذاب سے متنبہ کرتا ہوں۔

ابولہب نے (یہ سن کر) کہا کہ آپ برائی سے دوچار ہوں' کیا آپ نے ہمیں اسی لئے جمع کیا ہے' پھر وہ کھڑا ہوا تو سورۃ (تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ○) نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال پوچھا گیا تو قرآن اس بارے میں حکم کے ساتھ نازل ہوا' جیسے خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کے شوہر سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ظہار [2] کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکوہ کیا' ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ ذات بہت ہی بابرکت ہے جس کی سماعت ہر چیز پر محیط ہے' میں خولہ بنت ثعلبہ کی بات سن رہی تھی جب وہ اپنے شوہر کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رہی تھی' اس کی بعض گفتگو میری سمجھ میں نہ آئی' وہ بیان کر رہی تھی۔ اے اللہ کے رسول! اس نے میری جوانی کا ستیاناس کر دیا' میں نے اس کے لئے اولاد کو جنم دیا' اب جبکہ میری عمر ڈھل چکی ہے اور میں اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہی' تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا [2] ہے۔ یا اللہ! میں اپنا شکوہ تیرے سامنے بیان

---

[1] اس قسم کے کلمات لوگوں کو جمع کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں اور اس کا لفظی مفہوم صبح کے وقت کسی خطرے کا اظہار ہوتا ہے اور اگر شام کے وقت خطرہ ہو تو پھر (یامساء) کہتے تھے۔

[2] بیوی کو ماں یا بہن کی طرح اپنے لئے حرام قرار دے لینا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کررہی ہوں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خولہ وہیں موجود تھی کہ جبرائیل علیہ السلام ان آیات کو لے کرنازل ہوئے۔ (قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا۔ (ابن ماجہ' حاکم نے اسے صحیح کہا ہے' ابن مردویہ' البیہقی)

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انسان ہر آیت کے نازل ہونے کا سبب تلاش کرنا شروع کردے کیونکہ قرآن کریم کا نزول حوادث اور واقعات کے مطابق نہ تھا اور نہ ہی کسی سوال یا وضاحت طلب معاملہ کے مطابق نازل ہوتا تھا بلکہ قرآن کریم کا نزول ابتدائی لحاظ سے ایمانی عقائد' اسلامی واجبات' انفرادی اور اجتماعی انسانی زندگی سے متعلق اللہ تعالیٰ کے قوانین کے لئے تھا۔ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نزول قرآن دو انواع پر مشتمل ہے' پہلی نوع قرآن کریم کے ابتدائی نزول پر مشتمل ہے اور دوسری نوع میں قرآن کریم کا وہ حصہ آتا ہے جو کسی واقعہ یا سوال کے بعد نازل ہوا۔

اس لئے سبب نزول کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ سبب وہ معاملہ ہے کہ جس کے وقوع پذیر ہونے پر اس سے متعلق قرآن کریم نازل ہوا جیسے کوئی حادثہ یا سوال۔

اسباب نزول کے علم کو وسعت دینا بہت بڑی زیادتی ہوگی بلکہ اس کا ایک حصہ تو ایسی خبروں پر مشتمل ہے جو گذرے ہوئے حالات اور واقعات سے تعلق رکھتا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سبب نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آیات اس سبب کے واقع ہونے والے دنوں میں نازل نہیں ہوئیں' یہ صرف اس لئے ہے تاکہ واحدی رحمہ اللہ کی اس بات سے احتراز کیا جاسکے جو انہوں نے سورۃ الفیل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھی ہے کہ اس سورت کا سبب نزول اہل حبشہ کی آمد تھا' حالانکہ ان کی آمد کا اسباب نزول سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس میں تو گذرے ہوئے واقعات کی خبر دی گئی ہے' جیسے نوح علیہ السلام کی قوم' قوم عاد اور ثمود کی خبر دی گئی ہے اور بیت اللہ کی تعمیر وغیرہ کی خبر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنانے کا سبب بیان فرمایا ہے۔ ان تمام کا نزول قرآن کے اسباب سے کوئی تعلق نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسباب نزول کی معرفت کے فائدے

(ا) اس حکمت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جس کی وجہ سے کسی حکم کی قانون سازی کی گئی ہو، اور عمومی مصلحتوں کے لئے ان شرعی سہولتوں کا ادراک حاصل کرنا جن کی بدولت حوادث اور واقعات سے عہدہ برآ ہو کر امت کیلئے رحمت کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔

(ب) جو اہل علم یہ کہتے ہیں کہ قرآنی حکم اگرچہ عام لفظوں میں نازل ہوا ہو، لیکن خاص ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے عمومی الفاظ کو خاص سمجھا جائے گا، تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اس کی مزید وضاحت آئندہ کی جائے گی۔

اس کی مثال اس آیت سے بیان کی جاتی ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (ال عمران: ۱۸۸)

"ایسے لوگ جن کو کچھ دیا جائے تو وہ بہت خوش ہوئے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی تعریف ایسے کاموں کی وجہ سے کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، تو آپ ایسے لوگوں کو عذاب سے بچ نکلنے والے نہ سمجھ لیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا، رافع، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم میں سے ہر انسان کو اگر اس وجہ سے عذاب ہوگا کہ اسے جو کچھ ملتا ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور کچھ کئے بغیر وہ چاہتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا۔ یہ پیغام سن کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس آیت سے کیا سمجھتے ہو، یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر انہوں نے ال عمران کی آیت ۱۸۷ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تلاوت فرمائی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے بارے میں دریافت فرمایا، تو انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا لیا اور کسی دوسری چیز کو لے بیٹھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے یہ ظاہر کرتے ہوئے اٹھ گئے کہ جو کچھ آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دریافت فرمایا تھا وہ ہم نے بتا دیا ہے' ان کی خواہش تھی کہ اس کارکردگی پر ان کی تعریف کی جائے اور دوسری طرف انہیں یہ خوشی تھی کہ انہوں نے اصل مطلوبہ چیز کو چھپا لیا ہے۔ (البخاری و مسلم)

(ج) اسی طرح جب قرآن کے الفاظ عمومی ہوں لیکن ان کو خاص کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود ہو تو پھر سبب کی معرفت سے صرف اس صورت کے لئے تخصیص محدود ہو جاتی ہے اور اس کو خارج کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ سبب بننے والی ضرورت تو عمومی الفاظ میں لازمی طور پر شامل ہوگی تو اس کو اجتہاد سے الگ کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اجتہاد تو ظنی ہوتا ہے اور جمہور بھی یہی کہتے ہیں۔

اس کی مثال میں یہ آیت بیان کی جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ (النور: ۲۳-۲۵)

"بیشک وہ لوگ جو پاکدامن' غافل مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہی لعنت ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اس دن ان کے خلاف ان کی زبان اور ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ان کے دین (اعمال) کا پورا بدلہ دے گا اور انہیں علم ہو جائے گا کہ بیشک اللہ ہی واضح حق ہے۔"

یہ آیت خاص طور پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی تھی یا ان کے بارے میں اور رسول اللہ ﷺ کی باقی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ یہ آیت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے' ان سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ آیت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ایسا کرنے والے شخص کے لئے کوئی توبہ نہیں لیکن اگر کوئی عام مومن عورت پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہمت لگاتا ہے تو اس کے لئے توبہ ہے' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ۝

(النور: ۴-۵)

اس آیت کی بنا پر اگرچہ تہمت لگانے والے کی توبہ کی قبولیت اس آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ) کے عمومیت کو خاص کر دیتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس تخصیص کا وہ شخص حقدار نہیں جس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا باقی امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگائی ہو۔

ایسے شخص کی کوئی توبہ نہیں کیونکہ سبب بننے والی صورت عمومی لفظوں میں لازمی طور پر داخل ہوتی ہے۔

(د) اسباب نزول کی معرفت قرآن کریم کے معانی و مفہوم سمجھنے کا بہت بہتر ذریعہ ہے۔

بعض آیات جن کی تفسیر میں بعض پہلو اس وقت تک پوشیدہ رہتے ہیں جب تک کہ ان کے نزول کا سبب معلوم نہ ہو لیکن جب سبب معلوم ہو جائے تو پھر وہ پوشیدہ پہلو واضح ہو جاتے ہیں۔

واحدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی آیت کی تفسیر اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک کہ اس سے متعلق قصہ اور سببِ نزول معلوم نہ ہو جائے۔

ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ سبب نزول کی معرفت قرآنی کے معانی سمجھنے کے لئے سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سبب نزول کی معرفت آیت کے سمجھنے میں معاون بنتی ہے کیونکہ سبب کے علم سے مسبب کا علم حاصل ہوتا ہے' جیسے مروان کو آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ کا مفہوم سمجھنے میں مشکل پیش آئی حتی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں اس آیت کے سبب نزول سے آگاہ فرمایا۔

اسی طرح آیت: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۵۸) بھی ہے۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہری الفاظ یہ تقاضا نہیں کرتے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرض ہے کیونکہ رفع الجناح (گناہ کے نہ ہونے) سے کسی چیز کا کرنا مباح ثابت ہوتا ہے واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا' بعض اہل علم نے اسی ظاہر کو اختیار کیا ہے۔ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اسی مفہوم کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان فرمایا تو انھوں نے سبب نزول کی وجہ سے اس کی تردید فرمائی۔ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کو گناہ سمجھنا شروع کر دیا تھا کیونکہ یہ دور جاہلیت کا عمل تھا۔ صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ نامی بت تھے اور دورِ جاہلیت میں لوگ سعی کرتے ہوئے ان کو چھونا عبادت سمجھتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں (اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا) کیونکہ میرے خیال میں اس آدمی پر کوئی گناہ نہیں جو ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی نہیں کرتا' تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے بھانجے! تو نے بری بات کہی ہے کیونکہ اگر اس آیت کا مفہوم تیری تاویل کے مطابق ہوتا تو پھر آیت کے الفاظ اس طرح ہوتے "فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ لَا یَّطَّوَّفَ بِهِمَا" لیکن اس کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ انصار اسلام لانے سے پہلے اپنے معبود مناۃ نامی بت کے نام سے احرام باندھتے تھے اور مناۃ کے نام سے احرام باندھنے والے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے آیت (اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ) نازل فرمائی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان طواف کو واضح فرمایا' اس لئے کسی کے لئے بھی ان دونوں کے درمیان سعی کو چھوڑنا جائز نہیں۔

(۵) سبب نزول سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاکہ کسی خصومت اور ظلم کی بنا پر کسی اور کے لئے محمول نہ کیا جائے۔

جیسے وہ انسان جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْاَوَّلِيْنَ (الاحقاف: ١٧)

''وہ انسان جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم دونوں کے لئے افسوس ہے' کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ مجھے (قبر سے) نکالا جائے گا' حالانکہ مجھ سے پہلے بہت ساری قومیں گذر چکی ہیں اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پر افسوس ہے' تو ایمان لے آ' بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے' تو وہ کہتا کہ یہ سب پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔''

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ بنانے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے مدینہ کے گورنر مروان کو اس بارے میں لکھا' اس نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا اور یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا' مروان نے انہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے تو مروان نے کہا کہ یہی وہ انسان ہے جس کے بارے میں آیت (والذی ---- من قبل) نازل ہوئی ہے' تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید فرمائی اور اس آیت کا سبب نزول بیان فرمایا۔

یوسف بن ماھک بیان فرماتے ہیں کہ مروان حجاز کا والی تھا' اسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا' اس نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تاکہ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد اس کی بیعت کر لیں تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کچھ کہا' مروان نے کہا کہ اس کو پکڑ لو' تو وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہ انہیں نہ پکڑ سکے' مروان نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں۔ (وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ ----) نازل ہوئی ہے۔ تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمارے بارے میں کوئی قرآن نازل نہیں ہوا' صرف اللہ تعالیٰ نے میرے عذر کے بارے میں آیات نازل فرمائی ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ جب مروان نے یزید کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا اور کہا یہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہے تو سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سنت تو ہرقل اور قیصر کی ہے' مروان نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ (وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ ----) الآیۃ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ مروان نے جھوٹ کہا ہے اللہ کی قسم اس سے عبدالرحمٰن مراد نہیں اور جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں چاہوں تو اس کا نام بھی بتا سکتی ہوں۔

خاص سبب نہیں بلکہ عمومی الفاظ کا اعتبار ہوگا:

جب کسی سبب کی وجہ سے نازل ہونے والے قرآن میں عمومی الفاظ پائے جائیں یا پھر کسی سبب کو خصوصی انداز سے بیان کیا گیا ہو تو عام کو اس کے عموم اور خاص کو اس کی خصوصی حالت پر محمول کیا جائے گا۔

پہلی مثال: سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۲۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آ جاتا تو وہ اسے گھر سے نکال دیتے' اسے اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہ کرتے اور نہ ہی اسے گھر میں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں گھروں میں رکھو اور جنسی تعلق کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو۔

دوسری مثال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل: ۱۷-۲۱)

یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے "الاتقی" تفضیل کے صیغے کو "الف لام" معہود کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے تو اس طرح یہ آیت اس کے لئے خاص ہوگی جس کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ "الف لام" اس وقت عموم کا فائدہ دیتا ہے جب وہ موصولہ ہو یا جمع کو معرفہ کیا گیا ہو۔ "الاتقی" میں الف لام موصولہ نہیں ہے کیونکہ موصولہ الف لام افعل تفضیل کے ساتھ نہیں آتا۔ اسی طرح "الاتقی" جمع بھی نہیں بلکہ وہ مفرد ہے اور اس کا معہود ہونا بھی موجود ہے اور افعل کا وزن تمییز پر دلالت کرتا ہے' اس لئے یہ امر آیت کے اس شخص تک محدود ہونے کیلئے کافی ہے' جس کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔

واحدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "الاتقی" سے مراد تمام مفسرین کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات ایسے انسانوں کو خرید کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا' ان میں سیدنا بلال' سیدنا عامر بن فہیرہ' النہد یہ اور اس کی بیٹی' ام عیسیٰ اور بنی المومل کی لونڈی' انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (وسیجنبھا الاتقی) سورۃ کے آخر تک۔

عامر بن عبداللہ بن الزبیر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ (فاما من اعطی واتقی) سے سورت کے آخر تک۔

جب سبب خاص ہو اور آیت کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہوں تو اصولیین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا الفاظ کی عمومیت کا اعتبار کیا جائے گا یا خاص سبب کو ملحوظ رکھیں گے؟

(۱) جمہور کے کا قول ہے کہ الفاظ کی عمومیت کا اعتبار کریں گے اور خاص سبب کو ملحوظ نہیں رکھیں گے۔

اس طرح سے الفاظ کی عمومیت سے جو حکم استنباط کیا جائے گا اس کا اطلاق خاص سبب کے علاوہ اس جیسے دوسرے اسباب پر بھی ہوگا' جیسے لعان کی آیات جو ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کرنے کی تہمت لگائی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تیری کمر پر حد لگے گی' تو ہلال نے کہا اے اللہ کے رسول! جب ہم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو زنا کرتے ہوئے دیکھے تو جا کر گواہ ڈھونڈے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے گواہ لاؤ' ورنہ تجھے حد لگے گی' سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسی آیت نازل فرمائے گا جو مجھے حد سے بری کر دے گی۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام سورۃ النور کی آیات وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (۶-۹) لے کر نازل ہوئے' چنانچہ ان آیات سے جو حکم اخذ کیا گیا ہے وہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کے علاوہ بھی اس قسم کے حادثات کے وقت نافذ ہوگا۔ اس کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہی راجح اور صحیح رائے ہے اور شریعت کے عمومی احکام اس سے مناسبت رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کے مجتہدین نے بھی یہی طریق کار اپنایا کہ آیات کے احکام کو سبب ضورت کے علاوہ بھی نافذ العمل سمجھتے تھے۔

روایات میں اختلاف کی بنا پر جس طرح اوس بن صامت یا سلمہ بن صخر کے بارے میں ظہار والی آیات نازل ہوئیں' لیکن ان کا حکم عام ہے' چنانچہ خاص اسباب میں نازل ہونے والی آیت کے عمومی الفاظ کو حجت بنانا اہل علم کے ہاں بہت عام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر ہی ایسے ہوتا ہے' اس بنا پر جس کسی خاص شخص کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جیسے ظہار والی آیت سیدنا اوس بن صامت کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی' کلالہ والی آیت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ ○ (المائدۃ:۴۸) بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی' اس کے لئے اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ وہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ آیت مکہ کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی یا یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی یا مومنین کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا یہ مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ آیت کا حکم صرف مذکورہ جماعت' قوم یا گروہ کے لئے خاص ہے اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کوئی مسلمان بلکہ کوئی بھی عقل مند بالکل یہ نہیں کہہ سکتا لوگ اگرچہ کسی سبب کے بارے میں نازل ہونے والے عام الفاظ کو متنازعہ بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہ عام لفظ اپنے سبب کے ساتھ خاص ہیں' لیکن یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کتاب وسنت کے عمومی الفاظ کسی خاص شخص کے ساتھ خاص ہیں' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت کا حکم اس جیسے لوگوں کے لئے خاص ہے' یعنی اس جیسے تمام لوگوں کے لئے وہ حکم عام ہوگا اور اس آیت میں عموم لفظی لحاظ سے نہ ہوگا۔

وہ آیت جو کسی خاص سبب کی بنا پر نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی کام کرنے کا حکم یا نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم پایا جاتا ہے تو وہ اس خاص شخص اور یہ اس شخص کو شامل ہوگی جو اس شخص جیسا ہو اور اگر اس آیت میں کسی کی مدح یا مذمت بیان کی گئی ہو تو بھی وہ اس خاص شخص اور اس جیسے تمام آدمیوں کے لئے ہوگی۔

(۲) ایک جماعت الفاظ کی عمومیت کا اعتبار نہیں کرتی بلکہ ان کے نزدیک خاص سبب کا اعتبار ہوگا' عام الفاظ تو خاص سبب کی صورت کے لئے دلیل ہوتے ہیں' اس لئے دوسری صورتوں کے لئے بھی دوسری دلیل کا ہونا ضروری ہے' جیسے قیاس وغیرہ' تاکہ خاص سبب کو روایت نقل کرنے کا فائدہ باقی رہے' سبب اور مسبب میں ویسے ہی موافقت موجود ہو جیسے سوال اور جواب میں مطابقت ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب نزول کے لئے استعمال ہونے والے کلمات

سبب نزول کا صیغہ یا تو سبب کے بارے میں واضح نص ہوگا یا پھر اس میں احتمال ہوگا اور واضح نص اس وقت ہوگی جب راوی بیان کرتے ہوئے کہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے یا پھر نزول کے مواد میں "فا" تعقیبہ موجود ہو یا جب اس مواد کو کسی حادثہ یا سوال کے بعد ذکر کیا گیا ہو۔

جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ حدث کذا' یا سئل رسول اللہ ﷺ عن کذا نزلت الایۃ فلاں واقعہ ہوا یا رسول اللہ ﷺ سے فلاں چیز کے بارے میں سوال کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دونوں صیغے سبب کو ظاہر کرنے کے لئے واضح ہیں' ان دونوں کی مثالیں آگے بیان کی جائیں گی۔

احتمالی کلمات:

جب کسی آیت میں احکام پائے جاتے ہوں اور اس کو بیان کرتے ہوئے راوی یہ کہے کہ یہ آیت فلاں سبب کی بنا پر نازل ہوئی۔ ان کلمات سے کبھی تو سبب النزول مراد ہوتا ہے اور کبھی یہ مراد ہوتا ہے کہ یہ بات آیت کے معانی میں داخل ہے۔ اور اسی طرح جب بیان کرنے والا یہ کہے۔ احسب هذه الاية فی کذا او ما احسب هذه الاية نزلت الا فی کذا۔ یعنی "میرا خیال ہے کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے۔" تو راوی یہ کلمات استعمال کر کے سبب کے بارے میں قطعی بات نہیں کرتا۔

اس طرح یہ دونوں کلمات سبب کے ظاہر کرنے میں بطور احتمال استعمال ہوتے ہیں۔

پہلی مثال: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (نساء کم حرث لکم) الایۃ عورتوں سے دبر میں دخول کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری مثال: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری (جو بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھا) کا حرہ میں پانی کی ایک گذرگاہ سے متعلق جھگڑا ہو گیا جس پانی سے وہ دونوں اپنی کھجوروں کو سیراب کیا کرتے تھے' انصاری نے کہا پانی گذرنے دو لیکن سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور جب معاملہ رسول اللہ ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس آیا تو آپ نے فرمایا' اے زبیر! کھجوروں کو سیراب کر لو اور پھر پانی اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو' انصاری غصے میں آ گیا اور کہنے لگا بیشک وہ آپ کا پھوپی زاد ہے' تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا' آپ نے فرمایا زبیر' سیراب کرنے کے بعد پانی روک لو حتیٰ کہ دیواروں تک پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق کو محفوظ کر لیا' جبکہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے اپنی رائے دی تھی جس میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری دونوں کے لئے بہتری تھی اور جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق کو اپنے واضح حکم سے محفوظ فرمایا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خیال نہیں کرتا مگر یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔ (النسآء: ٦٥)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قول "نزلت هذه الاية فی کذا" اس سے کبھی تو سببِ نزول مراد ہوتا ہے اور کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ یہ بات اگرچہ سبب نہیں ہے لیکن آیت میں داخل ہے۔

صحابی جب یہ کہے کہ "نزلت هذه الآية فی کذا" تو اہل علم کے ہاں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا اس کو مسند حدیث کے قائم مقام سمجھا جائے گا جیسے وہ صحابی اس سبب کا ذکر کر رہا ہے جس کی وجہ سے وہ آیت نازل ہوئی ہے یا پھر اس کو تفسیر کے قائم مقام سمجھا جائے گا جو کہ مسند نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس کو مسند میں داخل کرتے ہیں' لیکن ان کے علاوہ دیگر ائمہ اس کو مسند میں داخل نہیں کرتے اور اکثر مسانید اسی اصطلاح کے مطابق ہیں جیسے مسند احمد وغیرہ۔

لیکن جب اس سبب کو ذکر کیا جائے جس کے بعد وہ آیت نازل ہوئی ہو تو اس قسم کی روایت کو تمام لوگ مسند میں داخل کرتے ہیں۔ زرکشی رحمہ اللہ نے برہان میں کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین کی عادت سے یہ بات سامنے آئی ہے جب وہ یہ کہتے ہیں کہ "نزلت هذه الآية فی کذا" تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ میں یہ حکم بھی پایا جاتا ہے اور یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آیت کے نزول کا سبب ہی یہی ہے' بلکہ آیت سے اس حکم پر استدلال ہوتا ہے اور یہ مقصد نہیں ہوتا کہ واقعہ کو اس لئے نقل کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب نزول کے بارے میں روایات کا زیادہ ہونا

کبھی ایک آیت کے سبب نزول کے بارے میں روایات زیادہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں روایات کے بارے میں مفسر کا موقف اس طرح سے ہوتا ہے۔

(ا) جب سببِ نزول کے بارے میں واضح کلمات استعمال نہ ہوئے ہوں جیسے یہ کہا جائے کہ "نزلت هذه الاية في كذا' او' احسبها" نزلت في كذا تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں' اس سے مراد تفسیر ہوتی ہے اور یہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یہ بات بھی آیت میں داخل ہے اور آیت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے' اس سے سببِ نزول کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہوتا لیکن اگر کسی ایک کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس سے معلوم ہو کہ اس سے سبب کو ذکر کرنا مقصود ہے۔

(ب) اگر کوئی صیغہ واضح نہ ہو جیسے کہ یہ کہا جائے "نزلت في كذا" اور کسی دوسرے نے سبب مخالف کو ذکر کر کے وضاحت کر دی ہو' تو سبب کی نص پر اعتماد کیا جائے گا' جیسے اور دوسرے کو آیت میں پائے جانے والے احکامات پر محمول کیا جائے گا آیت (نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ) کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ آیت پڑھی تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ تو میں نے کہا نہیں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت عورتوں کی دبر میں دخول کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ سببِ نزول کے بارے میں واضح نہیں ہیں لیکن اس کے مخالف سبب کے ذکر میں صراحت موجود ہے جیسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر انسان اپنی عورت کو الٹا کر کے اس کی فرج میں جماع کرے تو اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے' اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی' تو اس طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ اس میں سبب نزول کی صراحت موجود ہے اس لئے کہ وہ سبب کی نص ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کلام نص نہیں ہے اس لئے اس کو استنباط اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سمجھا جائے گا۔

(ج) اگر روایات کی تعداد زیادہ ہو اور ہر ایک سبب کے بارے میں نص بھی ہو لیکن ان میں سے ایک کی سند صحیح ہو تو صحیح روایت پر اعتماد کیا جائے گا۔ جیسے سیدنا جندب البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوگئی اور آپ دو یا تین راتیں قیام نہ فرما سکے تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرا خیال ہے کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، وہ دو یا تین راتوں سے آپ کے قریب نہیں آیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَالضُّحٰىo وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰىo مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىo (بخاری و مسلم)

حفص بن میسرہ اپنی والدہ سے اور وہ اپنی لونڈی سے (بیان کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھیں) وہ کہتی ہیں کہ ایک چھوٹا سا کتا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوگیا، وہ چارپائی کے نیچے گھس گیا اور مر گیا، تو چار دن تک رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل نہ ہوئی، آپ نے فرمایا اے خولہ! رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کیا ہوا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس نہیں آتے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں گھر کو صاف ستھرا کر دوں چنانچہ میں جھاڑو لے کر چارپائی کے نیچے جھکی تو چھوٹے سے کتے کو نکالا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کی داڑھی مبارک پر کپکپی طاری تھی، جب آپ پر وحی آتی تو آپ پر کپکپی طاری ہو جایا کرتی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے وَالضُّحٰىo وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰىo مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىo وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىo وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىo آیات نازل فرمائیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چھوٹے سے کتے کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام کی آمد میں تاخیر ہونے کا قصہ مشہور ہے، لیکن اس کا سبب نزول ہونا بہت عجیب سبب ہے، اس قصے کی سند میں بعض راوی غیر معروف ہیں، اس لئے صحیحین کی روایت پر اعتماد کیا جائے گا۔

(د) جب روایات صحت کے لحاظ سے برابر ہوں لیکن کسی روایت میں ترجیح کے اسباب میں سے کوئی سبب موجود ہو جیسے راوی کا قصے کے وقت حاضر ہونا یا پھر ان روایات میں کوئی زیادہ صحیح ہو تو پھر راجح روایت کو مقدم سمجھا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں گھوم رہا تھا اور آپ نے کھجور کی ٹہنی کا سہارا لیا ہوا تھا' آپ چند یہودیوں کے پاس سے گذرے تو ان میں سے بعض نے کہا تم ان سے سوال کرو' پھر انہوں نے کہا: آپ ہمیں روح کے متعلق بتائیں' آپ کچھ دیر رکے' اپنا سر اوپر اٹھایا' میں نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے یہاں تک کہ فرشتہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (اسراء: ۸۵) البخاری۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قریش نے یہود سے کہا ہمیں کچھ بتاؤ تاکہ ہم اس انسان سے پوچھیں' تو انہوں نے کہا ان سے روح کے متعلق سوال کرو' قریش نے روح کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترمذی)

یہ روایت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ آیات مکی ہیں کیونکہ قریش مکہ میں تھے اور پہلی روایت سے ان آیات کا مدینہ میں نازل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پہلی روایت میں چونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ قصہ کے راوی خود وہاں موجود تھے' اس لئے ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز امت نے بھی دوسری کتابوں کی صحیح روایات کے مقابلے میں بخاری کی روایات کو قبولیت اور ترجیح سے نوازا ہے۔

اگر تکرار ہے تو اس لحاظ سے یہ آیات دوبار نازل ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں اور اپنی تائید میں وہ یہ کہتے ہیں کہ سورۃ "سبحان الذی" بالاتفاق مکی ہے۔

لیکن میرے خیال میں کسی سورت کا مکی ہونا اس کی بات کی نفی نہیں کرتا کہ اس کی ایک آیت یا ایک سے زیادہ آیات مکی نہ ہوں۔

آیت قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (اسراء: ۸۵) کے بارے میں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور ہم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جسے امام ترمذی نے بیان کیا ہے پر جو ترجیح دی ہے وہ اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ آیات کے نزول کو تعدد اور تکرار پر محمول کیا جائے' اگر یہ بات درست ہے کہ یہ آیات مکی ہیں اور سوال کے جواب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی تھیں۔ تو مدینہ میں بھی اس سوال کا دھرایا جانے کا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وحی کے ذریعہ دوبارہ وہی جواب دیا گیا ہو بلکہ تقاضا تو یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے سے نازل شدہ جواب دے دیتے۔

(ہ) جب ترجیحی لحاظ سے بھی روایات برابر ہوں تو ممکن ہے کہ نزول ان دو یا زیادہ اسباب کی وجہ سے جن کا زمانہ قریب قریب تھا' جیسے لعان کی آیات' جسے امام بخاری' ترمذی اور ابن ماجہ' رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کرنے کی اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی۔

اسی طرح امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ عویمر' عاصم بن عدی کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کرو جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے انسان کو (ناگفتہ بہ حالت میں) دیکھتا ہے' اگر وہ اسے قتل کرتا ہے تو کیا اسے بھی اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا' آخر وہ کیا کرے۔ تو ان دونوں واقعات کو جمع کیا جائے گا اور عویمر کی آمد اتفاقاً ہوگی اور یہ آیات ان دونوں حادثات کے بعد نازل ہوئیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسباب کے متعدد ہونے میں کوئی مانع نہیں۔

(و) اگر واقعات میں وقت کا بہت زیادہ فرق موجود ہو تو پھر آیات کے نزول کو تعدد اور تکرار پر محمول کریں گے۔ جیسے مسیّب بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے' ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی ان کے پاس تھے' آپ نے فرمایا' اے میرے چچا! آپ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں اس بنا پر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے لئے جھگڑ سکوں گا' تو ابوجہل اور عبداللہ نے بیک زبان کہا کیا آپ عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ رہے ہیں اور وہ دونوں ان سے یہی کہتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے بھی یہ کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا تو میں آپ کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۞ (التوبة: ۱۱۳)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو سنا وہ اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت کی دعا کر رہا تھا' میں نے اس سے کہا تم اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کر رہے ہو' تو اس نے جواب دیا کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار کرتے تھے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعے کا ذکر کیا تو مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ (الترمذی)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان گئے' وہاں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور کافی دیر سرگوشی کرنے کے بعد آپ رو پڑے' آپ نے فرمایا جس قبر کے پاس میں بیٹھا تھا وہ میری ماں کی قبر ہے' میں نے ان کیلئے دعا کرنے کیلئے اپنے رب سے اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی اور مجھ پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ (الحاکم)

ان تمام روایات کو تعدد نزول کی بنا پر جمع کیا جا سکتا ہے۔

ایسی ہی مثال سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے جب ان کا مُثلہ کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ میں تیرے بدلے میں ان کے ستر آدمیوں کا مُثلہ کروں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی کھڑے ہی تھے کہ جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا تا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۞ (النحل: ۱۲۶-۱۲۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات غزوہ احد میں نازل ہوئی تھیں' لیکن ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات فتح مکہ کے دن نازل ہوئی تھیں۔ (البیہقی' البزار عن ابی ہریرۃ)

سورۃ النحل چونکہ مکی ہے تو اس لئے ان تمام روایات کے درمیان اس طرح موافقت پیدا کی گئی کہ یہ بات ہجرت سے پہلے مکہ میں پوری سورت کے ساتھ' پھر احد میں اور پھر فتح مکہ کے موقع نازل ہوئیں اور ایسا تسلیم کرنے میں کوئی مانع نہیں کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے ذریعے تذکیر فرماتے ہیں اور اپنی شریعت کی یاد دہانی فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبھی کوئی آیت اپنی عظمت اور سبب کے واقع ہونے پر بھول جانے کے ڈر کی بنا پر تذکیر کے لئے دو بار نازل ہوتی ہے۔ جیسے فاتحہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سورت دو بار نازل ہوئی ہے' ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔

تعدد نزول اور اس کے تکرار کے بارے میں اہل فن نے یہی لکھا ہے' لیکن مجھے اس رائے کے بارے میں کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ اس طرح سے تکرار کی حکمت واضح نہیں ہوتی' میرا خیال ہے کہ سببِ نزول کے بارے میں جب بہت ساری روایات موجود ہوں اور ان سب میں مطابقت ممکن نہ ہو تو پھر ان میں سے راجح اور مناسب کو ترجیح دی جائے گی۔

آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ (التوبة:۱۱۳) کے سبب نزول کے بارے میں جو تین روایات موجود ہیں' ان میں پہلی روایت کو آخری دو روایات پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ وہ صحیحین میں مذکور ہے اور قوت کے اعتبار سے شیخین کی روایت کافی ہے۔ تو راجح بات یہ ہوگی کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہی بات سورۃ النحل کی آخری آیات کے سبب نزول کے بارے میں کہی جا سکتی ہے' کیونکہ تمام روایات ایک درجے کی نہیں ہیں' اس لئے زیادہ راجح اور مناسب کو اختیار کیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ نزول کا تعدد اور تکرار تسلیم کیا جائے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب نزول کے اسباب متعدد ہوں تو پھر وہ سب واضح نہیں ہوں گے یا واضح ہوں گے یا بعض غیر واضح اور بعض واضح ہوں گے' اگر سب غیر واضح ہوں تو ان کو تفسیر پر محمول کرنا اور آیت میں داخل سمجھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بعض واضح اور بعض غیر واضح ہوں تو پھر واضح پر اعتماد کریں گے۔

لیکن اگر سب واضح ہیں تو پھر ان میں سے ایک صحیح ہوگا یا سب صحیح ہوں گے' اگر ایک صحیح ہے تو اس پر اعتماد ہوگا اور اگر سب صحیح ہیں اور اگر ممکن ہو سکے' تو پھر ترجیح دی جائے گی' ورنہ سب میں موافقت پیدا کی جائے گی اگر ممکن ہو۔

اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو نزول کے متعدد اور متکرر ہونے پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اس آخری بات کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور یہ بات قابل اطمینان نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبب کی وحدت کے ساتھ نزول میں تعدد:

کبھی کبھار نازل ہونے والی آیت میں تعدد پایا جاتا ہے اور سبب ایک ہی ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایک ہی واقعہ کے بارے میں بہت سی آیات مختلف سورتوں میں نازل ہوتی ہیں۔

جیسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے' وہ کہتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ہجرت میں عورتوں کے بارے میں کچھ نہیں سنا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۝ (آل عمران: ۱۹۵)

اس روایت کو سعید بن منصور' عبدالرزاق' ترمذی' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' الطبرانی' اور حاکم نے بیان کیا ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن کریم میں مردوں کی طرح ہمارا کوئی ذکر نہیں' تو پھر میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا' آپ فرما رہے تھے۔ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ الآیۃ (الاحزاب: ۳۵)

اس روایت کو امام احمد' نسائی' ابن جریر' ابن المنذر' الطبرانی' اور ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مرد تو لڑائی کرتے ہیں' لیکن عورتیں لڑائی نہیں کرتیں اور ہمیں (عورتوں کو) میراث بھی نصف ملتی ہے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ (النسآء: ۳۲)

اور یہ آیت نازل فرمائی۔ (ان المسلمین والمسلمات......) اس طرح ان تینوں آیات کا سبب نزول ایک ہی ہے۔

حکم سے پہلے آیت کا نزول

امام زرکشی رحمہ اللہ ایک ایسی نوع کا ذکر کرتے ہیں جو اسباب نزول سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا نام انہوں نے "تقدم نزول الآیۃ علی الحکم" رکھا ہے اس کے لئے جو مثال انہوں نے بیان فرمائی ہے اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیت تو کسی خاص حکم میں نازل ہوئی تھی' لیکن اس پر عمل تاخیر سے ہوا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت مجمل الفاظ پر مشتمل ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس سے بہت سارے معانی اور مفہوم اخذ کیے جا سکتے ہیں' لیکن بعد میں اس آیت کو خاص معنی پر محمول کیا گیا تو اس طرح وہ آیت ایک متاخر حکم کے لیے دلیل بن گئی۔

"برہان" کے الفاظ یہ ہیں۔ "واعلم انه قد يكون النزول سابقا على الحكم وهذا كقوله تعالى (قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى) (الاعلى: ۱۴)

آیت حکم سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ اس آیت کو زکوۃ الفطر کیلئے دلیل بناتے ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت رمضان کی زکوۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(بیہقی نے اسے بیان کیا ہے اور اس جیسی مرفوع اور مسند روایت نقل کرتے ہیں)

بعض نے کہا ہے کہ اس تفسیر کی ہمیں کوئی سمجھ نہیں آئی کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ میں کوئی اور زکوۃ نہ تھی۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ آیت حکم سے پہلے نازل ہوئی ہو' جیسے سورۃ بلد جو مکی ہے لیکن آپ کی آمد اور فتح مکہ پر ظاہر ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مکہ میں قتال میرے لئے دن کے تھوڑے سے وقت کے لئے حلال کیا گیا۔

اس طرح سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ٥ (القمر: ۴۵) مکہ میں نازل ہوئی۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کون سی جماعت ہزیمت سے دو چار ہو گی لیکن جب غزوہ بدر ہوا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔

آپ دیکھیں کہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے سبب نزول کے لئے ایسے کلمات استعمال کیے ہیں جن میں سبب کا احتمال ہے اور آیت میں موجودہ احکام کا بھی احتمال ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت رمضان کی زکوۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور دوسری آیات جن کو زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے وہ مجمل ہیں اور ان میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہوتا ہے یا پھر وہ آیات ایسے کلمات پر مشتمل ہیں جو مستقبل کی خبر دیتی ہیں۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص کے بارے میں نازل ہونے والی متعدد آیات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے لئے ایک سے زیادہ واقعات پیش آئے اور ان میں سے ہر ایک واقعہ کے بارے میں قرآن کا حصہ نازل ہوا' تو واقعات کی کثرت اس کے بارے میں قرآن کریم کے حصہ کا متعدد بار نازل ہونے کا سبب بنے۔

جیسے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں چار آیات میرے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ میری ماں نے نہ کھانے پینے کی قسم کھائی تھی یہاں تک کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔ (لقمان: ۱۵)

''اور اگر وہ دونوں تجھے میرے ساتھ شریک بنانے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کے ساتھ معروف طریقے سے پیش آ ؤ۔''

اسی طرح میں نے ایک تلوار پکڑی جو مجھے بہت اچھی لگی میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ تلوار مجھے عنایت فرمائیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ (الانفال: ۱)

''وہ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔''

ایک دفعہ میں بیمار ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنا مال تقسیم کرنا چاہتا ہوں اور نصف مال کے بارے میں وصیت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: نہیں' میں نے عرض کیا تیسرا حصہ' آپ خاموش رہے اور اس کے بعد تیسرے حصے میں وصیت کرنا جائز ہو گیا۔

ایک دفعہ میں نے انصار قوم کے ساتھ شراب پی لی تو ان میں سے ایک آدمی نے میری ناک پر اونٹ کا جبڑا مار دیا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' تو اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت نازل فرمائی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات کا شمار بھی اس قسم میں ہوتا ہے ان کی رائے کے موافق بھی کئی ایک آیات نازل ہوئی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیت اور تعلیم کے میدان میں اسباب نزول کی معرفت کے فوائد

طالب علم کی توجہ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے تربیت کرنے والے اساتذہ تعلیمی زندگی میں تربیتی وسائل کو استعمال کرنے کے لئے بڑی دقت سے دوچار ہوتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں پڑھنے کا شوق پیدا ہو ان کی عقل اور شعوری قوتوں میں یکسوئی پیدا ہو بات سننے اور اس پر عمل کی رغبت بڑھ جائے کیونکہ تعلیم کے ابتدائی مرحلہ میں ایک اعلیٰ قسم کی سمجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس کی مدد سے مختلف قسم کے وسائل اختیار کرتے ہوئے استاد طالب علم کے ہوش و حواس کو سبق کے لئے آمادہ کرتا ہے جس کے لئے تجربہ سے حاصل ہونے والی بہترین مہارت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ استاد اپنی معلومات کے درمیان کسی تکلیف کے بغیر عمدہ طریقے سے ربط پیدا کر سکے۔

جس طرح پڑھائی کے ابتدائی مرحلہ میں طلبہ کی توجہ اور ان کے ہوش و حواس کو اسباق کی طرف مرکوز کرنا مقصود ہوتا ہے تو اسی طرح موضوع کا مکمل تصور پیش کرنے کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہر استاد اپنے طلبہ کو مکمل تصور کے بعد جزئیات کی طرف لائے اور سبق کے تمام عناصر کا تفصیلی طور پر احاطہ کرے لیکن یہ سب کچھ اجمالی طور پر موضوع کا مکمل تصور پیش کرنے کے بعد ہونا چاہیے۔

اسباب نزول کی پہچان قرآن کریم کی تدریس تلاوت اور تفسیر کے لئے ان تربیتی مقاصد کے حصول کے لئے سب سے افضل ذریعہ ہے کیونکہ سبب نزول یا تو کسی واقع ہونے والے حادثہ کا قصہ ہوگا۔

یا پھر رسول اللہ ﷺ سے سوال دریافت کیا گیا ہوگا تاکہ موضوع سے متعلقہ حکم واضح ہو اور قرآن کریم اس حادثہ یا سوال کے بعد نازل ہوا ہو تو اس طرح سے مدرس کو سبق کی ابتدا کرنے کے لئے کسی ایسی چیز کی ضرورت ہرگز نہیں پڑتی جسے وہ خود اپنی طرف سے پیش کرے بلکہ جب وہ سببِ نزول کا ذکر چھیڑے گا تو طلبہ کی توجہ ان کے حواس اور عقل و شعور میں یکسوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنے کے لئے اتنا ہی قصہ کافی ہوگا۔ وہ سبق پڑھنے اور سیکھنے کے لئے تیار ہوں گے، بات سننے کا شوق ابھرے گا اور حصولِ علم کی رغبت بڑھے گی۔

انہیں سببِ نزول کی معرفت سے سبق کے بارے میں ایسا عمومی تصور حاصل ہو جائے گا کہ جس میں جوش وخروش سے معمور قصے کے تمام عناصر موجود ہوں گے اور طلبہ کے دلوں میں ان آیات سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق موجزن ہوگا جو اس سبب نزول سے مناسبت رکھتی ہوں، نیز احکام کی تفصیل اور تشریعی اسرار ورموز کے لئے بھی ان کی دلچسپی بڑھے گی جن کی بدولت انسانیت کو زندگی کے سب سے بہترین طریقے اور سیدھے راستے کی راہنمائی حاصل ہوتی ہے جو عزت وعظمت اور سعادت کا راستہ ہے۔

تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ وہ تعلیمی تربیت کے میدان میں جس کا تعلق طلبہ کی خاص جماعت سے ہو یا پھر عوام کی راہنمائی سے ہو، تو وہ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اور رشد وہدایت کی تڑپ رکھنے والے عوام میں اثر انگیزی کے لئے اسباب نزول کے بیان سے فائدہ حاصل کریں کیونکہ تربیتی اسلوب کبھی تکمیل کے لئے اپنے دلچسپ معانی اور اعلیٰ تصورات کی وجہ سے بہت ہی مناسب، نفع بخش اور بہترین ذریعہ بنتے ہیں۔

آیات اور سورتوں کی مناسبت

جس طرح سبب نزول کی معرفت سے آیات کے معانی اور تفسیر میں آسانی ہوتی ہے، تو اسی طرح آیات کی باہمی مناسبت کی واقفیت سے معاملہ فہمی اور بہترین تعبیر میں بھی مدد ملتی ہے، اس لئے بعض اہل علم نے اپنی تصانیف میں اس بحث کو بھی خاص طور سے ذکر فرمایا ہے۔

مناسبت کے لغوی معانی مقاربت کے ہوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں آدمی سے مناسبت رکھتا ہے، یعنی ان دونوں میں قربت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ قیاس میں علت کی مناسبت سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے، یعنی حکم کے لئے قریبی اوصاف کے پائے جانے کو مناسبت کہتے ہیں۔

لیکن جب قرآن کی آیات کے لئے مناسبت کا لفظ بولا جائے، تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایک آیت کے ہر جملہ میں باہمی طور پر کونسا تعلق پایا جاتا ہے یا پھر ایک آیت کا دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت یا ایک سورت کا دوسری سورت سے کیا تعلق ہے۔

اس مناسبت کی معرفت سے معانی بیان کرنے، قرآنی بلاغت کا اعجاز، اس کے احکامات کے بیان، اس کے کلام کا نظم اور اس کے عمدہ اسلوب کے ادراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس مناسبت کی معرفت فائدہ یہ ہے کہ کلام کے اجزا آپس میں ملے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس طرح سے ان کے باہمی ربط میں تقویت پیدا ہوتی ہے اور کتاب اس مضبوط عمارت کی طرح نظر آتی ہے جس کے تمام اجزاء نہایت مناسب طریقے سے ملائے گئے ہوں۔

قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات کا باہمی ربط انہیں ایک ایسے کلمے کی شکل دیتا ہے جس کے معانی واضح ہوں اور الفاظ منظم ہوں اور یہ عظیم علم ہے۔ آیات کی باہمی مناسبت اور ربط کی معرفت کوئی توقیفی معاملہ نہیں، بلکہ اس کا دارومدار تفسیر کرنے والی کوشش، قرآنی اعجاز سے اس کی ہم آہنگی، اس کی بلاغت کے اسرار و رموز اور اس کے منفرد طرز بیان کے اسباب سے واقفیت پر ہوتا ہے۔ جب مناسبت میں معانی کی باریکیاں، طرز کلام میں ہم آہنگی اور عربی علوم کے لغوی اصولوں کی موافقت پائی جائے تو ایسی مناسبت بہت ہی لطیف اور پسندیدہ ہوگی۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ مفسر ہر آیت کی مناسبت تلاش کرے کیونکہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات اور احداث کے مطابق نازل ہوا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مفسر کو کبھی مناسبت معلوم ہو جائے اور کبھی نہ ہو اس لئے مناسبت مناسب ہی ہونی چاہیے بے جوڑ نہیں ہونی چاہیے، ورنہ وہ صرف ایسا تکلف ہوگا کہ جس کو پسند نہیں کیا جائے گا۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مناسبت بہت اچھا علم ہے، لیکن کلام کے مرتبط ہونے کا حسن اسی بات میں ہے کہ وہ کسی ایک معاملے کے بارے میں اول سے آخر تک مرتبط ہو، لیکن اگر وہ کلام مختلف امور کے بارے میں ہو تو ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ سے مرتبط ہونا ضروری نہیں اور جس نے اس قسم کی آیات میں ایسا ربط پیدا کرنے کی کوشش کی تو وہ ایسا کام کرے گا جو اس کی طاقت سے باہر ہے اور وہ ایسا غیر مناسب ربط پیدا کرے گا جس سے ہر اچھی بات کو محفوظ رکھنا ضروری ہے، تو سب سے اچھی کلام کو اس سے اس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محفوظ نہ رکھا جائے گا۔ قرآن کریم بیس سے کچھ زیادہ برس کی مدت میں مختلف احکام اور مختلف اسباب کی بنا پر نازل ہوا اور اس قسم کا کلام باہمی مربوط ہونا ممکن نہیں۔ (یہ کتنی مہمل بات ہے۔ مترجم)

بعض مفسرین نے جملوں' آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبت بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے ارتباط کے بہت ہی عمدہ طریقے استنباط کئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جملہ کبھی اپنے سے پہلے جملے کی تاکید بیان کرتا ہے یا اس کی وضاحت کرتا ہے یا اس کی تفسیر کرتا ہے یا کسی ذیلی اعتراض کو بیان کرتا ہے اور اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔

ربط کا کوئی بھی سبب آیت کا پہلی آیت سے تعلق پیدا کر کے ان دونوں کو جمع کر دیتا ہے جیسے مومن اور مشرکین کی صفات کا مقابلہ۔ مشرکین کیلئے وعید ہوتی ہے اور مومنین کیلئے وعدہ' عذاب کی آیات کے بعد رحمت کی آیات کا ذکر' خوف دلانے والی آیات کے بعد ترغیب دینے والی آیات اور کونی آیات کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ والی آیات بیان کی جاتی ہیں۔

کبھی مخاطب لوگوں کے حال کا خیال رکھنے میں مناسبت ہوتی ہے جیسے أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ○ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اونٹ' آسمان' پہاڑ اور زمین کو جمع کر دیا ہے کیونکہ مخاطب بدوی لوگ ہیں اور وہ ان چیزوں سے مانوس تھے' وہ اپنی گزر اوقات کے لئے اونٹوں پر اعتماد کرتے تھے اس لئے ان کی توجہ اس کی طرف مائل ہوگئی اور اونٹوں کا حصول پانی کے بغیر ناممکن ہے جس سے چارہ وغیرہ اگتا ہے اور اونٹ اسے چرتے ہیں۔ بارش برسنے سے بھی ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے ان کے چہرے آسمان کی طرف اٹھتے ہیں' اس کے علاوہ انہیں کسی نہ کسی ٹھکانے کی ضرورت ہوتی تھی جس میں وہ اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں اور پہاڑوں سے زیادہ محفوظ جگہ کون سی ہو سکتی ہے' نیز انہیں گھاس اور پانی کی تلاش ہوتی تھی۔ اس لئے وہ ایک جگہ سے کوچ کر کے دوسری جگہ پر چلے جاتے تھے' خشک علاقوں سے سرسبز علاقوں کی طرف منتقل ہو جاتے تھے' اس لئے جب بدوی لوگوں نے ان آیات کو سنا تو ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئیں کیونکہ یہ سب کچھ ان کے ذہنوں میں موجود تھا اور کبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان چیزوں سے وہ غافل نہ تھے۔

کبھی سورت کی سورت سے مناسبت ہوتی ہے جیسے سورۃ انعام "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ" سے شروع ہو رہی ہے اور ایسا سورۃ المائدہ کے اختتام کی مناسبت سے کیا گیا ہے جس میں انسانوں اور ان کی جزاوسزا کا ذکر ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ تا وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الانعام: ۱۱۸–۱۲۰)

یعنی اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمائے بیشک تو غالب اور خوب حکمت والا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الزمر: ۷۵)

"ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لئے ہیں۔"

سورۃ حدید کی ابتدا تسبیح سے ہو رہی ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الحدید: ۱)

تو یہ سورۃ واقعہ کے اختتام کی مناسبت سے ہے جس میں تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (الواقعہ: ۹۶) جیسے سورۃ لایلاف قریش اور سورۃ الفیل میں ربط پایا جاتا ہے۔

کیونکہ اصحاب الفیل کی ہلاکت کا انجام قریش کیلئے سردی اور گرمی میں تجارتی سفر پرامن طریقے سے کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اخفش نے تو یہ کہا ہے کہ اس کا اتصال سورۃ الفیل سے ایسے ہی ہے جیسے فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۝ (القصص: ۸) میں اتصال پایا جاتا ہے۔

کبھی سورت کی ابتدا اور اختتام میں مناسبت ہوتی ہے جیسے سورۃ قصص یہ سورۃ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے شروع ہوتی ہے اس کے ابتدائی مرحلے اور اس کی مدد کے واقعے کو بیان کرتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے' پھر دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا ذکر کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرماتا ہے:

رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ○ (القصص: ۱۷)

"میرے رب! تو نے مجھ پر جو انعام فرمایا اس کی وجہ سے میں مجرموں کا پشت پناہ ہرگز نہ بن جاؤں۔"

سورۃ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو مکہ سے نکالا گیا ہے۔ گھبرایئے نہیں آپ کو دوبارہ مکہ میں لایا جائے گا یہ میرا وعدہ ہے اور ساتھ ہی آپ کو کافروں کی پشت پناہی کرنے سے منع کیا جاتا ہے' جیسے ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓی اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ○ (القصص: ۸۵-۸۶)

"بیشک وہ اللہ جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور لوٹنے کی جگہ پر واپس لوٹائے گا' آپ کہہ دیں کہ میرے رب کو بہتر علم ہے۔ ہدایت پر کون ہے اور واضح گمراہی میں کون ہے۔ آپ کو کوئی امید نہ تھی کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی مگر تیرے رب کی رحمت سے (ایسا ہوا) آپ کافروں کے پشت پناہ نہ بنیں۔"

جو شخص تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اسے مناسبت کے بہت سارے اسباب سے واقفیت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزول قرآن

اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول محمد ﷺ پر انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا' اس کا نزول ایک بہت ہی عظیم واقعہ ہے جس سے زمین و آسمان کے باسیوں کے ہاں اس کی قدر منزلت کا پتہ چلتا ہے' اس کا پہلا نزول لیلۃ القدر میں ہوا جس سے آسمانی دنیا (فرشتوں) کو امت محمدیہ کے عزو شرف کی اطلاع ملی جسے اس نئی رسالت کی ذمے داری سونپی گئی تھی تا کہ وہ تمام لوگوں میں بہترین امت بن جائے۔

اس کا دوسرا نزول تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا جو کہ سابقہ آسمانی کتابوں کے برعکس تھا جس سے قوم دہشت زدہ ہوگئی اور اسے شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگی' یہاں تک کہ اس نزول میں حکمت الٰہیہ کے اسرار و رموز ان کے لئے روشن صبح کی طرح واضح ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عظیم پیغام کو ایک ہی مرتبہ حاصل نہیں کیا تا کہ اپنی حد سے زیادہ ضدی قوم کو خوش کر سکیں' بلکہ آپ پر مسلسل وحی نازل ہوتی جس سے آپ کی دلجمعی اور تسکین ہوتی' نیز حالات و واقعات کے ساتھ تدریجاً وحی نازل ہوتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دکھایا۔

مکمل قرآن کا نزول

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ (البقرة: ١٨٥)

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کریم نازل یا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل میں فرق کرنے والے دلائل سے معمور ہے۔''

پھر فرمایا:

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر: ١)

''بیشک ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔''

ایک سورۃ میں اس طرح فرمایا: إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۝ (الدخان: ٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے اسے ایک مبارک رات میں نازل فرمایا۔''

ان تین آیات میں کوئی تعارض نہیں' لیلۃ المبارکہ ہی رمضان کے مہینے والی لیلۃ القدر ہے۔ لیکن ان کا تعارض تو رسول اللہ ﷺ پر نزول کے ظاہری عمل سے ہوتا ہے کیونکہ قرآن کریم آپ ﷺ پر تیئیس (۲۳) سال تک نازل ہوتا رہا ہے۔

اہل علم نے اس بارے میں دو مذاہب اختیار کیے ہیں۔

پہلا مذہب: وہ ہے جس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور جمہور علماء بھی یہی کہتے ہیں۔

سوان تین آیات میں نزول قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اپنی عظمت واہمیت کی بناپر آسمان دنیا سے بیت العزۃ میں فرشتوں کے پاس ایک ہی مرتبہ میں مکمل طور پر نازل ہوا' پھر تھوڑا تھوڑا کر کے ہمارے رسول محمد ﷺ پر تیئیس سالہ مدت میں واقعات وحالات کے مطابق ان کی بعثت سے لے کر وفات تک نازل ہوتا رہا۔

بعثت کے بعد مکہ میں آپ کا قیام تیرہ سال رہا اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ دس سال قیام پذیر رہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے' تیرہ سال مکہ میں ٹھہرے' آپ پر وحی نازل ہوتی تھی' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا' ہجرت کے بعد دس سال زندہ رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ (البخاری)

اس مذہب کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایات منقول ہیں۔

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ہی مرتبہ مکمل لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر بیس سال تک مسلسل نازل ہوتا رہا' پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ (الفرقان: ۳۳)

''وہ آپ کے پاس اس کی مثل کچھ بھی تو نہیں لا سکتے' جب کہ ہم آپ کے پاس حق اور بہترین تفسیر لاتے ہیں۔''

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝ (الاسراء:۱۰۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہم نے قرآن کو الگ الگ کر دیا ہے تاکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر تلاوت فرمائیں، ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔"

(ب) ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں: کہ قرآن کریم کو ذکر سے الگ کر دیا گیا اور آسمان دنیا میں اسے بیت العزۃ میں رکھا گیا، پھر جبرئیل علیہ السلام اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتے رہے۔

(ج) آپ کی ایک روایت میں ہے کہ قرآن کریم یکبارگی آسمان دنیا پر نازل ہوا اور یہ نزول مواقع النجوم کے لحاظ سے تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلسل تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا۔

(د) ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ قرآن کریم رمضان کی ایک رات لیلۃ القدر میں ایک ہی مرتبہ مکمل آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا گیا۔

دوسرا مذہب: امام شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان تین آیات میں نزول قرآن سے مراد رسول اللہ ﷺ پر نزول کی ابتدا ہے اور اس کے نزول کے ابتدا ماہ رمضان المبارک کی ایک رات میں ہوئی، وہی مبارک رات ہے، پھر حالات و واقعات کے مطابق مسلسل تقریباً تیئس سال تک اس کا نزول ہوتا رہا۔ قرآنِ پاک کا نزول صرف ایک ہے اور وہ ہے اس کا تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونا۔

اسی بات کو قرآن کریم نے بیان فرمایا:

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا۝ (الاسراء: ١٠٦)

"ہم نے قرآن کو الگ الگ کر دیا ہے تاکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر تلاوت فرمائیں، ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔"

مشرکین نے اس بارے میں جھگڑا کیا کیونکہ ان کی طرف سابقہ آسمانی کتابیں ایک ہی مرتبہ مکمل نازل ہوئی تھیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا۝ وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَفْسِيرًا o (الفرقان: ۳۲-۳۳)

”کفر کرنے والوں نے کہا کہ قرآن کریم ایک ہی بار آپ پر نازل کیوں نہیں کر دیا گیا لیکن اسی طرح ہم آپ کی دلجمعی کرتے ہیں اور ہم اس کی تلاوت ترتیل سے کرتے ہیں۔ وہ آپ کے پاس اس کی مثال نہیں لا سکتے ہم آپ کے پاس حق اور بہترین تفسیر لے کر آتے ہیں۔“

اور جب تک ہم ان تین آیات کی بنیاد پر یہ نہ کہیں کہ قرآن کریم رمضان لیلۃ القدر میں (جو لیلۃ المبارکہ بھی ہے) رسول اللہ ﷺ نازل ہوا تھا تو انسانوں کے لئے ماہ رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت ظاہر نہ ہوگی۔

اس طرح غزوۂ بدر کے دن نازل ہونے والی آیات کے ساتھ بھی موافقت پیدا ہو جائے گی۔

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o (انفال: ۴۱)

”ہم نے یوم فرقان (جس دن دونوں جماعتیں ملی تھیں) میں اپنے بندے پر جو نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یاد رہے کہ غزوۂ بدر رمضان میں ہوا تھا۔

محققین نے وحی کی ابتدا سے متعلق حدیث مبارکہ کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے اس سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے شروع ہوئی' آپ کوئی خواب نہ دیکھتے تھے مگر وہ روز روشن کی طرح آپ کیلئے واضح ہو جاتا تھا' پھر آپ تنہائی پسند ہو گئے۔ آپ خوراک لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی راتیں عبادت (غور و فکر) کرتے' پھر ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لے آتے اور خوراک وغیرہ لے کر چلے جاتے۔ اس غار میں آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا۔ ”پڑھیے“: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' میں نے کہا' میں پڑھنے والا نہیں ہوں' تو اس (فرشتے) نے مجھے پکڑا اور مجھے بھینچا' اسے (ایسا کرنے سے) مشقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی، اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھیے" میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں، تو اس نے دوبارہ مجھے بھینچا، اسے پھر مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے، میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں، اس نے مجھے تیسری بار بھینچا، اسے مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا پڑھیے، (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ٥) (البخاری)

محققین لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سچے خواب آپ کی پیدائش والے مہینے ربیع الاول میں شروع ہوئے تھے اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا، پھر رمضان میں بیداری کی حالت میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ) اس طرح سے ایک ہی مفہوم کے دلائل تقویت اختیار کر جاتے ہیں۔

(۳) ایک تیسرا مذہب بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کے مطابق ۲۳ لیلۃ القدر کی راتوں میں قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل ہوا، ہر لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ سال بھر میں نازل ہونے والے قرآن کا حصہ مقرر فرماتا اور اسے آسمان دنیا پر نازل فرماتا، پھر سال بھر میں وہ حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا جاتا۔

یہ تیسرا مذہب بعض مفسرین کا اجتہاد ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

دوسرا مذہب جو کہ شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا اس کو صحیح سمجھ کر تسلیم کر لیں تو بھی وہ پہلے مذہب سے مختلف نہیں جو کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

راجح مذہب یہی ہے کہ قرآن کریم دو طرح سے نازل ہوا۔

(۱) ایک ہی مرتبہ مکمل نزول جو کہ آسمان دنیا سے بیت العزۃ میں لیلۃ القدر میں ہوا۔

(۲) آسمان دنیا سے تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سال کی مدت میں زمین پر نازل ہوا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے مقاتل بن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے بیت العزۃ آسمان دنیا میں ایک ہی مرتبہ مکمل طور پر نازل ہوا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نزول قرآن کے بارے میں مذکورہ تینوں آیات اور رسول اللہ ﷺ کی تیئس سالہ زندگی کے دنوں میں ماہ رمضان کے علاوہ عملی طور پر نزول قرآن میں کسی قسم کے اختلاف کی نفی کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عطیۃ بن اسود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہی سوال کیا' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ان اقوال "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" نے میرے دل میں شک ڈال دیا کیونکہ قرآن شوال' ذی قعدہ' ذی الحجہ' محرم' صفر' ربیع وغیرہ (سال کے تمام ماہ) میں بھی نازل ہوا ہے' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان میں ایک ہی مرتبہ مکمل نازل ہوا' پھر ماہ اور دنوں کے مطابق حصوں کی شکل میں نازل کیا گیا۔ (الاسماء والصفات للبیہقی)

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت و رفعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کو ظاہر کیا جائے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان دنیا پر ایک ہی مرتبہ مکمل نازل فرمانے میں جو راز ہے وہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے۔

اس کیلئے ساتوں آسمان کے باسیوں کو یہ اطلاع دی گئی کہ یہ آخری کتاب خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے بہتر امت کے لئے نازل کی جائے گی اور ہم نے اس کو تمہارے قریب کر دیا ہے تاکہ ان پر نازل کی جائے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ نہ ہوتا کہ اس کتاب کو حالات وواقعات کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا جائے تو سابقہ کتابوں کی طرح اس کو بھی ایک ہی مرتبہ مکمل زمین پر اتار دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ سابقہ کتب اور اس کتاب میں فرق کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے ساتھ دو طرز عمل اختیار فرمائے۔ پہلے اس کو ایک ہی مرتبہ مکمل اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا اور جس پر نازل کیا گیا اس کو عزو شرف سے نوازا گیا۔

امام سخاوی رحمہ اللہ "جمال القراء" میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو مکمل طور پر آسمان دنیا پر نازل کرنے سے بنی آدم کی عزت و تکریم' فرشتوں کے ہاں ان کی عظمت' نیز ان کو یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بہت ہی عنایت اور رحمت ہے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو سورۃ الانعام کے ساتھ روانہ فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بزرگ و برتر فرشتوں کو اس کی املا کرائیں اور وہ اسے لکھیں اور تلاوت کریں۔ (الاتقان: ۴۰۔۴۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک کا قسط وار نزول

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ o (الشعراء: ۱۹۲۔۱۹۵)

''بیشک قرآن کریم رب العالمین نے نازل فرمایا ہے' روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) اسے لے کر نازل ہوئے۔ انہوں نے اسے آپ کے دل پر نازل فرمایا تا کہ آپ تنبیہ فرمائیں۔ قرآن کریم واضح عربی زبان میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس طرح ہے:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ o (النحل: ۱۰۲)

''آپ فرمائیں کہ قرآن کریم کو روح مقدس (جبرائیل علیہ السلام) نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے تا کہ ایمان والوں کی دل بستگی ہو' نیز یہ فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ o (الجاثیہ: ۲)

''غالب خوب حکمت والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوئی ہے۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ۔ (البقرۃ: ۲۳)

''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر نازل فرمایا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہے تو اس جیسی ایک سورت لاؤ۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ o (البقرۃ: ۹۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"آپ کہہ دیں کہ جبرائیل (علیہ السلام) کا دشمن کون ہے اس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومنین کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔"

ان آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جسے جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل فرمایا اور قرآن کریم کا یہ نزول، نزولِ اول (جو کہ آسمان دنیا پر ہوا ہے) سے مختلف ہے، اس سے قرآن کریم کا متفرق طور پر نازل ہونا مراد ہے جس کو بیان کرنے کے لئے انزال کی بجائے تنزیل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مقصود تدریجاً اور متفرق نزول ہے۔

لغت کے ماہرین انزال اور تنزیل میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تنزیل قسط وار نزول ہے اور انزال عام ہے قسط وار یا ایک ہی مرتبہ مکمل۔ (مفردات القرآن) قرآن کریم تیئس سال میں قسط وار نازل ہوا، تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں اور یہی قول راجح ہے۔

قرآن کریم کے متفرق نزول کی اس آیت مبارکہ میں تصریح موجود ہے۔

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ (الاسراء: ۱۰۶)

"یعنی ہم نے اس کے نزول کو متفرق کر دیا ہے تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور پورے کنٹرول کے ساتھ پڑھیں اور اسے واقعات وحالات کے مطابق نازل فرمایا ہے۔"

(آیت مبارکہ میں فرقنه کا تعلق قرآن سے ہے نزول سے نہیں، اس لئے یہ مفہوم محل نظر ہے۔ مترجم)

دوسری آسمانی کتابیں جیسے تورات، انجیل اور زبور ان کا نزول ایک ہی مرتبہ میں مکمل ہوا ہے، ان کو متفرق طور پر نازل نہیں کیا گیا۔

اس بات کا علم اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ (الفرقان: ۳۲)

"کافروں نے کہا کہ ان پر قرآن کریم ایک ہی مرتبہ مکمل کیوں نہیں نازل کیا گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا اس لئے نہیں ہوا) تا کہ ہم آپ کی دلبستگی کرتے رہیں اور ہم نے اس کو ترتیل سے تلاوت کیا ہے۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ سابقہ کتب سماویہ ایک ہی مرتبہ میں مکمل نازل ہوئی تھیں۔ جمہور علماء یہی کہتے ہیں کہ اگر وہ بھی متفرق طور پر نازل ہوئی ہوتیں تو قرآن کے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونے پر انہیں کوئی تعجب نہ ہوتا۔ ان کی اس بات (لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة) کا مفہوم یہی ہے کہ باقی کتابوں کی طرح قرآن کریم ایک ہی مرتبہ میں مکمل کیوں نازل نہیں ہوا' اسے کیوں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا ہے اور اللہ رب العزت نے یہ کہہ کر ان کی تردید نہیں فرمائی کہ آسمانی کتب کے نزول میں میری یہی سنت ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جب انہوں نے کہا۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان: ۷)

''اس رسول کو کیا ہے وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان: ۲۰)

''ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں گھومتے تھے۔''

جب انہوں نے کہا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا٥ (الاسراء: ۹۴)

''کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا٥ (الاسراء: ۹۵)

''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے اور اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ان کے لئے آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ۔ (الانبیاء: ۷)

''ہم نے آپ سے پہلے انسانوں (مردوں) کے علاوہ کسی اور کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم ان کی طرف وحی کرتے ہیں۔''

لیکن قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمانے کی حکمت بیان فرمائی۔

لنثبت به فوادك۔

''یعنی ہم نے قرآن کریم کو متفرق طور پر نازل فرما کر آپ کی دلبستگی کا سامان کر دیا ہے۔ ورتلناه ترتیلا ہم نے آیت کے بعد یا بعض قرآن کو بعض کے بعد رکھا ہے۔ اور ہم اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

اس کا حوادث اور واقعات کے مناسبت سے نزول ہونا حفظ اور فہم کے لئے بہت مناسب ہے اور دل بستگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حدیث مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم ضرورت کے مطابق نازل ہوتا رہا، کبھی پانچ آیات اور کبھی دس آیات یا اس سے بھی کم وبیش۔

اِفک کے قصہ میں دس آیات اور سورۃ المومنون کی ابتدائی دس آیات کا نزول بھی صحیح سند سے ثابت ہے اور (غیر اولی الضرر) جو کہ پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا بعض حصہ ہے اس کا انفرادی طور پر نازل ہونا صحیح سند سے ثابت ہے۔

قرآن کے قسط وار نزول کی حکمتیں

قرآن کریم کے قسط وار نزول کے بارے میں موجود آیات میں سے جو حکمتیں واضح ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی دلبستگی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو آپ کو ان کی نفرت اور سخت دلی کا سامنا کرنا پڑا، ایسی قوم آپ کے پیچھے پڑی جو بہت ہی سخت دل تھی، جفا کرنا ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی فطرت تھی' ضد اور عناد ان کی سرشت میں داخل تھا وہ آپ کو طرح طرح کی مشقتیں اور تکالیف دیتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ تہہ دل سے انہیں وہ بھلائی اور خیر پہنچانا چاہتے تھے جو آپ کی ذمہ داری تھی۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے از خود یہ فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۝ (الکھف: ۶)

"اگر وہ ان باتوں پر ایمان نہیں لاتے تو شاید آپ غم زدہ ہو کر اپنے آپ کو تباہ کرلیں گے۔"

وحی چونکہ آپ پر تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد نازل ہوتی تھی اس لئے آپ کا دل حق پر قائم رہا اور آپ بڑے پختہ ارادے سے دعوت کے راستے پر آگے بڑھتے اور قوم کی طرف سے اپنی طرف بڑھنے والی جہالت کی تاریکیوں کی آپ کوئی پرواہ نہ کرتے اور آپ اسے موسم گرما کے بادل سمجھتے جو کہ جلد ہی چھٹ جایا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اپنے طریقۂ کار سے آگاہ فرماتا ہے' انہیں جھٹلایا گیا' انہیں تکالیف دی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا' یہاں تک کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگئی' نیز بتایا گیا کہ آپ کی قوم صرف فخر و غرور اور تکبر کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہی ہے تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی انبیاء کرام علیہم السلام کے گروہ کے بارے میں اس تاریخی صفت سے اپنی قوم کی تکالیف' تکذیب اور اعراض کے مقابلے میں اطمینان اور تسلی حاصل ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا۝ (الانعام: ۳۳-۳۴)

"بیشک ہمیں علم ہے کہ ان کی بات سے آپ غم زدہ ہوتے ہیں' وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ آپ سے پہلے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف اٹھانے کے باوجود صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچی۔"

ایک مقام پر فرمایا:

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُو بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝ (العمران: ۱۸۴)

"اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں، تو آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا حالانکہ وہ واضح دلائل، صحائف اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔"

قرآن کریم آپ ﷺ کو بھی سابقہ رسولوں کی طرح صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ (الاحقاف: ۳۵)

"آپ اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کریں۔"

اللہ تعالیٰ کے فرمان سے رسول اللہ ﷺ کو قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جھٹلانے والوں کے معاملے میں کافی ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝ (المزمل: ۱۰۔۱۱)

"ان کی باتوں پر صبر کریں اور بہترین طریقے سے آپ ان کو چھوڑ دیں۔ جھٹلانے والے مال والوں سے میں نپٹ لوں گا' آپ انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔"

قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص بیان کرنے کی یہی حکمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۔ (هود: ۱۲۰)

"ہم نے رسولوں کی خبروں میں سے آپ کی دل بستگی کا سامان کرنے والے سارے قصائص بیان کر دیئے ہیں۔"

جب بھی اپنی قوم کے جھٹلانے سے آپ ﷺ کی تکلیف دو چند ہوتی اور ان کی تکلیف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے آپ غمگین ہوتے تو آپ کی مدد اور تسلی کیلئے قران کریم نازل ہوتا' جھٹلانے والوں کو دھمکی دی جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے حالات کا خوب علم ہے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ۔ (یٰس: ۷٦)

ان کی بات آپ کو غمزدہ نہ کرے ہمیں خوب علم ہے جو وہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (یونس: ٦۵)

''ان کی بات آپ کو غمزدہ نہ کرے' بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ خوب سننے والا خوب علم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حفاظت' غلبہ اور مدد کی خوشخبری دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ: ٦۷)

''اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ○ (الفتح: ۳)

''اللہ تعالیٰ آپ کی بہت مدد فرمائے گا۔''

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ○ (المجادلہ: ۲۱)

''اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے رسولوں کا غلبہ لکھ دیا ہے' بیشک اللہ تعالیٰ خوب طاقتور غالب ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ہر قسم کی تسلی اور اطمینان کے لئے قرآن کریم کی آیات مسلسل نازل ہوتی تھیں اور غم واندوہ آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے تھے' غم میں کبھی آپ بے قابو نہ ہوتے اور مایوسی آپ کے قریب بھی نہ پھٹکتی۔

انبیاء علیہم السلام کے قصائص آپ کے لئے بہترین نمونہ تھے' جھٹلانے والوں کے انجام سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو تسلی ملتی، مدد کے وعدہ میں خوشخبری ملتی اور جب بھی آپ کو انسانیت کے طبعی تقاضے کی بنا پر غم وغیرہ سے دو چار ہونا پڑتا تو تسلی کا سامان ہو جاتا آپ دعوت کا کام کرنے میں مگن ہو جاتے اور مدد سے اطمینان ہو جاتا۔ یہی وہ حکمت ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے قسط وار نزول پر کافروں کے اعتراض کو رد کر دیا۔

كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۝ (الفرقان: ۳۲)

"(ہم اسی طرح قرآن کو نازل کرتے ہیں) تاکہ آپ کی دلجمعی ہوتی رہے اور ہم نے اس کو ترتیل سے پڑھا ہے۔"

ابو شامہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کریم کو قسط وار نازل کرنے میں کیا حکمت ہے اور اسے باقی کتابوں کی طرح ایک ہی مرتبہ مکمل کیوں نہیں نازل کیا گیا، تو اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً﴾ (الفرقان: ۳۲) کافروں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ پر قرآن کریم ایک ہی بار کیوں نہیں نازل کیا گیا جس طرح کہ پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کی گئی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ جواب دیا کہ ہم نے اس کو متفرق طور پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ کا دل مضبوط رہے، کیونکہ ہر حادثہ اور واقعہ پر نئے سرے سے وحی کا نزول دل کی تقویت کا سبب بنتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول پر خاص توجہ دی جا رہی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ فرشتے کا نزول بار بار ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول پر رسالت کی جو ذمہ داری ڈال دی گئی ہے اس کی تجدید ہوتی رہے۔

یہ تمام کارروائی ایسے سرور کا باعث بنتی ہے جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ جب رمضان میں آپ کی ملاقات جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی تو آپ کی خوشی انتہا پر پہنچ جاتی اور اس حالت میں اپنا سب کچھ لٹا دیتے۔

دوسری حکمت، چیلنج اور اعجاز: جب مشرکین اپنی سرکشی میں حد سے بڑھنے لگے، نافرمانی میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی اور رسول اللہ ﷺ کو بے بس کرنے کے لئے طرح طرح کے سوال کر کے نبوت کو آزماتے اور اپنی جھوٹی باتوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے۔ جیسے قیامت کے بارے میں ان کا سوال

(يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ) (الاعراف:۱۸۷)

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور عذاب کو جلد طلب کرتے۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ (الحج:۴۷)

وہ آپ سے عذاب کو جلدی لانے کے لئے کہتے ہیں۔

قرآن کریم کے نزول سے صحیح بات واضح ہو جاتی ہے' نیز ان کے سوالوں انجام کار کا مفہوم واضح ہو جاتا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ (الفرقان: ۳۲)

یعنی وہ آپ سے اپنے جھوٹے سوالات میں سے کوئی عجیب سوال نہیں کرتے مگر ہم اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں جو ان کے سوالوں سے معانی و مفہوم میں بھی بہت بہتر ہیں' حالانکہ ان کے سوالات جھوٹ ہونے میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اور جب انہوں نے قرآن کریم کے قسط وار نازل ہونے پر تعجب کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سچی بات کو واضح فرما دیا' قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا نازل فرما کر انہیں چیلنج کیا' اور جب وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو گئے اس سے تو قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہو گیا اور حجت کے لحاظ سے بھی یہ بہت بہتر ہے۔

چہ جائیکہ قرآن کریم کو ایک ہی بار نازل فرما کر ان سے کہا جاتا اس جیسا لاؤ' اس لئے ان کے اعتراض کے بعد اس آیت کو بیان کیا گیا ہے۔ (لولا نزل علیہ القرآن جملة واحدة) وہ آپ کے پاس عجیب وغریب مطالبے لے کر نہیں آتے جیسے قرآن کریم کے ایک ہی مرتبہ مکمل نزول کا مطالبہ ہے مگر ہم آپ کو ان حالات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ جو ہماری حکمت کے لحاظ سے آپ کے لئے مناسب ہوتے ہیں اور ان کو بے بس کرنے کے لحاظ سے زیادہ واضح ہوتے ہیں' جیسے قرآن کریم کا قسط وار نزول اور اس حکمت کی طرف بعض روایات بھی اشارہ کرتی ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نزول قرآن سے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین جب کوئی نئی بات پیش کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ویسا ہی جواب دیتا۔ (ابن ابی حاتم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری حکمت: یاد کرنے اور سمجھنے میں آسان ہونا۔

قرآن کریم ایسی امت پر نازل ہوا ہے جو لکھنے پڑھنے سے نابلد تھی' حفظ اور یادداشت ان کا ریکارڈ تھا' کتابت اور جمع بندی سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی تاکہ پہلے وہ لکھتے پھر اسے جمع کرتے' پھر حفظ کر کے سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الجمعة:۲)

اللہ تعالیٰ نے امی قوم میں رسول بھیجا' جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتا' ان کی پاکیزگی کا اہتمام فرماتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ پہلے واضح گمراہی میں تھے۔

ایک مقام پر فرمان ربیّ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''وہ امی رسول نبی کی اتباع کرتے ہیں۔''

ایسی امی قوم کے لئے ایک ہی مرتبہ مکمل نازل ہونے والے قرآن کو یاد کرنا آسان نہ تھا' اس کے معانی کو سمجھنا اور اس کی آیات میں غور وفکر کرنا تو بہت دور کی بات تھی' اس لئے قرآن کریم کا متفرق طور پر نزول ان کے لئے حفظ کرنے اور سمجھنے میں معاون ثابت ہوا۔

جب کبھی کوئی آیت یا زیادہ آیات نازل ہوتیں' تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں یاد کر لیتے' ان کے مفہوم میں غور وفکر کرتے اور ان کے احکامات سے واقفیت حاصل کرتے' سیکھنے اور سکھلانے کا یہی طریقہ کار تابعین کی زندگی تک جاری رہا۔

ابونضرۃ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ آیات صبح اور پانچ آیات شام کو سکھلاتے اور بتاتے کہ جبرائیل علیہ السلام پانچ پانچ آیات لے کر نازل ہوتے تھے۔ (ابن عساکر)

خالد بن دینار بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں کہا کہ پانچ پانچ آیات سیکھا کرو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے پانچ پانچ آیات سیکھتے تھے۔ (البیہقی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی پانچ پانچ آیات سیکھا کرو کیونکہ جبرائیل علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچ پانچ آیات لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ (البیہقی، شعب الایمان)

چوتھی حکمت: واقعات کے ساتھ مطابقت اور قانون سازی میں تدریج۔

اگر قرآن کریم حکمت سے لوگوں کی راہنمائی نہ فرماتا، فساد اور کمینگی سے بچنے کیلئے ان کا مناسب علاج نہ فرماتا تو وہ اپنے نئے دین کی بالا دستی کو آسانی سے قبول نہ کرتے۔ اس لئے جب بھی ان میں کوئی واقعہ رونما ہوتا تو اس بارے میں ایسا حکم نازل ہوتا، جس سے انہیں صبح جیسی روشنی ملتی اور ہدایت کیلئے راہنمائی میسر آتی، نیز ان کیلئے حالات کے تقاضوں کے مطابق قانون سازی کی بنیادیں یکے بعد دیگرے واضح ہو جاتیں جس سے ان کے دلوں کو جلا ملتی۔

یوم آخرت اور اس کے مختلف احوال، دوبارہ اٹھنا، حساب، جزا و سزا، جنت اور جہنم پر ایمان کے اصولوں کو بیان فرمایا اور ان امور پر ایسے دلائل پیش کئے کہ جس کی بدولت مشرکین کے دلوں سے بت پرستی کا عقیدہ جڑ سے اکھڑ گیا اور اسلامی عقیدہ خوب پھلنے پھولنے لگ گیا۔

قرآن کریم بہترین اخلاق کا حکم دیتا ہے جس سے نفوس پاکیزگی اختیار کرتے ہیں اور ان کی خامی درست ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے تاکہ شر اور فساد کو جڑ سے ختم کر دے، حلال اور حرام کی بنیادیں فراہم کرتا ہے تاکہ دین کی سربلندی کا سامان ہو سکے، کھانے پینے، مال و اسباب اور انسانوں سے متعلقہ امور دلوں میں پیوست کر دیتا ہے۔

پھر تدریجاً قانون سازی کر کے امت کی ان اجتماعی بیماریوں کا علاج کرتا ہے جو ان کے دلوں میں گھر کر چکی ہیں، لیکن اس سے پہلے دین کے فرائض، اسلام کے ارکان کو بیان کرتا ہے جس سے ان کے دل ایمان سے معمور ہو جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو جاتے ہیں اور بلا شرکت غیرے وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔

قرآن کریم ان حالات و واقعات کے مطابق بھی نازل ہوتا تھا جن سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لئے جہادی دور میں دوچار ہوتے رہے۔

اس لحاظ سے قرآن کریم کی تمام مکی اور مدنی نصوص اور قانون سازی کے قاعدے واضح کرتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ میں نماز کی ابتدا ہوئی اور سود کے مقابلے میں زکاۃ کی بنیاد رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○﴾ (الروم: ۳۸-۳۹)

''قربت والے مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو' ایسا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ اور جو تم سودی کاروبار کرتے ہوتا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو' لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اضافہ نہیں ہوتا اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو۔ تو انہیں کئی گنا دیا جائے گا۔''

سورۃ انعام مکہ میں نازل ہوئی۔ جو ایمان کی بنیادوں اور توحید کے دلائل کو بیان کرتی ہے' شرک اور مشرکین کی قباحتوں کو واضح کرتی ہے' خوراک میں حلال وحرام کی وضاحت کرتی ہے اور مال' خون اور عزت کی حرمت کو محفوظ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَ[illegible] لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○﴾ (الانعام: ۱۵۱-۱۵۲)

''آپ کہہ دیں [illegible] [illegible]تا ہوں کہ [illegible] رب نے تم پر کیا کچھ حرام فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کے ساتھ [illegible] احسان کرو' فقیری کے ڈر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اولاد کو قتل نہ کرو' ہم تمہیں اور ان کو رزق دیتے ہیں' تم ظاہری اور چھپی ہوئی بے حیائی کے قریب نہ جاؤ' حق کے بغیر کسی حرام کردہ نفس کو قتل نہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں کی وصیت فرماتا ہے' تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ اچھی نیت کے بغیر یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ توانا (عقلمند اور بالغ) نہ ہو جائے۔ ناپ تول انصاف سے پورا کرو' ہم کسی پر اس کی استطاعت کے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے' بات کرتے وقت عدل کرو اگرچہ تمہارا قریبی ہو اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو' وہ تمہیں انہی باتوں کی وصیت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

پھر ان احکام کی تفصیلات نازل فرماتا ہے۔

مدنی معاملات کے اصول بھی مکہ میں نازل ہوئے لیکن ان کی تفصیلات مدینہ میں نازل ہوئیں جیسے قرض لینے دینے کی آیت اور سود حرام ہونے کی آیات۔

خاندانی تعلقات کی بنیاد سے متعلق آیات مکہ میں نازل ہوئیں' لیکن خاوند بیوی کے حقوق' ازدواجی زندگی کے واجبات اور ان کی بنا پر ان کے باہمی تعلقات کی بقا یا طلاق کے ذریعے علیحدگی' یا موت کی وجہ سے ان کا خاتمہ اور پھر وراثت' یہ سب چیزیں مدنی قانون سازی سے تعلق رکھتی ہیں۔

زنا بنیادی طور پر مکہ میں حرام ہوا۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ۳۲)

''زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک یہ سراسر بے حیائی اور بہت برا راستہ ہے۔''

لیکن اس سے متعلقہ سزائیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

حرام کردہ کا خون بہانا دراصل مکہ میں حرام ہوا۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الاسراء: ۳۳)

''اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کسی نفس کو حق بغیر قتل نہ کرو۔''

لیکن اس کی سزا سے متعلقہ تفصیلات مدینہ میں نازل ہوئیں۔

زیادتی کا تعلق نفس سے ہو یا اس کے کسی حصے سے' قانون سازی میں تدریج کی مثال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وضاحت خمر کی حرمت سے واضح ہوتی ہے۔

پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (النمل: ٦٧)

"کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم نشہ اور بہتر رزق حاصل کرتے ہو اس میں عقلمند قوم کے لئے نشانی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے' نشہ سے مراد خمر کا نشہ ہے اور رزق وہ پھل ہے جو ان دونوں درختوں سے کھایا جاتا ہے۔

جمہور مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی صفت حسن بیان فرمائی ہے لیکن نشہ کی کوئی صفت بیان نہیں فرمائی' اس سے یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ ان درختوں سے رزق کا حصول قابل تعریف اور بہتر ہے لیکن نشہ آور چیزوں کا حصول ان دونوں اوصاف سے خالی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرۃ: ٢١٩)

"وہ آپ سے خمر اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیں ان دونوں میں بہت بڑا گناہ اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں' لیکن ان کا گناہ فائدے سے زیادہ ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں شراب سے حاصل ہونے والے فوائد جیسے شراب پینے سے فرحت' مستی اور اس کی تجارت سے نفع کے حصول کو اس کے نقصانات کے ساتھ ذکر فرمایا ہے' وہ نقصانات اس کے پینے کا گناہ' جسم میں پیدا ہونے خرابی' عقلی نقصان' مال کا ضائع ہونا' نافرمانی اور فسق فجور کے اسباب ظاہر ہوتے ہیں' اسی لئے آیت مبارکہ میں اس کے نقصانات کو فوائد پر ترجیح دے کر اس سے نفرت کا سامان پیدا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ (النسآء: ٤٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔''

اس آیت مبارکہ کے مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اوقات میں نشہ آور چیزیں کھانے پینے سے منع فرمایا گیا ہے جن کا نشہ نماز کے وقت میں بھی نہ اترے' دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نشے کی حالت میں انہیں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے بلکہ وہ ایسی حالت میں نماز ادا کریں جب انہیں معلوم ہو کہ وہ اپنی نماز میں کیا کہتے ہیں۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَـٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَـٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ۝ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

''اے ایمان والو! بیشک خمر' جوا' بت اور فال والے تیر' یہ ناپاک شیطانی عمل ہیں ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے عداوت اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے' وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتا ہے تو کیا تم باز آ جاؤ گے؟''

اس آیت مبارکہ سے خمر کی حرمت تمام اوقات میں واضح ہو گئی۔

اس حکمت کی وضاحت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت سے ہوتی ہے' آپ فرماتی ہیں کہ ''سب سے پہلے اس کا ذکر ایک مفصل سورت میں آیا جس میں جنت اور آگ کا ذکر بھی ہے اور جب لوگ اسلام کی طرف لپکے تو حلال اور حرام اشیاء کا ذکر ہوا' اگر پہلی بار ہی یہ حکم دیا جاتا لا تشربوا الخمر کہ ''تم شراب نہ پیو'' تو وہ کہتے کہ ہم شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ آیت نازل ہوتی لا تزنوا۔ کہ ''تم زنا نہ کرو'' تو وہ کہتے کہ ہم زنا نہیں چھوڑیں گے۔ (بخاری)

اس لئے واقعات کی مطابقت کے لحاظ سے امت کی تربیت میں تدریج کو اپنایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قید ہونے والے مشرکین کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی مشورہ فرمایا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ان کی گردنیں اڑا دی جائیں جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا، کہ آپ ان کو معاف فرما دیں یا پھر ان سے فدیہ قبول کر لیں۔
چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:
﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○﴾ (الانفال: ٦٧-٦٨)

''کوئی نبی زمین میں خون ریزی کیے بغیر قیدی نہیں بنا سکتا، تم دنیاوی مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ خوب غالب، خوب حکمت والا ہے۔ اگر پہلے سے ایسا لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے جو کچھ لیا ہے اس کے بدلے میں عذاب الیم سے دوچار ہوتے۔''

حنین کے دن مسلمان اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے غلطی کا شکار ہو گئے، ایک آدمی نے کہا کہ ہم کمی کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوں گے لیکن انہیں بہت عبرت ناک سبق حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ○ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ○ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○﴾ (التوبة: ٢٥-٢٧)

''اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مواقع پر تمہاری مدد فرمائی ہے اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر پھولے نہیں سما رہے تھے لیکن تمہاری کثرت تمہارے لئے فائدہ مند ثابت نہ ہوئی، زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی تم پشت دکھا کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب میں مبتلا فرمایا اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جس کی توبہ کو چاہا قبول فرمایا اور اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ خوب مغفرت کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔"

منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی جب فوت ہوا تو نماز جنازہ کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ جس نے یہ کچھ کیا ہے اور انہوں نے اس کے کرتوت بتائے' لیکن رسول اللہ ﷺ مسکراتے رہے اور فرمایا کہ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے۔

مجھے یہ کہا گیا ہے۔

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبة: ۸۰)

"آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر دفعہ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔"

آپ نے فرمایا اگر میرے ستر سے زیادہ دفعہ مغفرت طلب کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر سے زیادہ بار مغفرت طلب کرتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور جنازے کے ساتھ گئے فارغ ہونے تک آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی بیبا کی اور اپنی حیثیت پر تعجب کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا علم بہتر ہے۔ اللہ کی قسم! تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیات نازل ہوئیں۔

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ تا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (التوبة: ۸۴-۸۵)

"آپ کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔"

تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ (بخاری' احمد' نسائی وغیرہ)

جب غزوۂ تبوک میں چند سچے مومن شریک نہ ہو پائے' وہ مدینہ میں ہی ٹھہرے رہے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہ کوئی معقول عذر بھی نہ پیش کر سکے تو رسول اللہ ﷺ نے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بائیکاٹ فرمایا جس سے ان کی زندگی تنگ ہوگئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥﴾ (التوبۃ: ۱۱۷-۱۱۸)

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم اور عسرت کی گھڑی میں آپ کی اتباع کرنے والے مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی۔ جب ان سے میں سے ایک فریق کے دل کجروی کا شکار ہوگئے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی' بیشک وہ نہایت ہی شفیق خوب رحم کرنے والا ہے۔''

اور وہ تین لوگ جو غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے' زمین اپنی وسعت کے باوجود ان کے لئے تنگ ہوگئی اور وہ اپنے آپ سے تنگ آ گئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ اب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں' بیشک اللہ تعالیٰ خوب توبہ قبول کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔

وہ تین آدمی سیدنا کعب بن مالک' سیدنا ہلال بن امیہ اور سیدنا مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم یہ تینوں انصاری تھے۔ (بخاری' مسلم وغیرہ)

نزول قرآن کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت اشارہ کرتی ہے جبرائیل علیہ السلام لوگوں کے اعمال اور ان کے کلام کا جواب لے کر نازل ہوئے۔ (طبرانی' بزار)

پانچویں حکمت: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے پر واضح دلیل۔

قرآن کریم جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیس سال سے زیادہ مدت میں کبھی ایک آیت یا زیادہ آیات کی صورت میں مختلف اوقات میں نازل ہوا' انسان اس کی تلاوت کرتا ہے اس کی ترکیب بڑی مضبوط محسوس کرتا ہے' اس کی بناوٹ میں بہت باریک بینی سے کام لیا گیا ہے معانی میں ربط پایا جاتا ہے' انداز میں بہت ہی پختگی پائی جاتی ہے' آیات اور سورتوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترتیب پائی جاتی ہے اور یہ ایک ایسا منفرد ہار ہے کہ جس کے موتی بڑی خوبصورتی سے جوڑے گئے ہیں اور انسانی کلام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ (ھود: ۱)

"اس کتاب کی آیات محکم ہیں، پھر ان کی تفصیل خوب حکمت والے اور بہت ہی خبر رکھنے والے نے بیان فرمائی۔"

اگر یہ ایسی انسانی کلام ہوتا جس کو متعدد اوقات اور مسلسل پیش آنے والے واقعات میں بیان کیا گیا ہوتا تو یہ انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا اور اس میں کسی قسم کی مطابقت اور ہم آہنگی نہ پائی جاتی۔

جیسا کہ رب العزۃ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النسآء: ۸۲)

"اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا ہوتا، تو اس میں انہیں بہت زیادہ اختلاف نظر آتا۔"

قرآن کریم کے بعد رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے امتیازی درجہ حاصل ہے، انہیں بھی ایک ایسی کتاب میں جمع نہیں کیا جا سکا جس کی عبارت دلکش ہو اور ربط وضبط میں ہم آہنگی پائی جاتی ہو یا پھر کم از کم ان میں ایسی یکسانیت پائی جاتی ہو جیسی کہ قرآن کریم میں ہے یا اس سے ملتی جلتی ہو، تو باقی لوگوں کی کلام اور باتوں کا کیا کہنا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (الاسراء: ۸۸)

"آپ کہہ دیں، اگر تمام انسان اور جن اس جیسا قرآن لانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونکنے کے باوجود وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کے قسط وار نزول کے تعلیمی اور تدریسی فوائد

تعلیمی عمل کی بنیاد میں دو امور پر اعتماد کیا جاتا ہے:

طلبہ کی ذہنی سطح، ان کی عقلی، نفسیاتی اور جسمانی نشوونما جنہیں وہ بھلائی اور درستگی کی طرف بہترین طریقے سے مائل کرتا ہے۔

قرآن کریم کے قسط وار نازل ہونے میں بھی ہمیں یہی حکمت نظر آتی ہے، جس سے ہمیں مذکورہ دونوں معاملات کا خیال رکھنے میں کافی فائدہ پہنچتا ہے۔

قرآن کریم نے انسانی اور امت اسلامیہ کی اصلاح اس کے طور و اطوار کی استقامت، شخصیت کی تعمیر اور فطرت کی تکمیل تدریجی نقطہ نظر سے فرمائی ہے۔

حتیٰ کہ انسانیت اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور تمام انسانیت کے لئے خیر و برکت کا موجب بنی، نیز قرآن کریم کا قسط وار نزول امت مسلمہ کے لئے بہترین معاون ثابت ہوا، اس نے اسے حفظ کر لیا اس کے معانی اور مفہوم کو سمجھا، اسے بار بار پڑھا گیا، اس کے معانی میں غور و فکر کیا گیا اور نیز اس پر عمل بھی ہوا۔

نزول قرآن نے پہلی وحی سے ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ پڑھنے پڑھانے کے لئے، قلم کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝﴾ (العلق: ۱-۵)

”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے۔ اس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا فرمایا۔ پڑھ تیرا رب بہت ہی بزرگ و برتر ہے۔ اس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو وہ کچھ سکھایا جس کا اسے علم نہ تھا۔“

سود اور میراث والی آیات مالی انتظام کے لئے نازل کی گئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور شرک میں مکمل طور پر علیحدگی کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔

ان تمام باتوں میں بہت سارے تربیتی مواقع پائے جاتے ہیں؛ جو اسلامی معاشرے کی کمزوری کو ختم کر کے اسے قوت سے نوازتے ہیں اور پھر اس کی طاقت کو لڑائی کی سختی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

جس تعلیمی منہج میں ہر مرحلہ کے طلبہ کی ذہنی سطح، علمی جزئیات کی بنیاد قاعدے کلیے' اور اجمال سے تفصیل کی طرف بڑھنے کی رعایت نہ کی گئی ہو اور نہ ہی کسی کی شخصی، عقلی، نفسیاتی اور جسمانی نشوونما کا خیال رکھا گیا ہو تو وہ منہج ناکام ہوگا اور اس سے امت علمی فوائد حاصل نہیں کر سکے گی بلکہ اسے پسماندگی اور فکری جمود سے دوچار ہونا پڑے گا۔

وہ استاذ جو طلبہ کو مناسب مقدار میں علمی مادے سے آگاہ نہیں کرتا اور وہ ان پر ایسا بوجھ ڈالتا ہے جسے نہ تو وہ یاد کر سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں یا پھر ان کو ایسی باتیں بتاتا ہے کہ جس کا انہیں ادراک نہیں ہوتا یا پھر وہ ان کو درپیش اخلاقی نافرمانی اور بری عادات کے علاج کی طرف توجہ نہیں کرتا اور وہ کسی بھی معاملے کو دلجمعی، حکمت اور تدریج سے حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان پر ظلم ڈھاتا ہے اور تو ایسا مدرس بھی ناکام استاد ہوتا ہے جو تعلیمی عمل کو وحشت ناک بنا دیتا اور تدریسی ماحول میں نفرت پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح وہ تدریسی کتب جن میں موضوع کو منظم طور پر بیان نہ کیا گیا ہو، نہ ہی ان میں بیان کی گئی معلومات میں تدریجی عمل کو اپنایا گیا ہو، یعنی آسان کے بعد مشکل کا ذکر نہ کیا گیا ہو، نہ ہی ان کی جزئیات کو ترتیب دیا گیا ہو اور نہ ہی ایسا واضح اسلوب اختیار کیا گیا ہو جس سے معنوی مقصد واضح ہوتا ہو تو ایسی کتب کو پڑھنے سے طلبہ بھاگتے ہیں اور اس سے فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔

قرآن کریم کو قسط وار نازل کرنے کی حکمت میں اللہ تعالیٰ کی راہنمائی تعلیمی طرز عمل کی تشکیل میں بہترین نمونہ ہے اس لئے تدریسی ماحول میں تربیتی اسلوب اور تدریسی کتب کی تالیف میں سب سے بہتر طریقے کو اپنانا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کو جمع کرنا اور اسے ترتیب دینا

جمع قرآن کے دو مفہوم ہیں اور اہل علم ان میں سے ایک مراد لیتے ہیں۔

پہلا مفہوم: جمع سے مراد حفظ ہے اور حفاظ کو جماع القرآن کیا جاتا ہے اور یہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس قول میں پایا جاتا ہے جو اس وقت نازل ہوا جب جبرائیل علیہ السلام کی قراءت وحی کی فراغت سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو حفظ کرنے کے لئے اپنے ہونٹوں اور زبان کو حرکت میں لے آتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝﴾ (القیامة: ۱۶-۱۹)

”آپ قرآن کریم کو جلدی حفظ کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس کی پڑھائی اور جمع کرنا (یاد کرانا) ہمارے ذمے ہے۔ اور جب ہم اسے پڑھ لیں تو پھر آپ پڑھیں۔ پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے آپ کو بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے، تاکہ کوئی چیز آپ سے چھوٹ نہ جائے۔ آپ کا مقصد وحی کو یاد کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جب ہم اس کو آپ پر نازل فرمائیں تو آپ اسے خاموشی سے سنیں پھر ہم اس کو آپ کی زبان کے ذریعہ سے بیان فرمائیں گے۔ ایک روایت میں ہے علینا ان نقراہ۔ ”اس کی پڑھائی ہماری ذمہ داری ہے۔“ اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس سے چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس کو پڑھنا شروع کر دیتے۔ (بخاری، مسلم)

دوسرا معنی جمع القرآن سے پورے قرآن کی کتابت مراد ہے۔ آیات اور سورتوں کی تفریق، یا آیات کو ترتیب دینا۔ اور ہر سورت کو الگ صحیفے میں لکھنا یا آیات اور سورتوں کو اکٹھا صحائف میں اس طرح ترتیب دینا کہ جس میں تمام سورتیں موجود ہوں اور ایک کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری سورت کو ترتیب دیا گیا ہو۔

(ا) رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن کریم کا جمع کیا جانا یا اس کی حفاظت:

رسول اللہ ﷺ وحی کے بڑے گرویدہ تھے اور بڑے شدید شوق سے اس کے نازل ہونے کا انتظار فرماتے پھر اسے یاد فرماتے اور سمجھتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا تھا۔ (اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ) (القیامۃ:١٧) اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے حافظ تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے آپ بہترین نمونہ تھے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دین کی اصل اور رسالت کے مرکز سے بے حد محبت تھی۔ قرآن کریم چونکہ بیس سے چند سال کی زائد مدت میں نازل ہوا تھا' کبھی ایک آیت نازل ہوتی اور کبھی زیادہ آیات کا نزول ہوتا تو ان آیات کو سینوں میں محفوظ کر لیا جاتا اور دل میں اس کو یاد کر لیا جاتا۔ عربوں کی یادداشت طبعی طور پر بہت مضبوط تھی وہ لکھنے پڑھنے سے نابلد ہونے کی وجہ سے ایسی خبریں' اشعار اور نسب ناموں کو لکھنے کی بجائے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایات میں ان سات حفاظ کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود' سیدنا سالم بن معقل مولی ابی حذیفہ' سیدنا معاذ بن جبل' سیدنا ابی بن کعب' سیدنا زید بن ثابت' سیدنا ابوزید بن السکن اور سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہم۔

پہلی روایت: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ قرآن چار (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے سیکھو' ان چار میں دو مہاجر ہیں' سیدنا عبداللہ بن مسعود' سیدنا سالم رضی اللہ عنہما اور دو انصاری ہیں' سیدنا معاذ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما۔

دوسری روایت: سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن کریم کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں کس نے جمع (یاد) کیا' تو انہوں نے فرمایا کہ چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور وہ سب انصاری رضی اللہ عنہم ہیں۔ سیدنا ابی بن کعب' سیدنا معاذ بن جبل' سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابوزید رضی اللہ عنہم۔ میں نے کہا۔ ابوزید کون ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے ایک چچا ہیں۔ (البخاری)

تیسری روایت: سیدنا ثابت نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا تو صرف چار صحابہ کو قرآن یاد تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو درداء، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابو زید رضی اللہ عنہم۔ سیدنا ابو زید رضی اللہ عنہ جن کا ذکر سابقہ روایات میں ہوا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری کی شروط سے مطابقت رکھنے والی سند سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ سیدنا ابو زید رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن جمع کیا ان کا نام سیدنا قیس بن سکن رضی اللہ عنہ ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے قبیلے بنی عدی بن نجار سے تعلق رکھنے والے میرے ایک چچا تھے جب وہ فوت ہوئے تو ان کا وارث ہمارے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سعید بن عبید رضی اللہ عنہ کو بھی حافظ قرار دیا ہے اور ان کا لقب بھی قاری تھا۔ (الاصابۃ: ۲/ ۲۸)

ان سات یا آٹھ حفاظ کے ذکر سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں صرف یہی قرآن کے حافظ تھے، بلکہ سیرت اور سنن کی کتب میں ایسے واضح دلائل ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قرآن یاد کرنے کا بے حد شوق تھا، وہ ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے اپنی بیویوں اور اولاد کو حفظ کرواتے اور آدھی رات کو نماز ادا کرتے ہوئے اس کی تلاوت فرماتے تو ان کی آوازیں مکھیوں کی بھنبناہٹ کی طرح سنائی دیتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر جب انصار کے گھروں سے ہوتا تو آپ گھروں میں ان کے قرآن تلاوت کرنے کی آوازیں سنتے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

لو رایتنی البارحۃ وانا استمع لقراءتک؟ لقد اعطیت مزمارا من مزامیر داود "علیہ السلام" (البخاری)

"کاش تم مجھے کل شام دیکھ لیتے جب میں تیری تلاوت سن رہا تھا، تمہیں تو لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے قرآن جمع (یاد) کیا تو ہر رات اس کی تلاوت کیا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے مجھے فرمایا۔ اقراہ فی شھر۔ "اس کی تلاوت ایک مہینے میں کیا کرو۔" (النسائی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لاعرف رفقة الاشعریین بالليل حين يدخلون واعرف منازلهم من اصواتهم بالقرآن بالليل' وان كنت لم آر منازلهم حين نزلوا بالنهار۔

''میں اشعری دوستوں کو پہچان لیتا ہوں جب وہ رات کو نماز شروع کرتے ہیں' رات میں جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان کے گھروں کی سمت معلوم ہوجاتی ہے' حالانکہ دن کے وقت جب وہ اپنے گھر جاتے ہیں تو مجھے ان کے گھر کا علم نہیں ہوتا۔'' (البخاری' مسلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور زبانی یاد کرنے کا بہت شوق تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہمت بڑھاتے اور قرآن سکھانے والا ان کے لئے خود پسند فرماتے۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہاجر آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہم میں سے کسی ایک کے سپرد فرما دیتے جو اسے قرآن کریم کی تعلیم دیتا' مسجد نبوی قرآن کریم کی تلاوت سے گونج اٹھتی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی آوازیں دھیمی رکھنے کا حکم فرماتے تاکہ باہمی عداوت سے محفوظ رہیں۔

بخاری شریف کی مذکورہ تین روایات میں صرف سات محدود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ذکر کیا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے پورا قرآن یاد کر رکھا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے سنایا تھا لہٰذا اس سے ان کا حافظ ہونا ہمیں مسند طور پر معلوم ہوگیا ہے۔

لیکن ان کے علاوہ جو دوسرے حفاظ تھے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں یہ تمام خوبیاں موجود نہ تھیں' ایک بات یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے۔ اور بعض لوگ بعض لوگوں سے قرآن یاد کیا کرتے تھے' اس بارے میں یہی دلیل کافی ہے کہ بئر معونہ میں جن صحابہ کو قتل کیا گیا انہیں (قراء) کہا جاتا تھا۔ اور ان کی تعداد ستر تھی۔ (الصحیح)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یمامہ میں ستر قاری شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اتنے ہی صحابہ بئر معونہ پر قتل ہوئے۔ اہل علم نے یہی سمجھا ہے اور حفاظ کو صرف سات تک محدود کرنے والی حدیث کی انہوں نے تاویل کی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت پر ماوردی نے تعلیقاً لکھا ہے کہ قرآن کریم کو صرف چار صحابہ نے حفظ کیا ہے' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں بھی ایسے ہی ہوا ہو بلکہ اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو ان چار کے علاوہ کسی کے حفظ کرنے کا علم نہ تھا۔

وہ اس تعداد کا احاطہ کر بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ صحابہ کی تعداد تو بہت زیادہ تھی اور وہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے۔ (مناهل العرفان لزرقانی ۱/۲۴۴)

یہ بات اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ صحابی از خود اس بات کا اقرار کرے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مکمل یاد نہیں کر سکا جبکہ عموماً ایسا ہو نہیں سکتا اور جب معاملہ ان کے علم پر بھی موقوف ہو تو اس سے حقیقت میں ایسا ہونا لازم نہیں آتا۔ اور تواتر کے لئے یہ شرط بھی ضروری نہیں کہ ہر فرد کو پورا یاد ہو' بلکہ جب مکمل حفظ کر لیا گیا ہو اگر چہ سب نے مل کر کیا ہو۔

ماوردی نے بہترین طریقے سے ایک شبہ کو دور کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ کی تعداد بہت کم تھی' انہوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حفاظ کے محدود طور پر مذکور ہونے سے جو احتمال ممکن تھے ان کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام الہروی نے اپنی کتاب ''القراءات'' میں صحابہ میں سے قراء کا ذکر کیا ہے۔ مہاجرین میں سے خلفاء اربعہ' طلحہ' سعد' عبداللہ بن مسعود' حذیفہ' سالم' ابو ہریرہ' عبداللہ السائب' عبادلہ اربعہ' ابن عباس' ابن عمرو' ابن عمر' اور ابن زبیر' عائشہ' حفصہ' ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور انصار میں سے عبادہ بن صامت' معاذ ابو حلیمہ مجمع بن جاریہ' فضالہ بن عبید اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے۔

حافظ ذہبی' طبقات القراءت میں لکھتے ہیں کہ قراء کی یہ تعداد وہ ہے' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم سنایا' ان کی سند ہم تک پہنچتی ہے لیکن وہ صحابہ جنہیں قرآن یاد تھا اور ان کی سند ہم تک نہیں پہنچی ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حفاظ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

اور کسی بات کو نقل کرنے کے لئے حفظ پر اعتماد کرنا اس امت کی خصوصیت ہے۔

ابن الجزری رحمہ اللہ جو اپنے دور کے شیخ القراء تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن کو نقل کرنے کے لئے حفظ پر اعتماد کیا گیا ہے مصاحف اور کتب کی لکھائی پر اعتماد نہیں کیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہونے والی اس امت کی بہت ہی اعلیٰ خصوصیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن کی کتابت:

رسول اللہ ﷺ نے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وحی کی کتابت کے لئے اختیار کیا۔ جیسے علی، معاویہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ان کو لکھنے کا حکم دیتے، آیت کو متعلقہ سورت میں اس کے لکھنے کی جگہ کیلئے راہنمائی فرماتے، حتیٰ کہ کتابت سطروں میں اور حفظ دلوں میں ظاہر ہوا۔

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شروع سے ہی جو قرآن کریم نازل ہوتا اسے اپنے طور پر لکھ لیا کرتے تھے، حالانکہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم بھی نہیں دیا تھا، اور قرآن کریم کھجور کی ٹہنیوں، کھجور کے تنے، پتھر، چمڑے یا کاغذ کے ٹکڑوں، پالان (کجاوے) کی لکڑی، چمڑے کے ٹکڑوں، اونٹ یا بکری کی چوڑی، ہڈی پر لکھا جاتا تھا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس کاغذ یا چمڑے کے ٹکڑوں قرآن کریم تالیف کرتے تھے۔

ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی تالیف میں کتنی مشقت اٹھانا پڑتی تھی کہ ان کے پاس کتابت کے لئے ان وسائل کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اس لئے انہوں نے کتابت کے ساتھ حفظ بھی جاری رکھا۔

جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عام لوگوں کی نسبت بہت زیادہ جود وکرم فرماتے، لیکن جب رمضان میں جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت انتہا کو پہنچ جاتی۔

جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات فرماتے۔ اور آپ کے ساتھ قرآن کریم کی دہرائی فرماتے رسول اللہ ﷺ کی جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تو آپ بارش برسانے والی ہوا سے زیادہ سخی ہو جاتے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی رسول اللہ ﷺ کو زبانی اور لکھا ہوا قرآن سنایا کرتے تھے۔ قرآن کریم کی یہ ساری کتابت رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک مکمل مصحف کی شکل میں نہ ہوئی تھی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ کسی کے پاس کچھ حصہ ہوتا اور کسی کے پاس کچھ حصہ۔ اہل علم کہتے ہیں کہ صحابہ میں چند افراد جیسے علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں مکمل قرآن جمع کر لیا تھا، وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سب کے بعد آپ کو قرآن سنایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے اور قرآن کریم دلوں میں محفوظ تھا اور مذکورہ طور پر صحائف میں بھی لکھا ہوا تھا۔

آیات اور سورتیں متفرق طور پر تھیں صرف آیات کو مرتب کیا گیا تھا، ہر سورۃ الگ صحیفہ میں سات حروف کے ساتھ لکھی گئی تھی اور انہیں کی ایک مصحف میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔

وحی چونکہ مسلسل نازل ہوتی تھی اور قراء اسے یاد کر لیتے اور لکھنے والے لکھ لیتے، اس لئے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

خود رسول اللہ ﷺ کو بھی وحی کا انتظار رہتا تھا اور کبھی وحی میں پہلے نازل ہونے والی آیات کو منسوخ کر دیا جاتا تھا، نیز قرآن کریم کی کتابت میں نزول ترتیب کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ جہاں رسول اللہ ﷺ لکھنے کا حکم دیتے اسے وہیں لکھا جاتا اور اگر قرآن کریم کو ایک ہی مصحف میں لکھا جاتا۔ تو وحی کے نزول کے ساتھ اس میں تبدیلی کرنا پڑتی۔

امام زرکشی فرماتے ہیں کہ قران کریم کو رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک ہی مصحف میں اس لئے نہیں لکھا گیا تاکہ ہر وقت اس میں تبدیل نہ کرنا پڑے اس کی کتابت میں رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قرآن کریم کے مکمل ہونے تک تاخیر ہوتی رہی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور قرآن کریم کو جمع نہیں کیا گیا تھا۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کریم کو سورتوں اور آیات کی ترتیب سے ایک مصحف میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔

خطابی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مصحف میں قرآن کریم کو جمع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو اس بات کا انتظار رہتا تھا کہ کسی حکم یا تلاوت کو منسوخ کرنے والی آیات نازل ہوسکتی ہیں، لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ساتھ قرآن کریم کا نزول مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کے دل میں اس کو جمع کرنے کا خیال پیدا فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سچا وعدہ پورا ہو سکے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں بطور ضمانت اس امت سے کر رکھا ہے' چنانچہ اس کام کی ابتدا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کریم کو جو حفظ و کتابت کے لحاظ سے جمع کیا گیا اسے الجمع الاول "پہلی دفعہ جمع کرنا" کہتے ہیں۔

(۲) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کریم کا جمع کیا جانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امور اسلام کے نگہبان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔ آپ کو اکثر عربوں کے مرتد ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے حادثات کا سامنا کرنا پڑا' آپ نے لشکر تیار کر کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجے' غزوۂ یمامہ جو کہ ۱۲ ہجری میں پیش آیا اس میں قراء صحابہ بہت بڑی تعداد میں شریک تھے' جن میں سے ستر شہید ہو گئے تو سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس سے گھبرا اٹھے وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کو قرآن کریم جمع کرنے اور لکھنے کا مشورہ دیا تاکہ ضائع نہ ہونے پائے۔ غزوۂ یمامہ میں قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ بہت زیادہ شہید ہوئے تھے اور ڈر تھا کہ اگر دوسرے مقامات پر بھی صحابہ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن کریم ضائع ہو جائے گا اور لوگ اسے بھول جائیں گے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کو پسند نہ فرمایا' آپ کے لئے ایسا کام کرنا بہت بڑا بوجھ تھا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے نہ ہٹے اور آپ کو بار بار یاد دہانی کراتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے شرح صدر کے ساتھ آمادہ کر دیا۔

آپ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا' جنہیں لکھنے پڑھنے اور فہم و شعور کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل تھا اور وہ اس وقت بھی حاضر تھے جب آخری مرتبہ قرآن کریم سنا گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ آئے' انہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مطلع کیا گیا' تو انہوں نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح اس بات کو پسند نہ فرمایا' لیکن شیخین بار بار انہیں کہتے رہے حتیٰ کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھنے پر رضا مند ہو گئے اور وہ اس بہت ہی محنت طلب کام میں مگن ہو گئے' ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ تر اعتماد اس قرآن پر تھا جو قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں محفوظ تھا یا پھر کاتبین وحی کے پاس لکھا ہوا تھا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا یہ صحیفہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پاس ان کی وفات ۱۳ ہجری تک رہا' پھر یہ صحیفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا' پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے حاصل کر لیا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمامہ میں خوب لڑائی ہوئی تھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھلا بھیجا' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھے' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لشکر یمامہ میں بہت سارے قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں' اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی شہادتیں ہوتی رہیں تو قرآن کریم کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے گا' اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم دیں تو میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں کیسے کروں سیدنا ابوبکر نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار ہے کہ اللہ کی قسم! یہ بہت اچھا کام ہے اور وہ مجھ سے بار بار یہ تقاضا کرتے رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کام پر آمادہ ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اب میری بھی یہی رائے ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' زید! تم ایک عقل مند نوجوان ہو ہم آپ پر کوئی اتہام نہیں لگاتے' آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی وحی لکھا کرتے تھے' اس لئے آپ قرآن تلاش کریں اور اس کو جمع کر دیں۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر وہ مجھے ایک پہاڑ کو منتقل کرنے کی ذمہ داری دیتے تو وہ میرے لئے اتنی مشکل نہ ہوتی جتنا بھاری کام میرے لئے قرآن کریم کو جمع کرنا تھا۔ میں نے ان دونوں سے گزارش کی کہ آپ کیسے وہ کام کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اللہ کی قسم! ایسا کرنا ہی بہتر ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مجھ سے ایسا کرنے کے لئے کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کام کو سرانجام دینے کے لئے آمادہ کر دیا جس کے لئے وہ دونوں تیار تھے۔

چنانچہ میں نے قرآن کریم کو تلاش کرنا شروع کیا' میں نے کھجوروں کی ٹہنیوں' پتھروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور لوگوں کے دلوں سے قرآن کریم کو جمع کیا اور سورۂ توبہ کا آخری حصہ مجھے صرف سیدنا ابوخذیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملا، کسی اور کے پاس مجھے یہ آیت نہیں ملی تھی۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○﴾

یہ صحیفے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہے اور ان کے بعد ان کی بیٹی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے جمع کرنے میں بڑی تحقیق اور دقت نظری سے کام لیا، وہ حفظ کے علاوہ کتابت بھی ضروری سمجھتے تھے۔

حدیث مبارکہ میں ان کی یہ بات مذکور ہے ووجدت آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الانصاري لم اجدها مع غيره ''مجھے سورۃ توبہ کی آخری آیات ابوخزیمہ انصاری کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ ملیں۔''

اس سے حفظ کے علاوہ کتابت کی شکل میں ملنے کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات متواتر نہیں ہیں، بلکہ اس سے صرف اتنا بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ آیات کتابت کی شکل میں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ملیں اور یہ آیات سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یاد تھیں، لیکن چونکہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ حفظ اور کتابت دونوں پر اعتماد کرتے تھے اور یہ آیات ان میں سے اکثر کو یاد ہیں اور ان کا خیال تھا کہ اکثر صحابہ نے انہیں لکھا ہے لیکن ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ ملیں۔

ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ آئے اور فرمانے لگے جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا بھی قرآن سیکھا ہے وہ اتنا حصہ لے آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاغذ، تختیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دو گواہوں کی گواہی کے بغیر کسی سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صرف اپنے وجدان سے لکھے ہوئے قرآن کو کافی نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سن کر یاد کرنے والوں کی گواہی مل جاتی حالانکہ زید رضی اللہ عنہ کو خود بھی وہ آیات یاد ہوتی تھیں اور ان کا ایسا کرنا احتیاط کرنے کی انتہا تھی۔

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے ہی ہشام بن عروہ کے واسطے بیان کیا ہے کہ عروہ فرماتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر اور زید رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو کوئی کتاب اللہ کی کسی آیت کے بارے میں دو گواہ پیش کر دے تو تم دونوں اسے لکھ لو۔

یہ روایت منقطع ہے لیکن اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں (شاہدین) دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔

سخاوی (جمال القراء) میں لکھتے ہیں کہ دو گواہوں سے ایسے دو انسان مراد تھے جو کہ یہ گواہی دیتے کہ ان آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ گواہی دیتے کہ ان آیات کی کتابت اس طرح ہوئی ہے جس طرح قرآن نازل ہوا تھا۔

ابو شامہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم وہی کچھ لکھیں جو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا گیا تھا اور انہوں نے اسے صرف یادداشت سے نہیں لکھا' اسی لئے وہ سورۃ التوبہ کی آخری آیات کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں ابوخزیمہ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پایا' یعنی میں نے ان آیات کو کتابت کی شکل میں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پایا اور وہ کتابت کے بغیر صرف حفظ کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔

ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کی کتابت پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہو چکی تھی' لیکن یکجا نہ تھی' بلکہ کاغذ یا چمڑے کے ٹکڑوں' ہڈیوں اور کھجور کی مختلف ٹہنیوں پر ہوئی تھی اسی لئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک مصحف میں سورتوں اور آیات کو ترتیب سے جمع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ کتابت بڑی دقت اور احتیاط سے کی جائے جو کہ ان سات حروف پر مشتمل ہو جن میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اس لحاظ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے اس طرح سے مصحف کو جمع کیا' حالانکہ بعض صحابہ کے پاس اپنے ذاتی مصاحف بھی موجود تھے جیسے مصحف علی' مصحف ابی اور مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور وہ مصاحف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے تیار ہونے والے مصحف کی طرح نہ تھے' نہ ہی وہ دقت اور جستجو' جمع و ترتیب میں اس کے ہم پایہ تھے نہ ہی وہ ایسی آیات تک محدود تھے جو کہ منسوخ نہ ہوئی تھیں اور نہ ہی ان میں

www.KitaboSunnat.com

کسی پر ایسا اجماع ہوا تھا۔

یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی بنا پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حکم پر تیار ہونے والا مصحف دیگر مصاحف سے ممتاز ہو گیا۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ قرآن کریم کو مصحف کا نام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مسودے سے ملا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' مصاحف میں سب سے زیادہ اجر حاصل کرنے والے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے انہوں نے سب سے پہلے کتاب اللہ کو جمع کیا اور اس جمع کو جمع ثانی کا نام دیا گیا ہے۔

(۳) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن کو جمع کیا جانا:

اسلامی فتوحات میں وسعت پیدا ہوئی' قراء کرام مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر شہر سے والوں نے آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن پڑھنا سیکھا اور قرآن کو جن طریقوں سے تلاوت کیا جاتا تھا' وہ مختلف تھے کیونکہ نزول کے حروف میں اختلاف تھا۔

جب وہ کسی مجمع میں جمع ہوتے یا کسی لڑائی کی جگہ میں مل بیٹھتے' تو بعض ان مختلف طریقوں سے قرآن کی تلاوت پر تعجب کرتے اور ہر ایک اس بات پر قانع تھا کہ یہ سب طرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں' لیکن یہ سب کچھ قراءت کے ان طریقوں کے بارے میں شک وشبہ کو روک نہ سکا' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھے' پھر ان کے فصیح اور زیادہ فصیح ہونے کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔

اگر یہ معاملہ عام ہو جاتا اور ضد بازی شروع ہو جاتی تو اس سے عجیب وغریب صورتحال پیدا ہو جاتی جس کا انجام جھگڑا' فساد اور گناہ کی صورت میں ظاہر ہوتا' اس لئے اس فتنے کا علاج ضروری تھا۔

جب آرمینیہ اور آذربیجان کی لڑائیاں اہل عراق سے لڑی گئیں تو ان لڑائیوں میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے' انہوں نے قراءت میں بے حد اختلاف دیکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض طریقوں میں "لحن" واضح تھا لیکن اس کے باوجود ہر ایک اپنی قراءت کو پسند کرتا تھا اور اس کا زبردست حامی تھا' وہ دوسرے کی مخالفت پر جھگڑے پر اتر آتا' ایک دوسرے کو کافر کہا جاتا۔ اس وقت انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے اس گھبراہٹ کا اظہار فرمایا اور جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کچھ بتا دیا' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات بھی پہنچی تھی کہ اس قسم کا اختلاف بچوں کو پڑھانے والے قراء کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ جس سے بچوں کے درمیان بھی اختلاف ابھرتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس معاملے کو آڑے ہاتھوں لیا تاکہ قرآن کریم کو تحریف و تبدیلی سے بچایا جا سکے اور سب نے متفقہ طور پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ والے مصحف کے نسخے تیار کرنے کی تجویز دی تاکہ لوگوں کو ایک ہی حرف والی ثابت شدہ قراءت پر جمع کیا جا سکے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا تو انہوں نے وہ صحیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا' پھر انہوں نے اسے کو سیدنا زید بن ثابت انصاری' سیدنا عبداللہ بن زبیر' سیدنا سعید بن العاص اور سیدنا عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم قریشیوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ مزید نسخے تیار کریں اور اگر سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کسی کلمے کے بارے میں اپنے قریشی ساتھیوں سے اختلاف کریں تو اس کلمے کو قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ اہل شام کے ساتھ آرمینیہ میں اور اہل عراق کے ساتھ آذربیجان میں شریک جنگ تھے' وہ ان کی قراءت میں اختلاف سے گھبرائے ہوئے تھے۔ انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس امت کو یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہونے سے بچا لو' تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ مصحف طلب فرمایا اور کہا کہ اس کے نسخے تیار کر کے ہم یہ نسخہ آپ کو واپس کر دیں گے' تو ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ نسخہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت' سیدنا عبداللہ بن زبیر سیدنا سعید بن العاص اور سیدنا عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کے مزید نسخے تیار کرنے کا حکم دیا۔ ان میں ایک انصاری اور تین قریشی تھے' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قریشی کاتبین سے کہا جب زید اور تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے قریش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور مزید نسخے تیار کر کے اصل نسخہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ تیار شدہ نسخے ہر طرف پھیلا دیئے اور یہ حکم بھی جاری کیا کہ اس کے علاوہ جو بھی قرآن ہے خواہ جزوی طور پر کسی صحیفہ میں لکھا ہوا ہو یا مصحف ہو تو اسے جلا دیا جائے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قرآن لکھ رہے تھے اور سورۃ احزاب کی ایک آیت جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا وہ ہمیں خذیمہ بن ثابت انصاری سے ملی۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:۲۳)

ہم نے اس آیت کو سورت میں اس کی جگہ پر لکھ دیا۔ (البخاری)

بہت سارے اقوال یہ بھی بتاتے ہیں کہ قراءت کے طریقوں میں اختلاف کی وجہ سے صرف اکیلے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہی پریشان نہ تھے۔ بلکہ دیگر صحابہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے۔

ابن جریر یعقوب بن ابراہیم سے اور وہ ابن عبید سے وہ ایوب سے ابوقلابہ کے واسطے بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا۔ تو ہر استاد بچوں کو مختلف لوگوں کی قراءۃ کے مطابق تعلیم دیتا تھا' بچے ان سے سیکھتے اور اختلاف کا شکار ہو جاتے یہاں تک کہ تعلیم دینے والوں تک معاملہ گیا۔ ایوب بیان کرتے ہیں کہ مجھے علم نہیں مگر ابو قلابہ کہتے ہیں کہ تعلیم دینے والوں نے ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تم میرے پاس ہو' تم قرآن میں اختلاف اور لحن کا شکار ہو اور جو لوگ مجھ سے دور ہیں تو ان میں اختلاف اور لحن تم سے بھی بہت زیادہ ہے' اس لئے لوگوں کیلئے راہنمائی کے طور پر ایک نسخہ تیار کرو۔

ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں بھی ان کو املا کرانے والوں میں شامل تھا' جب بھی ان میں کسی آیت کے بارہ میں اختلاف ہوتا' تو وہ ایسے آدمی کو یاد کرتے جس نے وہ آیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی' اگر وہ کسی دور دراز جگہ پر ہوتا' تو وہ اس آیت سے پہلی اور بعد والی آیت لکھ لیتے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ وہ آدمی خود آ جاتا یا اسے بلایا جاتا۔ اور جب مصحف ''امام'' تیار ہو گیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یہ حکم صادر فرمایا کہ میں نے یہ کام کر دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا۔ میں نے اسے مٹا دیا ہے اس لئے جو کچھ تمہارے پاس ہے تم بھی اسے مٹا دو۔

ابن اشتہ نے بھی ایوب کے واسطہ سے ابو قلابہ سے اس جیسی بات بیان کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی داؤد نے ''مصاحف'' میں ابو قلابہ کی سند سے روایت کی ہے۔ سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں صرف اچھی بات کہا کرو، اللہ کی قسم! انہوں نے مصاحف کے لئے جو کچھ کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ تم اس قراءت کے بارے میں کیا کہتے ہو، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے، حالانکہ یہ بات کفر بھی ہوسکتی ہے۔ ہم نے عرض کیا، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر لوگ ایک مصحف پر جمع ہو جائیں، تو تفرقہ بازی اور اختلاف ختم ہو جائے گا۔ ہم نے کہا، آپ کا خیال بہت اچھا ہے۔ (ابن ابی داؤد)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق تھے قرآن کریم جن سات حروف کے مطابق نازل ہوا تھا ان میں سے ایک کے مطابق لکھا گیا تاکہ لوگوں کی قراءت بھی ایک جیسی ہو جائے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل مصحف ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور لکھے ہوئے مصاحف ہر کونے میں بھیجے اور مدینہ میں صرف ایک مصحف رکھا جسے مصحف الامام کہا گیا۔ اسے یہ نام دینے کے اسباب پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ سب نے لوگوں کے لئے ایک ''امام'' (راہنما) مصحف تیار کرنے پر اتفاق کیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کے علاوہ دیگر صحائف اور مصاحف کو نذر آتش کر دیا جائے۔ چنانچہ ساری امت نے اس حکم کی اطاعت کے لئے باقی چھ حروف کی قراءت چھوڑ دی۔ اس میں شک بھی نہیں کہ سات حروف کے مطابق قرآن کریم کی قراءت واجب نہیں ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام حروف کے مطابق قراءت کو واجب قرار دیا ہوتا، تو پھر ان تمام حروف کو متواتر طور پر نقل کرنا بھی واجب ہوتا تاکہ دلیل اور حجت قائم ہو جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ ان تمام حروف کی قراءت کرنے کی اجازت تو ہے لیکن واجب صرف اتنا ہے کہ ان سات حروف میں سے کوئی متواتر منقول ہو اور یہ ہو چکا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کے بارے میں ابن جریر لکھتے ہیں کہ انہوں نے سب کو ایک مصحف اور ایک حرف کی قراءت پر جمع فرمایا اور باقی مصاحف کو تلف کر دیا گیا اور انہوں نے حکم دیا کہ جس کسی کے پاس اس مصحف ''امام'' کے مخالف کوئی مصحف ہے وہ اسے ضائع کر دے۔ (نذر آتش کر دے)

چنانچہ اس معاملے میں ساری امت نے ان کی اطاعت کی کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے اسی میں رشد و ہدایت ہے۔ امت نے ان چھ حروف کی قراءت کو چھوڑ دیا جن کے قراءت کے چھوڑنے کا انہیں ان کے امام عادل نے حکم دیا تھا انہوں نے اس کی پوری پوری اطاعت کی کیونکہ انہیں اپنا اور اپنے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کا خیال تھا۔ حتیٰ کہ امت ان چھ حروف کی قراءت کو بھول گئی' اس کے تمام نشانات ختم ہو گئے آج کوئی بھی ان حروف کی قراءت نہیں کر سکتا کیونکہ ان کا کوئی نشان اب باقی نہیں۔ نیز مسلمانوں نے ان حروف کی قراءت کو اپنایا بھی نہیں حالانکہ امت نے نہ تو ان کے صحیح ہونے کا انکار کیا اور نہ ہی ان میں سے بعض کے صحیح ہونے کا انکار کیا' لیکن انہوں نے اپنا اور باقی ملت اسلامیہ کا خیال رکھا۔

آج پوری امت اسلامیہ اسی حرف کے مطابق قراءت کرتی ہے جس کو ان کے بہت ہی مشفق اور بہترین امام نے پسند فرمایا تھا اور باقی چھ حروف کی قراءت سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔

بعض کم علم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو کس طرح جائز سمجھ لیا کہ وہ ایسے حروف کی قراءت کو چھوڑ دیں جن کی قراءت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور صحابہ کو بھی ان کے مطابق قراءت کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کوئی واجب اور فرض نہ تھا بلکہ آپ کا یہ حکم رخصت اور اجازت کے لئے تھا کیونکہ اگر ان تمام حروف کے مطابق قراءت واجب ہوتی تو پھر ان تمام حروف کا علم بھی واجب ہوتا تاکہ یہ بات کہنے والے کے لئے کوئی حجت ہوتی اور اس کی خبر سے عذر کا خاتمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا اور امت کی قراءت میں شک وشبہات پیدا نہ ہوتے لیکن چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قراءت کونقل ہی نہیں کیا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں قراءت میں اختیار تھا۔

جبکہ قراءت میں قرآن کریم کو نقل کرنے والوں میں بعض ایسے بھی تھے جو ان سات حروف میں سے بعض کو نقل کر کے حجت واجب کرنا چاہتے تھے اور اگر معاملہ ایسا ہی تھا تو پھر قوم پوری سات قراءت کو نقل کرنا نہ چھوڑتی۔

بلکہ انہوں نے جو کچھ کیا وہی ان پر واجب تھا اور انہوں نے جو کچھ کیا وہی اسلام اور مسلمین کے لئے بہتر تھا' وہی ان کے لئے مناسب تھا' کیونکہ وہ اسلام اور مسلمین کے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کے بجائے ان کی سلامتی کے زیادہ خواہش مند تھے۔

سیدنا ابوبکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع شدہ قرآن کریم میں فرق:

دلائل اور نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے قرآن کریم کو جمع کرنے کے اسباب اور کیفیت مختلف تھی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ڈر تھا کہ قرآن کریم کے حامل چونکہ کثرت سے شہید ہو رہے ہیں اس لئے کہیں قرآن کریم بھی ختم نہ ہو جائے۔

لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن کریم کے جمع کرنے کا سبب قراءت کا اختلاف تھا اور انہوں نے اس اختلاف کا مشاہدہ بہت سارے مقامات پر کیا۔ نیز اختلاف کے علاوہ ایک دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دیا جا رہا تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مختلف چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں' ہڈیوں اور ٹہنیوں سے نقل کر کے ایک مصحف میں جمع کیا تھا' آیات اور سورتوں کو ترتیب دیا تھا اور وہ آیات بھی اس میں شامل تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی تھیں' نیز اس میں وہ سات حروف بھی موجود تھے جن پر قرآن کریم نازل ہوا تھا۔

جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو سات حروف میں سے صرف ایک حرف کے مطابق لکھا' انہوں نے تمام مسلمانوں کو بھی ایک مصحف پر جمع کر دیا اور مسلمان صرف ایک ہی حرف کے مطابق تلاوت کرنے لگ گئے۔

ابن التین اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع شدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم اس لئے جمع کیا تھا کہ حاملین قرآن کے بکثرت شہید ہونے سے قرآن کریم کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ اس وقت تک قرآن کریم کو ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے قرآن کریم کو بہت سارے صحائف سے' سورتوں اور آیات کی اس ترتیب کے مطابق جمع فرمایا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایات دے رکھی تھیں۔

اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے کا سبب قراءات میں اختلاف تھا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو اپنی اپنی لغت کے مطابق پڑھنا شروع کر دیا تھا' جس وجہ سے بعض قراء نے بعض کو غلط قرار دینا شروع کر دیا۔ انہیں اس معاملے کے گھمبیر ہونے کا خدشہ تھا۔ تو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ صحائف کو ایک مصحف میں جمع فرمایا اور صرف قریش کی لغت کا لحاظ رکھا گیا' ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن کریم قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے اگرچہ ابتدا میں دوسری لغات میں پڑھنا بھی جائز قرار دیا گیا تھا تاکہ پڑھنے میں کسی حرج اور مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور آخرکار جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا اب اس کی ضرورت نہیں رہی تو انہوں نے ایک ہی لغت تک محدود کر دیا۔

الحارث المحاسبی کہتے ہیں کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ قرآن کریم کے جامع سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع فرمایا' یہ سب کچھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انصار اور مہاجرین کی موجودگی میں اختیار فرمایا کیونکہ اہل عراق اور شامیوں کی قراءت میں اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے فتنہ ابھرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے مصاحف میں سات قراءتیں موجود تھیں جن کے مطابق قرآن نازل ہوا تھا لیکن سب سے پہلے جمع کرنے کا اعزاز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل نے فتنے کو جڑ سے اکھیڑ دیا' اختلافات ختم ہو گئے اور قرآن کریم اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود ہر قسم کی زیادتی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

اہل علم کے درمیان اس معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مختلف علاقوں میں کتنے مصاحف بھیجے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ا) بعض کہتے ہیں ان مصاحف کی تعداد سات تھی جنہیں مکہ‘ شام‘ بصرہ‘ کوفہ‘ یمن‘ بحرین اور مدینہ منورہ میں بھیجا گیا۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ ابو حاتم بجستانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات مصاحف لکھے گئے تھے جن میں سے مکہ‘ شام‘ یمن‘ بحرین‘ بصرہ اور کوفہ میں ایک ایک نسخہ بھیجا گیا اور ایک مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔

(ب) بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چار تھی۔ ایک عراقی‘ ایک شامی اور ایک مصری تھا۔ یا ایک کوفی‘ ایک بصری ایک شامی اور ایک مصحف امام تھا۔

ابو عمر الدانی ''المقنع'' میں لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چار مصاحف لکھوائے تھے ان میں سے ایک کوفہ‘ ایک بصرہ‘ ایک شام میں بھیجا اور ایک اپنے پاس رکھا۔

(ج) بعض نے کہا ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی‘ سیوطی رحمہ اللہ نے اس بات کو اختیار کرتے ہوئے اسے ہی مشہور قرار دیا ہے۔

وہ مصحف جو ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کیا گیا تھا‘ وہ ان کی وفات تک ان کے پاس ہی رہا‘ پھر اسے دھوڈالا گیا اور بعض نے کہا کہ مروان بن الحکم نے اسے نذر آتش کر دیا تھا۔

وہ مصاحف جنہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوایا تھا ان میں سے آج ایک بھی محفوظ نہیں‘ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب فضائل القرآن کے حوالے سے یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ انہوں نے ان مصاحف میں سے ایک‘ شام میں دمشق کی جامع مسجد میں دیکھا ہے جو باریک کھال پر لکھا ہوا تھا‘ ان کے خیال کے مطابق وہ اونٹ کے چمڑے سے تیار کی گئی تھی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس مصحف کو انگلینڈ منتقل کر دیا گیا تھا پھر کچھ عرصہ یہ زارِ روس کے قبضہ میں لینن گراڈ کے دارالکتب میں بھی رہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سن ۳۱۰ ہجری میں دمشق کی مسجد میں چلا گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک شبہ کا ازالہ

بعض خود غرض لوگ قرآن کریم کی ثقاہت کو داغدار کرنے اور اس کے جمع کرنے کے دقیق عمل کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں جن میں سے چند اہم شبہات کو بیان کرتے ہوئے ہم ان کا رد بھی پیش کرتے ہیں۔

(ا) ان کا کہنا ہے کہ بعض آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن کریم موجود ہے اس میں بعض آیات لکھی نہیں گئیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا' آپ نے فرمایا' اس آدمی پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' اس نے مجھے فلاں سورت کی فلاں فلاں آیت یاد کرا دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت کو چھوڑ دیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے انہیں بھلا دیا تھا۔ (البخاری ومسلم)

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی آیت یا آیات کو یاد کر لینا جسے وہ بھول چکے تھے یا انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا' اس سے قرآن کے جمع کرنے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے کیونکہ جس روایت میں اسقاط (چھوڑنے) سے تعبیر کیا گیا ہے تو دوسری روایت اس کی تفسیر کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "کنت انسیتھا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ان آیت کو چھوڑ دینے سے مراد بھول جانا تھا جیسے کہ "اذکرنی" اس نے مجھے یاد کرا دی ہے۔ سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسا نسیان (بھول) جس سے تبلیغ میں خلل واقع نہ ہوتا ہو' رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز ہے۔ ان آیات کو رسول اللہ ﷺ نے یاد کیا تھا اور کاتبین وحی کو لکھوایا تھا۔ صحابہ انہیں اپنے سینے میں محفوظ کر چکے تھے' اس کے ساتھ حفظ اور کتابت میں تواتر پیدا ہو چکا تھا اور یہ سب کچھ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا ان آیات کو بھول جانا قرآن کے جمع کرنے میں کیسے خلل انداز ہوسکتا ہے۔

اور حدیث مبارکہ بھی صرف یہی ظاہر کرتی ہے اور اس آدمی (جو کہ متواتر کی تعداد کو پہنچنے والے حافظوں میں سے ایک تھا) کے قراءت کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی یادداشت تازہ ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "لقد اذکرنی کذا وکذا آیۃ" اس شخص نے مجھے فلاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلاں آیت یاد کرادی ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ میں فرمایا ہے:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ۝ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝﴾

(الاعلیٰ:٦-٧)

اس استثناء سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض آیات بھلا دی گئی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم پڑھانے اور اس کے حفظ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ آپ نسیان سے محفوظ رہیں گے اور (سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ) آیت سے اس کے لازم ہونے کا وہم ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ (الانبیاء:٢٣) جو وہ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور ان سے سوال ہوگا۔

اوپر والی آیت میں استثناء موجود ہے "اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ" جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم پڑھانے اور بھول جانے سے محفوظ رہنے کی خبر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خارج نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

شیخ محمد عبدہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے میں ابدیت اور لزوم پایا جاتا ہے' ہو سکتا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت دوسروں کو شامل نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے خارج ہے تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے استثناء کا ذکر فرمایا ہے۔ "اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ" یعنی جب وہ ارادہ کرے کہ آپ کو کچھ بھلا دے' تو ایسا کرنے سے بھی اس کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا اور اس میں نسیان کو نہ ہونے کے مفہوم میں بیان کیا گیا ہے۔

اس قسم کی استثناء سورۃ ہود میں ہے۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾ (ھود:١٠٨)

"اور سعادت مند لوگ جنت میں ہوں گے' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے' جب تک زمین و آسمان ہیں مگر جو تیرے رب نے چاہا' کبھی نہ ختم ہونے والا عطیہ ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی حالت میں استثناء کو بیان کر کے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ ابدیت اور خلود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے کرم اور سخاوت کی وسعت ہے اس کے لئے واجب اور حتمی نہیں اگر وہ کوئی اپنی دی ہوئی چیز واپس لینا چاہے تو ایسا کرنے سے اسے کوئی منع نہیں کر سکتا۔

حدیث کے الفاظ میں جو یہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ یاد کی ہوئی بات کو بھول گئے' تو اس روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں اس سے مراد وہ امور ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں نازل نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ ملحدین کی دخل اندازی ہے' جس سے غافل لوگوں کی عقل متاثر ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی پاک وصاف کی ہوئی چیزوں کو اپنے گندے افکار سے ملوث کرتے ہیں' اس لئے جو شخص رسول اللہ ﷺ کی قدر ومنزلت کو پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاتا ہے اسے اس قسم کی باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۲) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جو قرآن کریم کا حصہ نہیں جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ معوذتین قرآن کریم کا حصہ نہیں ہیں؟

اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے وہ درست نہیں اور یہ بات اجماع امت کے مخالف ہے۔

امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ اور معوذتین قرآن کریم کا حصہ ہیں اور جو ان کا انکار کرتا ہے' وہ کافر ہے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو بات منقول ہے وہ صحیح نہیں۔

سیدنا ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جھوٹی اور خود ساختہ بات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے' اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اتنا معلوم ہوتا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے معوذتین کو نہیں سنا اس لئے انہوں نے ان کے بارے میں توقف فرمایا' نیز سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے انکار سے امت کے اجماع کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معوذتین متواتر قرآن کا حصہ ہیں۔

اس قسم کا جواب اس شبہ کے بارے میں بھی دیا جا سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے مصحف میں سورۃ فاتحہ موجود نہیں تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ فاتحہ تو ام القرآن ہے اس کا قرآن ہونا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

غالی قسم کے شیعہ لوگوں میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے اس کی بعض سورتیں اور آیات چھوڑی ہیں اور تحریف کی مثال میں وہ لوگ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ کہ آیت "أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ" (النحل ۹۲) اصل میں (ائمة هي اذكى من ائمتكم) تھا۔

نیز سورۃ احزاب میں سے اہل بیت کے فضائل والی آیات کو چھوڑ دیا گیا ہے یہ آیات سورۃ انعام کی طوالت کے برابر تھیں۔

اس طرح سورۃ الولایہ کو بالکل ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔

یہ سب اس قسم کی باتیں ہیں کہ جن کی کوئی سند نہیں اور یہ سراسر جھوٹ کا پلندہ ہیں، یہ ان کے ایسے دعوے ہیں کہ جن کی کوئی دلیل نہیں اور اس بارے میں کلام کرنا حماقت اور بیوقوفی ہے۔ بعض شیعہ اہل علم نے ان باتوں سے برأت کا اظہار کیا ہے اور شیعہ حضرات جو کچھ دعوی کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف منقول ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ متواتر قرآن جو مصحف کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے اسی پر امت کا اجماع ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مصحف کے لحاظ سے سب سے زیادہ اجر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو جمع فرمایا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچو، عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں "حراق المصاحف" مصاحف کو جلانے والا کہنے سے بچو، اللہ کی قسم! انہوں نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ایسا کام کیا، نیز فرمایا کہ اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ میں والی ہوتا تو ان مصاحف کے بارے میں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان جھوٹے لوگوں کی زبان بندی کے لئے کافی ہے جو ان کے مددگار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے حمایتی بن کر بے پرکی اڑاتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کی ان تمام باتوں سے بری ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورتوں اور آیات کی ترتیب

آیات کی ترتیب:

قرآن کریم سورتوں اور آیات پر مشتمل ہے جو مختصر اور طویل ہیں۔

آیت: کلام اللہ کے اس جملے کو کہتے ہیں جو قرآن کریم میں درج ہے۔

سورت: قرآن کریم کی چند آیات کا ایسا مجموعہ سورت کہلاتا ہے جن کی ابتدا اور انتہا موجود ہو۔

قرآن کریم میں آیات کی ترتیب رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق توقیفی ہے بعض اہل علم نے اس پر اجماع کا حکم لگایا ہے۔

زرکشی نے ''برہان'' اور ابو جعفر ابن الزبیر نے ''مناسبات'' میں لکھا ہے کہ سورتوں میں آیات کی ترتیب رسول اللہ ﷺ کے حکم مطابق توقیفی ہے اور مسلمانوں میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی پر یقین کا اظہار کیا ہے' وہ لکھتے ہیں کی ترتیب توقیفی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس پر اجماع کے مترادف نصوص بھی ملتی ہیں جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کی آیات لے کر نازل ہوتے اور سورت میں ان کی جگہ کے بارے میں راہنمائی فرماتے یا پہلے نازل ہونے والی آیات میں ان آیات کی جگہ کے بارے میں بتاتے۔ رسول اللہ ﷺ کاتبین وحی کو حکم دیتے کہ ان آیات کو فلاں جگہ لکھو۔ آپ ان سے فرماتے کہ ان آیات کو سورت میں فلاں جگہ لکھو یا فرماتے فلاں آیت کو فلاں جگہ لکھو۔ جس طرح کہ آپ کے صحابہ نے بھی آگے پہنچایا۔

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ نے اپنی نظر نیچی کی پھر اوپر اٹھائی اور فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اس آیت کو اس سورت میں اس جگہ رکھوں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل: ٩٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کریم جمع کرتے وقت قرآن کریم کی سورتوں میں ہر آیت کی جگہ پر توقف فرماتے اور اگرچہ کسی آیت کا حکم منسوخ ہوتا تو بھی اس کو تبدیل نہ فرماتے' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی کتابت موجودہ ترتیب کے ساتھ توقیفی ہے۔

ابن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۝ (البقرۃ:۲۳۴) اس آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے' آپ اسے نہ لکھیں یا اس کو چھوڑ دیں' تو انہوں نے فرمایا اے بھائی کے بیٹے! میں کسی چیز کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹاؤں گا۔ (بخاری)

بعض احادیث سے سورتوں کی بعض آیات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے' اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ ان آیات کی ترتیب توقیفی ہو کیونکہ اگر ان کو بدلنا جائز ہوتا تو حدیث کے ساتھ ان کی مطابقت نہ ہو پاتی۔ مثلاً

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ جس نے سورۃ کہف کی پہلی دس آیات یاد کر لیں وہ دجال سے بچ جائے گا۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''جس نے سورۃ کہف کی آخری دس آیات پڑھ لیں۔
بعض احادیث کسی خاص آیت کی جگہ کو واضح کرتی ہیں۔ (مسلم)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آیت کلالہ کے بارے میں جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کسی اور آیت کے بارے میں نہیں پوچھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے میں اپنی انگلی کو چبھویا اور فرمایا: ''اس بارے میں آیت الصیف جو کہ سورۃ نساء کے آخر میں ہے تمہارے لئے کافی ہے۔'' (مسلم)

بہت ساری سورتوں کے متعلق ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب کے ساتھ ان کی آیات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے یا جمعہ کے خطبے میں پڑھتے تھے' جیسے البقرہ' آل عمران اور نساء وغیرہ۔

سورۃ الاعراف کو مغرب کی نماز میں تلاوت کرنا صحیح سند سے ثابت ہے اور جمعہ کے دن آپ صبح کی نماز میں الٓمّٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۝ (السجدہ) اور هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ (الدھر) پڑھا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطبہ جمعہ میں سورۃ ق اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الجمعۃ اور منافقوں کی تلاوت فرماتے تھے۔

جبرائیل علیہ السلام بھی ہر سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو ایک بار قرآن سنایا کرتے تھے۔ اور آپ کی زندگی کے آخری سال انہوں نے دو مرتبہ سنایا اور ان کا سنانا قرآن کریم کی موجودہ معروف ترتیب کے مطابق تھا۔

اس لحاظ سے قرآن کریم کی آیات کی ترتیب توقیفی ہے جس طرح اب ہمارے پاس موجودہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ مخصوص سورتوں سے متعلق احادیث مبارکہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ان آیات کی تلاوت کرنا یہ بتاتا ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی ایسی ترتیب نہیں دے سکتے تھے جس ترتیب کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تلاوت نہ فرمائی ہو۔

تو اس طرح ان آیات کی ترتیب کا توقیفی ہونا تواتر کو پہنچتا ہے۔ (اتقان ۱/۶۱)

سورتوں کی ترتیب

اہل علم کا سورتوں کی ترتیب میں اختلاف:

(۱) بعض علماء نے سورتوں کی ترتیب کو توقیفی قرار دیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے ان کو ویسے ہی لکھوایا ہے جس طرح انہیں جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بتایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں سورتوں کی ترتیب ایسے ہی تھی جس طرح آج ہمارے ہاتھوں میں قرآن کریم آیات کی ترتیب کے ساتھ موجود ہے اور یہ ترتیب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف کی ہے اور اس کے بارے میں کسی بھی صحابی کی اختلافی رائے سامنے نہیں آئی' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت نہیں کی گئی اور سب کا اس پر اجماع ہے۔

اس رائے کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض سورتوں کو ترتیب سے نماز میں تلاوت فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مفصل سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کر لیا کرتے تھے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سورۃ بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء کا تعلق عتاق اول سے ہے اور یہ پرانی سورتیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر ان کی موجودہ ترتیب کے مطابق فرمایا۔ (البخاری)

ابن وہب کے واسطے سے سلیمان بن بلال سے روایت کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ربیعہ کو سنا، ان سے یہ سوال کیا گیا کہ بقرۃ اور آل عمران کو پہلے کیوں لکھا گیا ہے حالانکہ ان دونوں سے پہلے اسی (۸۰) سے زیادہ مکی سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور یہ دونوں مدینے میں نازل ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا ان کو پہلے رکھا گیا ہے کیونکہ قرآن کو اس کے علم کے مطابق جمع کیا گیا ہے جس نے اس کو جمع کیا ہے، اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ یہی آخری جواب ہے اور اس بارے میں مزید سوال نہ کیا جائے۔ (المصاحف)

ابن الحصار فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اور آیات کو ان کی جگہ پر رکھنا یہ سب کچھ وحی کے ذریعہ سر انجام پایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ لکھ دو اس ترتیب کا رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کے مطابق ہونے کا یقین نقل متواتر سے حاصل ہوتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کو مصحف میں اسی طرح ہی رکھا ہے۔

(۲) بعض اہل علم کے نزدیک سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنا اجتہاد ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کے مصاحف میں یہ اختلاف موجود تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نزول کے اعتبار سے اپنا مصحف ترتیب دے رکھا تھا، اس میں پہلی سورۃ اقراء، پھر مدثر، اس کے بعد نون والقلم، المزمل اس طرح مکی مدنی سورتوں کو آخر تک لکھا گیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے مصحف میں پہلی سورت البقرۃ پھر نساء اس کے بعد آل عمران تھی۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں پہلی فاتحہ، پھر بقرہ، نساء اور آل عمران تھیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سورۃ انفال جو کہ مثانی سے تعلق رکھتی ہے اور سورۃ براءۃ (توبہ) کا تعلق مئین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سو آیات والی) سے ہے ان دونوں کو آپ نے اکٹھا کر دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو بھی نہیں لکھا اور سورۃ انفال کو آپ نے سات لمبی سورتوں میں شامل کر دیا ہے' تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر بہت ساری آیات والی سورتیں نازل ہوتی تھیں اور جب بھی آپ پر کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ بعض کتابت کرنے والوں کو طلب فرماتے اور کہتے کہ اس آیت کو ایسی سورت میں لکھو جس میں یہ یہ ہے۔

سورۃ انفال مدینہ میں پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور برأۃ (توبہ) سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے' ان دونوں کا قصہ آپس میں بہت مشابہت رکھتا تھا' تو میں نے سوچا کہ یہ سورۃ انفال کا حصہ ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور آپ ہمیں نہیں بتا سکے کہ یہ سورۃ انفال سے ہی متعلق ہے تو اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہیں لکھی' اور میں نے سورۃ انفال کو سات لمبی سورتوں میں شامل کر دیا ہے۔ (احمد' ابوداؤد' الترمذی' نسائی' ابن حبان' الحاکم)

(۳) تیسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ بعض سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کی ترتیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے دی ہے کیونکہ بعض سورتوں کی ترتیب کے بارے میں ایسے دلائل ملتے ہیں کہ ان کی ترتیب نبوت کے زمانے میں موجود تھی جیسے سات لمبی سورتیں' حم سے شروع ہونے والی سورتیں اور مفصل کی ترتیب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھی۔

روایت کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زاهروين (البقرۃ اور آل عمران) کی تلاوت کیا کرو۔ (مسلم)

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان میں پھونک مارتے قل هو الله احد اور معوذتین پڑھتے۔ (البخاری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض یا اکثر سورتوں کو ایک دوسری پر ترتیب دینا توقیفی ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتا وہ سیدنا حذیفہ الثقفی کی حدیث کو دلیل بناتے ہیں' جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ میرے سامنے تھا' میں اسے مکمل کیے بغیر نہیں نکلا' پھر ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آپ قرآن کریم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصے کیسے بناتے ہیں' تو انہوں نے فرمایا کہ ہم تین' پانچ' سات' نو' گیارہ اور تیرہ سورتوں کا حصہ بناتے ہیں اور مفصل کا حصہ سورت ق سے لے کر آخر تک ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات کا دلائل سے توقیفی ثابت ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سورتوں کے علاوہ باقی سورتیں اجتہادی ہیں' خواہ بہت تھوڑی ہی کیوں نہ ہوں اور راجح بات یہی ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی اسی طرح توقیفی ہے' جس طرح آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔

ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن آسمان دنیا پر نازل فرمایا' پھر اسے بیس سے زائد حصوں میں بانٹ دیا' کوئی سورت کسی رونما ہونے والے واقعہ کے بارے میں نازل ہوتی تھی' کبھی کوئی آیت سوال کے جواب میں نازل ہوتی تھی' جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت اور سورت کی جگہ کے متعلق بتایا کرتے تھے۔ اس لئے سورتیں بھی آیات اور حروف کی طرح ہی ترتیب دی گئی ہیں اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق تھا۔

جس نے کسی سورت کو مقدم یا مؤخر کیا اس نے قرآن کریم کی ترتیب کو تباہ کر دیا۔

کرمانی نے ''برہان'' میں لکھا ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں ہے اور اسی ترتیب کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کو وہ حصہ سنایا کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وقتاً فوقتاً نازل ہو کر جمع ہو جایا کرتا تھا اور اپنی رحلت والے سال دو دفعہ جبرائیل علیہ السلام کو سنایا۔ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت (وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ) (البقرۃ:۲۸۱) ہے جس کے بارے میں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے ربا (ربوا) اور دَین والی آیات کے درمیان لکھو۔ (الاتقان ۱/۶۲)

امام سیوطی رحمہ اللہ بھی اپنا میلان امام بیہقی رحمہ اللہ کے قول کی طرف ظاہر کرتے ہیں' ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کی یہی ترتیب تھی جو آج ہے' صرف انفال اور براۃ کی ترتیب نہ ہوئی تھی جیسے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدیث سے ظاہر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی سورتیں اور آیات

قرآن کریم کی سورتیں چار قسم کی ہیں۔

(۱) طوال۔ (۲) المئین۔ (۳) المثانی۔ (۴) المفصل۔

(۱) الطوال۔ سات ہیں۔ البقرۃ' ال عمران' النسآء' المائدۃ' الانعام' الاعراف اور ساتویں میں انفال اور براءت (توبہ) دونوں شامل ہیں' کیونکہ ان دونوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور جبکہ سورۃ یونس کو بھی ساتویں قرار دیا ہے۔

(۲) المئین۔ جن سورتوں کی آیات سو سے زائد یا اس کے قریب ہیں۔

(۳) المثانی۔ جو تعداد میں مئین کے بعد آتی ہیں' ان کو مثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کو بار بار پڑھا جاتا ہے اور طوال اور مئین کی نسبت ان کو بار بار دھرایا جاتا ہے۔

(۴) المفصل۔ ان کی ابتدا سورۃ ''ق'' یا حجرات سے ہوتی ہے۔ ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے' طوال' اوساط' قصار۔

طوال۔ سورت ''ق'' یا حجرات سے لے کر سورۃ ''نباء'' یا البروج تک ہیں۔

اوساط۔ نباء یا بروج سے لے کر الضحیٰ یا سورۃ البینہ تک ہیں۔

قصار۔ الضحیٰ یالم یکن (البینہ) سے لے کر آخر تک ہیں۔

ان کو مفصل اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان بسم اللہ کو بطور فاصلہ کثرت سے لکھا گیا ہے۔

قرآن کریم کی سورتوں کی کل ۱۱۴ ہے اگر انفال اور براۃ کو ایک کر دیں تو ۱۱۳ ہے۔

آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو ہے اور سب سے لمبی سورت البقرۃ ہے۔

اس تقسیم سے لوگوں کے لئے حفظ کرنے میں آسانی ہوتی ہے' درس و تدریس کا شوق پیدا ہوتا ہے کسی بھی سورت کو پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے دین کے اصول اور شریعت کے احکامات میں سے کافی کچھ حاصل کر لیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمانی رسم الخط

پہلے بتایا گیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کریم جمع کیا گیا تھا۔ سیدنا زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ اور تین قریشی کاتبین نے کتابت کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا تھا جسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے پسند کیا تھا' اس رسم الخط کو ''رسم عثمانی'' کا نام دیا' لیکن اس رسم الخط کے حکم کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۱) بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی کتابت کے لئے رسم عثمانی کو توقیفی حیثیت حاصل ہے' قرآن کی کتابت اسی رسم الخط میں ہونی چاہیے' وہ اس رسم الخط کو مقدس سمجھتے ہیں' وہ اس خط کے توقیفی ہونے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبین وحی میں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ دوات رکھو' قلم کو تھوڑا سا ٹیڑھا کرو' ''ب'' کو کھڑا کر کے لکھو' سین کے دندانے واضح کرو' میم کو ٹیڑھا نہ کرو' اللہ کو خوب صورت کر کے لکھو' رحمان کو لمبا کر کے لکھو' رحیم کو بہت اچھا کر کے لکھو اور قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھا کرو اس سے تمہیں لکھائی کی یاد آتی رہے گی۔

ابن المبارک اپنے استاد عبدالعزیز الدباغ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا کسی اور کو قرآن کریم کے رسم الخط میں سر موجتنا بھی دخل نہیں' یہ سراسر توقیفی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں اس معروف شکل میں لکھنے کا حکم دیا تھا جس میں کبھی الف زیادہ اور کبھی کم ہوتا ہے' کیونکہ اس رسم الخط میں ایسے اسرار ہیں جن کو عقل نہیں پا سکتی' یہ ایک ایسا راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے باقی آسمانی کتابوں کے علاوہ صرف قرآن کریم کے لئے خاص فرمایا ہے اور جس طرح قرآن کریم کی ترتیب معجزہ ہے اسی طرح اس کا رسم الخط بھی معجزہ ہے۔

وہ اس رسم الخط کے لئے ایسے اسرار تلاش کرتے ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عثمانی بہت سارے خفیہ معانی پر دلالت کرتا ہے جیسے ''اید'' کی کتابت میں ''ی'' کو زیادہ لکھا گیا ہے۔ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْٮدٍ۔ (الذاریات: ۴۷) میں اید کو ایید لکھا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت کی طرف اشارہ کیا جائے جس سے اس نے آسمان بنایا اور مشہور قاعدے کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی قوت اس کی قوت سے مشابہت نہیں رکھتی۔

مشہور قاعدہ یہ ہے۔ كثرة المبنى تدل على كثرة المعنى۔

کسی کلمے میں حرف کا زیادہ ہونا اس کے معنی و مفہوم میں مبالغہ کو ظاہر کرتا ہے۔

(مناہل العرفان للزرقانی ۱/ ۳۷۰)

اس رائے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز منقول نہیں جس کی وجہ سے ہم رسم عثمانی کو توقیفی قرار دے سکیں' بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی رضا کی خاطر اس رسم الخط کو کاتب حضرات نے اپنا لیا تھا' انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بات کو اپنانے کے لئے ایک ضابطہ بنا لیا تھا جو انہوں نے قرآن کریم کی کتابت میں شامل تین قریشی کاتب حضرات سے فرمایا تھا کہ جب تمہارے اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو قریش کی لغت کے مطابق لکھنا کیونکہ یہ ان کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے۔ اس لئے جب ان میں ''تابوت'' کی کتابت میں اختلاف پیدا ہوا تو سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے ''تابوہ'' لکھنے کے لئے کہا' اور قریشی حضرات نے ''تابوت'' لکھنے پر زور دیا' معاملہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو انہوں نے ''تابوت'' لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: قرآن قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے۔

(۲) بہت سارے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ رسم عثمانی کا توقیفی ہونا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لیکن یہ ایک ایسا رسم الخط تھا۔ جس کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور امت مسلمہ نے اسے قبول کر لیا لہٰذا اس کا التزام کرنا اور اسی کو اختیار کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔

اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن کریم کو لوگوں کے نئے طرز تحریر کے مطابق لکھا جا سکتا ہے' تو انہوں نے فرمایا کہ ''نہیں! صرف پہلی کتابت کے مطابق لکھا جائے۔''

ابو عمر الدانی ''المقنع'' میں یہ بات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ علمائے امت میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے قرآن کریم کے بعض حروف جیسے واؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ''الف'' کے متعلق سوال کیا گیا کہ آپ بتائیں اگر چہ حروف مصحف میں ہوں تو ان کو تبدیل کیا جا سکتا ہے' تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں۔

ابو عمر دانی کہتے ہیں ''واؤ'' اور ''الف'' جو کہ رسم الخط میں زیادہ ہیں لیکن اس لفظ میں وہ موجود نہیں ہوتے جیسے ''اولوا'' میں ''الف''

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی واؤ یا ی یا الف یا ان کے علاوہ کسی حرف میں مخالفت حرام ہے۔

(۳) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ رسم عثمانی تو ایک کتابت کی اصطلاح ہے اور جب کتابت کا کوئی بھی رسم الخط مسلمانوں میں رواج پا جائے اور وہ ان میں عام ہو تو اس کی مخالفت میں کوئی حرج نہیں۔

قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الانتصار'' میں لکھتے ہیں کتابت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے امت پر کوئی چیز فرض نہیں کی' قرآن کریم کے کاتب اور مصاحف کے خطاط اگر کسی خاص رسم الخط کو اختیار نہیں کرتے کہ دوسرے رسم الخط کو چھوڑ کر اس کو ان پر واجب کر دیا جائے کیونکہ اس کا وجوب سننے اور توقیف کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کی نصوص اور اس کے مفہوم میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی کہ قرانی رسم الخط اور ایک خاص طریقے کے علاوہ جائز نہیں اور یہ کہ اس کی ایک حد ہے جس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ نہ تو سنت نبویہ ہی سے اس قسم کی کوئی دلیل ملتی ہے نہ اجماع امت اس چیز کو واجب کرتا ہے۔ اور نہ ہی شرعی قیاس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے بلکہ سنت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسم الخط بہت آسان ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس کے لکھنے کا حکم دیتے تھے' کسی خاص طرز کی وضاحت نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی آپ نے کسی کو اس کی کتابت سے منع فرمایا' اسی لئے مصاحف کا رسم الخط مختلف تھا۔ بعض کاتب کلمات کو ان کے مخرج کے مطابق لکھتے تھے اور بعض اس میں کمی یا زیادتی کر لیا کرتے تھے' کیونکہ انہیں علم تھا کہ ایسا کرنا ایک اصطلاح ہے اور لوگوں سے حال احوال پوشیدہ نہ تھے۔

اس بنا پر کوفی حروف اور خط اول میں لکھنا جائز تھا' کلام کو ''ک'' کی شکل دے دی جائے الف کو ٹیڑھا کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے طرز تحریر کو بھی اپنایا جائے اور یہ بھی جائز تھا کہ مصحف کو قدیم ہجا اور خط میں لکھا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نئے خط اور ہجا میں لکھنا جائز ہے ان دونوں طریقوں کے درمیان بھی لکھنا جائز ہے۔
مصاحف کے رسم الخط اور اس کے بہت سارے حروف کی شکل وصورت مختلف ہوتی ہے اور لوگ ہر ایک کو اس کی عادت کے مطابق لکھنے کی اجازت دیتے تھے جس طرح اس کے لئے کافی آسان، مشہور اور مناسب ہوتا۔ نہ اس میں کوئی گناہ گار ہوتا اور نہ ہی اسے برا سمجھا جاتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں لوگوں کو کسی خاص حد کا پابند نہیں کیا گیا تھا، جس طرح کہ انہیں قراءۃ میں محدود کر دیا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسم الخط تو صرف علامتیں اور رسوم ہوتی ہیں جو اشاروں، عقود اور رموز کی جگہ لیتی ہیں۔ ہر رسم ایک کلمے پر دلالت کرتی ہے جو اس رسم کی قراءۃ کے طریقے کے ساتھ مقید ہے کاتب پر واجب ہے کہ اس کو صحیح اور درست لکھے خواہ وہ رسم کسی بھی صورت میں ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ لوگوں پر واجب ہے کہ وہ سب ایک ہی رسم الخط کو اپنائیں، تو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اپنے دعویٰ کے لئے دلیل پیش کرے اور ایسا کرنا اس کے لئے ممکن کیسے ہو سکتا ہے۔

اس رائے کے پیش نظر بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی کتابت موجودہ دور کے عمومی معروف املائی قواعد وہ اور ضوابط کے مطابق ہونی چاہیے تاکہ ہر قسم کے قاری کے لئے اس کا پڑھنا آسان ہو جائے تاکہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے کوئی بھی قاری قرآن کریم کی کتابت اور اس اصطلاحی کتابت میں جسے وہ روز مرہ زندگی استعمال کرتا ہے کوئی اختلاف نہ محسوس کرے۔ میرے خیال کے مطابق دوسری رائے ہی زیادہ راجح اور بہتر ہے اور قرآن کریم کی کتابت رسم عثمانی کے مطابق ہونی چاہیے۔

کیونکہ یہی وہ اصطلاحی رسم ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے امت کو وراثت میں ملی ہے۔ اس کی حفاظت کرنے والے اس بات کی قوی ضمانت ہیں کہ قرآن کریم کے حروف کو تغیر وتبدیلی سے بچایا جاتا ہے۔

اور اگر ہر دور کی اصطلاحی املاء میں اس کی کتابت کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو پھر مصحف کا رسم الخط ہر دور میں تبدیل ہوتا رہتا بلکہ ایسا ہوتا بھی ہے کہ ایک ہی دور میں املاء کے ضوابط میں اختلاف ہو اور بعض کلمات کی کتابت مختلف مقامات پر مختلف ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے خط کے بارے میں جس اختلاف کا ذکر کیا ہے وہ الگ چیز ہے اور املائی رسم ایک دوسری چیز اور خط کے اختلاف سے حرف کی صورت میں تبدیلی آتی ہے اور کلمے کی رسم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

اور اس بات کو حجت بنانا کہ رسم قرآن اور اصطلاحی املائی رسم میں اگر اختلاف کو ختم کر دیا جائے تو قرآن کریم کی قراءت طالب علم اور معلم دونوں کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

حالانکہ ہر وہ شخص جو کسی مصحف میں پڑھتا ہے وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے اور وہ کلمات پر دیئے ہوئے اشاروں سے املائی فرق کو سمجھ لیتا ہے۔

وہ لوگ جو اپنی تعلیمی زندگی یا پھر اپنی اولاد کے ساتھ پڑھنے میں مہارت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مصحف میں پڑھتے ہوئے صرف ابتدا میں تھوڑی سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مشق کرنے کے بعد بہت ہی آسانی ہو جاتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں بیان کرتے ہیں کہ مصحف کی کتابت کرنے والے کو ان ہجاء کا پورا خیال رکھنا چاہیے اور جن کے ساتھ پہلے مصاحف لکھے گئے' ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں تبدیلی سے باز رہیں کیونکہ انہیں زیادہ علم تھا' وہ دل اور زبان کے سچے اور ہم سے زیادہ امین تھے' ہمارے لئے قطعاً مناسب نہیں کہ ہم ان کی غلطیاں نکالنے کی فکر کریں۔ (الاتقان ۲/ ۱۶۷)

رسم عثمانی کی خوبیاں

مصاحف عثمانیہ نقاط اور اشکال سے خالی تھے' انہوں نے اس صحیح عربی سلیقے پر اعتماد کیا تھا' جس میں حروف کو حرکات سے شکل دینے اور نقطے لگانے کی ضرورت تھی لیکن جب بہت زیادہ میل جول سے عربی زبان خراب ہونے لگی تو حکمرانوں نے مصاحف کو شکل دینے اور نقطے وغیرہ لگا کر خوبصورت بنانے کی ضرورت محسوس کی تاکہ صحیح قراءت کرنے میں آسانی ہو جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے کوشش کے بارے میں اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ کام کرنے والا ابو اسود دؤلی ہے' ان کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے عربی ضابطے بنائے اور یہ بھی بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کسی قاری کو آیت اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ۔ (التوبة:۳) پڑھتے ہوئے سنا پڑھنے والے نے رسول کے "ل" کو زیر سے پڑھا۔اس بڑے واضح "لحن"، غلطی سے ابواسود گھبرا اٹھے اور بولے "عزوجه الله ان یبرأ من رسوله۔" کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول سے برأۃ کا اظہار ناممکن ہے۔پھر وہ والی بصرہ زیاد کے پاس گیا اور کہا آپ نے جو کہا تھا میں وہ کام کرنے کو تیار ہوں۔زیاد نے اس سے کہا تھا کہ قرآن کریم پر ایسی علامتیں لگاؤ کہ جس سے لوگ کتاب اللہ کو پہچان سکیں لیکن وہ جواب میں تاخیر کرتا رہا حتیٰ کہ مذکورہ واقعہ اس کے لئے پریشانی کا باعث بن گیا' پھر وہ اس کام پر کمربستہ ہو گیا اور اس نے اپنی کوشش سے یہ علامات مقرر کیں' فتح کی علامت' حرف کے اوپر نقطہ کسرہ کی علامت' حرف کے نیچے نقطہ اور ضمہ کی علامت۔حرف کے اجزا کے درمیان نقطہ اور سکون کی علامت کے لئے دو نقطے بنائے۔

سیوطی رحمہ اللہ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ ابا اسود دولی وہ پہلا شخص ہے جس نے زیاد کے حکم سے نہیں بلکہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے یہ کام سرانجام دیا اور لوگوں کو مصحف عثمانی پڑھتے ہوئے تقریباً چالیس سال کی مدت بیت چکی تھی حتیٰ کہ عبدالملک خلیفہ بنے' تصحیفات نے زور پکڑا اور عراق میں بہت پھیل گئیں تو حکمرانوں کو نقطے اور تشکیل کی فکر سوجھی۔اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری روایات ہیں جن سے اس کام کی نسبت دوسروں کی طرف ہوتی ہے' جن میں حسن بصری' یحیٰ بن یعمر' نصر بن عاصم اللیثی رحمہم اللہ وغیرہ۔

لیکن ابواسود دولی کو اس سلسلے میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں نے رسم کی تحسین اور تیسیر میں کوشش کی ہو۔

مصحف کی تحسین مختلف مراحل پر مشتمل ہے۔شروع میں نقاط کے ذریعہ تشکیل دی گئی۔فتح حرف کے شروع میں' ضمہ حرف کے آخر میں اور کسرہ حرف کی ابتدا میں نقطے سے ظاہر کیا جاتا تھا۔

پھر حروف سے بنائی ہوئی حرکتوں سے ضبط کیا گیا' ان کو خلیل نے ایجاد کیا' فتح حرف کے اوپر لمبی شکل میں ہوتا' کسرہ اسی طرح حرف کے نیچے اور ضمہ حرف کے اوپر چھوٹی سی واؤ کی شکل میں لکھا جاتا تھا اور تنوین کی صورت میں اسی طرح مزید اضافہ کر دیا جاتا۔

الف محذوفہ اور اس کے بدل کو اس جگہ پر سرخ رنگ میں لکھا گیا۔

ہمزہ محذوفہ کو بغیر حرف کے ہمزہ کی شکل میں سرخ رنگ میں لکھا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ب" سے پہلے نون اور تنوین پر بدلنے کی سرخ علامت ہوتی تھی۔

حرف حلقی سے پہلے سکون' ادغام اور اخفا کی صورت میں خالی چھوڑ دیا جاتا تھا' ہر ساکن کو ساکن' مدغم ہونے والے حرف کو خالی چھوڑ کر بعد والے حرف پر شد کی علامت ہوتی لیکن اگر "ت" سے پہلے "ط" ہوتی تو اس پر سکون لکھا جاتا تھا جیسے "فرطت" (الاتقان: ۲/ ۱۷۱)

تیسری صدی میں رسم مصحف کو مزید خوبصورت بنایا گیا' لوگوں نے خوبصورت رسم الخط اختیار کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی اور امتیازی علامات میں جدت پیدا کی۔ مشدد حرف کے لئے قوس (کمان) الف وصل کیلئے اس کے اوپر مٹکا بناتے جو اس سے پہلے فتحہ' کسرہ اور ضمہ کے لحاظ اوپر' نیچے یا پھر وسط میں بنایا جاتا' پھر لوگوں نے سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد اور ایسے رموز شروع کئے' جن سے آیت کی ابتدا معلوم ہوتی۔

وقف لازم کے لئے "م" وقف ممنوع ہونے کی صورت "لا" اور دونوں کے جائز ہونے کی صورت میں "ج" جواز اور وصل یعنی ملا کر پڑھنا زیادہ بہتر ہونے کی صورت میں (صلی) جواز اور وقف بہتر ہونے کی صورت میں (قلی) تعانق جہاں دو وقف اکٹھے ہو رہے ہیں۔ تو ایک جگہ پر وقف کرنے اور دوسری جگہ پر وقف درست نہ ہونے کی صورت میں (....) اجزا اور حزب کے لئے علامات مقرر کیں تاکہ کتابت میں حسن پیدا ہو سکے۔

ابتدا میں اہل علم ان تمام امور کو ناپسند فرماتے تھے' کیونکہ انہیں خوف تھا کہ وہ قرآن میں اضافہ کرنے کا سبب نہ بنیں اور ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول تھا جردوا القرآن ولا تخلطوه بشيء۔ "قرآن کریم کو ہر قسم کی آمیزش سے محفوظ رکھو۔"

بعض جائز نقاط اور دس آیات یا ابتداء آیت یا سورت کو ظاہر کرنے والی علامات کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

حلیمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اس قول کی وجہ سے پانچ آیات' یا دس آیات کو ظاہر کرنے کی علامات سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد لکھنا ناپسند کیا جاتا تھا' ہاں البتہ نقطے لگانا جائز سمجھا گیا کیونکہ ان کی شکل ایسی ہوتی تھی جس سے غیر قرآن کو قرآن سمجھنے کی نوبت نہیں آتی تھی بلکہ وہ پڑھے جانے والے حروف کی شکل کو واضح کرتی تھیں اس لئے ضرورت مند کے لئے ان کے لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر ان تمام باتوں کا لکھنا مستحب اور مباح قرار دیا گیا۔

ابن ابی داؤد حسن بصری اور ابن سیرین کی روایت نقل کرتے ہیں، وہ دونوں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں نقاط لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن ابی دؤد ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے نقل کرتے ہیں کہ حروف کو شکل دینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام النووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نقاط اور حروف کی تشکیل مستحب ہے کیونکہ قرآن کریم لحن اور تحریف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ آج کے دور میں قرآن کریم کی کتابت خوبصورتی کے لحاظ سے عربی رسم الخط میں اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

فواصل اور رأس الآیۃ

قرآن کریم کو فواصل اور آیات کی انتہا میں ایک منفرد طرز کی وجہ سے امتیاز حاصل ہے۔

فاصلہ۔ وہ علامت ہے جس کی وجہ سے کلام اپنے بعد والی کلام سے الگ ہوتی ہے، کبھی وہاں آیت کی انتہا ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ فاصلہ کلام میں ایسی جگہ واقع ہوتا ہے جہاں خطابی کلام کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس کا نام اسی لئے رکھا جاتا ہے کہ وہاں کلام الگ ہو جاتی ہے۔

رأس الآیۃ سے مراد آیت کی انتہا ہے جس کے بعد اور دوسری آیت سے پہلے دونوں میں فرق کرنے کے لئے ایک علامت لکھی جاتی ہے۔

اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر رأس الآیۃ فاصلہ کہلاتا ہے لیکن ہر فاصلہ رأس الآیۃ نہیں۔

فاصلہ علیحدگی کی دونوں اقسام پر بولا جاتا ہے۔ اور رأس الآیۃ صرف دو آیات کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کو عام لوگوں کے کلام کے لحاظ سے علم بدیع میں "سجع" کہتے ہیں لیکن اکثر اہل علم قرآن کریم کے لئے اس وصف "سجع" کو استعمال نہیں کرتے کیونکہ یہ کلام ادیب لوگوں کے کلام انبیاء کرام علیہم السلام کی عبارات اور بلیغ لوگوں کے اسلوب سے بہت زیادہ عظیم ہے۔

وہ فواصل اور سجع میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں فاصلے کی علامت معانی کے اعتبار سے پائی جاتی ہیں اور ذاتی طور پر ان کا کوئی مقصد نہیں۔

سجع کا خیال جان بوجھ کر رکھا جاتا ہے، پھر معنی کو اس کے مطابق ڈھالا جاتا ہے کیونکہ اس میں کلام مسلسل ایک ہی وزن پر ہوتا ہے۔ بعض لوگ قرآن کریم میں بھی سجع کو ثابت کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں لیکن ابوبکر الباقلانی ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، اگر قرآن کریم میں سجع ہوتا تو ان کی کلام کے اسلوب سے خارج ہوتا اور اگر اس میں داخل ہوتا تو اس کا اعجاز باقی نہ رہتا، اگر یہ کہنا جائز ہوتا کہ قرآن کریم سجع اور معجز کلام ہے تو پھر وہ کہہ سکتے تھے کہ قرآن کریم معجزانہ اشعار پر مشتمل ہے اور سجع تو عرب کے کاہن زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور قرآن کریم میں سجع کے پائے جانے کی نفی کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ اس کے لئے حجت قرار پائے جو اس کو شعر نہیں کہتا کیونکہ شعر کے برعکس کہانت اور نبوت میں مخالفت پائی جاتی ہے اور جس سجع کا انہیں وہم ہوا ہے وہ باطل ہے کیونکہ قرآن کریم کا سجع کی صورت میں آنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سجع ہی ہے اور سجع کلام وہ ہوتی ہے جس میں معنی اس لفظ کی اتباع کرتا ہے جسے سجع کی وجہ سے ادا کیا جائے۔ اور قرآن کریم میں جو سجع کے معنی کے موافق کلام پائی جاتی ہے وہ اس طرح نہیں بلکہ اس میں لفظ معنی کے مطابق ہوتے ہیں، اس میں فرق یہ ہے کہ بعض کلام ایسا ہوتا ہے کہ جس میں الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے معنی مقصود کا اظہار ہوتا ہے اور بعض کلام ایسا ہوتا ہے جس میں الفاظ کی بجائے معانی کی ترتیب کا خیال رکھا جاتا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ اگر سجع سے مراد یہ ہے کہ کلام مسلسل ایک وزن کے مطابق ہو اور اس میں معنی کی رعایت نہ کی جائے تو یہ ایسا تکلف ہے جس کو لوگوں کی کلام میں ناپسند کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے کلام میں پائی جائے، لیکن جب معانی کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو اور اتفاقی طور پر وہ کلام بغیر تکلف کے موزوں بھی ہو جائے تو ایسا کلام بلیغ شمار ہوگا، اس طرح کا کلام قرآن کریم میں بھی ہے اور دوسرے لوگوں کی کلام بھی اس سے خالی نہیں، اس لئے جب ہم اس بلاغت کا نام قرآن کریم میں سجع نہیں بلکہ فاصلہ رکھتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں سجع اپنے پہلے معنی کے لحاظ سے نہیں پائی جاتی۔

قرآن کریم میں فواصل کی انواع:

فواصل متماثلۃ: جیسے قرآن کریم میں ہے۔

وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ○ (الطور: ۱-۴)

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ○ (الفجر: ۱-۴)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ○ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ○ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ○ وَالصُّبْحِ اِذَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَنَفَّسَ۝ (التکویر: ۱۵-۱۸)

فواصل متقاربہ فی الحروف:

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝ الفاتحہ میم اور نون میں مقطع کے لحاظ سے قربت پائی جاتی ہے۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۝ (ق: ۱-۳)

دال اور "ب" کے مقطع میں قربت ہے۔

متوازی: جب دو کلمے وزن اور سجع کے حروف میں برابر ہوں۔

جیسے فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ۝ (الغاشیة: ۱۳-۱۴)

المتوازن: جب مقطع کلام میں حرف، وزن کا خیال رکھا گیا ہو۔

جیسے وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ۝ (الغاشیة: ۱۵-۱۶)

اور کبھی فواصل میں کسی حرف کو زیادہ کرنے کی رعایت کی جاتی ہے۔

جیسے وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۝ (الاحزاب: ۱۰)

الظُّنُوْنَا میں الف کو زیادہ کیا گیا ہے کیونکہ اس سورت کے فواصل کے مقطع میں نون تنوین سے بدلا ہوا "الف" ہے جو وقف کی حالت ہے تو مقاطع میں برابری اور فواصل کی انتہا میں مناسبت کے لئے الظُّنُوْنَا کے آخر میں الف کا اضافہ کر دیا گیا۔

کبھی کسی حرف کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ۝ (الفجر: ۴) اس میں "ی" کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے اور بعد میں آنے والے مقاطع الفواصل "راء" کے ساتھ ہیں۔

کبھی بلاغت کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے متقدم کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ جیسے فاعل (کام کرنے والے) کا شوق دلانے کے لئے۔ مثلاً فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۝ (طٰه: ۶۷)

کسی بھی کلام کا بنیادی قاعدہ تو یہی ہے کہ فعل اور فاعل دونوں ایک ساتھ ہوں اور بعد میں مفعول کا ذکر ہو لیکن یہاں فاعل موسیٰ (علیہ السلام) کو بعد میں ذکر کیا ہے صرف فاصلے کی رعایت نہیں کی بلکہ کلام میں بلاغت یعنی فاعل کے لئے شوق پیدا کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سات حروف پر قرآن کریم کا نزول

عرب کے مختلف لہجے تھے' جن کا تعلق گنگناہٹ' آواز اور حروف کی ادائیگی میں ان کی فطری عادت سے تھا۔ ادبی کتاب نے ان کے بیان اور باہمی قربت میں بہت کچھ لکھا ہے' ہر قبیلہ بہت سارے کلمات کو ایسے انداز سے ادا کرتا تھا جس طرح دوسرے نہیں کرتے تھے۔

عرب میں صرف قریش کے لئے ایسے اسباب پیدا ہو گئے تھے کہ ان کی لغت کو دوسرے قبائل کی لغت پر برتری حاصل تھی۔ ان اسباب میں بیت اللہ کا پڑوس (حفاظت) حجاج کو پانی پلانے کی ذمے داری' مسجد حرام کی تعمیر اور تجارتی نگرانی جیسے امور شامل تھے۔

ان خوبیوں کی وجہ سے تمام عرب نے اپنی لغت کے لئے قریش کی لغت کو ایک منبع و مرکز بنا رکھا تھا' اس لئے طبعی طور پر قرآن کریم بھی رسول اللہ ﷺ پر قریش کی لغت میں نازل ہوا تاکہ عرب اس سے مانوس ہوں اور قرآن کریم کا اعجاز بھی ثابت ہو جائے جب وہ اس جیسا قرآن یا اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہ بنا کر مایوسی کا شکار ہو جائیں۔

چونکہ عرب میں ایک ہی معنی کے لئے ان کے لہجوں میں طرح طرح کے اختلافات کی وجہ سے فرق پایا جاتا تھا تو قرآن کریم (جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا تھا) کے لئے اسی حیثیت میں اعجاز کا مفہوم مکمل ہو سکتا تھا' جب کہ وہ عرب میں بولے جانے والے تمام حروف اور پڑھائی کے تمام بہترین طریق کو شامل ہو۔

اور ایسا اس لئے بھی ضروری تھا تاکہ قرآن کریم کا پڑھنا' یاد کرنا اور سمجھنا ان کے لئے آسان ہو جائے۔

اور سنت نبویہ میں ایسی نصوص تواتر سے ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اقرانی جبریل علی حرف فراجعته' فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتهی الی سبعة احرف۔ (بخاری و مسلم)

"جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف کے مطابق پڑھایا اور میں نے زیادہ حروف کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ کیا وہ زیادہ کرتے رہے حتیٰ کہ ساتھ حروف تک بات پہنچ گئی۔"

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کی جاگیر کے پاس تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف کے مطابق قرآن پڑھائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت چاہتا ہوں، میری امت ایسا نہیں کرسکتی، پھر دوبارہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ اپنی امت کو دو حروف کے مطابق قرآن کریم پڑھائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کا خواستگار ہوں، میری امت ایسا بھی نہیں کرسکتی پھر تیسری مرتبہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تین حروف کے مطابق امت کو قرآن پڑھانے کا حکم دیتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میری امت میں اتنی طاقت کہاں۔ پھر چوتھی دفعہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سات حروف کے مطابق قرآن کریم پڑھانے کا حکم دیتا ہے۔ فایما حرف قرا قرأ وا علیه فقد۔ (مسلم)

وہ جس حرف کے مطابق بھی پڑھ لیں گے درست ہوگا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، میں نے جب اس کی قراءت کو غور سے سنا، تو وہ بہت سارے ایسے حروف پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے اور قریب تھا کہ نماز میں ہی اس پر جھپٹ پڑتا میں نے اس کے سلام پھیرنے تک انتظار کیا، پھر میں نے اس کی چادر سے پکڑ کر کھینچا اور میں نے کہا آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے، میں نے ان سے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی یہ سورت پڑھائی ہے جسے پڑھتے ہوئے میں نے تمہیں سنا ہے چنانچہ میں انہیں کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے انہیں ایسے حرف کے مطابق سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے جس کے مطابق آپ نے مجھے نہیں پڑھایا، حالانکہ آپ نے مجھے سورۃ فرقان پڑھائی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) ان کو چھوڑ دو اور ہشام سے فرمایا پڑھو، ہشام نے اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح پڑھی جس طرح میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ پڑھو تو جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا میں نے اسی طرح پڑھا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان ھذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرأوا ما تیسر منها۔

بیشک یہ قرآن سات حروف کے مطابق نازل ہوا ہے ان میں سے جو آسان محسوس کرو۔ اس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی' ترمذی' احمد' ابن جریر)

اس بارے احادیث بہت زیادہ عام ہیں۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان احادیث کو اکیس صحابہ نے روایت فرمایا ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام نے سات حروف کے مطابق نزول قرآن والی حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

اہل علم میں ان حروف کی تفسیر کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن حیان کہتے ہیں کہ سات حروف کے بارے میں پینتیس اقوال منقول ہیں اور یہ تمام اقوال آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

چند ایک اہم اقوال درج ذیل ہیں:

(الف) اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ سات حروف سے مراد عرب لغات میں سے سات لغات مراد ہیں جن میں حروف کے مختلف ہونے کے باوجود معنی ایک ہی رہتا ہے' مقصد یہ ہے کہ قرآن کے معانی کی تعبیر میں اگرچہ لغت عرب میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ لغات قرآن کریم کے ایک ہی معنی کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کرتی ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ اس معنی میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ ایک لفظ یا متعدد الفاظ سے اس معنی کو بیان کیا جائے۔

اور سات لغات کی تحدید میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ سات لغات قریش' ہذیل' ثقیف' ہوازن' کنانہ' تمیم اور یمنی قبائل کی لغات ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو حاتم السجستانی کہتے ہیں کہ قرآن کریم قریش' ہذیل' تمیم' ازد' ربیعہ' ہوازن اور سعد بن بکر قبائل کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

(ب) ایک قوم کہتی ہے کہ سات حروف سے مراد اہل عرب کی سات لغات ہیں جن کے مطابق قرآن نازل ہوا' جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کے کلمات ان سات لغات سے باہر نہیں ہیں اور یہ اہل عرب کی سب سے فصیح لغات ہیں۔قرآن کریم کا اکثر حصہ قریش کی لغت کے مطابق ہے' کچھ ہذیل' ثقیف' ہوازن' کنانہ' تمیم' یمن کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے اور مجموعی طور پر ان سات لغات پر مشتمل ہے۔

یہ قول پہلے قول سے مختلف ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سات حروف متفرق طور پر قرآن کریم کی سورتوں میں پائے جاتے ہیں اور اس کا یہ مفہوم نہیں کہ ایک ہی کلمے میں معنی کے اتفاق کے باوجود سات لغات پائی جاتی ہیں۔

ابو عبید یہ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ سات لغت کے مطابق پڑھا جاسکتا ہے بلکہ یہ سات لغات قرآن کریم میں مختلف مقامات پر پائی جاتی ہیں' یعنی قرآن کریم کا بعض حصہ قریش' بعض حصہ ہذیل اور کچھ حصہ ہوازن اور اسی طرح کچھ حصہ یمن وغیرہ کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ان میں سے ایسی لغات کو زیادہ سعادت حاصل ہوئی ہے جن میں قرآن کریم کا اکثر حصہ نازل ہوا ہے۔

(ج) بعض کہتے ہیں کہ سات حروف سے سات وجوہ ہیں جیسے امر' نہی' وعدہ' وعید' جدل' قصص' مثل۔

یا امر' نہی' حلال' حرام' محکم' متشابہ' اور امثال۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلی کتب ایک موضوع اور ایک ہی طرز پر نازل ہوئی تھیں جبکہ قرآن کریم میں سات موضوعات اور سات ہی طرح کا بیان ہے' جیسے زجر' امر' حلال' حرام' محکم' متشابہ' امثال (الحاکم' بیہقی)

(د) ایک جماعت کے مطابق سات حروف سے تغیر و تبدل کے سات اسباب ہیں جن میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) افراد اور تذکیر:

ان دونوں کی فروع تثنیہ' جمع' تانیث' میں اختلاف کا واقع ہونا۔

جیسے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ ۝ (المومنون:۸)

اس آیت میں امانتهم کو مفرد امانتهم پڑھا گیا ہے اور قرآن کریم اس کی شکل لِاَمٰنٰتِهِمْ دونوں قراءتوں کی متحمل ہے کیونکہ اس میں الف ساکن نہیں لکھا گیا۔

اور دونوں طرح پڑھنے کا مطلب ایک ہی ہے جمع سے استغراق مراد ہوگا جس سے امانت کی ہر جنس پر دلالت ہوتی ہے اور افراد ہو تو اس سے مراد جنس امانت ہوگی اگرچہ وہ کسی قسم کی ہو اور اس میں بھی کثرت پائی جاتی ہے اس کی جزئیات بہت زیادہ ہیں۔

(۲) اعراب کی کیفیت میں اختلاف:

جیسے مَا هٰذَا بَشَرًا (یوسف:۳۱)

جمہور نے بشرا نصب (زبر) سے پڑھا ہے کیونکہ "ما" نے "لیس" کا عمل کیا ہے' یہ اہل الحجاز کی لغت کے مطابق ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما "بشر" رفع (پیش) سے پڑھا ہے جو کہ بنی تمیم کی لغت پر ہے کیونکہ وہ "ما" کو "لیس" کا عمل نہیں دیتے۔

اسی طرح فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔ (البقرۃ:۳۷)

اس میں لفظ آدم کو نصب یعنی زبر اور کلمات کو رفع یعنی پیش سے پڑھا گیا ہے۔

(۳) حرفی اختلاف:

آیت فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ (سبا:۱۹) میں رَبَّنَا کو نصب "زبر" سے پڑھا گیا ہے کیونکہ یہ منادی مضاف ہے اور باعد کو امر بنایا گیا ہے اور ربنا کو رفع (پیش) سے اور باعد کو فعل ماضی پڑھا گیا ہے بعض نے اس کو "بعّد" عین کے فتح اور شد اور ربنا کو رفع "پیش" کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور بعض حروف کو تبدیل کر کے پڑھا جاتا ہے جیسے یعلمون اور تعلمون "یا" اور "تا" کے ساتھ پڑھنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں صراط کو سراط پڑھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) تقدیم وتاخیر کا اختلاف:

تقدیم وتاخیر یا تو حروف میں ہوگی۔ جیسے افلم ییائس ٥ (الرعد:۳۱) کو افلم یأیس۔ پڑھنا اور کلمے میں بھی تقدیم وتاخیر ہو سکتی ہے جیسے فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ٥ (التوبہ: ۱۱۱) پہلے کو فاعل اور دوسرے کو مفعول کی بنیاد پر پڑھنا اور اس کے برعکس بھی پڑھا گیا ہے یعنی پہلے کو مفعول اور دوسرے کو فاعل کی بنیاد پر۔

لیکن وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ٥ (ق:۱۹) کو جاءت سکرۃ الحق بالموت پڑھنا یہ شاذ امور ہے اور اس کو تواتر کا درجہ حاصل نہیں۔

(۵) ابدال کا اختلاف:

حرف کو حرف سے بدلنا جیسے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا۔ (البقرۃ:۲۵۹) اس کو "ن" کی پیش اور "ز" سے پڑھا گیا ہے۔ "ن" کی زبر اور "ر" سے بھی پڑھا گیا ہے۔

کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل کر پڑھنا جیسے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ٥ (القارعۃ:۵) کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کالصوف المنفوش۔ پڑھا ہے۔

کبھی یہ تبدیلی مخارج کے فرق سے پیدا ہوتی ہے جیسے وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ٥ (الواقعہ:۲۹) میں طلع پڑھا گیا ہے کیونکہ "ح" اور "عین" کا مخرج ایک ہے۔

(مؤلف کی یہ مثال عنوان کے خلاف ہے کیونکہ عنوان میں تفاوت فی المخارج کہتے ہیں جبکہ مثال میں اتحاد المخارج ہے۔ مترجم)

(۶) کمی اور زیادتی کا اختلاف:

زیادتی کی مثال۔ آیت وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ۔ (التوبۃ:۱۰۰) اس کو من تحتها الانهار پڑھا گیا ہے اور یہ دونوں قراءتیں متواتر ہیں۔

کمی کی مثال۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ (البقرۃ:۱۱۶) اس کو شروع میں واؤ کے بغیر پڑھا گیا ہے جبکہ جمہور کی قراءت وقالوا یعنی شروع میں واؤ ہے۔

احاد کی قراءت کے مطابق زیادتی کی مثال سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ قراءت ہے۔ وَكَانَ امامهم ملك يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صالحة غَصْبًا ٥ لفظ صالحة کو زیادہ کر کے پڑھنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وراء'' کی جگہ ''امام'' پڑھا ہے' جبکہ جمہور کی قراءت وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا٥ ہے۔

اور کمی کے لئے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰٓ٥ (اللیل: ۳) کی جگہ والذکر والانثی۔ کی مثال دی جاتی ہے۔

(۷) لہجوں میں تفخیم اور ترقیق' فتح' امالہ' اظہار' ادغام' الہمز' تسہیل اور اشمام وغیرہ کا اختلاف جیسے آیت هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰٓ٥ (طٰہٰ: ۹) میں اتی اور موسی کو امالہ سے پڑھنا۔ خبیرا بصیرا میں ''ر'' کو ترقیق سے پڑھنا الطلاق میں ''ل'' کو تفخیم سے قد افلح میں ہمزہ کو تسہیل سے۔

اور ''غیض الما'' میں غین کو ضمہ اور کسرہ کے اشمام سے پڑھنا۔

(ہ) بعض کہتے ہیں کہ سات کے عدد کا کوئی مفہوم نہیں بلکہ یہ تو ایک ایسا عدد ہے جس میں پائے جانے والے کمال سے عرب مانوس تھے اور سبعۃ احرف میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن کریم کی اپنی لغت اور ترکیب ہے' ان میں کلام عرب کے تمام ابواب وحدود پائے جاتے ہیں اور جبکہ وہ خود کمال کی سربلندیوں پر پہنچا ہوا ہے۔

سات کا لفظ کثرت اور احاد میں کمال کا ارادہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے دہائیوں میں ستر اور سینکڑوں میں سات سو بولا جاتا ہے' حالانکہ اس سے معین عدد مقصود نہیں ہوتا۔ (الاتقان ۱/ ۱۵)

(و) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ حروف سبعہ سے مراد سات قراءتیں مراد ہیں' ان تمام آراء میں سے راجح پہلی رائے ہے اور حروف سبعہ سے ایک ہی معنی میں عرب کی سات لغات مراد لینا جیسے اقبل' تعال' هلم اور عجل اور اسرع یہ مختلف کلمات ایک ہی معنی کو ادا کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ' ابن جریر' ابن وہب اور دوسرے بہت سارے لوگوں نے اسی کو اختیار کیا ہے' ابن عبدالبر نے اس کو اکثر اہل علم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔

بیشک جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو ایک حرف کے مطابق تلاوت کریں'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میکائیل علیہ السلام نے فرمایا ان سے زیادہ حروف کا مطالبہ فرمائیں' تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: دو حروف حتیٰ کہ چھ یا سات حروف تک معاملہ پہنچ گیا اور کہنے لگے کہ تمام حرف شافی کافی ہیں۔

جب تک وہ عذاب کی آیت کو رحمت کی آیت سے ختم نہیں کرتا یا رحمت کی آیت کو عذاب کی آیت سے ختم نہیں کرتا۔

جیسے آپ کہتے ہیں' هلم' تعال' اقبل' اذهب' اسراع اور عجل ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس مثال کو بیان کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم کن حروف کے مطابق نازل ہوا ہے' ان حروف کے ایسے معانی ہیں جن کے مفہوم میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ لیکن ان کی آوازیں مختلف ہیں۔

ان میں سے کسی حرف میں بھی معنی اور اس کی ضد نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کوئی ایسا سبب پایا جاتا ہے کہ جو کسی وجہ سے معنی کے مخالف ہو یا اس کی نفی کرے' جیسے رحمت' اور عذاب میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بہت ساری احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک آدمی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن کریم کی تلاوت فرمائی' تو انہوں نے اس کی قراءت میں تبدیلی کی' وہ کہنے لگا میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تلاوت کی تھی لیکن انہوں نے میری قراءت میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ راوی بیان کرتا ہے وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑ پڑے' اس شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت نہیں پڑھائی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! راوی کہتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو پشیمان ہونا پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے سے بھانپ لیا۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دھول لگائی اور فرمایا: شیطان کو دور بھگاؤ (یعنی غصہ تھوک دو) آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا: پھر فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ) قرآن بالکل صحیح ہے جب تک رحمت کو عذاب اور عذاب کو رحمت نہ بنایا جائے۔ (احمد' رجالہ ثقات' الطبرانی)

بسر بن سعید فرماتے ہیں کہ ابوجہیم انصاری نے انہیں بتایا کہ دو آدمی قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں جھگڑ پڑے' ایک کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سیکھا ہے۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کے بارے میں دریافت کیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان القرآن انزل علی سبعة احرف۔ فلا تماروا فی القرآن فان المرأ فیه کفر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیشک قرآن کریم سات حروف کے مطابق نازل ہوا ہے تم قرآن میں جھگڑا نہ کیا کرو کیونکہ قرآن کریم کے بارے میں جھگڑنا کفر ہے۔ (الطبری' ابن کثیر فی الفضائل والہیثمی فی مجمع الزوائد وقال رجالہ رجال الصحیح)

الاعمش بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَ اصوب قِيلًا ٥ (المزمل:٦) تو قوم میں سے کسی نے کہا۔ یا اباحمزہ! یہ تو "اقوم قیلا" ہے تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اقوم' اصوب اور اھیا سب ایک ہی ہیں۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دو حروف کے مطابق قرآن کریم پڑھنے کے لئے کہا' تو میکائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ ان سے زیادہ حروف کا مطالبہ کریں۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ بات سات حروف تک پہنچ گئی۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے حلال' حرام' امر و نہی میں اختلاف پیدا نہیں ہوتا جیسے تم کہتے ہو۔ تعال' ھلم اور اقبل' وہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کانت الا صیحة واحدة۔ (یٰسین:۲۹'۵۳) پڑھتے ہیں' جبکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے قراءت کے مطابق ان کانت الا زقیة واحدة۔

دوسری رائے جس کے مطابق سات حروف سے مراد عرب لغات میں سے سات لغات ہیں جن پر قرآن نازل ہوا ہے' تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کے کلمات مجموعی طور پر ان سات لغات سے باہر نہیں ہیں اور قرآن کریم کا پورا مجموعہ ان سات لغات پر مشتمل ہے جبکہ لغات عرب کی تعداد سات سے زیادہ ہے۔

لیکن عمر بن خطاب اور ھشام بن حکیم رضی اللہ عنہما دونوں قریشی ہیں' دونوں کی لغت ایک اور قبیلہ بھی ایک ہے' لیکن ان دونوں کی قراءت مختلف ہے۔

اور یہ بھی محال ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ھشام رضی اللہ عنہ کی لغت کو عجیب سمجھا ہو' تو معلوم یہ ہوا کہ سات حروف سے مراد سات لغات نہیں' بلکہ یہ فرق تو ایک معنی کے ادا کرنے میں الفاظ کا فرق نظر آتا ہے اور اسی بات کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن جریر طبری ان تمام دلائل کو بیان کرنے کے بعد اس رائے کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سات حروف جن پر قرآن نازل ہوا ہے ان سے مراد ایک حرف ایک کلمے میں پائی جانے والی سات لغات ہیں جن میں الفاظ مختلف ہوتے ہیں' لیکن معنی ایک ہی رہتا ہے جیسے کوئی کہنے والا یہ کہے ھلم' اقبل' تعال' اتی ' قصدی' نحوی اور قربی اور اس جیسے دوسرے کلمات جو ادائیگی کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں' لیکن ان کے معانی یکساں ہوتے ہیں' اگرچہ زبانیں ان کو مختلف انداز میں ادا کرتی ہیں جیسے ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اور ان لوگوں سے روایت کیا ہے جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے۔

یہ سب ایسے ہے جیسے کہ آپ کہتے ہیں۔ ھلم' تعال' اقبل اور یہ قول ما ینظرون الا زقیۃ والاصیحۃ۔

امام ابن جریری الطبری ایک مفروضہ کا جواب دیتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کونسی کتاب میں کوئی ایک حرف ایسا کون سا نظر آتا ہے جس کو سات لغات سے پڑھا گیا ہو۔ اور معانی یکساں ہیں۔ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کتاب اللہ میں آج بھی ایسا موجود ہے۔

ایک دوسرے مفروضہ کا جواب دیتے ہیں کہ باقی چھ حروف جواب موجود نہیں انہیں کیوں ختم کیا گیا' چونکہ امت کو قرآن کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور اسے اختیار دیا گیا تھا کہ ان سات حروف میں کسی ایک حرف کو اختیار کرلے' پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ کے ڈر کی وجہ سے ایسی ضرورت پیدا ہوگئی کہ ایک حرف کی قراءت کو لازم قرار دینا پڑا' پھر تمام امت کا معاملہ متفقہ طور پر طے پا گیا اور یہ ایسی امت ہے جس کو گمراہی پر متفق ہونے سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

تیسری رائے جس کے مطابق سات حروف کو سات وجوہ قرار دیا جاتا ہے' جیسے امر' نہی' حلال' حرام' محکم' متشابہ' اور امثال' تو اس رائے کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ احادیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سات حروف سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی کلمے کو دو' تین سے لے کر سات طرق کے مطابق پڑھنا جائز ہے اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک ہی آیت میں حلال بھی ہو اور حرام بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حروف کی زیادتی سے یہ مراد نہیں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا جائے اور نہ ہی معانی میں تبدیلی مقصود ہے۔

سابقہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی قراءت میں اختلاف تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فیصل بنایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک کو پڑھنے کے لئے کہا تھا' پھر آپ نے ان کی قراءت میں اختلاف کے باوجود سب کو درست قرار دیا تھا' حتیٰ کہ بعض صحابہ اپنے ساتھیوں کو درست قرار دیئے جانے کی وجہ سے شک وشبہ شکار ہو گئے تھے' تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے شک کو زائل کرنے کے لئے فرمایا تھا "ان الله امرنی ان اقراء القران علی سبعة احرف" کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کو سات حروف کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ان کی تلاوت سے پیدا ہونے والے جھگڑے کا سبب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا پھر وعدے اور وعید وغیرہ سے ہوتا تو آپ ﷺ کا سب کو درست کہنا محال تھا اور یہ بھی ناممکن تھا کہ آپ یہ حکم دیتے کہ ہر ایک ایسی قراءت کو اس طرح جاری رکھے جس طرح وہ پڑھ رہا ہے' کیونکہ اگر آپ حلت و حرمت وغیرہ میں ان کی قراءت کو صحیح قرار دیتے تو اس سے یہ واجب آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک معین چیز کو ایک شخص کی تلاوت کے مطابق فرض قرار دیا ہے اور اس کے کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے شخص کی تلاوت میں اس چیز سے روکا ہے اور اس کے کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسی چیز کا کرنا مباح اور جائز قرار دیا ہے اور ایسے شخص کی تلاوت کے مطابق جواز اختیار کو ظاہر کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کو ایسا کر دیا ہے کہ اس کے بندوں میں جو کرنا چاہے وہ اسے کرلے اور جو کوئی چھوڑنا چاہے وہ اس کو چھوڑ دے۔

اگر کوئی کہنے والا یہ سب کچھ کہتا ہے تو وہ ایسی چیز کو ثابت کرے گا جس کا انکار اللہ تعالیٰ نے اپنے کتاب کے بارے میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝ (النساء: ۸۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کیا وہ قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں انہیں بہت اختلاف ملتا۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنی محکم کتاب میں اس قسم کے اختلاف کی نفی کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو محمد ﷺ کی زبان مبارک سے پوری امت کے لئے ایک ہی متفقہ حکم کے لئے نازل فرمایا ہے اس لئے اس میں مختلف احکام نہیں پائے جاتے۔

چوتھی رائے جس کے مطابق سات حروف سے تغایر کے وہ اسباب مراد لئے گئے ہیں جن میں اختلاف واقع ہوتا ہے' اگرچہ یہ رائے عام مقبول ہے لیکن پہلی رائے کے دلائل کے مقابلہ میں یہ کوئی وقعت نہیں رکھتی' کیونکہ اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ حروف سبعہ سے مراد صرف لفظی اختلاف ہے جب کہ ان کا معنی ایک ہی ہو۔ تغایر اور اختلاف کے بعض اسباب جن کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ انفرادی قراءت میں پائے جاتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

جسے قرآن کہا جاتا ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے۔ اکثر تغایر یا اختلاف کلمہ کی شکل یا اس کی ادائیگی میں پایا جاتا ہے جس سے لفظ میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا' جیسے اعراب کا اختلاف یا حرفی اختلاف یا پھر تفخیم' ترقیق' فتح' امالۃ اظہار' ادغام اور اشمام وغیرہ کا اختلاف۔ اور یہ اختلاف ایسا نہیں جو لفظ اور معنی میں تنوع پیدا کرے بلکہ یہ متنوع صفات تو کلمہ کی ادائیگی میں پائی جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے لفظ کی وحدت ختم نہیں ہوتی بلکہ لفظ ایک ہی رہتا ہے۔

اس رائے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ سات حروف پر مشتمل ہیں یعنی مصحف عثمانیہ میں وہ تمام رسوم پائی جاتی ہیں جو ان حروف کی ہو سکتی ہیں۔

جیسے آیت وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ۔ (المؤمنون:۸)

اس میں امانات کو جمع پڑھا گیا ہے اور امانت واحد بھی پڑھا گیا ہے۔ رسم عثمانی میں لامنتھم۔ اکٹھا لکھا ہوا ہے اور اس کے اوپر چھوٹا سا الف ہے اور آیت فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا ○ (سبا:۱۹) رسم عثمانی میں بعد اکٹھا لکھا ہوا ہے اور اس کے اوپر بھی چھوٹا سا الف ہے اور اسی طرح اور بہت سی آیات بھی ہیں۔

لیکن ان تمام امور سے اختلاف کی وہ تمام وجوہات ثابت نہیں ہوتیں جن کو اس رائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے ذکر کرتے ہیں۔

جیسے کمی اور اضافے کا اختلاف آیت وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ (التوبۃ:۱۰۰) اس کو "من تحتھا الانھار" یعنی من کا اضافہ کر کے بھی پڑھا گیا ہے۔

اور آیت وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰیٓ (اللیل:۳) کو والذکر والانثی' ما خلق کی کمی کر کے پڑھا گیا ہے۔

تقدیم وتاخیر کا اختلاف۔ جیسے آیت وَجَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (ق:۱۹) کو جاء سکرۃ الحق بالموت پڑھا گیا ہے۔

تبدیلی کا اختلاف۔ آیت وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ (القارعۃ:۵) کو وتکون الجبال کالصوف المنفوش' پڑھا گیا ہے۔

اگر مصحف عثمانی اس قسم کے حروف پر مشتمل ہوتا تو اس اختلاف کو کیسے ختم کرتا جو قراءتوں میں پیدا ہو چکا تھا بلکہ یہ نزاع تو اسی وقت ختم ہو سکتا تھا جب لوگوں کو سات حروف میں سے ایک حرف پر جمع کر دیا جاتا اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اختلاف باقی رہتا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف میں کوئی فرق نہ ہوتا لیکن آثار بتلاتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کو ایک حرف کے مطابق لکھا گیا ہے تاکہ تمام مسلمان ایک مصحف پر جمع ہو سکیں کیونکہ وہ اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ ابتدا میں سات حروف کی قراءت حرج اور مشقت سے بچنے کے لئے تھی' اب اس کی ضرورت ختم ہو چکی ہے اور لوگوں کو ایک حرف پر جمع کر کے اس اختلاف کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس پر متفق تھے' تو گویا کہ یہ ایک طرح کا اجماع تھا۔

سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو اس طرح جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی' جس طرح کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا کیونکہ شیخین کے زمانے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ابھرنے والے اختلاف جیسی شدت نہ تھی اور اس لحاظ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم کام کرنے کی توفیق حاصل ہوئی یعنی اختلاف کا خاتمہ' امت کو جمع رکھنا اور فتنہ سے محفوظ رکھنا۔

پانچویں رائے کے مطابق سات کے عدد کا کوئی مفہوم نہیں ہے' حالانکہ احادیث اس عدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

[illegible] کرتی ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا۔ میں ان سے بار بار اضافے کا مطالبہ کرتا رہا اور وہ حروف کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ سات حروف ہوگئے۔ (بخاری)

دوسری حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ میں قرآن کو ایک حرف کے مطابق تلاوت کروں' میں نے بار بار امت پر آسانی کی درخواست کی تو پھر مجھے سات حروف کے مطابق پڑھنے کی اجازت ملی۔ (مسلم)

اس سے عدد کی فضیلت کا علم ہوتا ہے' جو حرف سات تک محدود ہے۔

چھٹی رائے جس کے مطابق سات حروف کو سات قراءتیں قرار دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور قراءت میں فرق ہے' قرآن تو وحی ہے جو کہ محمد ﷺ پر بیان اور اعجاز کے لئے نازل ہوا اور قراءت تو وحی کے الفاظ بولنے کی کیفیت میں اختلاف کا نام ہے جیسے کسی لفظ کو مخفف پڑھنا۔ یا ثقیل پڑھنا یا پھر کھینچ کر پڑھنا وغیرہ۔

ابو شامہ کہتے ہیں کہ ایک قوم کا خیال ہے کہ حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان سے مراد موجودہ سات قراءتیں ہیں' جبکہ یہ بات تمام اہل علم کے اجماع کے خلاف ہے اور ایسی سوچ تو جاہل لوگوں کی ہوسکتی ہے۔

طبری لکھتے ہیں کہ کسی حرف کو رفع' جر اور نصب دینے یا کسی حرف کو ساکن اور متحرک رکھنا اور ایک حرف کو آواز کے اتفاق کی وجہ سے دوسرے حرف میں نقل کرنے کی وجہ سے قراءت میں جو اختلاف رونما ہوتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے قول کہ ''مجھے سات حروف کے مطابق قرآن کریم پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے'' کے مفہوم سے بالکل الگ تھلگ ہے' کیونکہ حروف قرآن میں کوئی حرف بھی ایسا نہیں ہے' جس کی قراءت میں اس قسم کا اختلاف پایا جاتا ہو اور علماء امت میں سے کسی ایک نے بھی اس میں جھگڑنے کو کفر کا موجب قرار دیا ہو' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان حروف میں جھگڑنے کو کفر کا سبب ٹھہرایا ہے' جس طریقے سے جھگڑنے والے آپ کے پاس آتے تھے اور روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ شاید وہ سات کے عدد میں اتفاق ہونے کی وجہ سے اس غلطی میں مبتلا ہوتے ہو' اس معاملہ میں وہ الجھن کا شکار ہوگئے۔

ابن عمار کہتے ہیں کہ ان سات کو سات سمجھنے والے نے وہ کر دکھایا ہے جو اس کے لیے

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسب نہ تھا اور ہر وہ شخص جس کی نظر نے حدیث میں مذکورہ عدد سے قراء تیں مراد لی ہیں۔ تو اس کا سبب یہ ہے کہ عام لوگوں کے لئے یہ ایک مبہم بات ہے' کاش وہ ان کو سات سے کم کر لیتا یا پھر ان میں اضافہ کر لیتا تا کہ اس کا شبہ دور ہو جاتا۔

اس تمام بحث سے ہمارے لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی رائے جس کے مطابق سات حروف سے عرب لغات میں ایک معنی دینے والی سات لغات مراد ہیں' یہی رائے نصوص سے ظاہر ہوتی ہے اور صحیح دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کو ایک حرف کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا' میں نے اپنے رب سے تخفیف کی درخواست کی' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو حروف کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا' میں نے پھر تخفیف کی گزارش کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سات حروف کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا اور جنت کے دروازے بھی سات ہیں۔ اور ہر حرف کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔ (مسلم والطبری)

الطبری کہتے ہیں والسبعة الآخری سے مراد سات زبانیں ہیں اور جنت کے سات دروازے وہ اس میں پائے جانے والے معانی ہیں جیسے امر' نہی' رغبت دلانا اور ڈرانا' قصص اور مثالیں جن پر عمل کرنے والا اور اس کی حدود سے دور رہنے والا جنت کا حق دار بن جاتا ہے' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسلاف میں سے کسی ایک کی رائے بھی ہمارے قول کے خلاف مخالفت موجود نہیں۔

شافِ وافِ کا مفہوم جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت کے بارے میں فرمایا ہے
يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت' سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت آ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مؤمنین کے لئے شفا بنایا ہے' وہ اس کی وعظ و نصیحت کے ذریعے سینوں کو لاحق ہونے والی بیماریوں' شیطانی وسواس اور خطرات کی شفا طلب کرتے ہیں چنانچہ اس کی آیات کا بیان ہی ان کے لئے ہر قسم کی دیگر وعظ و نصیحت سے کافی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سات حروف کے مطابق نزول قرآن کریم کی حکمت

سات حروف پر نزول قرآن کی حکمت کا خلاصہ درج ذیل امور پر مشتمل ہے۔

(۱) اُمّی قوم کے لئے حفظ اور قراءۃ میں آسانی:

ان میں سے ہر قبیلے کی ایک لغت تو تھی لیکن شریعت کی حفاظت سے ان کو کوئی واسطہ نہ تھا چہ جائیکہ وہ ان سب چیزوں سے مانوس ہوں اور یہی وہ حکمت ہے جس کو احادیث مبارکہ نے واضح کیا ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احجار المراء کے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے ملے آپ نے فرمایا میں ایک امی امت کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ ان میں غلام، خادم، بوڑھے اور کمزور لوگ ہیں، تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا وہ سات حروف کے مطابق قرآن پڑھیں۔ (احمد، ابوداؤد، الترمذی، الطبری نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حرف کے مطابق قرآن پڑھنے کا حکم دیا تو میں نے امت کے لئے تخفیف کی درخواست کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف کے مطابق قرآن پڑھائیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کا طلب گار ہوں، میری امت میں اتنی استطاعت نہیں ہے۔

(۲) اہل عرب کی فطری زبان کے لئے قرآن کریم کا اعجاز:

قرآن کریم کے بارے میں صوتی لحاظ سے تالیفات کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ وہ اہل عرب کی فطری زبان کی تمام شاخوں کے برابر ہے اور ہر عربی النسل کی یہ استطاعت ہے کہ وہ اپنے فطری لحن اور اپنی قوم کے لہجے میں قرآن کریم کے حروف اور کلمات کو ادا کر سکے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کا وہ اعجاز اپنی جگہ موجود ہے جس کا چیلنج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو دیا تھا اور وہ اس کا مقابلہ کرنے سے مایوس ہو چکے ہیں اور یہ اعجاز کسی ایک زبان کے لئے نہیں بلکہ یہ اعجاز تو اہل عرب کی فطری لغت کے لئے ہے۔

(۳) معانی اور احکام کے لحاظ سے قرآن کریم کا اعجاز:

بعض حروف اور کلمات کی لفظی صورت میں اگرچہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اس کے ساتھ احکام کا استنباط ہوتا ہے، ان امور کی بنا پر قرآن کریم ہر عہد کے لئے بہت ہی مناسب بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے احکام کے استنباط اور اجتہاد میں سات حروف کی قراءات سے بطور حجت استفادہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات اور قراء

قراءات' قراءۃ کی جمع ہے جو کہ لغوی لحاظ سے قَرَأَ فعل کا مصدر ہے۔

لیکن علمی اصطلاح میں قراءت سے مراد قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کا وہ طریقہ ہے جسے قُرّاء اماموں میں سے کسی امام نے اختیار کیا ہو اور وہ طریقہ دوسرے ائمہ سے مختلف ہو۔

قراءات کے طریقے رسول اللہ ﷺ سے سنداً ثابت ہیں۔ قُرّاء کرام جن کے طرز کو لوگوں نے تلاوت قرآن کریم کے لئے اختیار کیا ان سب کا دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے جا ملتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور قُرّاء درج ذیل ہیں۔

سیدنا ابی بن کعب' سیدنا علی ابن ابی طالب' سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابو موسیٰ الاشعری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

انہی سے بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے مختلف شہروں میں قرآن کریم کی قراءت سیکھی اور ان میں سے ہر ایک اپنی قراءت کو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کرتا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ ''طبقات القراء'' میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھانے والے مشہور صحابہ سات ہیں۔ عثمان بن عفان' علی بن ابی طالب' ابی بن کعب' زید بن ثابت' ابو درداء اور ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم۔

وہ لکھتے ہیں کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحابہ کی ایک جماعت نے قرآن کریم پڑھنا سیکھا' جن میں سے سیدنا ابو ہریرہ' ابن عباس' عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہم ہیں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی قرآن پڑھنا سیکھا تھا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف شہروں میں بہت سارے تابعین رحمہم اللہ نے قرآن پڑھنا سیکھا۔

مدینہ منورہ میں سعید بن المسیب' عروۃ' سالم' عمر بن عبدالعزیز' یسار کے دو بیٹے سلیمان اور عطا' معاذ بن الحارث جو کہ معاذ القاری کے نام سے مشہور ہوئے' عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج' ابن شہاب الزہری' مسلم بن جندب اور زید بن اسلم رحمہم اللہ تھے۔

مکہ میں عبید بن عمیر' عطا بن ابی رباح' طاؤس' مجاہد' عکرمۃ اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ تھے۔

کوفہ میں علقمہ' اسود' مسروق' عبیدۃ' عمر بن شرحبیل' الحارث بن قیس' عمر بن میمون'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعبدالرحمٰن اسلمی' سعید بن جبیر' النخعی اور شعبی رحمہم اللہ تھے۔

بصرہ میں ابوعالیۃ' ابورجاء' نصر بن عاصم' یحییٰ بن یعمر' حسن بصری' ابن سیرین اور قتادہ تھے۔

شام میں مغیرہ بن ابی شہاب المخزومیؒ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھی' خلیفہ بن سعد' سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھی۔

جب ضرورت پڑی تو تابعین کے دور میں پہلی صدی ہجری کے آخر میں ایک قوم بالکل الگ تھلگ ہوکر قراءات کو ضبط کرنے میں ہمہ تن مشغول ہوگئی اور انہوں نے اس کو ایک علم بنادیا جس طرح دوسرے شرعی علوم وجود میں آئے۔

انہیں اس علم میں امامت کا درجہ حاصل ہوا' لوگ ان کی اتباع کرنے لگے اور ان کے پاس حاضر ہوکر قراءات سیکھتے' اس دور اور ان کے بعد والے دور میں قراءت کے وہ سات امام مشہور ہوئے' جن کی طرف آج قراءات کو منسوب کیا جاتا ہے۔

مدینہ میں ابوجعفر یزید بن قعقاع پھر نافع بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔

مکہ میں عبداللہ بن کثیر' حمید بن قیس الاعرج رحمۃ اللہ علیہ۔

کوفہ میں عاصم بن ابی النجود' سلیمان الاعمش' پھر حمزہ' پھر الکسائی رحمۃ اللہ علیہ۔

بصرہ میں عبداللہ بن ابی اسحٰق' عیسیٰ بن عمرو' ابوعمرو بن العلاء' عاصم جحدری' پھر یعقوب حضرمی رحمۃ اللہ علیہ۔

شام میں عبداللہ بن عامر' اسماعیل بن عبداللہ بن المہاجر پھر یحییٰ بن الحارث پھر شریح بن یزید الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوئے۔

ان میں قراءات کے سات امام جن کی شہرت آفاق میں پھیلی ان کے نام یہ ہیں۔

ابوعمرو' نافع' عاصم' حمزہ' الکسائی' ابن عامر اور ابن کثیر رحمہم اللہ ہیں۔

یہ ساری قراءات صحیح رائے کے مطابق سات حروف کے علاوہ ہیں' اگرچہ عدد کی موافقت سے ان دونوں کے ایک ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

قراءات کے آئمہ نے جس قراءت کو اختیار کیا وہ آج بھی متفقہ طور پر باقی ہیں اور لوگ ان کی قراءت کرتے ہیں۔

لہجوں اور بولنے کی کیفیت تفخیم' ترقیق' امالۃ' ادغام' اظہار' اشباع' مد' قصر' تشدید اور تخفیف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی کے طریقوں میں اختلاف ان قراءات کے وجود میں آنے کا سبب بنا اور یہ ساری قراءات ایک حرف یعنی قریش کی لغت کے مطابق ہیں۔

سات حروف کی قراءت وہ ان مشہور قراءات کے برعکس ہیں جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جن کا فتوحات کی وسعت کے دوران عرضہ اخیرہ کے ساتھ ہی کام تمام ہوگیا۔ فتنہ وفساد کے خوف سے حروف میں کسی طرح کا اختلاف دوبارہ پیدا نہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام لوگوں کو ایک حرف کے مطابق پڑھنے کی طرف مائل کیا اور وہ قریش کی لغت کے مطابق تھا اور اسی کے مطابق تمام مصاحف لکھے گئے۔

قراء کی کثرت اور حرف سات تک محدود ہونے کے اسباب

سات آئمہ کی قراءات تو متفقہ ہیں۔ جبکہ اہل علم نے ان کے علاوہ بھی تین دوسرے قراء کا انتخاب کیا ہے اور ان کی قراءات بھی صحیح اور تواتر سے ثابت ہیں' یہ تین امام ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی' یعقوب بن اسحق الحضرمی اور خلف بن ہشام رحمہم اللہ ہیں۔ یہ تمام مل کر قراءات عشر (دس قراءات) کے دس امام ہیں۔ ان کے علاوہ یزیدی' حسن بصری' الاعمش' ابن جبیر' وغیرہ کی قراءات شاذ ہیں۔

قراءات عشر حتیٰ کہ قراءات سبعہ میں سے کوئی قراءۃ بھی شواذ سے خالی نہیں' ان میں بھی ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ قراء سبعہ کو تیسری صدی کے اہل علم نے اختیار کیا تھا' حالانکہ جن کی قراءۃ قابل اعتبار تھی ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوسری صدی کے آخر تک لوگ بصرہ میں ابن عمرو اور یعقوب کی قراءت کو اپنائے ہوئے تھے۔ کوفہ میں حمزہ اور عاصم کی قراءۃ رائج تھی۔ شام میں ابن عامر اور مکہ میں ابن کثیر' مدینہ میں نافع کی قراءۃ کا شہرہ تھا اور یہی وہ سات قراء ہیں۔

تیسری صدی کے اواخر میں ابوبکر بن مجاہد الکسائی کو شہرت حاصل ہوئی اور یعقوب کا نام باقی نہ رہا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قراءات کے بارے میں سب سے پہلے لکھنے والے ابوعبید القاسم بن سلام ہیں' اس کے بعد احمد بن جبیر الکوفی' پھر اسماعیل بن اسحق المالکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(قالون والے) پھر ابو جعفر بن جریر الطبری' ان کے بعد ابو بکر محمد بن احمد بن عمر دجوتی پھر ابو بکر بن مجاہد نے لکھا۔ ان کے بعد اس دور میں اور بعد میں آنے والے دور میں قراءات کے بارے میں جامع اور جزئی تالیفات کی گئیں۔ جن میں مختصر اور طویل بھی ہیں۔

قراءات کے امام اتنے ہیں کہ ان کی گنتی ممکن نہیں' ان کے طبقات کے بارے میں امام الذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ان کے بعد ابو الخیر ابن جزری نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔

ابن جزری رحمہ اللہ "النشر" میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے قراءات کو کتاب میں جمع کرنے والے معتبر امام ابو عبید القاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ ہجری) ہیں' انہوں نے ان سات مشہور قراء کے ساتھ تقریباً پچیس قراء کا ذکر کیا ہے۔

ابن جزری مزید لکھتے ہیں۔ ان کے بعد ابو بکر احمد بن موسیٰ بن العباس بن مجاہد (المتوفی ۳۲۴ ہجری) آئے' انہوں نے اپنی کتاب کو صرف سات قراءات تک محدود رکھا۔

ہم نے اس فصل میں بہت تفصیل بیان کر دی ہے کیونکہ بعض ایسے بے علم لوگوں سے ہم تک یہ بات پہنچی تھی کہ صحیح قراءات صرف یہی سات ہیں بلکہ اکثر کم علم لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ صحیح قراءات صرف وہی ہیں جن کا ذکر شاطبیہ اور تیسیر میں ہے۔

قراءات کے ائمہ میں بعض ایسے قراء امام موجود ہیں' جن کی قدر و منزلت ان سات مشہور ائمہ سے زیادہ ہے یا پھر ان کے ہم پلہ ہیں' لیکن اس کے باوجود قراءات کا ان سات ائمہ تک محدود ہونے کا سبب یہ ہے کہ ائمہ سے روایت کرنے والے بہت زیادہ تھے اور جب ان کی ہمتیں پست ہوگئیں تو انہوں نے صرف اسی قراءت کو کافی سمجھا جو کہ خط مصحف کے مطابق تھی کیونکہ قراءت کے لحاظ سے اس کا حفظ اور ضبط آسان تھا۔ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو امانت اور ثقاہت سے تمام عمر قراءت سے وابستگی میں مشہور تھے' لوگ ان سے متفقہ طور پر قراءت کا علم حاصل کرتے تھے اور اس بنا پر انہوں نے ہر شہر سے ایک امام کو منتخب کر لیا نیز اس کے علاوہ دیگر ائمہ جیسے یعقوب الحضرمی' ابو جعفر المدنی' شیبہ بن نصاح وغیرہ کی قراءت کو نقل کرنے اور پڑھنے کی اجازت بھی نہ دی۔

اس کے علاوہ قراءات کے بارے میں تالیفات کرنے والوں نے بھی اس معین عدد کی پشت پناہی کی' انہوں نے صرف مخصوص ائمہ کی قراءات کے بارے میں ہی لکھنے کو کافی سمجھا۔ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے' اگرچہ ان سے بہتر ائمہ قراءات موجود تھے اور اس بنا پر لوگوں کو یہ وہم ہوگیا کہ قراءات کے صرف وہی امام ہیں جن کا تالیفات میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

ابن حجر مکی نے قراءات کے بارے میں لکھا ہے اور انہوں نے صرف پانچ کا ذکر کیا ہے' وہ ہر شہر سے ایک امام کا انتخاب کرتے ہیں کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جو مصاحف دوسرے شہروں میں بھیجے تھے۔

ان کی تعداد پانچ تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان مصاحف کی تعداد سات تھی جن میں سابقہ پانچ کے علاوہ ایک مصحف یمن اور ایک بحرین بھیجا گیا تھا لیکن جب انہیں ان دو مصاحف کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی (حالانکہ ابن مجاہد وغیرہ مصاحف کی تعداد کا لحاظ رکھنے کا ارادہ کر چکے تھے۔) تو انہوں نے یمن اور بحرین کے مصحف کی جگہ دو قاری بڑھا دیئے' جس سے تعداد مکمل ہوگئی۔ اہل علم کہتے ہیں کہ صرف سات قراء کی قراءت پر اکتفا کرنے کے بارے میں کوئی قول یا اثر نہیں ملتا بلکہ اس پر بعض متأخرین جمع ہوئے اور یہ معاملہ پھیل گیا' ابن مجاہد اگر ان سات کے ساتھ بعض دیگر قراء کا اضافہ کر دیتے تو وہ بھی مشہور ہو جاتے۔

ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ ان سات کی قراءت کو ایسے جواز کے لئے متعین کرنا درست نہیں جس سے دیگر قراءات کو جائز ہی نہ سمجھا جائے۔ جیسے ابی جعفر' شیبہ اور اعمش وغیرہ کی قراءت' یہ ائمہ بھی ان کے ہم پلہ ہیں یا پھر ان سے بہتر ہیں اور اسی طرح بہت سارے قراء ائمہ نے بھی یہی کہا ہے۔

ابوحیان کہتے ہیں کہ ابن مجاہد اور اس کے پیروکار مشہور قراءات میں سے بہت ہی کم کا ذکر کرتے ہیں۔ ابوعمرو بن العلاء سے روایت کرنے والے سترہ راوی مشہور ہوئے۔ ابن مجاہد نے اپنی کتاب میں صرف علی یزیدی کا ذکر کیا ہے کہ یزیدی سے روایت کرنے والے دس راوی مشہور ہوئے' تو پھر وہ کیسے صرف السوسی اور الدوری کا ذکر کرتا ہے' حالانکہ ان دونوں کو دیگر راوۃ پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ تمام راوی ضبط اتقان اور حصول علم میں مشترک ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کے علمی نقص کے علاوہ ایسا کرنے کا کوئی اور سبب نظر نہیں آتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءات کی انواع‘ ان کا حکم اور ضابطے

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ قراءات کی تین انواع ہیں۔ متواترہ‘ آحاد‘ شاذہ۔ سات قراءات کو انہوں نے متواتر قرار دیا ہے اور تین آحاد ہیں اور اس طرح یہ دس مکمل ہو جاتی ہیں‘ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءات ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام قراءات کو شاذ کہا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس قراءات متواتر ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ دراصل اعتماد تو ضابطوں پر ہے اور قراءات کا تعلق اگرچہ سات سے ہو یا دس سے یا ان کے علاوہ کوئی اور قراءت ہو۔

ابوشامہ ”المرشد الوجیز“ میں لکھتے ہیں کسی انسان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس دھوکے میں رہے کہ ہر وہ قراءت جو ان سات قراء میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہے اور اسے صحیح کہا جاتا ہے وہ ایسے ہی نازل ہوئی ہے۔ جب تک وہ ضابطے کے مطابق نہ ہو تو ایسی حالت میں کوئی بھی مصنف صرف اس کو نقل نہیں کرے گا اور نہ ہی خاص طور پر اس کو ان سے نقل کرے گا بلکہ اگر کوئی قراءت دیگر قراء سے منقول ہے تو اس قراءت کو صحیح ہونے سے خارج نہیں کیا جائے گا کیونکہ اعتماد تو ان اوصاف کے جمع ہونے پر ہے صرف اس قاری کی طرف ہی اس کا منسوب ہونا کافی نہیں۔

اس لحاظ سے ہر قراءت جو ان سات قراء یا ان کے علاوہ دیگر قراء کی طرف منسوب ہے‘ وہ دو قسموں پر مشتمل ہے‘ متفق علیہ اور شاذ۔

لیکن چونکہ ان سات قراء کی شہرت زیادہ ہوگئی ہے اور ان کی قراءت اکثر صحیح اور متفق علیہ ہے‘ اس لئے لوگ دوسری قراءت کی نسبت ان سے نقل کی جانے والی قراءت کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح قراءت کے ضابطوں کا معیار

(۱) عربی قراءت سے موافقت:

وہ قراءت صرف فصیح ہو یا بہت زیادہ فصیح ہو کیونکہ اس قراءت کی پیروی کرنا اتباع ہے جو کہ سند سے ثابت ہو اور راوی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۲) قراءت کا ممکنہ مصحف عثمانی کے مطابق ہونا:

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دانست کے لحاظ سے مصاحف عثمانیہ کو قراءات کی لغات کے مطابق لکھنے کی پوری پوری کوشش کی تھی' انہوں لفظ ''الصراط'' کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ''ص'' سے لکھا ہے جو کہ ''س'' سے بدلا ہوا ہے۔

اور ''س'' جو کہ اصل ہے اسے چھوڑ دیا تاکہ ''س'' کی قراءت ہو سکے' اگرچہ لکھنے میں کسی قسم کا اختلاف پیدا ہی کیوں نہ ہو جائے' اسے معروف اصلی لغت کے مطابق بھی لکھا گیا ہے۔ اس طرح یہ دونوں برابر ہوں گے اور اس میں اشمام کے ساتھ قراءت کرنے کا احتمال پایا جاتا ہے۔

ممکنہ حد تک موافقت کا مفہوم یہ ہے جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ: ۴) تمام مصاحف میں ''مالك'' کی کتابت ''الف'' کے بغیر ہوئی ہے اگر ہم اس کو ملك پڑھتے ہیں' تو ایسا کرنا کتابت کے ساتھ حقیقی موافقت ہوگی اور مالك پڑھنا ممکنہ حد تک موافقت ہوگی اور اسی طرح دوسری مثالیں بھی ہیں۔

کتابت (رسم) کی موافقت میں قراءات کا اختلاف:

جیسے تعلمون کو تا اور ی سے پڑھنا۔ یغفرلکم کو ی اور نون سے پڑھنا۔ وغیرہ رسم (کتابت) کا نقاط سے خالی ہونا اور تشکیل میں کسی حرف کا حذف ہونا یا موجود ہونا' یہ ایسے امور ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجاء کے علم فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور ہر علم میں ان کا فہم رسا ہونا واضح ہوتا ہے۔

صحیح قراءت کے بارے میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی کہ وہ تمام مصاحف کے مطابق ہو' بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف بعض مصاحف کی موافقت ہی کافی ہوگی' جیسے بالزبر وبالکتاب (ال عمران:۱۸۹) میں ابن عامر نے دونوں مقامات پر ب کے ساتھ پڑھا ہے اور مصحف شامی میں ایسے ہی لکھا گیا ہے۔

(۳) قراءت صحیح سند سے ثابت ہو:

کیونکہ قراءت ایسی سنت ہے جس کو ہر کوئی اپناتا ہے اس میں اعتماد صرف نقلِ سلیم اور صحیح روایت پر کیا جاتا ہے۔ عربی دان بہت ساری قراءات کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ وہ معیار کے مطابق نہیں ہوتیں یا پھر ان سے لغت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے' لیکن ائمہ قراء ان کے ناپسند ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

صحیح قراءت کے یہی اصول وضوابط ہیں' اگر یہ تینوں ارکان' عربی موافقت' مصحف کی کتابت کی موافقت اور صحیح سند موجود ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی اور جب ان میں سے کسی بھی ایک رکن یا زیادہ ارکان میں خلل واقع ہو تو پھر وہ قراءت ضعیف ہوگی یا پھر شاذ ہوگی یا باطل ہوگی۔

بڑی عجیب بات ہے کہ بعض نحوی علماء ایسی صحیح قراءت کو غلط قرار دیتے ہیں جس میں مذکورہ ضوابط پائے جاتے ہوں کیونکہ وہ قراءت ان کے ایسے نحوی قاعدوں کے مطابق نہیں ہوتی جو انہوں نے صحیح لغت کے لئے معیار بنا رکھے ہیں' جب کہ مناسب تو یہ ہے کہ ہم صحیح قراءت کو لغوی اور نحوی قواعد پر حکم تسلیم کریں نہ کہ ان قواعد کو قرآن کریم پر حکم بنائیں' کیونکہ قرآن کریم وہ پہلا اصل مصدر ہے کہ جس سے لغت کے قواعد بنائے گئے ہیں' جبکہ قرآن کریم کا اعتماد قراء کی نقل اور روایت کے صحیح ہونے پر ہے خواہ لغت کی کوئی بھی قسم ہو۔

ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ صحیح قراءت کے ضوابط میں پہلی شرط میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہمارا ضابطہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کسی بھی "وجہ" سے ہو۔ یہاں "وجہ" سے مراد نحوی طریقہ ہے' وہ نحوی طریقہ فصیح ہو یا بہت ہی فصیح ہو' اس پر سب کا اتفاق ہو یا اس میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہو جو نقصان دہ نہ ہو اور جب قراءت خوب پھیل چکی ہو۔ اور ائمہ نے صحیح سند سے اسے قبول کیا ہو۔ تو یہی سب سے بڑی بنیاد اور سب سے مضبوط رکن ہے۔ کتنی قراءتیں ایسی ہیں کہ جن کو بعض بہت سے نحوی علماء نے ناپسند کیا ہے لیکن ان کے ناپسند کرنے کو معتبر نہیں سمجھا گیا۔ جیسے "بارئکم" اور "یأمرکم" میں ساکن پڑھنا "والارحام" کو زیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اور "لیجزی قوما" میں زبر کے ساتھ پڑھنا اور "قتل اولادھم شرکائھم" میں دونوں مضاف اسموں میں فصل کرنا وغیرہ۔

ابوعمرو الدانی کہتے ہیں کہ ائمہ قراء عام زبان اور عربی قواعد کا حروف قرآن میں زیادہ اہتمام نہیں کرتے بلکہ اثر کے لحاظ سے زیادہ ہونے والے حروف اور نقل کے مطابق زیادہ صحیح حروف کا اہتمام کرتے ہیں اور جب کوئی حرف روایت سے ثابت ہو جائے تو پھر عربی قواعد اور عام لغت اس کی تردید نہیں کر سکتے کیونکہ قراءت تو ایسی سنت ہے جس کی مسلسل پیروی ہو رہی ہے اور اس کو قبول کرنا لازمی ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "القراءة سنة متبعة" سعید بن منصور اپنی سنن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ سیدنا بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ حروف میں اپنے سے پہلے لوگوں کی اتباع کرنا سنت متبعہ ہے اور مصحف امام کی مخالفت جائز نہیں اور نہ ہی مشہور قراءات کی مخالفت جائز ہے اگرچہ لغت میں اس کے علاوہ بھی جائز ہے۔

اہل علم نے قراءات کا خلاصہ چھ انواع میں بیان کیا ہے۔

(۱) **المتواتر:** وہ قراءت جس کو ایک ایسے گروہ نے اپنے جیسے ایسے گروہ سے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ممکن نہ ہو اور یہ سلسلہ آخر تک جا پہنچے اکثر قراءات اسی طرح ہیں۔

(۲) **مشہور:** جس کی سند تو صحیح ہو لیکن اسے تواتر کا درجہ حاصل نہ ہو عربی نطق اور رسم کے مطابق ہو قراء کے ہاں وہ قراءت مشہور ہو اور انہوں نے اسے غلط قرار نہ دیا ہو اور نہ ہی وہ قراءت شاذ ہو۔

اہل علم اس نوع کی قراءت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے مطابق پڑھا جا سکتا ہے۔

(۳) **آحاد:** جو سند کے لحاظ سے صحیح ہو لیکن رسم (کتابت) عربی نطق کے خلاف ہو یا اسے شہرت حاصل نہ ہو تو اس قراءت کو پڑھا نہیں جائے گا، جیسے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرماتے ہوئے یوں پڑھا۔ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رفافٍ خُضْرٍ وَّ عباقری حِسَانٍ۝ (الرحمن:۷۶) اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا وہ آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبة:۱۲۸) میں اَنْفُسِكُمْ کی فا پر زبر پڑھا کرتے۔

(۴) شاذ: جو سند کے لحاظ سے صحیح نہ ہو جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ میں مٰلِكِ کو ماضی کے صیغے مَلَكَ اور يَوْمِ کو "م" کی زبر کے ساتھ یعنی يَوْمَ پڑھنا۔

(۵) الموضوع: جس کی کوئی اصل ہی نہ ہو۔

(۶) المدرج: تفسیر کے لحاظ سے قراءات میں جو اضافہ کیا گیا ہو جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ، فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ۔ (البقرة:۱۹۸) (البخاری)

اس آیت میں مواسم الحج تفسیر ہے اور اسے آیت میں درج کر دیا گیا ہے۔

قراءت کی آخری چار اقسام (یعنی آحاد، شاذ، الموضوع، اور المدرج) کو پڑھا نہیں جائے گا۔

جمہور علماء قراءت سبعہ کو متواترہ کہتے ہیں اور وہ غیر متواتر مشہور قراءت کو نماز یا کسی حالت میں پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔

النووی رحمہ اللہ "شرح المھذب" میں فرماتے ہیں کہ قراءت شاذہ کی تلاوت نماز یا کسی بھی حالت میں جائز نہیں کیونکہ وہ قرآن نہیں اور قرآن تواتر کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اور شاذ قراءت متواتر بھی نہیں ہوتی، اس کے علاوہ جو کہتا ہے وہ غلطی کرتا ہے یا پھر وہ جاہل ہے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرے اور شاذ قراءت کرے تو اس کی قراءت کو نماز یا کسی بھی حالت میں ناپسند کیا جائے گا۔

بغداد کے فقہاء شاذ قراءت کرنے والے شخص سے توبہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شاذ قراءت نہ کرنے پر مسلمان اہل علم کا اجماع ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء جائز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح قراءات میں اختلاف کے فوائد

صحیح قراءات میں اختلاف کے فوائد درج ذیل ہیں:

(۱) بہت زیادہ قراءت کے باوجود کتاب اللہ کے ہر قسم کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔

(۲) امت کے لئے اس کے پڑھنے میں آسانی پیدا کر کے تخفیف کر دی گئی ہے۔

(۳) اس کے اختصار سے قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ الفاظ کے تکرار کے بغیر ہر قراءت سے حکم شرعی ثابت ہوتا ہے جیسے آیت

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:۶)

میں اَرْجُلَكُمْ کو زبر اور زیر دونوں سے پڑھا گیا ہے۔ جب زبر سے پڑھیں گے۔ تو اس سے پاؤں دھونے کا حکم بیان ہوتا ہے اور اس کا عطف غسل کے فعل کے معمول پر ہوگا۔ فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق۔ اور اگر زیر سے پڑھا جائے تو موزوں پر مسح کے حکم کا بیان ہوگا۔ جب مسح کا تقاضا کرنے والے اسباب موجود ہوں تو اس وقت اس کا عطف مسح کے معمول پر ہوگا۔ وامسحوا برء وسكم۔ اس طرح بات کو طول دیئے بغیر ہمیں دو حکم مل جاتے ہیں۔ جس سے قرآن پاک کے اختصار میں معانی کا اعجاز پایا جاتا ہے۔

(۴) ایک قراءت میں پائے جانے والے ممکنہ اجمال کو دوسری قراءت بیان کر دیتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۝ (البقرة:۲۲۲) میں يَطْهُرْنَ کو مشدد اور مخفف دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔ مشدد پڑھنے سے مخفف قراءت کے معنی کی وضاحت ہو جاتی ہے اور جمہور علماء کے نزدیک حیض والی عورت کا صرف خون رک جانے سے اس سے جماع کرنا شوہر کے لئے جائز نہیں یہاں تک کہ وہ پانی سے پاکیزگی حاصل نہ کر لے اور آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۝ (الجمعة:۹) میں فَاسْعَوْا کی جگہ فامضوا پڑھا گیا ہے۔ اس طرح فَاسْعَوْا کا معنی واضح ہوتا ہے یعنی دوڑنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ ''جانا'' مراد ہے۔

اور السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما کی جگہ ایمانھما۔ پڑھا گیا ہے' جس سے کٹنے والی چیز کی وضاحت ہوتی ہے اور آیت ولہ اخ او اخت من ام فلکل واحد منھما السدس۔ (النساء:۱۲) سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں پر بھائیوں سے مراد صرف ماں کی طرف سے بننے والے بھائی مراد ہیں' اس بنا پر علماء کہتے ہیں کہ قراءت کا اختلاف احکام کے اختلاف کو واضح کرتا ہے۔

ابوعبیدہ ''فضائل القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ قراءت شاذہ کا مقصد مشہور قراءت کی تفسیر اور اس کے معانی بیان کرنا ہے۔

جیسے ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما نے وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صلاة العصر۔ (البقرة:۲۳۸) پڑھا ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فَاقْطَعُوْٓا ایمانھما (المائدہ:۳۸) پڑھا ہے اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ لَهُنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:۳۳) پڑھا ہے۔

اس قسم کے حروف قرآن کریم کی تفسیر کا فائدہ دیتے ہیں۔ تابعین کرام رحمہم اللہ سے تفسیر میں اسی طرح بیان کیا جاتا تھا اور اسے اچھا سمجھا جاتا تھا۔ تو جب جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس طرح بیان کیا گیا ہوگا تو پھر کتنا اچھا ہوگا جبکہ وہ تفسیر قراءۃ میں موجود ہو۔ جو کہ تفسیر سے زیادہ بہتر اور قوی ہے اور ان حروف سے کم از کم جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔

سات قراء جن کو ابوبکر بن مجاہد نے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک وہ ضبط' امانت اور ساری عمر قراءت میں کھپا دینے کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اور ان سے قراءات سیکھنے پر سب کی رائے متفقہ تھی' وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ابوعمرو بن العلاء شیخ الرواۃ' ان کے نام میں اختلاف ہے۔ زبان (یحیٰی) ابن العلاء بن عمار المازنی' البصری' بعض نے ان کا نام کنیت کو قرار دیا ہے انہوں نے کوفہ میں ۱۵۴ ہجری میں وفات پائی۔

ان سے دو قراء نے روایت کیا ہے الدوری اور السوسی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ الدوری ' ابو عمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری النحوی ہیں ' الدور بغداد میں ایک جگہ کا نام ہے ' ان کی وفات ۲۴۶ ہجری میں ہوئی۔

☆ السوسی۔ ان کا نام ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ السوسی ہے ' ان کی وفات ۲۶۱ ہجری میں ہوئی۔

(۲) ابن کثیر ' ان کا نام عبداللہ بن کثیر المکی ہے ' ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ ۱۲۰ ہجری میں مکہ میں فوت ہوئے۔

ان سے روایت کرنے والے البزی اور قنبل ہیں۔

☆ البزی کا پورا نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی بزۃ المؤذن المکی ہے ' ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ مکہ میں ۲۵۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ قنبل۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید المکی المخزومی ہیں ' ان کی کنیت ابوعمرو اور لقب قنبل تھا ' کہا جاتا ہے کہ وہ مکہ کے رہنے والے تھے اور قنابلہ کے نام سے معروف تھے ' انہوں نے ۲۹۱ ہجری میں مکہ میں وفات پائی۔

(۳) نافع المدنی ' ان کا نام ابورویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی ہے ' ان کا اصل تعلق اصفہان سے تھا ' یہ مدینہ میں ۱۶۹ ہجری میں فوت ہوئے اور ان سے روایت کرنے والے قالون اور ورش ہیں۔

☆ قالون کا نام عیسیٰ بن منیا (مد اور قصر کے ساتھ) المدنی ہے ' ان کو عربی کا معلم کہا جاتا ہے ' ابوموسیٰ کنیت اور قالون لقب تھا۔ کہتے ہیں کہ نافع نے ہی ان کا لقب قالون رکھا کیونکہ ان کی قراءت بہت عمدہ تھی اور قالون رومی زبان میں عمدہ اور اچھے کو کہتے ہیں ' یہ مدینہ میں ۲۲۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ ورش ' ان کا نام عثمان بن سعید مصری ہے ' ابوسعید کنیت اور ورش لقب تھا ' ان کا رنگ بہت زیادہ سفید ہونے کی وجہ سے انہیں ورش کہا گیا ' یہ مصر میں ۱۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔

(۴) ابن عامر الشامی ' ان کا نام عبداللہ بن عامر الیحصبی ہے ' آپ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں دمشق کے قاضی رہے ' آپ کنیت ابوعمران ہے اور آپ تابعین میں شمار ہوتے ہیں ' آپ ۱۱۸ ہجری میں دمشق میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے روایت کرنے والے ہشام اور ابن ذکوان ہیں۔

ہشام کا پورا نام ہشام بن عمار بن نصیر القاضی دمشقی ہے' ابو الولید کنیت تھی' آپ ۲۴۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ ابن ذکوان' ان کا نام عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی ہے' ابوعمر کنیت ہے' ۱۷۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۲۴۲ ہجری میں فوت ہوئے۔

(۵) عاصم کوفی۔ ان کا نام عاصم بن ابی النجود یا ابن بھدلہ ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے اور تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کوفہ میں ۱۲۸ ہجری کو فوت ہوئے آپ سے روایت کرنے والے شعبہ اور حفص ہیں۔

☆ شعبہ کا پورا نام ابوبکر شعبہ بن عباس بن سالم الکوفی ہے یہ کوفہ میں ۱۹۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

حفص کا پورا نام حفص بن سلیمان بن المغیرہ البزاز الکوفی ہے' کنیت ابوعمرو ہے اور یہ ثقہ شمار کئے جاتے ہیں' یحییٰ بن معین نے انہیں ابوبکر سے بہتر قاری قرار دیا ہے۔ یہ ۱۸۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

(۶) حمزہ الکوفی۔ ان کا پورا نام حمزہ بن حبیب بن عمارہ الزیات الفرضی التیمی ہے' کنیت ابوعمارۃ ہے اور ابوجعفر المنصور کے دور خلافت میں حلوان کے مقام پر ۱۵۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

ان سے روایت کرنے والے خلف اور خلاد ہیں۔

☆ خلف کا پورا نام خلف بن ہشام البزاز اور کنیت ابومحمد ہے' یہ بغداد میں ۲۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ خلاد کا پورا نام خلاد بن خالد (ابن خلید) الصیرفی الکوفی اور کنیت ابوعیسیٰ ہے' یہ کوفہ میں ۲۲۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

(۷) الکسائی الکوفی۔ ان کا اصل نام علی بن حمزہ ہے' کوفہ کے نحویوں کے امام ہیں' ان کی کنیت ابوالحسن ہے' ان کو کسائی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کپڑے یا کمبل میں احرام باندھا تھا۔ "ری" علاقے کی بستی برنبویہ میں رشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے روایت کرنے والے ابو الحارث اور حفص الدوری ہیں۔

☆ ابو الحارث۔ ان کا نام اللیث بن خالد البغدادی ہے' یہ ۲۴۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ حفص الدوری وہ ابو عمرو سے روایت کرتے ہیں ان کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

دس کے عدد کو مکمل کرنے والے تین قاری درج ذیل ہیں:

(۸) ابو جعفر المدنی' ان کا نام یزید بن قعقاع ہے۔ انہوں نے مدینہ میں ۱۲۸ ہجری یا ۱۳۲ ہجری میں وفات پائی' ان سے روایت کرنے والے ابن وردان اور ابن جماز ہیں۔

☆ ابن وردان' ان کا نام ابو الحارث عیسیٰ بن وردان المزنی ہے' انہوں نے مدینہ میں تقریباً ۱۶۰ ہجری میں وفات پائی۔

☆ ابن جماز' ان کا نام ابو الربیع سلیمان بن مسلم بن جماز المدنی ہے' یہ مدینہ میں ہی ۱۷۰ ہجری کے بعد فوت ہوئے۔

(۹) یعقوب البصری۔ ان کا نام ابو محمد یعقوب بن اسحٰق بن زید الحضرمی ہے' انہوں نے بصرہ میں ۱۸۶ یا ۲۰۵ ہجری میں وفات پائی۔

ان سے روایت کرنے والے رویس اور روح ہیں۔

☆ رویس کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن المتوکل اللؤلوی البصری ہے رویس لقب ہے' یہ بصرہ میں ۲۳۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ روح۔ ان کا نام روح بن عبدالمؤمن البصری النحوی ہے' انہوں نے ۲۳۴ یا ۲۳۵ ہجری میں وفات پائی۔

(۱۰) خلف۔ ان کا نام ابو محمد خلف بن ہشام بن ثعلب البزار البغدادی ہے۔ ۲۲۹ ہجری میں وفات پائی' ان کی تاریخ وفات سے عدم واقفیت بھی بیان کی گئی ہے۔

ان سے روایت کرنے والے اسحٰق اور ادریس ہیں۔

☆ اسحٰق کا پورا نام ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم بن عثمان الوراق المروزی البغدادی ہے' انہوں نے ۲۸۶ ہجری میں وفات پائی۔

☆ ادریس۔ ان کا نام ابو الحسن ادریس بن عبدالکریم البغدادی الحداد ہے' یہ ۲۹۲ ہجری میں عید الاضحیٰ کے دن فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض نے ان دس قراء پر چار قراءؒ کا مزید اضافہ کیا ہے:

(۱) حسن بصری کی قراءۃ۔ یہ انصار کے غلام تھے' زاہد تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے' انہوں نے ۱۱۰ ہجری میں وفات پائی۔

(۲) ابن محیصن کی قراءۃ۔ ان کا اصل نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے' یہ ابن محیصن کے نام سے مشہور تھے' یہ ۱۲۳ ہجری میں فوت ہوئے اور ابوعمرو کے استاد تھے۔

(۳) یحییٰ بن المبارک الیزیدی النحوی کی قراءۃ۔ یہ بغداد میں رہتے تھے انہوں نے ابوعمرو اور حمزہ سے قراءۃ سیکھی' یہ الدوری اور السوسی کے استاد تھے' انہوں نے ۲۰۲ ہجری میں وفات پائی۔

(۴) ابوالفرج محمد بن احمد الشنبوذی کی قراءۃ' یہ ۳۸۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

وقف اور ابتدا

قرآنی آیات کے معانی کی درستگی کی حفاظت کے لئے قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی میں وقف اور ابتدا کی پہچان کو بڑی اہمیت حاصل ہے تاکہ کسی قسم کی آمیزش اور غلطی کرنے سے بچا جا سکے' اس کے لئے علوم عربیہ' علم القراءات اور تفسیر القرآن سے واقفیت بے حد ضروری ہے تاکہ معنی میں کوئی غلطی نہ ہونے پائے' اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

آیت ولم یجعل له عوجا٥ (الکھف:۱) پر وقف واجب ہے اور قیما لینذر باسا شدیدا من لدنه٥ (الکھف:۲) سے ابتدا کرنی ہوگی تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہونے پائے کہ قیما عوجا کی صفت ہے کیونکہ عوج (ٹیڑھا پن) قیم (سیدھا) ہو ہی نہیں سکتا۔

اور جس کے آخر میں "ھاء" ساکن ہو جیسے آیت لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ٥ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ٥ (الحاقه:۱۹-۲۰) اسی طرح آیت مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ٥ هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ٥ (الحاقه:۲۸-۲۹) قرآن کریم کے علاوہ وقف کی حالت میں اس "ھا" کو ثابت رکھتے ہیں اور وصل کی حالت میں اس کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور مصحف میں اسے "ھا" کی شکل میں لکھا گیا ہے' لیکن وصل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ عربی قواعد کے مطابق وصل کی حالت میں "ھا" کو گرا دیا جائے گا۔ اس لئے وصل کی حالت میں اس کو باقی رکھنا عربی قواعد کے خلاف ہوگا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حذف کرنے سے مصحف کی مخالفت ہوگی' لیکن وقف کی حالت میں قرآن کریم اور عربی قواعد دونوں کی اتباع ہوگی۔ "ھا" کے ساتھ وصل کا جواز صرف وقف کی نیت سے ہوسکتا ہے۔

آیت وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (یونس: ٦٥) پر وقف واجب ہے' پھر اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا سے ابتدا کی جائے گی تاکہ معنی درست رہے کیونکہ وصل کی صورت میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ قول جو اس کے حزن کا سبب بنتا ہے' وہ قول اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ہے حالانکہ بات ایسی نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وقف اور ابتدا کی معرفت معانی کے سمجھنے اور احکام میں غور وفکر کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم نے اپنی عمر کا ایک حصہ گزار دیا ہے' ہم قرآن سے پہلے ایمان لائے تھے اور جب آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو ایمان سے پہلے قرآن کریم پیش کیا جاتا ہے اور وہ فاتحہ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں' ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے احکامات کیا ہیں اور کن امور سے یہ روکتا ہے اور نہ ہی انہیں وقف کرنے کا علم ہوتا ہے حالانکہ اس کا ایک ایک حرف پکار کر کہتا ہے کہ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہوں تاکہ تو مجھ پر عمل کرے اور میری نصیحتوں کو وعظ سمجھ۔

اقسام الوقف: وقف کی اقسام میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض کہتے ہیں کہ وقف کی آٹھ اقسام ہیں۔

تام۔ تام کے مشابہ' ناقص۔ ناقص کے مشابہ' حسن۔ حسن کے مشابہ' قبیح اور اس کے مشابہ' بعض کہتے ہیں کہ وقف کی تین اقسام ہیں۔ تام' جائز اور قبیح۔

بعض نے صرف دو اقسام بتائی ہیں۔ تام اور قبیح۔

جبکہ مشہور یہ ہے کہ وقف کی چار اقسام ہیں۔ تام مختار' کاف جائز' حسن مفہوم اور قبیح متروک۔

(۱) التام' وقف تام وہ ہوتا ہے جس کا بعد والی آیت سے کوئی تعلق نہ ہو اور اکثر طور پر یہ آیات کے آخر میں پایا جاتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول و اولئك هم المفلحون٥ (النمل: ۳۴) یہاں پر آیت ختم ہوتی ہے۔

(۲) الوقف الکافی الجائز۔ جس میں لفظ منقطع ہوں لیکن معنی میں اتصال پایا جاتا ہو' اس کی مثال ہر وہ آیت ہے جس کے ختم ہونے کے بعد "لام کی" ہو یعنی وہ لام جو سبب کو ظاہر کرے' جیسے آیت اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ٥ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ O (یس:٦٩-٧٠)

(٣) وقف حسن۔ وہ وقف ہے جہاں وقف کرنا حسن ہو لیکن اس وقف کے بعد والے حرف سے ابتدا کرنا درست نہ ہو کیونکہ دونوں کا آپس میں لفظی اور معنوی تعلق ہوتا ہے جیسے آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (الفاتحہ:١-٢)

(٤) وقف قبیح۔ ایسا وقف ہے کہ بات ناقابل فہم بن جائے جیسے آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا (المائدہ:١٧) پر وقف کرنے کے بعد اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ:١٧) سے ابتدا کی جائے تو ایسی ابتدا معنی کے لحاظ سے کفر ہوگی۔ اسی طرح آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثالث ثلاثة۔ (المائدہ:٧٣) میں قالوا پر وقف نہیں کرنا چاہیے اور اسی طرح دیگر آیات۔

التجوید اور آداب تلاوت

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بہت بلند آواز قاری تھے آپ قرآن کریم بہت عمدہ تلاوت کرتے تھے اور بہترین تلاوت قاری اور سننے والوں کے لئے معانی مفہوم اس کے اعجاز کے اسرار سمجھے اور عاجزی وانکساری میں اپنا اثر رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت اسی تر و تازگی اور نازک انداز سے کرے جیسے اسے نازل کیا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ابن ام عبد یعنی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرح پڑھے کیونکہ انہیں بہترین آواز ملی ہے اور وہ قرآن کریم بہت خوبصورت انداز سے تلاوت فرماتے ہیں۔

پرانے اور نئے اہل علم تلاوت قرآن پر خوب توجہ دیا کرتے تھے تاکہ وہ صحیح ادائیگی کر سکیں اور اس صحیح ادائیگی کو وہ تجوید القرآن کا نام دیتے ہیں۔

ایک جماعت نے صرف اسی موضوع پر نظم اور نثر میں تالیفات کی ہیں۔ اور وہ تجوید کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ اعطاء الحروف حقوقها و ترتيبها ورد الحرف الى مخرجه واصله وتلطيف النطق به على كمال هيئته من غير اسراف ولا تعسف ولا افراط ولا تكلف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی حروف کو ان کا حق اور ترتیب دینا' ہر حرف کو اس کے مخرج (نکلنے کی جگہ) اور اصل کی طرف لوٹانا اور کسی کمی بیشی اور تکلف کے بغیر حروف کو ان کی مکمل ہیئت اور باریک بینی کے ساتھ ادا کرنا تجوید ہے۔ تجوید اگرچہ ایک علمی فن ہے جس کے قواعد اور ضوابط ہیں جن پر اعتماد کر کے حروف کو ان مخارج سے نکالا جاتا ہے اور حروف کی ادائیگی کے وقت ان سے پہلے اور بعد والے حروف سے ان کے تعلق کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ علم صرف پڑھنے سے اتنا حاصل نہیں ہوتا جتنا کہ مشق اور اچھی قراءت کرنے والے کی قراءت بار بار سننے سے حاصل ہوتا ہے۔

ابن جزری کہتے ہیں کہ زبان کی ریاضت (مشق) اور بہترین قاری کے مونہہ سے الفاظ کو بار بار سن کر ان کی ادائیگی سیکھے بغیر' تجوید کی انتہا تک پہنچنے کے لئے اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس کے قواعد کی بنیاد وقف' امالہ' ادغام' ہمزہ کے احکامات' ترقیق' تفخیم اور حروف کے مخارج کی کیفیت پر ہے۔

اہل علم تجوید کے بغیر قرآن کریم کی تلاوت کو لحن شمار کرتے ہیں اور لحن الفاظ پر طاری ہونے والے خلل کو کہتے ہیں۔ لحن کی دو قسمیں ہیں' لحن جلی اور لحن خفی۔

لحن جلی: لفظ میں ظاہری طور پر خلل واقع ہوتا ہے' اس کو پہچاننے میں قاری اور غیر قاری سب مشترک ہیں جس طرح کسی حرف میں اعرابی یا حرفی غلطی واقع ہو جائے۔

لحن خفی: لفظ میں ایسے خلل کا پیدا ہونا ہے جس کو صرف قاری اہل علم اور حروف کی ادائیگی کے ایسے ماہر امام ہی جانتے ہیں' جنہوں نے اہل علم کی زبان سے ادائیگی سیکھی ہو اور ان حروف کو ضبط کیا ہو۔

لیکن تجوید میں حد سے بڑھ کر مبالغہ اور تکلف کرنا بھی لحن سے کم نہیں کیونکہ اس سے حروف اپنی جگہ پر برقرار نہیں رہتے' جس طرح آج کل لوگ حزنیہ آواز میں ایسا اتار چڑھاؤ پیدا کر کے قرآن پڑھتے ہیں جیسے طبلے' سارنگی اور موسیقی کے آلات سے اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے۔

اہل علم نے لوگوں کو اس بدعت پر تنبیہ فرمائی ہے اور اس قسم کی تلاوت کو ترعید' ترقیص' تطریب' تحزین' یا ترديد کا نام دیا جاتا ہے۔

سیوطی نے ''اتقان'' میں اور رافعی نے ''اعجاز القرآن'' میں لکھا ہے کہ قراءۃ اور حروف قرآن کی ادائیگی میں جو تلحین پیدا کی گئی ہے اور آج تک باقی ہے' اس کو ایسے لوگ نقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کررہے ہیں جن کے دل فتنے میں مبتلا ہیں اور ایسے لوگ جو ان سے خوش ہوتے ہیں اور قرآن کو گانے کی طرز پر پڑھتے ہیں تو وہ گانے کی ایک سر (لَے) ''ترعید'' ہے جس میں قاری اپنی آواز میں کپکپی پیدا کرتا ہے' تو لوگ کہتے ہیں کہ جیسے وہ سردی یا درد کی وجہ سے کپکپا رہا ہے۔ یا پھر اس تلاوت کو ترقیص کا نام دیتے ہیں اور اس میں قاری ساکن حرف پر خاموشی کا ارادہ کرتا ہے لیکن پھر وہ حرکت کی آواز نکالتا ہے' جیسے وہ دوڑنے میں مشغول ہے۔

تلاوت کی ایک قسم ''تطریب'' ہے یعنی قرآن کو طربیہ سر میں تلاوت کرنا' اس طرز میں قاری ایسی سُر نکالتا ہے جس میں بعض ایسے حروف کو لمبا کھینچتا ہے جن پر ''مد'' نہیں ہوتی اور اگر مد والی جگہ ہو تو اس کو بہت زیادہ لمبا کرتا ہے۔

تلاوت کی ایک طرز ''تحزین'' ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تلاوت کرنے والا غم واندوہ کی وجہ سے ابھی رو پڑے گا۔ اسی طرح ''تردید'' بھی تلاوت کا ایک اندازہ ہے جس میں ایک پوری جماعت قاری کے ساتھ ایک ہی لحن میں قراءت کے اختتام پر کلمات کو دہراتے ہیں۔

حالانکہ محققین قراءت کے نزدیک صرف اتنی بات ہے کہ ہر حرف کو ترتیل اور ادائیگی کے لحاظ سے اس کا پورا پورا حق دیا جائے۔ جو علماء کرام نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کو ''تحقیق'' کہتے ہیں یا پھر ''حدر'' یعنی صحیح ادائیگی کی شروط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جلدی قراءت کرنا۔ ''تحقیق'' اور ''حدر'' کے علاوہ تلاوت کی ایک تیسری قسم ''تدویر'' ہے۔ یعنی نہ تو ''ترتیل'' ہو اور نہ ہی ''حدر'' بلکہ ان دونوں کے درمیانی طرز ہو' اس کو ''تدویر'' کہتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت اسلامی سنت ہے' کثرت سے تلاوت کرنا مستحب ہے اس سے مسلمان کا دل تر و تازہ اور روشن ہوتا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے دو انسانوں کے علاوہ کسی سے حسد نہیں کرنا چاہیے' ایک وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے صبح شام خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سے نوازا ہو اور اس کی صبح و شام قیام میں گزرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

خلوص نیت اور اعتدال کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت ایسی عبادت ہے کہ جس کے کرنے پر ایک مسلمان کو خوب اجر ملتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے نیکی ملتی ہے اور نیکی دس گنا تک بڑھتی ہے۔ (ترمذی)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم تلاوت کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا۔ (مسلم)

سلف صالحین قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کیا کرتے تھے، بعض ایک دن رات میں پورا قرآن کریم تلاوت کر لیتے تھے اور بعض زیادہ مدت میں شروع سے آخر تک پڑھتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا قرآن کریم ایک مہینہ میں مکمل کیا کرو، میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہے تو آپ نے فرمایا کہ دس دن میں مکمل کیا کرو، میں نے عرض کیا میں زیادہ تلاوت کی طاقت رکھتا ہوں، تو آپ نے فرمایا سات دن میں مکمل کر لیا کرو اس سے زیادہ نہ کرنا۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کو بھلانے سے ڈرایا ہے، آپ کا فرمان ہے: کہ قرآن کریم پر خاص توجہ دیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اونٹ اپنی بندش سے جیسے بھاگتا ہے تو قرآن کریم اس سے بھی زیادہ جلدی بھول جاتا ہے۔ (بخاری مسلم)

قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت اور مکمل کرنے کا معاملہ ہر انسان کے لحاظ سے مختلف ہے کیونکہ ہر ایک کی استطاعت مختلف ہوتی ہے اور ہر ایک کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔

امام النووی ''کتاب الاذکار'' میں فرماتے ہیں کہ وہ انسان جس کے لئے زیادہ غور وفکر کرنے سے قرآن کریم کے لطائف اور معارف واضح ہوتے ہیں تو اسے اتنی غور وفکر کم از کم ضرور کرنا چاہیے کہ جس سے وہ تلاوت کی ہوئی آیات کا مفہوم مکمل طور پر سمجھ سکے۔ اسی طرح وہ انسان جو علمی نشر واشاعت میں مصروف ہو یا کسی پر حکومتی ذمہ داریاں ہوں یا دینی اور رفاہی ذمے داریاں ہوں تو وہ کم از کم اتنا غور وفکر ضرور کرے کہ جس سے ذمہ داری پوری کرنے میں خلل واقع نہ ہو اور نہ ہی قرآن کریم کے کمال سے ہاتھ دھو بیٹھے لیکن اگر اس کا تعلق اس قسم کے لوگوں سے نہ ہو تو وہ جس قدر چاہے تلاوت کرے اور اکتاہٹ اور بے سود تلاوت سے بچتا رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آداب تلاوت

تلاوت قرآن کرنے والے کے لئے مستحب امور:

(۱) باوضو ہونا' کیونکہ تلاوت قرآن سب سے افضل ذکر ہے اگرچہ بے وضو انسان تلاوت کرسکتا ہے۔

(۲) تلاوت کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے صاف ستھری جگہ پر تلاوت کی جائے۔

(۳) تلاوت خشوع' خضوع' اطمینان اور وقار سے کرنی چاہیے۔

(۴) تلاوت شروع کرنے سے پہلے مسواک کرنی چاہیے۔

(۵) تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ (النحل: ۹۸)

"جب قرآن کریم کی تلاوت کرو تو پہلے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو۔"

بعض علماء نے تعوذ پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے۔

(۶) سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ضرور پڑھیں' کیونکہ راجح رائے کے مطابق بسم اللہ آیت ہے۔

(۷) تلاوت ترتیل سے کرنی چاہیے' مد اور ادغام کے لحاظ سے ہر حرف کو اس کا حق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ○ (مزمل: ۴) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی قراءت لمبی ہوتی تھی' پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تلاوت کی جس میں لفظ اللہ' الرحمن اور الرحیم کو مد سے پڑھا۔ (بخاری)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میں مفصل کو ایک سانس میں تلاوت کرتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کیا شعر کی طرح تیز پڑھتے ہو' بیشک ایک قوم قرآن پڑھے گی وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا لیکن جب قرآن کریم دل میں اتر جائے اور وہاں اسے رسوخ حاصل ہو جائے تو پھر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زرکشی برہان میں لکھتے ہیں کہ مکمل ترتیل قرآن کریم کے الفاظ کو تفخیم سے ادا کرنا' حروف کو واضح کرنا' کسی حرف کو دوسرے حرف میں بلا وجہ ادغام نہ کیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح تلاوت کرنا تو کم درجے کی ترتیل ہے اور مکمل ترتیل تو یہ ہے کہ اس کو مرتبے کے لحاظ سے تلاوت کیا جائے اگر تہدید والی آیات کی تلاوت کر رہا ہے تو تہدید کے انداز سے پڑھے اور اگر تعظیم والی آیات کی تلاوت کر رہا ہے تو تعظیم کے مطابق الفاظ ادا کرے۔

(۸) جو تلاوت کرے اس میں غور وفکر کرے کیونکہ قرآنی آیات میں غور وفکر ہی سب سے بڑا مقصد اور اہم مطلوب ہے یعنی اپنے دل و دماغ کو آیت کے معانی و مفہوم کے لئے وقف کر دے اور یہ آیت کے ساتھ دعا طلب مغفرت' رحمت اور عذاب کے لحاظ سے اپنی عقل وشعور اور رجحان کو بھی وابستہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ ○ (ص:۲۹)

''ہم نے بابرکت کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی' آپ نے بقرۃ شروع کی' اس کی تلاوت فرمائی' پھر سورۃ النساء' پھر آل عمران پڑھی۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے رہے اور جب آپ تسبیح والی آیت پڑھتے تو سبحان اللہ فرماتے اور جب کسی سوالیہ آیت کی تلاوت فرماتے اور تو اللہ تعالیٰ سے سوال فرماتے جب تعوذ والی آیت کی تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طلب گار بن جاتے۔ (مسلم)

(۹) قرآن کریم میں وعدے اور وعید سے متعلقہ آیات سے اثر قبول کرے وعید والی آیت پڑھ کر گھبراہٹ' ڈر اور ہول کی وجہ سے غم زدہ اور آہ وبکا کی طرف مائل ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ○ (الاسراء:۹)

''وہ مونہہ کے بل کرتے ہیں' آہ وبکا کرتے ہیں اور ان کی عاجزی میں اضافہ ہوتا ہے۔''

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ میں انہیں قرآن سناؤں، میں نے عرض کی اے اللہ رسول ﷺ میں آپ پر تلاوت کروں، آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے دوسروں سے قرآن کریم سننا بہت اچھا لگتا ہے، چنانچہ میں نے تلاوت شروع کر دی، میں سورۃ نساء پڑھ رہا تھا اور جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴿﴾ (النساء:۴۱) ''کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر قوم سے گواہ لائیں گے اور ان سب پر ہم آپ کو گواہ بنا کر پیش کریں گے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بس کافی ہے اور جب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری)

شرح المہذب میں ہے کہ آنکھوں میں آنسو لانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان تہدید، وعید اور عہد و میثاق والی آیات تلاوت کرتے ہوئے غور و فکر کرے، پھر اپنی غلطیوں کو سوچے، اگر اسے یہ سب کچھ کرنے کے باوجود غم لاحق نہ ہوا اور اس کے آنسو نہ بہنے لگیں تو ایسا نہ ہونے پر رو دے کیونکہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آخری دنوں میں ایک قوم پیدا ہوگی یا اس امت میں ایک قوم ایسی ہوگی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے آگے نہیں گذرے گا، جب تم انہیں دیکھو یا جب تمہارا ان سے سامنا ہو جائے تو ان کو قتل کر دو۔ (ابن ماجہ)

(۱۰) تلاوت خوش الحانی سے کرنی چاہیے کیونکہ قرآن کریم آواز کی زینت ہے اور خوبصورت آواز دل پذیر ہوتی ہے حدیث مبارکہ میں ہے۔

زينوا القرآن باصواتكم۔

''قرآن کریم کو اپنی آواز سے خوبصورت بناؤ۔'' (ابن حبان)

(۱۱) اگر بلند آواز سے پڑھنا افضل ہو تو بلند آواز سے پڑھا جائے، کیونکہ ایسا کرنے سے دل بیدار ہوتا ہے، جسم میں نشاط بڑھتی ہے، کان تلاوت سننے کی طرف مائل ہوتے ہیں، سننے والے اس سے مستفید ہوتے ہیں اور تمام حواس فکر و نظر اور تدبر کے لئے جمع ہو جاتے ہیں، لیکن جب ایسا کرنے میں دکھاوے (ریاکاری) کا خطرہ ہو یا بلند آواز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تلاوت کرنے میں کسی کو تکلیف ہوتی ہو جیسے نماز ادا کرنے والے کے پاس اگر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی جائے۔ تو اس کی نماز میں خلل واقع ہوگا تو ایسی صورت میں آہستہ تلاوت کرنا بہتر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

ما اذن لشيء ما اذن حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهر به۔ (بخاری ومسلم)

"اللہ تعالیٰ نے جس طرح بلند آواز اور خوبصورت آواز سے قرآن کریم تلاوت کرنے کی اجازت دی ہے کسی اور چیز کے لئے نہیں دی۔"

(۱۲) مصحف دیکھ کر یا زبانی (ظہر غیب سے) تلاوت کرنے میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کون سا عمل افضل ہے؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

(۱) مصحف دیکھ کر تلاوت کرنا افضل ہے۔ کیونکہ مصحف کو دیکھنا بھی عبادت ہے ایسا کرنے سے دیکھنا اور قراءت کرنا دونوں کام اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۲) زبانی (ظہر قلب سے) تلاوت کرنا افضل ہے کیونکہ اس طرح زیادہ غور وفکر کا موقع ملتا ہے۔ عز بن عبدالسلام نے اسی رائے کو پسند فرمایا ہے' وہ کہتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ تلاوت مصحف میں دیکھ کر کرنا افضل ہے کیونکہ اس طرح دو اعضاء مشغول ہوتے ہیں زبان اور آنکھیں اور اجر تو مشقت کے لحاظ سے ملتا ہے تو یہ بات درست نہیں' کیونکہ قراءۃ میں اصل مقصود تو آیات میں غور وفکر ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے لیدبروا آیاته۔ (ص:۲۹) انسانی عادت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصحف میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے اس مقصد میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس لحاظ سے یہ رائے کمزور نظر آتی ہے۔

(۳) حالات کے پیش نظر صورت مختلف ہوگی اگر قاری کو مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کی نسبت (ظہر غیب سے) پڑھنے سے غور وفکر کا موقع ملتا ہے اور دلجمعی حاصل ہوتی ہے تو زبانی تلاوت افضل ہوگی لیکن اگر دونوں صورتیں برابر ہوں تو پھر مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنا افضل ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا

قرآن کریم کی تعلیم دینا فرض کفایہ ہے اور اس کا (حفظ) امت پر واجب ہے تاکہ حفظ کے لحاظ سے اس کے تواتر کی تعداد میں کمی نہ آئے' کسی قسم کی تبدیلی اور تحریف کو راہ نہ ملنے پائے' اگر ایک جماعت یہ کام کرتی ہے تو باقی امت پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا' ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں:

خيركم من تعلم القرآن وعلمه۔ (بخاری)

''تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو خود قرآن سیکھتا اور دوسروں کو سکھلاتا ہے۔''

اس کے سیکھنے کا طریق کار آیات کو تسلسل سے یاد کرنا ہے۔ موجودہ دور میں جدید تربیتی ذرائع میں یہی طریقہ معروف ہے کہ طالب علم تھوڑا تھوڑا یاد کرے' پھر اس تھوڑے تھوڑے کو اکٹھا کر کے یاد کرے اور اس طرح مکمل کرنے کی کوشش کرے۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں پانچ پانچ آیات یاد کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے پانچ پانچ آیات سیکھا کرتے تھے۔

قرآن کریم کی تعلیم دے کر اجرت لینے کے جواز کے بارے میں علماء کرام میں اختلاف ہے محققین نے جواز کو بہتر قرار دیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وان احق ما اخذتم عليه اجراً كتاب الله۔

''جس چیز پر تمہیں اجرت لینے کا زیادہ حق ہے وہ کتاب اللہ ہے۔'' (بخاری' کتاب الطب)

ایک قول یہ ہے زوجتكها بما معك من القرآن۔ ''تمہیں جو قران کریم یاد ہے اس کی بنا پر میں نے تمہاری شادی اس عورت سے کر دی ہے۔'' (بخاری' مسلم' کتاب النکاح)

بعض اہل علم نے مختلف حالات کی بنا پر تعلیم القرآن کے معاوضہ کے بارے میں بڑی اچھی تقسیم کی ہے۔

ابو اللیث۔ ''البستان'' میں لکھتے ہیں کہ تعلیم قرآن کے تین اسباب ہیں۔

(۱) حسبہ ثواب کی نیت سے۔ اس میں معاوضہ نہیں لیا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) تعلیم القرآن کے بدلہ میں معاوضہ وصول کیا جائے۔

(۳) بغیر شرط کے تعلیم دینا اگر کوئی ہدیہ دے تو قبول کر لیا جائے۔

پہلی صورت میں تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں مأجور ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی عمل ہے۔ دوسری صورت میں اختلاف ہے' بعض نے کہا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بلغوا عنی ولو آیة۔ ''ایک آیت بھی یاد ہے تو دوسروں تک پہنچاؤ۔'' اور بعض نے جائز قرار دیا ہے' لیکن استاد کے لئے بہتر یہ ہے کہ حفظ اور کتابت کی تعلیم کیلئے اجرت کی شرط لگا لے اگر اس نے تعلیم قرآن کی شرط لگائی ہے تو میرے خیال میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کی وراثت ہے اور انہیں اس کی ضرورت ہے۔

تیسری رائے سب کے لئے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک مخلوق کے معلم تھے اور ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ سانپ' بچھو کے ڈسے ہوئے انسان والی حدیث کے مطابق جب اسے دم کیا گیا اور انہوں نے عطیہ مقرر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اضربوا لی معکم بسهم۔

''اس میں میرا بھی حصہ رکھو۔'' (بخاری کتاب الطب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفسّر کے لئے ضروری قواعد وضوابط

کسی بھی علم کو حاصل کرنے کے لئے اس کی عام بنیادوں اور خاص خاص امتیازی اوصاف کو جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ اس کے طالب کو بصیرت حاصل ہو، انسان جس طرح اپنی استطاعت کے مطابق علمی آلات حاصل کرتا ہے اسی طرح وہ ان چیزوں کو بھی جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے لئے حصول علم میں معاون بنتی ہیں تاکہ وہ اس علم کی فصول میں ابواب کے ذریعہ داخل ہو اور جس کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہوں۔

قرآن کریم چونکہ واضح عربی لغت میں نازل ہوا ہے جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (یوسف:۲) تو وہ قواعد اور ضوابط جن کی ایک مفسّر کو فہم قرآن کے لئے ضرورت پڑتی ہے ان سب کا تعلق عربی قواعد سے ہے، اس کی بنیادوں کو سمجھیں، اس کے اسلوب کا ذوق ہو اور اس کے اسرار و امور سے واقفیت ہو، عربی علوم اور اس کی فروعات میں یہ تمام فصول بہت پھیلی ہوئی ہیں اور مشہور مباحث ہیں لیکن ہم یہاں پر صرف اختصار کے ساتھ چند اہم مباحث کو جمع کر رہے ہیں، جن کا جاننا بہت ضروری ہے۔

ضمائر:

لغت کے ماہرین نے ضمائر کے لئے قرآن کریم، اصل عربی مصادر، حدیث نبوی اور عربوں کے ایسے کلام سے جن کی نظم ونثر سے استشہاد کیا جاتا ہے، لغوی قواعد کا استنباط کیا ہے۔

ابن الانباری نے قرآن کریم کی ضمائر سے متعلق دو جلدیں تحریر کی ہیں۔ ضمیر کو دراصل اختصار کے لئے وضع کیا گیا ہے جو کہ بہت سارے الفاظ کو ذکر کرنے سے بے نیاز کر دیتی اور وہ ان الفاظ کے قائم مقام ہوتی ہے اس سے معنی بھی صحیح رہتا ہے اور تکرار سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ میں "ھُمْ" ضمیر بیس کلمات کے قائم مقام ہے اگر ان کو ظاہری طور پر ادا کرنا پڑتا تو وہ بیس کلمات شروع آیت میں موجود ہیں۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۝ (الاحزاب:۳۵)

''بیشک مسلمان مرد' عورتیں' مومن مرد عورتیں' فرمانبردار مرد عورتیں' سچے مرد عورتیں' صابر مرد عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد عورتیں' صدقہ کرنے والے مرد عورتیں' روزے دار مرد عورتیں' شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد عورتیں' اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد عورتیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرۃ اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ضمیر غائب کے لئے کسی مقدم مفسّر کا ہونا ضروری ہے۔ علماء نحو اس اصل کی علت پر بیان کرتے ہیں کہ متکلم اور مخاطب کی ضمائر کی تفسیر تو مشاہدہ کر دیتا ہے اور جبکہ غائب کی ضمیر تفسیر کے اس طریقے سے خالی ہے اس لئے اسے جس طرف لوٹتا ہے اس کا مقدم ہونا ضروری ہے تاکہ ضمیر کے ذکر ہونے سے پہلے اس سے جو مراد لیا جائے گا' اس کا علم ہو۔ اس لئے اہل علم کہتے ہیں کہ ضمیر کو کسی ایسے اسم کی طرف لوٹانا منع ہے جو لفظ اور مرتبہ کے لحاظ سے ضمیر کے بعد ذکر کیا گیا ہے' اس قاعدے سے صرف ان مسائل کو الگ کیا گیا ہے جن میں ضمیر ایسے اسم کی طرف لوٹتی ہے جس کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی اور اس پر دلالت کرنے والے قرائن اسی لفظ میں موجود ہوتے ہیں یا پھر ایسے حالات موجود ہوتے ہیں کہ جن کی بدولت مخاطب کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابن مالک نے ''تسہیل'' میں لکھا ہے کہ اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ ضمیر غائب کے لئے مفسر کا مقدم ہونا ضروری ہے اور وہ قریبی مفسر کے علاوہ کوئی دوسرا کسی دلیل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یا تو الفاظ میں اس کی وضاحت کی گئی ہو یا پھر حسی اور علمی طور پر اس کا مدلول معلوم ہونے کی سے اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہو یا پھر اس کے کسی جز' کل' نظیر یا اس کے کسی بھی طرح سے مصاحب بننے والے کو ذکر کیا گیا ہو۔

ان امور کی بنا پر وہ مرجع جس کی طرف غائب کی ضمیر لوٹتی ہے' اس کا ذکر ضمیر سے پہلے لفظی طور پر موجود ہو اور ضمیر کے مطابق ہو۔ اکثر اور عموماً ایسے ہی ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے اس آیت میں وَ نَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَهٗ (ھود:۴۲) ''نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا۔'' یا پھر سابقہ کلام کے ضمن میں موجود ہو جیسے اس آیت میں ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ:۸)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کو قائم کرنے گواہ بن جاؤ، تمہیں کسی قوم کی دشمنی انصاف نہ کرنے پر نہ اکسائے، تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے بہت قریب ہے۔''

اس آیت میں هُوَ ضمیر عدل کی طرف لوٹتی ہے جو ''اِعْدِلُوْا'' کے لفظ میں پایا جاتا ہے، یعنی عدل تقوی کے بہت قریب ہے۔

یا پھر التزامی طور پر اس پر دلالت کرے جسے اس آیت میں ہے فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ:۱۷۸) ''جس شخص کو اس کے بھائی نے معاف کر دیا ہو تو اس کو چاہیے معروف (دستور) کے مطابق پیروی کرے اور احسان کے ساتھ اس کو ادائیگی کرے۔'' ''اِلَیْهِ'' کی ضمیر وہ معاف کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ جو لفظ عفی کے لئے لازم ہے۔

کبھی کبھی ضمیر کا مرجع مرتبہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ لفظی طور پر متاخر ہوگا جیسے آیت فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ○ (طٰہٰ:۶۷)

یا لفظی اور مرتبہ دونوں لحاظ سے متاخر ہوگا جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ، نعم اور بئس میں ہوتا ہے۔ آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ (اخلاص:۱) اور آیت فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ (الانبیاء:۹۷) آیت بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ○ (الکھف:۵۰) اور آیت سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ (اعراف:۱۷۷)

یا متاخر ہوگا اور اس پر دلالت کرنے والا ہوگا جیسے آیت فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ○ (الواقعہ:۸۳) اس میں مرفوع ضمیر جو کہ مضمر ہے اس پر حلقوم دلالت کر رہا ہے اور مقدر عبارت اس طرح ہوگی۔ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الروح الْحُلْقُوْمَ ○ یا پھر عبارت کے طرز بیان سے سمجھا جائے گا جیسے آیت كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ○ (الرحمن:۲۶) یعنی کوئی بھی جو زمین پر ہے۔ اور آیت اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ (القدر:۱) یعنی قرآن کو نازل کیا۔ اور آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۝ (عبس:۱) یعنی رسول اللہ ﷺ نے پیشانی پر بل ڈالا۔ اسی طرح آیت اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰہُ ۝ (ھود:۱۳) یَقُوْلُوْنَ میں واؤ جمع مشرکین کے لئے ہے اور افتری کا فاعل رسول اللہ ﷺ ہیں اور قرآن کریم اس کا مفعول ہے۔

اور کبھی ضمیر معنی کی طرف نہیں صرف لفظ کی طرف لوٹتی ہے جیسے آیت وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ (فاطر:۱۱) اس میں (عمرہ) کی ضمیر سے مراد پہلا معمر نہیں بلکہ دوسرا معمر ہے۔

فراء کہتے ہیں کہ پہلے معمر کے علاوہ کسی دوسرے معمر کو مراد لیا گیا ہے جس کی طرف ضمیر سے اس طرح کنایہ کیا گیا ہے جیسے وہ پہلا ہی معمر ہے کیونکہ اگر دوسرا بھی لفظی طور پر ظاہر ہوتا تو وہ پہلے کی طرح ہوتا جیسے کہ اس نے کہا ہو ولا ینقص من عمر معمر کسی معمر کی عمر میں کمی نہیں کی جاتی۔ عمرہ میں کنایہ پہلے کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف لوٹتا ہے۔ جس طرح کہ آپ یہ کہیں وعندی درھم ونصفہ۔ یعنی میرے پاس ایک درہم اور نصف ہے یعنی دوسرا درہم آدھا ہے۔

اور کبھی ضمیر صرف معنی کی طرف لوٹتی ہے جیسے آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ یَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ (النساء:۱۷۶) کانتا میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع پہلے مذکور نہیں جس کی طرف یہ ضمیر لوٹے کیونکہ کلالہ ایک' دو یا زیادہ کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے تثنیہ بیان کر دیا گیا۔

اور آیت وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا (النسآء:۴) اس میں منه کی ضمیر معنوی لحاظ سے صدقات کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ صداق (مہر) کے معنی میں ہے یا جو اس نے مہر دیا گویا کہ یہ کہا جا رہا ہے وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ او ما اصدقتموهن۔ "تم عورتوں کو ان کا مہر دو یا تم نے انہیں جو مہر دیا ہے" اور کبھی ضمیر کو پہلے ذکر کر دیا جاتا ہے پھر اس کے بارے میں اس طرح بتایا جاتا ہے جس سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے جیسے آیت اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا (الانعام:۲۹)

کبھی ضمیر کو تثنیہ ذکر کیا جاتا ہے اور وہ دو مذکورہ شدگان میں سے ایک کی طرف لوٹتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ٥ (الرحمن:۲۲) بیشک ان دونوں میں سے ایک سے نکلیں گے۔ جو کہ نمکین ہے میٹھے پانی سے نہیں اور ان دونوں میں سے ایک سے نکلے تو گویا دونوں سے نکلے۔ الزجاج اور دوسروں نے یہی کہا ہے۔

اور کبھی ضمیر اصل کی طرف نہیں بلکہ اس سے ملی ہوئی چیز کی طرف لوٹتی ہے جیسے آیت لَمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ٥ (النازعات:۴۶) یعنی دن کے چاشت کا وقت نہ کہ شام کی چاشت' کیونکہ شام کی چاشت تو ہوتی ہی نہیں۔

کبھی پہلے ضمیر میں لفظ کی رعایت کی جاتی ہے پھر معنی کی رعایت کی جاتی ہے جیسے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ٥ (البقرۃ:۸) یقول میں ضمیر کو لفظ "من" کا اعتبار کر کے مفرد ذکر کیا ہے اور "وما هم" میں جمع ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہاں پر معنی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

معرفہ اور نکرہ

نکرہ کا استعمال۔ جب اکائی کا ذکر کرنا مقصود ہو جیسے آیت جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ٥ (القصص ۲۹) یعنی ایک آدمی۔

نوع بیان کرنے کا ارادہ ہو جیسے آیت وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ (البقرۃ:۹۶) یہاں زندگی سے مراد زندگی کی نوع ہے جس کے لئے مستقبل میں اضافے کی طلب مراد ہے کیونکہ ماضی اور حاضر پر حرص نہیں ہوتی۔

یا دونوں انواع بیان کرنے کا ارادہ ہوتا ہے جیسے آیت وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (النور:۴۵) یعنی جانوروں کی تمام انواع پانی کی انواع سے پیدا فرمائی ہے۔ جانوروں کا ہر فرد نطفے کے افراد میں سے ہر فرد سے پیدا فرمایا ہے۔

تعظیم بیان کرنا مقصود ہو جیسے آیت فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ (البقرۃ:۲۷۹) یعنی بڑی لڑائی۔

کثرت بیان کرنا مقصود ہو جیسے آیت اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (الشعراء:۴۱) بہت زیادہ اجر۔

تعظیم اور کثرت دونوں کو بیان کرنا مقصود ہو جیسے آیت وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (فاطر: ۴) یعنی بہت سارے عظیم رسول جھٹلائے گئے۔

تحقیر بیان کرنا مقصود ہو جیسے آیت مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ (عبس: ۱۸) یعنی حقیر چیز سے انسان کو پیدا کیا ہے۔

قلت کو ظاہر کرنا مقصود ہو۔ جیسے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبة: ۷۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا مندی جنتوں سے بھی بہتر ہے کیونکہ ہر سعادت کی انتہا تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔

معرفہ کا استعمال۔ معرفہ کا استعمال معرفہ کی انواع کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

خاص نام پوشیدہ رکھنا۔ کیونکہ یا تو متکلم کا مقام ہوتا ہے یا خطاب کا یا غائب کا۔

علم سے ذکر کرنا۔ تاکہ سننے والے کے ذہن میں اس کی شخصیت آ جائے۔

تعظیم کے لئے ذکر کرنا۔ جیسے یہ آیت ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح: ۲۹)

اہانت کے لئے ذکر کرنا۔ جیسے تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ (اللھب: ۱)

اشارہ قریب سے ذکر کرنا تاکہ اس کی قریبی حالت کو بیان کیا جا سکے جیسے یہ آیت ہے هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (لقمان: ۱۱)

اشارہ بعید سے ذکر کرنا تاکہ اس کی بعید حالت کو بیان کیا جائے۔ جیسے وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرة: ۵)

اشارہ قریب میں اس کی تحقیر کرنا وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ (العنکبوت: ۶۴)

اشارہ بعید میں اس کی تعظیم کو ظاہر کرنا جیسے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ (البقرة: ۲)

تنبیہ کرنے کے لئے کہ جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے اس میں ایسے اوصاف پائے جاتے ہوں جن کا بعد میں ذکر ہوا ہے وہ انہی اوصاف کی بدولت ہوا ہے جیسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرة: ۲-۵)

اسم موصول سے ذکر کرنا کیونکہ اس کی ستر پوشی کے لئے نام سے ذکر کرنا مناسب نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھا گیا یا اس کے علاوہ کسی اور سبب سے ایسا کرنا جیسے یہ آیت ہے وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ (الاحقاف:١٧) اور یہ آیت ہے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ (یوسف:٢٣)

یا عام لوگوں کا ارادہ کرنا مقصود ہو جیسے یہ آیت وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:٦٩)

اختصار کے لئے۔ جیسے اس آیت میں ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا (الاحزاب:٦٩) اگر یہاں کہنے والوں کے نام شمار کئے جاتے تو بات لمبی ہو جاتی۔

الف لام کے ساتھ معہود ذکری کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جیسے یہ آیت ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ (النور:٣٥)

معہود ذہنی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جیسے اس آیت میں ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:١٨)

معہود حضوری کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (المائدہ:٣)

تمام افراد کو بیان کرنے کے لئے۔ جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ (العصر:٢)

استثناء کو ذکر کرتے ہوئے کچھ افراد کو الگ کر دینا۔

افراد کی تمام خاصیات کو بیان کرنے کے لئے جیسے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ (البقرۃ:٢) یعنی یہ کتاب ہدایت کے لحاظ سے ایک کامل کتاب ہے اور آسمان سے نازل ہونے والی تمام کتابوں کی خصوصیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

کسی ماہیت حقیقت اور جنس کی تعریف کے لئے جیسے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیاء:٣٠)

جب کسی نام کو دو مرتبہ ذکر کیا جائے تو اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں۔

یا تو دونوں معرفہ ہوں گے یا دونوں نکرہ ہوں گے یا پہلا نکرہ اور دوسرا معرفہ یا اس کے برعکس اگر دونوں معرفہ ہوں تو دوسرا بھی اکثر پہلا ہی ہوتا ہے جیسے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۝ (الفاتحہ:٦-٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر دونوں نکرہ ہوں تو دوسرا اسم پہلے کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے جیسے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً (الروم:۵۴)

پہلے ضعف سے مراد نطفہ، دوسرے سے مراد بچپن اور تیسرے سے مراد بڑھاپا ہے۔

نکرہ معرفہ کی دونوں اقسام اس آیت میں موجود ہیں۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا o اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا o (الانشراح:۵-۶)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک تنگ دستی دو قسم کی خوشحالی پر غالب نہیں آ سکتی کیونکہ لفظ عسر کو دوبارہ بھی الف لام کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس سے بھی پہلی عسر ہی مراد ہے چونکہ دوسری یسر پہلی نہیں اس لئے اس کو "ال" کے بغیر ذکر کیا ہے۔

اگر پہلا اسم نکرہ اور دوسرا معرفہ ہو تو دوسرے کو عہد پر محمول کر کے پہلا ہی مراد لیا جائے گا، جیسے كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا o فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (المزمل:۵-۶) اور اگر پہلا اسم معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ ہو تو قرآئن کے لحاظ سے مفہوم کو سمجھا جائے گا۔

کبھی تو ایسا قرینہ موجود ہوتا ہے جو دونوں میں تغایر کو ظاہر کرتا ہے۔

جیسے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ (الروم:۵۵)

اور کبھی دونوں کے ایک ہی ہونے پر قرینہ موجود ہوتا ہے۔

جیسے وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ o قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (الزمر:۲۷-۲۸)

واحد جمع:

قرآن کریم کے بعض مفرد الفاظ خاص معنی کے لئے ہوتے ہیں اور جمع کے الفاظ ایک معین اشارے کے لئے ہوتے ہیں یا اس کے جمع کے الفاظ مفرد پر اور مفرد الفاظ جمع پر اثر کرتے ہیں۔

اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض الفاظ قرآن کریم میں صرف جمع میں استعمال ہوتے ہیں اور جب مفرد استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کا مترادف لفظ استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللب کا لفظ ہے۔ یہ جمع ہی وارد ہوا ہے، جیسے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُولِی الْاَلْبَابِ ○ (الزمر:۲۱) قرآن کریم میں اس کا مفرد استعمال نہیں ہوا بلکہ اس کی جگہ قلب کا لفظ استعمال ہوا ہے، جیسے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (ق:۳۷)

اور "کوب" کا لفظ مفرد استعمال نہیں ہوا بلکہ جمع مذکور ہے، جیسے وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَۃٌ ○ (الغاشیۃ:۱۴)

اس کے برعکس بعض الفاظ قرآن میں ہر جگہ مفرد استعمال ہوئے ہیں اور جب ان کی جمع ذکر کرنے کا ارادہ کیا گیا تو ان کی جمع بے مثل لفظ میں بیان کی گئی، جیسے اس آیت میں ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ (الطلاق:۱۲)

اللہ تعالیٰ نے سبع ارضین نہیں فرمایا کیونکہ اس سے عبادت میں اختلال اور سختی پیدا ہو جاتی۔

اسی طرح "سماء" کا لفظ ہے اسے مناسب فوائد کے لئے کبھی جمع اور کبھی مفرد ذکر کیا گیا ہے جب تعداد بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو جمع کو بیان کرتے ہیں، جس سے عظمت اور کثرت ظاہر ہوتی ہے، جیسے سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الحشر:۱)

اور جب جہت مقصود ہو تو مفرد ذکر کیا گیا ہے جیسے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ (الملک:۱۰)

اسی طرح کلمہ (ریح) مفرد اور جمع ذکر ہوا ہے، جمع کو رحمت کے سلسلے میں اور مفرد کو عذاب کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ رحمت کی ہواؤں میں مختلف قسم کی صفات اور فائدے ہوتے ہیں اور وہ کبھی کبھار مد مقابل بھی ہوتی ہیں تاکہ حیوانات اور نباتات کے لئے نفع مند ہوں اس لئے رحمت میں ریاحاً کا استعمال کیا گیا ہے اور عذاب میں ایک ہی طرف سے آنے والی ہوا ہوتی ہے۔ اس کے مد مقابل اور روکنے والی کوئی ہوا نہیں ہوتی۔

ابن ابی حاتم وغیرہ نے سیدنا ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں "ریاح" استعمال ہوا ہے تو وہ رحمت ہے اور جہاں کہیں حرف "ریح" استعمال ہوا ہے تو وہ عذاب ہے، اس لئے حدیث میں دعا کے لفظ اس طرح آتے ہیں۔

اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یا اللہ اس ہوا کو ہوائیں بنا دے یعنی باعث رحمت بنا دے اور ریح یعنی باعث عذاب نہ بنا۔"

اور جو کوئی اس ضابطے کے مطابق نہ ہو تو اس میں کوئی نقطہ (حکمت) ضرور ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں نور کو مفرد اور ظلمات کو جمع ذکر کیا گیا ہے۔

سبیل الحق کو مفرد اور باطل کے لئے "سبل" ذکر ہوا ہے کیونکہ حق کا ایک ہی راستہ ہے اور باطل کے بہت سے راستے ہیں۔ (یہ مثال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی موجود ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ الایة)

کلمہ "ولی" مؤمنین کے لئے مفرد اور کفار کے لئے جمع استعمال ہوا ہے جیسے ولی المومنین اور اولیاء الکافرین کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ایسے ہی استعمال ہوا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (البقرة:۲۵۷) اور اس آیت میں ہے وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ (الانعام:۱۵۳)

اسی طرح مشرق اور مغرب مفرد، تثنیہ اور جمع استعمال ہوئے ہیں، مفرد میں جہت کا اعتبار کرتے ہوئے مشرق اور مغرب کی طرف اشارہ کرنا مقصد ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (المزمل:۹)

اور تثنیہ کا لفظ سردی اور گرمی کے دنوں کا لحاظ کرتے ہوئے مشرق اور مغرب دو مطالع کا ذکر کیا گیا ہے یا جمع میں یومیہ طلوع وغروب کا لحاظ کیا گیا ہے یا پھر موسم کے مطلع کا لحاظ کرتے ہوئے جمع ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے آیت فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ۔ (المعارج:۴۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع کے مقابلے میں جمع یا مفرد کو ذکر کرنا

جمع کے مقابلے میں جمع ذکر کرنے کا مقصد ہر فرد کا مقابلہ ظاہر کرنا ہوتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے۔

اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ۔ (نوح:۷)

یعنی ہر ایک نے اپنے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور یہ آیت بھی ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ۔ (البقرۃ:۲۳۳)

''ہر والدہ اپنے بچے کو دودھ پلائے گی۔''

اور کبھی محکوم علیہ کے ہر فرد پر حکم لگانے کے لئے جمع کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً۔ (النور:۴) یعنی ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگاؤ۔

کبھی دونوں باتوں کو احتمال ہوتا ہے اور اس وقت ایک کو متعین کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن جمع کے مقابلے میں مفرد کو ذکر کرنا' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مفرد عموم کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ۔ (البقرۃ:۱۸۴)

یعنی ہر ایک پر ایک دن کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

مترادفات:

جن کو مترادف سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ مترادف نہیں ہیں جیسے خوف اور خشیت' کیونکہ خشیت خوف سے زیادہ اعلیٰ درجہ کو کہتے ہیں اور وہ خوف سے بہت شدید ہے۔ عرب ایسے درخت کو جو سوکھ چکا ہو اور ناکارہ ہو چکا ہو شجرة خشية یا شجرة خاشیه کہتے ہیں اور جس اونٹنی کو کوئی نقص یا بیماری ہو اسے ناقة خوفاء کہتے ہیں یعنی خوف میں نہ بچنے کا امکان موجود ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خشیت میں نہ ہونے کے برابر امکان ہوتا ہے۔

نیز خشیت اس کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے جس سے ڈرایا جارہا ہے اگرچہ ڈرنے والا بھی قوی اور طاقتور ہو' یعنی خشیت ایسا خوف ہے کہ جس میں تعظیم شامل ہو اور یہ خوف خوفزدہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے اگرچہ خوف دلانے والا معاملہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اور خشیت کا مادہ خ' شین' ی ہے جو اپنی مختلف بناوٹوں میں بھی عظمت کو ظاہر کرتا ہے' جیسے شیخ بڑا سردار' خیش سخت قسم کے لباس کو کہتے ہیں اور خشیت صرف اللہ تعالیٰ کے حق میں استعمال ہوتا ہے جیسے یہ آیت ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۲۸)

اور آیت اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ (الاحزاب: ۳۹)

یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ ایک آیت میں ہے يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ۔ (النحل: ۵۰) اس آیت مبارکہ میں فرشتوں کی قوت اور ان کی تخلیقی شدت کو بیان کرنے کے بعد ان کے خوفزدہ ہونے کے وصف کو بیان کیا گیا ہے اور ان کے اطاعت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر خوف طاری رہنے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نہایت سخت خو ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت کمزور ہیں' پھر اس کے بعد فوقیت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس طرح سے دونوں معاملات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جن میں خشیت بھی ضمنی طور پر موجود ہے' لیکن اس سے ان کی قوت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ دونوں معاملات اللہ تعالیٰ کی عظمت اور فرشتوں کا خوفزدہ ہونا ہیں۔

اس طرح شح اور البخل کے الفاظ ہیں شح' بخل سے زیادہ شدید ہوتا ہے' کیونکہ اس میں بخل کے ساتھ حرص بھی موجود ہوتی ہے اور یہ عادت بن جاتی ہے۔

سبیل اور طریق کو مترادف سمجھا جاتا ہے' حالانکہ سبیل کا استعمال اکثر خیر میں ہوتا ہے لیکن طریق سے خیر مراد نہیں لی جاتی جب تک کہ اس کے ساتھ ایسا وصف یا اضافت موجود نہ ہو' جیسے اس آیت میں ہے يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الاحقاف: ۳۰)

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سبیل وہ راستہ ہے جس میں سہولت ہو۔ یعنی یہ طریق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے خاص ہوگا۔

مد اور امد کے الفاظ بھی مترادف نہیں۔ امام راغب کہتے ہیں کہ امداد کا استعمال محبوب اشیاء میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ۔ (الطور: ۲۲) اور "مد" ناپسندیدہ اشیاء کیلئے بولا جاتا ہے۔

جیسے یہ آیت ہے وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا٥ (مریم: ۷۹) یعنی ہم ان کے لئے عذاب میں اضافہ کریں گے۔

سوال اور جواب

جواب دراصل سوال کے مطابق ہونا چاہیے لیکن کبھی جواب سوال کے مطابق نہیں ہوتا اور ایسا کر کے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ سوال حقیقت میں اس جواب کے مطابق ہونا چاہیے تھا' اسے حکیمانہ اسلوب کہا جاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ (البقرۃ: ۱۸۹)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ہلال کے بارے میں سوال کیا تھا۔

کہ چاند دھاگے کی طرح کیوں باریک ظاہر ہوتا ہے' پھر آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور پورا بھر جاتا' پھر مسلسل کم ہوتا رہتا ہے اور اپنی پہلی حالت میں آ جاتا ہے۔ تو انہیں اس کی حکمت کے بارے میں بتایا گیا جس سے ان کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ سوال وہ نہیں جو انہوں نے کیا بلکہ انہیں اس بارے میں سوال کرنا چاہیے تھا۔

اور کبھی جواب میں سوال سے زیادہ عمومیت پائی جاتی ہے کیونکہ اس عموم کی ضرورت ہوتی ہے جیسے یہ آیت ہے کہ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔ (الانعام: ۶۴) یہ جواب اس کے سوال کے بارے میں ہے مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (الانعام: ۶۳) تمہیں بر و بحر کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے۔

کبھی صورت حال کے مطابق بہت تھوڑا جواب دیا جاتا ہے جیسے یہ آیت ہے۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ۔ (یونس: ۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"آپ کہہ دیں میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ میں اسے از خود بدل ڈالوں۔

یہ جواب ان کے اس سوال کے بارے میں دیا گیا۔ جب انہوں نے کہا۔

ائت بقرآن غیر هذا او بدله۔

اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس کو بدل ڈالو۔

کیونکہ تبدیلی میں نیا بنانے کی نسبت آسانی ہوتی ہے تو جب اس کی نفی ہوگئی تو نیا بنانے (اختراع) کی نفی بھی ہوگئی۔

سوال میں جب کسی چیز کی معرفت مطلوب ہوتی ہے تو اس میں دو مفعول ہوتے ہیں۔ دوسرا مفعول کبھی بلا واسطہ اور کبھی عن کے واسطے سے ذکر کیا جاتا ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے جیسے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ (الاسراء:۸۵) میں ہے۔

اور جب مال وغیرہ کا مطالبہ کیا گیا ہو تو پھر بلا واسطہ مذکور ہوتا ہے یا پھر من کے واسطے سے لیکن اکثر بلا واسطہ ذکر کیا جاتا ہے وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ۔ (الممتحنہ:۱۰) اور آیت وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (النساء:۳۲) میں ہے۔

اسم اور فعل کا استعمال

"اسم" ثبوت اور استمرار کو ظاہر کرتا ہے جب کہ "فعل" تجدد اور حدوث کو ظاہر کرتا ہے ان دونوں کا الگ الگ استعمال ہوتا ہے کیونکہ انہیں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرنا مناسب نہیں ہوتا جیسے انفاق کو فعل سے تعبیر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔ (آل عمران:۱۳۴)

وہ خوشحالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اس آیت میں ینفقون کی جگہ منفقون نہیں کہا لیکن جب ایمان کو بیان کرنا چاہا تو فرمایا۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحجرات:۱۵)

کیونکہ خرچ کرنا ایک فعلی معاملہ ہے جو ایمان کے برعکس حدوث اور تجدد کا تقاضا کرتا ہے اور ایمان کی ایک حقیقت ہے جو گذرے ہوئے زمانہ میں دوام کا تقاضا کرتی ہے۔ تجدد سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد کسی کلام کا ایک کے بعد دوسری مرتبہ حصول ہوتا ہے اور مضارع میں کسی کام کا بار بار ہونا مراد لیا جاتا ہے' نیز فعل کا پوشیدہ ہونا اس کے ظاہر ہونے کی طرح ہے اس لئے کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا سلام فرشتوں کے سلام سے زیادہ مؤثر تھا جیسے اسی آیت سے واضح ہوتا ہے اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا۔ (الذاریات:۲۵) آیت میں مصدر کو نصب (زبر) دیا گیا ہے کیونکہ یہ فعل کے قائم مقام ہے۔

اصل میں نسلم علیك سلاما تھا۔ اس عبارت سے ان کے سلام میں حدوث کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے برعکس ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب دیا قال' سلام۔ اس میں مبتدا ہونے کی وجہ سے ضمہ (پیش) دی گئی ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور عبارت کا معنی یہ ہے علیکم السلام جس سے سلامتی کے ثبوت پر دلالت ہوتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں بہتر تحفہ پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار فرمایا اور یہ کہہ کر اپنے مہمانوں کو عزت واکرام سے نوازا۔

عطف

عطف کی تین اقسام ہیں۔

(۱) لفظ پر عطف کرنا' یہی اصل ہے۔

(۲) محل پر عطف کرنا' کسائی نے اس کے لئے اس آیت کو پیش کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِئُوْنَ۔ (المائدہ:۶۹)

انہوں نے صابئون کا عطف ان اور اس کے اسم کے محل پر کیا ہے' وہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس لئے صابئون بھی مرفوع ہے۔

(۳) معنی پر عطف کرنا' جس طرح اس آیت میں ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ۔ (المنافقون:۱۰) ابی عمرو کے علاوہ دوسروں نے "اکن" کو جزم سے پڑھا ہے۔ خلیل اور سیبویہ نے اسے "عطف علی التوہم" قرار دیا ہے کیونکہ لو لا اخرتنی فاصدق کا معنی أخرنی اصدق واحد' یعنی تو مجھے مہلت عطا فرما تو میں سب سے زیادہ سچا ثابت ہوں گا۔ جیسے یہ کہا گیا ہے ان اخرتنی اصدق واکن۔ اگر تو نے مجھے مہلت دی تو میں سچا ہو جاؤں گا' جس طرح فارسی نے اس آیت میں قنبل کی قراءت کو بیان کیا ہے انه من یتق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویصبر- میں "ر" کو ساکن پڑھا کیونکہ مَن موصولہ میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔
کسی خبر کا انشاء پر یا انشاء کا خبر عطف کرنے میں اختلاف ہے اور اکثر نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور بعض نے جائز قرار دیا ہے اور وہ آیت وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ O (الصف: ۱۳) سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت کا عطف "تُؤْمِنُوْنَ" پر ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ O تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الصف: ۱۰۔ ۱۱)

دوسرے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ تُؤْمِنُوْنَ یہاں پر آمنوا کے معنی میں ہے اور خبر میں انشاء کے معنی پائے جاتے ہیں تو بشر (انشاء) کا عطف انشاء پر صحیح ہے' گویا انہیں یہ کہا گیا ہے 'ایمان لاؤ' جہاد کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں ثابت قدم رکھے گا اور تمہاری مدد کرے گا' اے اللہ کے رسول مومنین کو اس کی بشارت دے دو۔ اور امر کی بجائے خبر لانے کا فائدہ یہ ہے کہ انہیں اطاعت واجب ہونے کی اطلاع دی گئی ہے' یعنی جو شخص مطیع ہو گیا تو گویا وہ ایمان اور جہاد موجود ہونے کی خبر دے رہا ہے۔

دو عاملوں کے دو معمول ہوں تو ان پر عطف کرنے کے جواز میں اختلاف کیا گیا ہے اور جائز سمجھنے والے ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ O وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ O وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ O (الجاثیة: ۵) تو آیت وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا عطف دو عاملوں کا دو معمولوں پر ہے' انہیں نصب دیا جائے تو دو عامل یا رفع ان' اور فـــی ہیں اور "واؤ" کو ان دونوں کے قائم مقام کر دیا ہے۔ واؤ نے وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ میں جر کا عمل کیا ہے اور آیات میں نصب کا عمل کیا اگر ان کو مرفوع پڑھا جائے تو دو عامل "ابتدا" اور "فی" ہوں گے اور واؤ آیات میں رفع دے گی۔ اور اختلاف اللیل کے اختلاف میں جر دے گی' اس کو زمخشری نے نقل کیا ہے۔

حرف جار کو دوبارہ ذکر کے بغیر ضمیر مجرور پر عطف کرنے میں بھی اختلاف ہے اور جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائز سمجھتے ہیں۔تو وہ اس آیت میں حمزہ کی قراءت سے استدلال کرتے ہیں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ (النساء:۱) میں ضمیر مجرور پر عطف کی وجہ سے ارحام کو جر سے پڑھا جائے گا۔

اسی طرح یہ آیت وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرۃ:۲۱۷) میں مسجد کو ضمیر مجرور "بہ" کے لئے معطوف بنایا گیا ہے۔

ایتا اور اعطا کا فرق

ایتا اور اعطا میں قرآن کریم میں مستعمل ہونے کے لحاظ سے معانی میں فرق ہے۔

جوینی کہتے ہیں کہ ایتا' اعطا کی نسبت اپنے مفعول کو ثابت کرنے میں زیادہ قوی ہے کیونکہ فعل اعطا میں اطاعت گذاری ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعطانی فعطوت' بمعنی اس نے مجھے دیا اور میں غالب آ گیا۔ اتیا میں آتانی فاتیت نہیں کہا جاتا بلکہ آتانی فاخذت کہا جاتا ہے یعنی اس نے مجھے دیا تو میں نے لے لیا۔ وہ فعل جس میں اطاعت گذاری ہو وہ اپنے مفعول کو ثابت کرنے میں اس فعل سے کمزور ہوتا ہے۔ جس میں اطاعت گزاری نہ ہو آپ یہ کہتے ہیں قطعتہ فانقطع۔ میں نے اس کو توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس لئے پتہ چلتا ہے کہ فاعل کا فعل محل کے قبول کرنے پر موقوف تھا اور وہ قبول نہ کرتا تو مفعول ثابت نہ ہوتا۔ اس لحاظ سے یہ بھی صحیح ہوگا۔ قطعتہ فما انقطع۔ یعنی میں نے اس کو توڑا اور وہ نہ ٹوٹا اور ایسے فعل میں صحیح نہیں ہوگا جس میں اطاغت گذاری نہ ہو اور یہ کہنا جائز نہیں ہوگا۔ ضربتہ فانضرب او ما انضرب ولا قتلتہ فانقتل او ما انقتل۔ کیونکہ یہ فعل ایسے ہیں جب فاعل ان کو کرتا ہے تو ان کے محل میں مفعول ثابت ہوگا اور اس طرح جن افعال کا کوئی مطاوع نہ ہو تو وہ فاعل مستقل ہوتے ہین اور اس لحاظ سے ایتا' اعطا سے زیادہ قوی ہے۔

اس کے شواہد درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (البقرۃ:۲۶۹)

"اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔"

بے شک حکمت جب کسی محل پر پہنچ جائے تو پھر وہ ہمیشہ وہاں رہتی ہے۔ اس کی شان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عظیم ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ آیت ہے۔

اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۝ (الحجر:۸۷)

بیشک ہم نے آپ کو سبع مثانی اور عظیم قران دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۝ (الکوثر:۱)

بیشک کوثر کے بعد بہت بلند درجات ہیں اور جنت میں کوثر سے بھی عظیم منازل پر جنتی منتقل ہوں گے۔

ایک آیت میں ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۝ (التوبہ:۲۹) جزیہ مسلمانوں کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے اور دینے والے جزیہ خوشی سے نہیں دیتے بلکہ مجبوراً دیتے ہیں۔

جب مسلمانوں کے زکوٰۃ دینے کا ذکر فرمایا تو اسے ایتا سے تعبیر فرمایا' جس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن زکوٰۃ دلجمعی اور پوری قوت سے ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی جزیہ کی طرح نہیں ہوتی۔

فعل

فعل کا لفظ ایک فعل کے لئے نہیں بلکہ متعدد افعال کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا جاتا ہے اور ایسا کرنے سے اختصار کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ (المائدہ:۷۹)

جو وہ کرتے تھے برا تھا۔

اس میں ان تمام برائیوں کا ذکر آ جاتا ہے' جن سے وہ باز نہ آتے تھے۔

دوسری آیت میں ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا۔ (البقرۃ:۲۴)

اگر تم اس جیسی سورت نہ لا سکے اور ہرگز نہ لا سکو گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب لفظ مطلق استعمال کیا جائے تو اس سے سخت قسم کی وعید مراد لی جاتی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۝ (الفیل:۱)

اور جیسے اس آیت میں ہے وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ۔ (ابراھیم:۴۵) تمہارے لئے واضح ہوگیا ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

کان

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں جو اخبار دی گئی ہیں ان میں کان کا لفظ بہت استعمال ہوا ہے اس میں نحوی اور دوسرے علماء کا اختلاف ہے کہ کان انقطاع پر دلالت کرتا ہے۔ (یا نہیں) اس بارے میں درج ذیل مذہب ہیں۔

(۱) یہ انقطاع کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ فعل ہے اور اس میں تجدد کا احساس ہوتا ہے۔

(۲) انقطاع کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ دوام اور استمرار کا تقاضا کرتا ہے۔

ابن معط نے الفیہ میں اسی بات کو یقین سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

کان للماضی الذی ما انقطعا۔ کان ماضی کیلئے ہے اور اس میں انقطاع نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے قول وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۝ (اسراء:۲۷) کے بارے میں امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب سے شیطان کو وجود ملا ہے وہ کفر میں ڈوبا ہوا تھا۔

(۳) کان سے کسی ایسی چیز کے وجود کو تعبیر کیا جاتا ہے جو زمانہ ماضی میں مبہم طور پر پائی جاتی ہے اور اس میں پہلے سے معدوم ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی کسی اچانک انقطاع کی دلیل ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ (الاحزاب:۵) آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران:۱۱۰) زمخشری الکشاف میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں۔

ابن عطیہ نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب کان کا ذکر اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہو تو پھر اس میں زمانے کی شرط نہیں ہوتی۔

اس تمام باتوں میں سے زمخشری کی بات درست ہے کیونکہ اس سے صرف جملہ کے زمانی کو ماضی میں سمجھنے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور فی نفسہ اس سے کوئی ایسا مفہوم ثابت نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا جس سے معنی کے منقطع ہونے یا باقی رہنے کا پتہ چل سکے' بلکہ اگر کلام ان باتوں میں سے کسی چیز کا فائدہ دیتی ہے تو وہ کسی اور دلیل کی وجہ سے ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ سے متعلقہ اخبار میں جو کان کا لفظ بہت زیادہ آیا ہے' وہ اسی معنی پر محمول کیا جائے گا' جیسے یہ آیات ہیں:

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًاo (النساء:١٤٨) وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًاo (النساء:١٣٠)

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاo (الاحزاب:٥٩) وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَo (الانبياء:٨١)

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَo (الانبياء:٧٨)

اور جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانی صفات کی خبر میں کان کو استعمال کیا ہے تو اس سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ عادت انسانی نفس میں فطری طور پر رکھ دی گئی ہے' جیسے ان آیات میں ہے: وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًاo (الاسراء:١١) اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاo (الحزاب:٧٢)

ابوبکر رازی نے قرآن کریم میں کان کے استعمال کی خوب چھان بین کی ہے۔ انہوں نے اس کے استعمال کے بارے میں پانچ وجوہ بیان کی ہیں۔

ازلی اور ابدی معنی کیلئے جیسے یہ آیت ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo (النساء:١٧)

انقطاع: جیسے یہ آیت ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ۔ (النمل:٤٨)

اور یہی کان کا اصل معنی ہے جیسے کہ آپ کہیں کان زید صالحا او فقیرا او مریضا۔ زید صالح تھا' یا فقیر یا مریض تھا۔ وغیرہ

حال: جیسے یہ آیت ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ۔ (العمران:١١٠) تم بہترین امت ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء:١٠٣) بیشک نماز مومنین پر وقت مقررہ میں فرض ہے۔

استقبال: جیسے یہ آیت ہے وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًاo (الدھر:٧) وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر بہت پھیلا ہوا ہے۔

صار کے معنی: جیسے یہ آیت ہے وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَo (البقرۃ:٣٤) وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ (امام رازی کی یہ مثال محل نظر ہے۔ مترجم)

نفی: کان نفی کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس سے خبر کے صحیح ہونے کی نفی مراد ہوتی ہے نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ خبر کے واقع ہونے کی نفی اور اس طرح صحیح اور درست معنی معلوم ہوتا ہے جیسے یہ آیات ہیں۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ۔ (الانفال:٦٧)

یعنی کوئی نبی زمین میں خون بہائے بغیر قیدی نہیں بنا سکتا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ۔ (التوبہ:١٧)

اللہ تعالیٰ کی مساجد کو مشرکین کیا آباد کریں گے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا۔ (النور:١٦) جب تم نے اس کو سنا تو تم نے کیوں نہیں کہا کہ ہمارے لئے اس موضوع پر بات کرنا مناسب نہ ہوگا۔

کاد

کاد کے بارے میں اہل علم نے مختلف مذاہب اختیار کئے ہیں۔

(۱) باقی افعال کی طرح اس میں بھی نفی اور اثبات ہوتا ہے' اس کا اثبات' اثبات اور اس کی نفی' نفی ہوتی ہے' کیونکہ اس کے معنی میں مقاربت پائی جاتی ہے۔

کاد یفعل کا معنی قارب الفعل ہے وہ فعل کے قریب ہوا" یعنی اس نے فعل میں میانہ روی اختیار کی" اور ما کاد یفعل کا معنی لم یقاربہ۔" یعنی وہ اس فعل کے قریب نہیں ہوا" اس کی خبر میں ہمیشہ نفی پائی جاتی ہے اور اثبات میں نفی اس کے معنی سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب کسی چیز کے قریب ہونے کے متعلق بتایا جائے تو عرف یہ سمجھنے کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ چیز حاصل نہیں ہوئی' ورنہ اس کے قریب ہونے کے متعلق نہ بتایا جاتا اور جب اس میں نفی ہو یعنی جب اس میں فعل کے قریب ہونے کی نفی ہو۔ تو عقل اس کے حاصل نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ یہی بات اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا۔ (النور:٤٠)

"جب اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو ممکن نہ تھا کہ وہ اسے دیکھ پائے۔"

یہ کلام لم یرھا سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ "لم یر" میں رویئت کی قربت تو پائی جاتی ہے۔

(۲) یہ نفی اور اثبات میں باقی افعال سے مختلف ہے' اس کے اثبات میں نفی اور نفی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثبات ہوتا ہے' اس لئے کہتے ہیں کہ جب یہ اثبات کرتا ہے تو نفی ہوتا ہے اور جب نفی کرتا ہے تو اثبات ہوتا ہے' جب کاد یفعل کہا جائے تو اس کا معنی ہوگا کہ اس نے نہیں کیا ہے' جیسے اس آیت میں ہے وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ۔ (الاسراء:۷۳)
''انہوں نے آپ کو فتنے میں نہیں ڈالا۔''

اور جب ''لم یکد یفعل'' کہا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اس نے کر دیا جیسے یہ آیت ہے فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ٥ (البقرة:۷۱) کیونکہ انہوں ذبح کر دیا تھا۔

(۳) یہ نفی میں بڑی مشقت اور سختی کی حالت میں فعل کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے یہ آیت ہے فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ٥ (البقرة: ۷۱)

(۴) مضارع اور ماضی کی نفی میں فرق ہے۔ مضارع کی نفی میں نفی ہوگی اور ماضی کی نفی میں اثبات ہوگا۔ پہلی بات پر آیت دلالت کرتی ہے لم یکد یراھا۔ جب کہ اس نے کچھ بھی نہ دیکھا تھا اور دوسری بات پھر یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ فذبحوھا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ٥ حالانکہ انہوں نے ذبح کر دیا تھا۔

(۵) نفی میں اثبات پایا جائے گا جب کہ اس کے بعد آنے والی عبارت اس سے پہلی عبارت سے متصل ہو اور اسی سے متعلق ہو جیسے یہ قول کہ

ما کدت اصل الی مکة حتی طفت بالبیت الحرام۔ ''میں مکہ نہیں پہنچا حتی کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کر لیا۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ٥ (البقرة:۷۱) بھی اسی بات کو واضح کرتا ہے۔

جعل

جعل قرآن کریم میں بہت سارے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۱) سمّی۔ نام رکھنا' جس طرح اس آیت میں ہے۔

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ۔ (الحجر:۹۱) انہوں نے قرآن کریم کا نام جھوٹ رکھا۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَجَعَلُوا الْمَلٰئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا۔ (الزخرف:۱۹) اس آیت سے بھی شہادت ملتی ہے۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ٥ (النجم:۲۷) وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور فرشتوں کے لئے مونث نام رکھتے ہیں۔

(۲) اوجد ایجاد کرنا۔ اس حالت میں ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا' خلق اور اس میں یہ فرق ہے کہ خلق میں تقدیر کے معنی پائے جاتے ہیں' خلق میں کسی معدوم چیز کو وجود میں لایا جاتا ہے' جس میں پہلے سے نہ تو کوئی مادہ موجود ہوتا ہے اور نہ ہی محسوس ہونے والا کوئی سبب پایا جاتا ہے۔

یہ ایجاد کے برعکس ہے جیسے یہ آیت ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (انعام:۱) ظلمات اور نور تو اجرام کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب وہ اجرام پائے جائیں تو نور ہوگا اور جب وہ اجرام نہ ہوں گے تو ظلمات ہوں گے۔

(۳) ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا۔ اس میں صیرورت پائی جاتی ہے اس وقت یہ دو مفعولوں کی طرف حسی طور پر متعدی ہوگا' جیسے یہ آیت اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا۔ (البقرۃ:۲۲) اللہ تعالیٰ جس نے تمہارے زمین کو بچھونا بنایا۔ یا پھر عقلی لحاظ سے متعدی ہوگا' جیسے اس آیت میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ (ص:۵) کیا اس نے بہت سارے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے۔

(۴) اعتقاد۔ جس طرح یہ آیت ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ (الانعام:۱۰۰) ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جن اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔

(۵) ایک چیز سے دوسری چیز پر حکم لگانا۔ وہ حکم صحیح ہو یا غلط' صحیح حکم۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ (القصص:۷) بیشک ہم اسے تیری طرف واپس کریں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

اور جھوٹا حکم جیسے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا۔ (الانعام:۱۳۶) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فصل اور جانوروں میں اللہ تعالیٰ کا حصہ مقرر کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لعل اور عسیٰ

لوگوں کی کلام میں "لعل" اور "عسیٰ" امید اور طمع کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں' جس کی وجہ سے مخلوق امکانی امور میں شک میں مبتلا ہو جاتی ہے اور ہونے کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر پاتی' لیکن جب اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ کلمات موجود ہوں تو پھر ان کا استعمال مندرجہ ذیل مفہوم میں ہوگا۔

(۱) یہ دونوں حصول اور وجوب پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف معاملات کی نسبت قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔

(۲) ان دونوں سے اصل مفہوم کے مطابق "امید" مراد لی جاتی ہے لیکن اس کا تعلق مخاطبین کے لحاظ سے ہوگا۔ جیسے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ (الاسراء: ۷۹)

(۳) لعل اکثر سبب کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے یہ آیت ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (المائدۃ: ۱۰۰)

"اے عقل مندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"

محکم اور متشابہ کا فرق

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن کریم) نازل فرمایا ہے تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بن جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی واضح آیات جن کی تمام نشانیاں بھی واضح ہیں اپنی مخلوق کے لئے صحیح عقیدہ اور درست بنیاد کے لحاظ سے بیان کر دی ہیں۔ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے دین کے اصولوں کو بہت ہی محکم کر دیا تا کہ ان کا عقیدہ سالم رہے اور سیدھا راستہ ان کے لئے واضح ہو۔

یہ آیات "ام الکتاب" کتاب کا اصل نچوڑ ہیں جن کے سمجھنے میں اختلاف واقع نہیں ہوتا تا کہ امت اسلامیہ کی وحدت برقرار رہے اور اس کی بنیادیں محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝ (حم السجدہ: ۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"کتاب جو کہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اس کی آیات کو علم والی قوم کے لئے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔"

ان دینی اصولوں کا ذکر قرآن کریم میں اسلوب' عبارت اور لفظی اختلاف کے ساتھ بہت سے مقامات میں ہوا ہے لیکن مفہوم ایک ہی ہے۔

بعض آیات میں دوسری آیات کے ساتھ مشابہت اور کسی اختلاف کے بغیر معنوی موافقت پائی جاتی ہے۔ ان اصولوں کے علاوہ دینی فروعات سے متعلقہ آیات میں عموم اور اشتباہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے علمی پختگی رکھنے والے ائمہ مجتہدین کو مجال میں بہت وسعت نظر آتی ہے' حتیٰ کہ وہ ایسی آیات کو محکم آیات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تاکہ فروع کی بنیاد بھی اصولوں کے مطابق ہو اور جزئی امور بھی کلیات کے تابع ہوں اور جب کہ خواہش پرست ٹیڑھے ہی رہتے ہیں۔

انہی محکم اصولوں اور فروعی مسائل میں عمومیت کی وجہ سے اسلام انسانیت کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والا دین بن گیا ہے جو کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود دنیا اور آخرت میں بہتری کا ضامن ہے۔

عام محکم اور عام متشابہ

محکم لغوی لحاظ سے حکمت الدابة یا احکمت بمعنی "منعت" سے لیا گیا ہے جس کا مفہوم ہے' باز رکھنا' منع کرنا ہے۔

حکم دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں اور حاکم وہ ہوتا ہے جو ظالم کو روکتا اور دو جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے حق و باطل جھوٹ اور سچ کے درمیان تمیز کرتا ہے اور حکمت السفيه واحكمته اس وقت کہا جاتا ہے جب اسے حماقت اور بیوقوفی سے روک دیا جائے۔ اور حکمت الدابة واحكمتها اس وقت کہا جاتا ہے جب اسے لگام دی جائے کیونکہ اس سے جانور بدکنے سے رک جاتا ہے۔ حکمت کو اسی لئے حکمت کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے انسان غیر مناسب باتوں سے رک جاتا ہے اور احکام الشئی کسی چیز کے مضبوط ہونے کو کہتے ہیں اور خوب مضبوط کو محکم کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی کلام کا محکم ہونا اس وقت ہوگا جب کہ اس کے بیان میں سچ اور جھوٹ کی پوری پوری تمیز ہو سکے' اور جس کلام کے اوامر میں بھلائی موجود ہو اور سرکشی نہ ہو تو ایسی کلام کو بھی محکم کہتے ہیں۔

اس مفہوم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مکمل قرآن کریم کو محکم قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ (ھود:۱-۲)

"کتاب جس کی آیات محکم ہیں پھر ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ (یہ سب) حکیم خبیر کی طرف سے ہے۔"

دوسری آیت میں ہے:

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ (یونس:۱-۲)

"یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔"

یعنی پورا قرآن محکم ہے' یعنی متقن اور فصیح کلام ہے جو حق و باطل' سچ اور جھوٹ میں تمیز کرتا ہے اور یہی اس کا عمومی طور پر محکم ہونا ہے۔

متشابہ لغوی لحاظ سے تشابہ سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم یہ ہے ایک چیز کا دوسری سے مشابہ ہونا اور مشابہت میں دو چیزوں کے درمیان تمیز نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں میں عینی' یا معنوی' مشابہت موجود ہوتی ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۔ (البقرة:۲۵)

بعض پھل رنگت میں (یا شکل میں صورت) مشابہ ہوں گے۔

ذائقے اور حقیقت میں مشابہ نہ ہوں گے اور یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ کلام اور عمدگی میں ایک جیسے ہوں گے۔

تشابہ الکلام: ایسی کلام جو ہم مثل اور متناسب ہو اور اس کلام کی یہ حقیقت ہو کہ کلام کا بعض حصہ بعض حصے کی تصدیق کرتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کے لحاظ سے قرآن کریم کو مکمل طور پر متشابہ قرار دیا ہے' جیسے ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ (الزمر:٢٣)

''اللہ تعالیٰ نے بار بار دہرائی جانے والی متشابہ کتاب سب سے اچھی حدیث نازل فرمائی۔''

اس آیت مبارکہ میں پورے قرآن کریم کو متشابہ قرار دیا ہے، یعنی کمال اور عمدگی کے لحاظ سے پورا قرآن کریم ایک جیسا ہے معانی کے لحاظ سے اس کا بعض حصہ بعض حصے کی تصدیق کرتا ہے اور ہم مثل ہے اور اس کو عمومی تشابہ کہتے ہیں۔

محکم اور متشابہ دونوں اپنے اس عام معنیٰ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں۔ پورا قرآن محکم یعنی متقن ہے، ہم مثل بھی ہے، بعض حصہ بعض حصے کی تصدیق کرتا ہے۔ ایسا کلام جو محکم اور متقن ہو اس کے الفاظ کا مختلف ہونے کے باوجود معانی میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس لئے جب قرآن کریم ایک جگہ کوئی حکم بیان کرتا ہے تو دوسری جگہ اس کے خلاف حکم نہیں دیتا بلکہ وہی حکم ہوتا ہے یا پھر اس جیسا حکم ہوگا۔ منہیات اور اخبار کے بارے میں بھی یہی طریق کار ہے اور اس میں بھی کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۝ (النساء:٨٢)

اگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو انہیں اس میں بہت اختلاف ملتا۔

خاص اِحکام اور خاص متشابہ

قرآن کریم میں ایک خاص قسم کا اِحکام اور تشابہ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ (ال عمران:٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے جس میں محکم آیات ہیں وہ ام الکتاب (کتاب کا مرکزی خیال) ہیں اور دوسری متشابہ ہیں' وہ لوگ جن کے دلوں میں کجروی ہے وہ فتنہ پروری اور انجام کار کی تلاش میں متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں' حالانکہ اس کے انجام کار (تفسیر) کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور علمی طور پر پختہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں' یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

اس لحاظ سے محکم اور متشابہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں چند اہم اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) محکم۔ ما عرف مرادہ۔ جس کا مفہوم' مقصد یا مراد معلوم ہو جائے'

متشابہ' ما استأثر الله بعلمه۔ ''اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔''

(۲) محکم۔ ما لا یحتمل الا وجها واحدا۔ ''جس کا صرف ایک ہی معنیٰ ہو۔''

متشابہ۔ ما احتمل اوجها۔ ''جس میں بہت سے احتمال پائے جاتے ہوں۔''

(۳) محکم۔ ما استقل بنفسه ولم یحتج الی بیان۔ ''جو اپنا مفہوم مستقل طور پر خود ادا کرے اور کسی بیان کی ضرورت نہ ہو۔''

متشابہ۔ ما لا یستقل بنفسه واحتاج الی بیان بردہ الی غیرہ۔ ''جو اپنا مفہوم خود مستقل طور پر ادا نہ کر پائے بلکہ کسی دوسرے سے ملا کر اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہو۔''

محکم آیات کے لئے قرآن کریم میں ناسخ' حلال' حرام' حدود' فرائض' وعدے اور وعید والی آیات کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

اور متشابہ آیات کے لئے منسوخ' اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی کیفیات سے متعلقہ آیات کو بیان کیا جاتا ہے۔

جیسے مندرجہ ذیل آیات ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طه: ۵) ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ (القصص: ۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ۔ (الفتح:۱۰) ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔''

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ۔ (الانعام:۱۸) ''وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔''

وَّجَآءَ رَبُّكَ۔ (الفجر:۲۲) ''تیرا رب آیا۔''

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ (الفتح:۶) ''ان پر تیرے رب کا غضب۔''

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (البینہ:۸) ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔''

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران:۳۱)

''میری اتباع کرو' اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''

اسی طرح دوسری آیات' حرف مقطعات' یوم آخرت کے حقائق اور قیامت کا علم ہے۔

متشابہ کی پہچان میں اختلاف

جس طرح خاص قسم کے محکم اور متشابہ کے معانی میں اختلاف پایا جاتا ہے تو اسی طرح متشابہ آیات کی معرفت کے امکان میں بھی اختلاف پایا گیا ہے۔ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا سبب اللہ تعالیٰ کے قول والراسخون فی العلم مبتدا اور یقولون خبر ہے یا پھر معطوف ہے۔ یقولون حال ہوگا اور والراسخون فی العلم پر وقف ہوگا۔

واؤ کو مستأنفہ تسلیم کرنے والوں میں سیدنا ابی بن کعب' سیدنا ابن مسعود' سیدنا ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ شامل ہیں جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

وہ پڑھا کرتے تھے وما يعلم تاويله الا الله ويقول الراسخون في العلم آمنا به۔ (مستدرک حاکم)

اس آیت مبارکہ میں متشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے انہیں کجرو اور فتنہ ساز کہا گیا ہے۔

اس بارے میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فاذا رايت الذين يتبعون ما تشابه منه فاولئك الذين سمى الله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاحذرهم۔ (بخاری، مسلم) یعنی جب تم قرآن کریم کی متشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نامزد فرمایا ہے لہٰذا ان سے بچو۔

ایک جماعت عطف کی قائل ہے، ان کے سرخیل مجاہد ہیں، ان سے بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے مصحف کو شروع سے آخر تک سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا اور میں ہر آیت پر انہیں روکتا اور اس کی تفسیر کے متعلق دریافت کرتا۔

اس رائے کو امام النووی نے اختیار کیا ہے، وہ مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہی درست ہے کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا خطاب کرے جس کی معرفت اس کی مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ ہو۔

دونوں آراء کے درمیان تطبیق، تاویل کے معنی سمجھنے کے لحاظ سے

اگر ہم تاویل کے معنی کی طرف رجوع کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان دونوں آراء میں کوئی تضاد نہیں اور تاویل تین معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۱) کسی لفظ سے کسی دلیل کی وجہ سے راجح احتمال کی بجائے مرجوح احتمال مراد لینا تاویل ہے اور یہی اکثر متاخرین کی رائے ہے۔

(۲) تفسیر۔ وہ کلام تاویل کہلاتا ہے جس سے کسی لفظ کی تفسیر بیان کی جائے تاکہ اس کا معنی سمجھ میں آ جائے۔

(۳) وہ حقیت جو کلام کا انجام ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کی تاویل اس کی مقدس ذات کی حقیقت ہے اور اس کی حقیقی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ سب کچھ یوم آخرت میں ہوگا۔

اس معنی میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

كان رسول اله صلى الله عليه وسلم يقول في ركوعه وسجوده، سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي، يتأول القرآن، تعني قوله تعالى (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا○) (النصر: ٣)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللہ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں' اے ہمارے رب! ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں یا اللہ میری مغفرت فرما آپ قرآن کریم کی اس آیت کی تاویل کیا کرتے تھے۔ (جس کا معنی یہ ہے کہ) اپنے رب کی حمد کی تسبیح بیان کر اور اس سے مغفرت طلب کر بے شک وہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (بخاری مسلم)

وہ اہل علم جو ''وما یعلم تاویلہ الا اللہ'' پر وقف کرتے ہیں اور ''والراسخون فی العلم'' سے نئی بات کی ابتدا کرتے ہیں تو وہ تاویل کا تیسرا معنی یعنی کلام کی حقیقت مراد لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت' وسعت' اس کے اسماء وصفات کی کیفیت اور یوم معاد کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

وہ لوگ جو والراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں تو وہ واؤ کو عاطفہ کہتے ہیں مستأنفہ نہیں مانتے' انہوں نے تاویل کا دوسرا معنی یعنی تفسیر مراد لیا ہے۔ مجاہد تو امام المفسرین ہیں' الثوری نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ جب تمہیں مجاہد کی تفسیر مل جائے تو کافی ہے اور جب وہ یہ ذکر کرے کہ وہ متشابہ کی تاویل جانتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی تفسیر جانتا ہے۔

اس طرح سے آخر میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں مذاہب (اقوال) میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اس کا سارا انحصار تو تاویل کے معنی پر ہے۔

قرآن کریم میں ایسے متشابہ الفاظ پائے جاتے ہیں جن کے معانی میں ہمارے دنیاوی علم کے مطابق تشابہ پایا جاتا ہے' لیکن حقیقت وہ نہیں جسے ہم حقیقت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور بندوں کے اسماء وصفات میں لفظی اور معنوی کلی طور پر تشابہ پایا جاتا ہے کیونکہ خالق اور اس کی صفات کی حقیقت' مخلوق اور اس کی صفات کی حقیقت کی طرح نہیں۔ محقق اہل علم ان کے معانی کو سمجھتے ہیں اور ان میں تمیز کرتے ہیں لیکن انجام کار یعنی اصل حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے جب امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر اسلاف سے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت سے ہم بے خبر ہیں اور اس پر ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لانا واجب ہے اور اس بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے پہلے ان کے استاد ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے بھی یہی کہا تھا کہ استوا معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہنچا دیا ہے اور ہمیں اس پر ایمان لانا واجب ہے' تو اس سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور اس استویٰ کی کیفیت مجہول ہے۔ یہی حال قیامت کے دن کی خبروں کا ہے' اس کے بارے میں ایسے الفاظ تو موجود ہیں' جن کے معانی ہمارے ہاں معروف ہیں' لیکن ان کی حقیقت ہمارے ہاں پائے جانے والے معانی کی حقیقت سے الگ ہے۔ آخرت میں میزان جنت اور آگ ہوگی' جنت میں پینے والوں کے لئے صاف شفاف پانی' دودھ' لذیذ شراب اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی' ان میں بلند تخت' سجائے ہوئے پیالے' بچھائے ہوئے قالین اور پھیلائی ہوئی چاندنیاں ہیں' ان چیزوں کا ہمیں علم ہے اور ہمارا ان پر ایمان ہے۔ ہمیں یہ ادراک ہے کہ ان دیکھی چیزیں دیکھی بھالی چیزوں سے بہت عظیم ہیں آخرت میں ہر چیز دنیا سے کہیں ممتاز ہوگی' لیکن اس امتیاز کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

تاویل مذموم

تاویل مذموم اس معنی میں ہے کہ کسی دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے لفظ کے راجح احتمال کو چھوڑ کر مرجوح احتمال کو مراد لیا جائے۔ بہت سارے متاخرین نے اس کو اپنایا ہے تاکہ اپنے زعم کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مماثلت سے منزہ رکھ سکیں۔ ان کے اس زعمِ باطل نے انہیں اسی جیسے چکر میں پھنسا دیا ہے جس سے انہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی' بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت چکر میں پڑ گئے ہیں جب وہ "ید" کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں تو ان کا ارادہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ کے ثبوت سے راہِ فرار اختیار کریں کیونکہ مخلوق کے لئے بھی ہاتھ ہیں۔ اس لئے لفظ "ید" ان کے لئے مشتبہ ہو گیا۔ تو انہوں نے اس کی تاویل قدرت سے کر دی اور یہی ان کا تضاد ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ انہوں نے جو چیز معنوی طور پر ثابت کی ہے وہ اس کی نظیر ہے جو ان کے زعم کے مطابق اس معنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو لازم تھی جس کی انہوں نے نفی کی ہے کیونکہ بندوں کو بھی قدرت حاصل ہے اگر ان کی ثابت کردہ قدرت، حق اور ممکن ہے تو پھر ہاتھ کا ثبوت بھی حق اور ممکن ہے اور اگر ہاتھ کا ثبوت باطل اور ممتنع ہے جس سے تشبیہ لازم آتی ہے تو پھر قدرت کا ثبوت بھی باطل اور ممتنع ہے اس لئے کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ مؤدول ہے کہ راجح احتمال سے ہٹ کر مرجوع احتمال کو اختیار کیا گیا ہے۔

ائمہ سلف وغیرہ نے جو متاؤلین کی مذمت بیان کی ہے وہ انہی جیسے لوگوں کے لئے ہے کہ جس لفظ کا معنی ان پر مشتبہ ہوتا ہے تو وہ اصل تاویل سے ہٹ کر اس کی دوسری تاویل کرتے ہیں اگرچہ وہ معنی دوسروں کے لئے مشتبہ نہ ہو۔

عام خاص

تشریعی نظم اور دینی احکام کے ہدف، بعض مقاصد ہوتے ہیں اور کبھی تشریعی حکم میں ایسی خصوصیات جمع ہو جاتی ہیں جو تمام افراد کیلئے ہوتی ہیں یا پھر وہ تمام حالات پر منطبق ہوتی ہیں اور کبھی ایسا ایک خاص غایت کیلئے ہوتا ہے اور اس کی عمومی تعبیر میں حکم بھی پایا جاتا ہے، پھر ایسا بیان آتا ہے جو اس کے حدود اربعہ کو بیان کرتا ہے۔

عربی بیانِ خطاب کی رنگینی مقاصد اور غایات بیان کرنے کے لحاظ سے لغوی قوت اور مواد کی وسعت کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور جب یہ بیان اللہ تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہو تو تشریعی اعجاز کا بیان اپنے لغوی اعجاز کے ساتھ دلوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوگا۔

عام کی تعریف اور عمومی کلمات

العام۔ هو اللفظ المستغرق لما يصلح له من غير حصر:

وہ لفظ ہے جو بغیر حصر کے اپنے متعلقات کو شامل ہو۔

اہل علم نے عموم کے معانی میں اختلاف کیا ہے کہ کیا لغت میں اس کے لئے خاص طور پر کوئی موزوں کلمہ وضع کیا گیا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اکثر علماء کہتے ہیں کہ لغت میں بعض ایسے موزوں کلمات ہیں جو حقیقت میں عموم پر دلالت کرتے ہیں اور عموم کے علاوہ انہیں مجازی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے نصی، اجماعی اور معنوی دلائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے استدلال کیا ہے۔

نصی دلائل: جس طرح یہ آیت ہے۔

وَ نَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ○ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ (نوح: ۴۵-۴۶)

''نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ (اپنے رب سے دعا کی) انہوں نے فرمایا میرے رب بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔''

اس میں دلالت کا سبب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے اس لئے یہ دعا فرمائی تھی: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ۔ (العنبکوت: ۳۳)

''بیشک ہم آپ کو اور آپ کے اہل کو نجات دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو برقرار رکھتے ہوئے جواب دیا کہ وہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے' اگر اس میں اہل کی نسبت نوح علیہ السلام کی طرف عمومی نہ ہوتی تو پھر یہ بات درست نہ ہو پاتی۔

اس طرح یہ آیت ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ○ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ○ (العنبکوت: ۳۰-۳۱)

''جب ہمارے رسول (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا ہم ان بستی والوں کو ہلاک کریں گے یہ بہت ظالم ہیں۔ ابراہیم نے فرمایا اس بستی میں تو لوط بھی ہیں' تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بستی میں رہنے والوں کا خوب علم ہے ہم انہیں اور ان کے اہل کو نجات دیں گے مگر ان کی بیوی پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔''

دلالت کا سبب اس آیت مبارکہ میں یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے قول اھل ھذہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القریۃ سے عموم سمجھا تھا، جس وجہ سے انہوں نے لوط علیہ السلام کا ذکر کر دیا اور فرشتوں نے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کو نجات دیں گے سوائے ایک بیوی کے جو نجات پانے والوں میں سے نہ ہوگی، یہ سب کچھ عموم کو ظاہر کرتا ہے۔

اجماعی دلائل: جیسے یہ آیت ہے۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور:۲)

''زانی عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو ایک سو کوڑے لگاؤ۔''

ایک یہ آیت ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا۔ (المائدہ:۳۸)

''چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

ان آیات کی زد میں ہر زانی اور ہر چور آتا ہے اور ان کے اجراء پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

معنوی دلائل: جن میں لفظ کے استعمال سے عموم کو سمجھا جائے اگر وہ الفاظ عموم کے لئے وضع نہ کئے گئے ہوں لیکن ذہن میں فوری طور پر عمومی مفہوم آجاتا ہے، جیسے شرط، استفہام اور موصول کے الفاظ۔

ہمیں کل اور بعض میں فرق کا ادراک ہو جاتا ہے لیکن اگر لفظ ''کل'' عموم کا فائدہ نہ دیتا ہو تو ''بعض'' اور ''کل'' میں کس طرح فرق کیا جاتا۔

اور لا رجل فی الدار گھر میں کوئی آدمی نہیں۔ اس میں لا رجل نکرہ منفیہ ہے، اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ایسا کہنے والا جھوٹا شمار ہوگا جب اسے کسی بھی آدمی کو دیکھنے کی قدرت ہو۔

یہ آیت قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی۔ (الانعام:۹۱)

''آپ کہہ دیں، جو کتاب موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے ہیں وہ کس نے نازل فرمائی ہے۔''

ایسے شخص کو جھوٹا ثابت کرتی ہے جو یہ کہتا ہے۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ۔ (الانعام:۹۱)

''اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں فرمایا۔''

اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر نکرہ، نفی کے بعد واقع ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر عموم نہ ہو تو ہمارا لا الہ الا اللہ کہنا توحید پر دلالت نہ کرے گا کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی معبودوں کی نفی نہ ہوگی۔ (اس لئے عموم کو ماننا ہوگا)۔

ان امور کی بنا پر عموم کو ظاہر کرنے کے لئے موزوں کلمات موجود ہیں:

جیسے "کُل" اس آیت میں ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ (آل عمران: ۱۸۵)

"ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔"

دوسری آیت میں ہے۔

اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ (الانعام: ۱۰۲)

"اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔"

اس کے علاوہ اس جیسی باقی تمام آیات ہیں۔

وہ کلمہ جس کو الف لام سے معرفہ بنایا گیا ہو لیکن وہ "ال عہدی" نہ ہو۔

جیسے یہ آیت ہے وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ (العصر: ۱-۲) یعنی ہر انسان کیونکہ اس کے بعد اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ کہہ کر مستثنیٰ کا ذکر فرمایا ہے۔

اسی طرح وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ (البقرۃ ۲۷۵) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے۔

والسارق والسارقۃ۔ میں بھی عموم پایا جاتا ہے اور اس سے ہر چوری کرنے والا مرد اور عورت مراد ہے۔

نکرہ جو نفی یا نہی کے بعد واقع ہو۔

جیسے یہ آیت ہے فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ (البقرۃ: ۱۹۷)

"نہ کوئی مباشرت نہ فسق و فجور اور نہ کسی قسم کا جھگڑا ہونا چاہیے۔"

اسی طرح فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا۔ (الاسراء: ۲۳)

"ان دونوں کو "اف" تک نہ کہو اور نہ ہی ان دونوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔"

نکرہ شرط کے سیاق میں واقع ہو۔

جیسے اس آیت میں ہے۔ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَلٰمَ اللّٰهِ (براۃ:٦)

''اگر مشرکین میں سے کوئی ایک آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔''

الذی' التی اور ان دونوں کی فروع جیسے۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ۔ (الاحقاف:١٧)

''ہر وہ شخص جس نے اپنے والدین سے اف کہا۔''

کیونکہ اس کے بعد جمع کے کلمات ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ۔ (الاحقاف:١٨) ''ان کے لئے قول ثابت ہوگیا ہے۔'' اسی طرح یہ آیت ہے وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا۔ (النساء:١٦) ''تم میں سے جب دو مرد ایسا فعل کریں تو انہیں اذیت دو۔''

اور یہ آیت ہے وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق:٤)

''وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اور تمہیں شک ہو اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہ آیا ہو ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

اسمائے شرط: جیسے یہ آیت حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ (البقرۃ:١٥٨) ''جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کی نیت سے قصد کیا تو اس پر صفا مروہ کی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ ذی عقل میں عموم پایا جاتا ہے)''

اور اس آیت میں غیر ذوی العقول کے لحاظ سے عموم پایا جاتا ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ۔ (البقرۃ:١٩٧)

''تم جو بھلائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

مکان میں عموم کی مثال یہ آیت ہے۔

وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرۃ:١٥٠)

''تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیرو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عام عموم کی مثال یہ آیت ہے۔

أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ۔ (الاسراء:۱۱۰)

"تم جس نام سے پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے بہت بہترین نام ہیں۔"

اسم جنس جب معرفہ کی طرف مضاف ہو۔ جیسے یہ آیت ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ۔ (النور:۶۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔

نیز جس طرح اس آیت میں ہے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ۔ (النساء:۱۱)

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت فرماتا ہے۔"

عام کی اقسام

عام کی تین اقسام ہیں:

(۱) جس کا عموم باقی ہو: قاضی جلال الدین البلقینی کہتے ہیں کہ اس کی مثال نادر ہے کیونکہ ہر عام میں تخصیص کا تخیل پایا جاتا ہے۔

زرکشی فرماتے ہیں کہ قرآن میں اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں جیسے یہ آیات ہیں۔ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (النساء:۱۷۶) وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝ (الکھف:۴۹) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ۔ (النسا:۲۳) ان تمام آیات میں عموم پایا جاتا ہے خصوص بالکل نہیں۔

(۲) لفظ عام ہوں لیکن ان سے خصوص مراد ہو: جیسے اس آیت میں ہے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ۔ (العمران:۱۷۳)

اس آیت میں الناس کے لفظ میں عموم نہیں بلکہ پہلے "الناس" سے نعیم بن مسعود مراد ہیں اور دوسرے "الناس" (ابوسفیان) مراد ہیں۔ اس پر بعد والی آیت انما ذلکم الشیطان دلالت کرتی ہے۔ ذلکم سے ایک معین شخص کی طرف اشارہ ہے اور اگر سب مراد ہوتے تو پھر انما اولئکم الشیطان کہا جاتا۔

اور جس طرح اس آیت میں ہے فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ۔ (ال عمران:۳۹) اس آیت میں ملائکہ سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں جیسے سیدنا ابن مسعود کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قراءت میں ہے اور ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (البقرۃ:۱۹۹) میں الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام یا قریش کے علاوہ باقی عرب مراد ہیں۔

(۳) عموم خصوص: اس کی مثالیں قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں۔

جیسے یہ آیت ہے۔

وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (البقرۃ:۱۸۷)

اور یہ آیت بھی ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ (العمران:۹۷)

عام جس سے خاص مراد ہو اور عام مخصوص میں فرق

ان دونوں میں بعض لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے جن میں چند اہم ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) وہ عام جس سے خاص مراد لیا گیا ہو وہ شروع ہی سے تمام افراد کو شامل نہیں ہوتا نہ اس کے لفظوں میں سب شامل ہوتے ہیں اور نہ ہی حکم میں' بلکہ وہ ایسا عام کلمہ ہوتا ہے کہ جس کے افراد تو بہت زیادہ ہوں لیکن اسے ان افراد میں سے صرف ایک یا زیادہ کے لئے استعمال کیا گیا ہو' عام مخصوص لفظی لحاظ سے تو تمام افراد کو شامل ہوتا ہے جبکہ حکم کے لحاظ سے تمام افراد کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔

جیسے "اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ" میں الناس عام ہے لیکن لفظی اور حکمی لحاظ سے صرف ایک فرد مراد ہے اور لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ۔ میں الناس اگرچہ عام ہے اور اپنے افراد کو شامل ہے لیکن حج واجب ہونے کا حکم لوگوں میں سے صرف صاحب استطاعت کے لئے خاص ہے۔

(۲) مجاز۔ عام سے خاص مراد لینا قطعی طور پر مجاز ہے کیونکہ اس میں لفظ کو اصل موضوع سے ہٹ کر اس کے بعض افراد کے لئے عام مخصوص کے برعکس استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ لفظ کو حقیقی موضوع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اکثر شافعیہ حنفیہ اور تمام حنبلی یہی کہتے ہیں کہ امام الحرمین نے اس کو تمام فقہاء سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقل فرمایا ہے۔

شیخ ابو حامد غزالی کہتے ہیں کہ یہ امام شافعی اوران کے ساتھیوں کا مذہب ہے۔ سبکی نے اس کو صحیح کہا ہے کیونکہ لفظ سے تخصیص کے بعد بعض افراد مراد لینا تخصیص کے بغیر عام افراد مراد لینے کی طرح ہے اوراس کا اپنے تمام افراد کو شامل ہونا حقیقی اور اتفاقی ہے اس لئے یہ شمولیت حقیقی بھی ہونی چاہیے۔

(۳) عام سے خاص مراد لینے میں قرینہ اکثر طور پر عقلی ہوتا ہے اور وہ اس سے الگ نہیں ہوتا اور جبکہ عام مخصوص میں قرینہ لفظی ہوتا ہے جو اس سے جدا بھی ہوسکتا ہے۔

خاص کی تعریف اور مخصص کا بیان

خاص: عام کے مقابلہ میں خاص ہوتا ہے جو کہ اپنے تمام افراد پر غیر محدود لحاظ سے صادق نہیں آتا۔

تخصیص: لفظ عام کی عمومیت میں سے بعض افراد کو خارج کرنا تخصیص کہلاتا ہے۔

مخصص: یا تو متصل ہوگا یعنی جب عام اور مخصص لہ کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

مخصص: منفصل جو متصل کے برعکس ہو۔

متصل پانچ ہیں۔ الاستثناء جیسے اس آیت میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا۔

(النور:۴-۵)

"وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسی کوڑے مارو اوران کی گواہی بھی قبول نہ کرو وہ فاسق لوگ ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں۔"

اوراس آیت میں ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۝ (المائدة: ۳۳-۳۴)

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں' ان کی جزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا انہیں سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں زمین میں جلا وطن کر دیا جائے' یہ دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عظیم عذاب ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو تمہارے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں۔''

صفت: جیسے اس آیت میں ہے۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔ (النساء: ۲۳) الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ نِّسَآئِكُمْ کی صفت ہے اور معنی یہ ہے کہ جس عورت سے تم مباشرت کر چکے ہو اس کی بیٹی (ربیبۃ) تمہارے لئے حرام ہے اور اگر مباشرت نہیں کی تو پھر وہ حلال ہے۔

شرط: جیسے یہ آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۸۰)

اس آیت میں اِنْ تَرَكَ خَيْرًا۔ وصیت کے لئے شرط ہے۔

اور آیت۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔ (النور: ۳۳)

اس میں اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔ میں مکاتبت کی شرط ہے' یعنی اسے ادا کرنے پر قدرت ہو یا پھر وہ امین ہوں اور کمائی کر سکتا ہو۔

غایت: جیسے اس آیت میں ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔ (البقرۃ: ۱۹۶)

''تم اس وقت سر نہ مونڈھو جب تک ہدی اپنے مقام تک پہنچ جائے۔''

اور آیت وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ (البقرۃ: ۲۲۲) بھی اسی غایت کو واضح کرتی ہے یعنی ان کے پاک ہونے تک ان کے قریب نہ جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کل سے بعض بدل بن جائے: جیسے یہ آیت ہے

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (ال عمران:۹۷)

جو لوگ بیت اللہ کے سفر کی استطاعت رکھتے ہوں انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا چاہیے۔

اس آیت میں (مَنِ اسْتَطَاعَ) النَّاسِ سے بدل ہے یعنی حج صرف صاحب استطاعت پر واجب ہے۔

مخصص منفصل: جس کا ذکر کسی دوسری آیت میں ہو۔ یا حدیث یا اجماع یا قیاس کے ذریعے اسے عام سے الگ کر دیا گیا ہو جیسے یہ آیت ہے۔

اَلْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ (البقرۃ:۲۲۸)

یہ آیت ہر مطلقہ کے بارے میں ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو۔ شوہر دیدہ ہو یا شوہر دیدہ نہ ہو۔

پھر اس میں سے حاملہ عورتوں کو اس آیت کے ذریعے خاص کر دیا گیا۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق:۴)

"حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

اور شوہر ندیدہ عورتوں کا حکم الگ بیان کر دیا۔

إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ۔ (الاحزاب:۴۹)

جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو اور مباشرت سے پہلے انہیں طلاق دے دو تو تمہیں ان کی عدت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث سے خاص ہونے والا حکم: آیت مبارکہ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (البقرۃ:۲۷۵) میں ہر قسم کی بیع حلال ہونے کا ذکر ہے لیکن حدیث مبارکہ نے بیع فاسد کو الگ کر دیا جیسے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کی جفتی کے بدلے معاوضہ لینے سے منع فرمایا ہے۔ (البخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع حبل الحبلة۔

رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کی بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

اس قسم کی بیعت جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔ ایک اونٹ کی بیع اس طرح ہوتی تھی کہ حاملہ اونٹنی جنم دے گی پھر جنم لینے والی اونٹنی حاملہ ہوکر جنم دے گی اس کا سودا کیا جاتا تھا۔ اس طرح دیگر احادیث سے بیع کی بعض اقسام کی ممانعت ثابت ہے۔

ربو میں بیع عرایا کی اجازت سنت سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص في بيع العرايا بخرصها فيمادون خمسة اوسق او خمسة اوسق۔

رسول اللہ ﷺ نے عرایا کی صورت میں جب پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم غلہ ہوتو اندازہ کرکے اس کے بدلے میں تیار شدہ غلہ لینا جائز قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

اجماع کے ذریعے تخصیص کرنا: جیسے میراث والی آیت۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ (النساء: ۱۱) میں غلام (الرقیق) کو اجماعی طور پر محروم کردیا گیا ہے کیونکہ غلامی وراثت میں مانع بن جاتی ہے۔

قیاس سے تخصیص کرنا: آیت الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور: ۲) زانی عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

میں سے غلام کی تخصیص باندی (لونڈی) پر قیاس کرکے کی گئی ہے جس کا حکم اس آیت میں ہے: فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (النساء: ۲۵) ان کی سزا پاکدامن عورتوں کی سزا کا نصف ہے۔

قرآن کریم سے سنت کی تخصیص کرنا: کبھی قرآن کریم سنت میں تخصیص پیدا کرتا ہے۔ اس کی مثال میں ابو واقد اللیثی کی روایت پیش کی جاتی ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم ما قطع من البهيمة وهي حية فهو ميت' (ابوداؤد' الترمذي) وحسنه واللفظ له

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زندہ جانور سے جو کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے۔

اس حدیث میں تخصیص اس آیت نے کر دی ہے۔

وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰی حِيْنٍ۔ (النحل: ۸۰)

"ان کی صوف، پشم اور بال کو اثاثہ بنانا اور ایک مدت تک اس سے فائدہ اٹھانا۔

عام کی تخصیص کے بعد باقی افراد میں حجت کا صحیح ہونا

عام کی تخصیص کے بعد باقی افراد کے بارے میں عام حکم کو حجت صحیح تسلیم کرنے کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے اور محققین نے تخصیص کی صورتوں کے علاوہ دیگر صورتوں میں احتجاج کو صحیح تسلیم کرنا پسند کیا ہے اور انہوں نے اجماعی اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(۱) اجماعی دلائل:

سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے والد کی وراثت کے لئے اس آیت کو حجت بنایا ہے۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ (النساء: ۱۱)

حالانکہ اس آیت سے کافر اور قاتل کو خاص کیا گیا ہے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس کی حجت کا انکار نہیں کیا تھا گویا اس قول کو حجت بنانے پر ان سب کا اجماع تھا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو محروم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے قول کو دلیل بنایا۔

نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة۔

کہ ہم انبیاء (علیہم السلام) کا گروہ ہیں ہم کسی کو وارث نہیں بناتے اور ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (بخاری مسلم)

عقلی دلیل:

تخصیص سے پہلے عام حکم اجماعی لحاظ سے اپنی ہر قسم کے لئے حجت ہوتا ہے اور اصل بھی یہی ہے کہ جو حکم تخصیص سے پہلے تھا وہ بعد میں بھی باقی ہو وہ صرف اس صورت میں باقی نہ رہے گا جب کہ اس کا کوئی مخالف حکم موجود ہو اور تخصیص کی صورتوں کے علاوہ جب کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی تو عام حکم تخصیص کے بعد بھی باقی میں حجت ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطاب کا شمول

وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا ہے، جیسے

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ (الاحزاب:۱)

"اے نبی! اللہ تعالیٰ سے بچ کافروں اور منافقین کی اطاعت نہ کر۔"

اور يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ۔ (المائدة:۴۱)

"اے رسول! کفر میں تیزی دکھانے والے آپ کو غمزدہ نہ کریں۔"

کیا یہ خطاب امت کو بھی شامل ہیں یا نہیں؟

(ا) ایک قوم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ امت کے لئے بہترین قدوہ (نمونہ) ہیں اس لئے یہ خطاب امت کو بھی شامل ہے۔

(ب) دوسری قوم کے نزدیک چونکہ یہ خطاب صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے، اس لیے امت اس میں شامل نہیں۔

اسی طرح وہ خطاب جس میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو مدنظر رکھا ہے جیسے

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ (النساء:۱)

"اے لوگو! اپنے رب سے بچو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا۔"

کیا یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ صحیح بات ہے کہ یہ خطاب اپنے عموم کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل ہے اگرچہ اس قسم کا خطاب دوسروں تک بات پہنچانے کے لئے آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوا ہے۔

بعض نے اس کی تفریق کی ہے کہ اگر خطاب میں قـــل کا لفظ پایا جائے تو وہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو شامل نہیں کیونکہ اس کا ظاہری مقصد دوسروں تک باتِ پہنچانا ہے، جیسے

قُلْ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الاعراف:۱۵۸)

"آپ کہہ دیں، اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

اور اگر قل نہ ہو تو پھر وہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل ہوگا۔

اور جو خطاب عام لوگوں کی طرف منسوب ہو جیسے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ (الحجرات:۱۳)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں برادریوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

اس قسم کا خطاب کافر، غلام اور عورت سب کے لئے شامل ہوتا ہے۔

اور وہ خطاب جو مومنین کی طرف منسوب ہو، جیسے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔ (المائدۃ:۹۰)

"اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے شیطان کا گندا عمل ہیں ان سے بچو۔"

پہلے خطاب کے بارے میں مختار قول یہ ہے کہ اس میں کافر، غلام اور عورتیں سبھی شامل ہیں اور دوسرے خطاب کے بارے میں قولِ مختار یہ ہے کہ یہ خطاب صرف غلام اور عورت کے لئے ہے کیونکہ اس میں ذمہ داری کا لحاظ سب کے لئے ہے اور غلام بعض احکام سے بچ جائے گا جیسے حج اور جہاد کا فریضہ ہے۔ کیونکہ غلام اپنی فقیری اور اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے گا۔

اور جب خطاب میں مذکر اور مونث دونوں جمع ہوں تو مذکر کو اکثر ذکر کر دیا جاتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکثر مردوں کو ہی خطاب فرمایا ہے جس میں عورتیں بھی ضمناً داخل ہوتی ہیں اور کبھی ان کو منفرد لفظ سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ خوب وضاحت ہو جائے لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ایسے عام خطاب میں شامل نہیں ہوتیں جو ان کے لئے مناسب ہو۔

جیسے اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى۔ (النساء:۱۲۴)

"مرد و عورت میں سے جو بھی صالح اعمال کرتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناسخ اور منسوخ

اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں کے عقیدے' عبادات اور معاملات کی اصلاح کے لئے اس کے رسولوں پر آسمانی احکامات نازل ہوئے اور ان امور میں عقیدہ کی ایسی حیثیت ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ اس کا دارومدار الوہیت اور ربوبیت پر ہے۔ اس بارے میں تمام رسولوں کی دعوت ایک ہی ہے۔ جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝ (الانبیاء: ۲۵)

''ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں صرف میری ہی عبادت کرو۔''

عبادات اور معاملات کے بنیادی امور بھی یکساں ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کی تہذیب اور معاشرے کی عمومی سلامتی کی حفاظت ہوتی ہے' سب کو عزت اور تعاون کے گہرے تعلق سے جوڑا جاتا ہے' لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک امت کی عبادات اور معاملات کے مطالب دوسری امت سے مختلف ہوں اور وہ مقاصد جو ایک قوم کے لئے ایک وقت میں بہتر ہو سکتے ہیں عین ممکن ہے کہ دوسری قوم کے لئے وہ مطالب بہتر نہ ہوں۔ دعوت کا طریق کار بھی ایک ہی قوم کے ابتدائی دور اور دیگر اقوام میں مختلف ہو سکتا ہے' اس طرح تشریعی احکامات میں بھی تبدیلی کے احکامات کا اختلاف ممکن ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ ''شارع'' اللہ عزوجل کی رحمت اور علم میں یہ چیز سمائی ہوئی ہے اور اوامر نواہی اسی کے لائق ہیں' جس طرح اس آیت میں ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۝ (الانبیاء: ۲۳)

اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا جبکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس لئے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحت کے لئے ایک حکم کو دوسرے حکم سے ختم کر دے تو اس میں کسی قسم کا تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسے پہلے اور دوسرے حکم کے بارے میں پہلے سے ہی علم ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسخ کی تعریف اور اس کی شرائط

نسخ لغوی لحاظ سے زائل کرنے کو کہتے ہیں اور اس مفہوم میں یہ کہا جاتا ہے کہ "نسخت الشمس الظل" دھوپ نے سایہ کو زائل کر دیا۔ یعنی ایک چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کو بھی نسخ کہتے ہیں جیسے "نسخت الکتاب" میں نے کتاب میں لکھی ہوئی باتوں کو دوسری جگہ نقل کر لیا اور اس آیت سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (الجاثیہ:۲۹) تمہارے اعمال کو ہم لکھتے ہیں۔

اصطلاحی لحاظ سے نسخ کا مفہوم "رفع الحکم الشرعی بخطاب شرعی" ایک شرعی حکم کو شرعی خطاب سے ختم کر دینا۔ حکم کی شرط لگانے سے اصلی فرمان کا ختم کرنا خارج ہو جاتا ہے۔ اور شرعی خطاب کی شرط سے موت، جنون، اجماع یا قیاس سے حکم کا ختم ہونا خارج کیا گیا ہے۔

ناسخ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے جس طرح اس آیت میں ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ (البقرة:۱۰۶)

آیت اور جس سے نسخ معلوم ہو سکے اس کو بھی ناسخ کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے۔

هذه الآية ناسخة لآية كذا۔

یہ آیت فلاں آیت کیلئے ناسخ ہے اور کسی حکم کو نسخ کرنے والے حکم کو بھی ناسخ کہتے ہیں۔ منسوخ ختم ہونے والے حکم کو کہتے ہیں، جیسے میراث والی آیت اور اس میں بیان کئے ہوئے احکامات، والدین اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں وصیت والے حکم کو منسوخ کرتی ہے یہ تمام امور آئندہ ذکر ہوں گے، اور نسخ کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) منسوخ ہونے والا حکم شرعی ہو۔

(۲) حکم کو ختم کرنے والی دلیل شرعی خطاب ہو اور اس خطاب سے متاخر ہو جس کے حکم کو منسوخ کیا گیا ہو۔

(۳) جس لکھے خطاب کے حکم کو ختم کیا گیا ہو وہ خطاب وقت معین کے لئے نہ ہو، کیونکہ اگر وہ خطاب وقت معین کے لئے ہے تو پھر وقت ختم ہونے کے ساتھ ہی خطاب کا حکم بھی ختم ہو جائے گا اور اس طرح ختم ہونے والے حکم کا نسخ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس خطاب میں وقت اور انتہا کی اطلاع پائی جاتی ہو وہ خطاب محکم ہوتا ہے منسوخ نہیں ہوتا کیونکہ اس کا وقت مقرر ہے اور مقررہ وقت میں نسخ نہیں ہوسکتا۔ جیسے یہ آیت ہے۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ۔ (البقرة:١٠٩)

"تم معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے۔"

نسخ کن امور میں واقع ہوتا ہے

معلوم یہ ہوتا ہے کہ نسخ اوامر ونواہی میں واقع ہوتا ہے۔ واضح طور پر بھی اس کا مطالبہ ہو سکتا ہے یا پھر ایسی خبر کے الفاظ میں اس کو بیان کیا جائے گا کہ جس میں امر یا نہی کا مفہوم پایا جاتا ہو نیز ان امور کا تعلق ایسے اعتقادات سے نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات' کتب' رسول اور قیامت کے دن سے متعلق ہوں یا ان کا تعلق اخلاقی آداب یا عبادات اور معاملات کے اصولوں سے ہو' کیونکہ تمام شرائع میں یہ اصول پائے جاتے ہیں اور ان پر سب کا اتفاق ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ (الشورى:١٣)

"ہم نے آپ کیلئے وہی دین شریعت بنایا ہے جس کی ہم نے نوح (علیہ السلام) کو وصیت کی تھی اور ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جو ہم نے ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ (علیہم السلام) کو وصیت تھی کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقے میں نہ پڑو۔"

ایک آیت میں اس طرح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (البقرة:١٨٣)

"اے لوگو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔"

اور یہ فرمان الٰہی بھی موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا۔ (الحج:۲۷)

''آپ لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں کہ وہ آپ کے پاس پیدل آئیں گے۔''

قصاص کے بارے میں ہے۔

وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔ (المائدۃ:۴۵)

''ہم نے ان پر یہ فرض کر دیا تھا کہ نفس کے بدلے نفس' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بھی قصاص ہے۔''

جہاد کے بارے میں فرمایا:

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ۔ (ال عمران:۱۴۵)

''کتنے ہی انبیاء کے ساتھ مل کر بہت سارے اللہ والوں نے جہاد کیا۔''

اخلاق کے بارے میں یہ آیت موجود ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا۔ (لقمان:۱۸)

(تکبر کی وجہ سے) اپنا مونہہ لوگوں سے نہ پھیرو اور زمین پر غرور سے نہ چلو۔

اس طرح کسی واضح خبر جس میں کوئی مطالبہ نہ ہو نسخ نہیں ہو سکتا' جیسے وعدے اور وعید والی آیات ہیں۔

نسخ کی پہچان اور اہمیت

ناسخ اور منسوخ کی معرفت فقہا کرام اصولیین اور مفسرین کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے تاکہ احکام میں اختلاط نہ ہونے پائے' اس کی معرفت حاصل کرنے میں بہت زیادہ اقوال کے ذریعے ترغیب دلائی گئی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک قاضی کے پاس سے گزرے' اس سے فرمایا: کیا تم ناسخ اور منسوخ کو جانتے ہو اس نے کہا نہیں' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم خود بھی ہلاک ہوئے ہو اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (البقرۃ:۲۶۹) کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد ناسخ منسوخ، محکم متشابہ مقدم مؤخر اور حرام و حلال کی معرفت ہے۔

ناسخ اور منسوخ کی پہچان کے ذرائع:

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابی رضی اللہ عنہ سے واضح طور پر منقول ہو جیسے۔

كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها۔

''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا، تم ان کی زیارت کیا کرو۔'' (رواہ الحاکم)

اسی طرح سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا وہ قول جو بئر معونہ والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا، ہم نے اس کو پڑھا تھا حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا گیا۔

(۲) امت نے ان کے ناسخ اور منسوخ ہونے پر اجماع کیا ہو۔

(۳) تاریخی لحاظ سے متقدم اور متاخر کا علم ہو جائے۔

نسخ کیلئے اجتہاد، مفسرین کے اقوال اور دلائل میں ظاہری تعارض یا کسی راوی کے متاخر الاسلام ہونے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

نسخ کے بارے میں مختلف آراء اور اس کی موجودگی کے دلائل

نسخ کے بارے میں لوگوں میں چار گروہ پائے جاتے ہیں۔

(۱) یہود۔ نسخ کے منکر ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس سے ''بداء'' لازم آتا ہے یعنی کسی معاملے کا مخفی ہونے کے بعد ظاہر ہونا، وہ کہتے ہیں یا تو نسخ کسی حکمت کی وجہ سے نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے یہ محال ہے کیونکہ ایسا کرنا بے سود ہوتا ہے یا پھر کسی حکمت کی وجہ سے ہوگا جو پہلے مخفی تھی بعد میں ظاہر ہوئی اور اس سے ایسا بداء لازم آتا ہے، جس سے پہلے جہالت ہو اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے محال ہے۔

لیکن ان کا یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ ناسخ اور منسوخ دونوں کی حکمت اللہ تعالیٰ کو پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہے' اس سے اللہ تعالیٰ کے علم میں تجدد ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف کسی مصلحت کی وجہ سے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اور اپنی بادشاہت میں متصرف مطلق ہونے کی بنا پر منتقل کرتا ہے' جس کا اسے پہلے سے علم ہوتا ہے۔

حالانکہ یہودی خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پہلی شریعت کے لئے ناسخ ہے اور تورات کی نصوص میں بھی نسخ موجود ہے' جیسے بہت سارے جانوروں کا حلال ہونے کے باوجود بنی اسرائیل کے لئے حرام ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ (ال عمران: ۹۳)

تمام خوراک بنی اسرائیل کے لئے حلال تھی علاوہ اس کے جسے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے لئے حرام قرار دیا تھا۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ۔ (الانعام:۱۴۶)

ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا۔

تورات میں یہ بھی ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام بہن سے شادی کرتے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا یہ حکم دینا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی ہے ان کو قتل کرو پھر انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

(۲) روافض۔ انہوں نے نسخ کو ثابت کرنے میں بہت غلو سے کام لیا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدأ کو بھی جائز سمجھا ہے وہ اس بارے میں یہود کے بالکل برعکس ہیں اور وہ اس کے لئے ایسے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ جن کو انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کذب بیانی کرتے ہوئے منسوب کر رکھا ہے۔

وہ اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ (الرعد:۳۹) وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مٹانا اور ثابت کرنا ظاہر ہوتا ہے' حالانکہ ایسا سمجھنا گمراہی میں غرق ہونے کی علامت ہے اور قرآن کریم میں تحریف ہے' کیونکہ آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو منسوخ کردیتا ہے جس کا نسخ وہ درست سمجھتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ ایسے امر کو ثابت کرتا ہے جس کے اثبات میں مصلحت ہو۔ محو اور اثبات کی موجودگی بہت سارے حالات میں پائی جاتی ہے' جیسے حسنات سے برائیوں کو مٹانا۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ (ھود: ۱۱۴)

''حسنات برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

توبہ کرنے والوں کے کفر اور گناہوں کو توبہ سے مٹانا ان کے ایمان اور اطاعت گزاری کو ثابت رکھنا' نیز اس طرح سے کسی امر کا مخفی ہونے کے بعد ظاہر ہونا بھی لازم نہیں آتا' بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس علم کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ جو اسے اپنی مخلوق سے پہلے ہی حاصل ہے۔

(۳) ابو مسلم الاصفہانی۔ وہ نسخ کو عقلی طور پر تو جائز سمجھتا ہے' لیکن شرعی طور پر اس کے واقع ہونے کا انکار کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خاص طور پر قرآن کریم میں وہ نسخ کا انکار کرتا ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔ (حم السجدہ: ۴۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کے احکامات کبھی باطل نہیں ہو سکتے۔ اور ناسخ آیات کو تخصیص پر محمول کیا جائے گا۔

لیکن اس کی تردید کی گئی ہے اور آیت کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب سے پہلے کوئی ایسی کتاب نہیں آئی جو اس کو باطل کرتی ہو اور نہ ہی اس کے بعد ایسی کوئی کتاب آئے گی جو اس کو باطل قرار دے گی۔

(۴) جمہور علماء۔ ان کے نزدیک نسخ عقلی طور پر جائز ہے اور شرعی طور پر موجود بھی ہے' ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) اللہ تعالیٰ کے افعال کی غرض وغایت ضروری نہیں' اسے یہ حق حاصل ہے کہ جب چاہے' جو چاہے' حکم کرے اور جس وقت چاہے اس کو منسوخ کر دے اسے اپنی مخلوق کی مصلحتوں کا خوب علم ہے۔

(۲) کتاب وسنت میں ایسے دلائل موجود ہیں جن سے نسخ کا جواز اور ثبوت ملتا ہے۔

(ا) جیسے یہ آیت ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ (البقرة:۱۰۶)

"اگر ہم کسی آیت کو منسوخ کریں یا اسے بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی لاتے ہیں۔"

(ب) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم میں سب سے بڑے قاری اور بڑے قاضی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور بے شک ہم سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے میں اسے نہیں چھوڑتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (-----) صحیح۔

نسخ کی اقسام

نسخ کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم: نسخ القرآن بالقرآن' قرآن کریم کو قرآن کریم سے منسوخ کرنا' نسخ کو تسلیم کرنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ ایک سال عدت والی آیت چار مہینے دس دن والی آیت سے منسوخ ہوئی ہے۔

دوسری قسم: قرآن کو سنت سے منسوخ کرنا۔ اس قسم کی دو انواع ہیں۔

(ا) آحادی سنت سے قرآن کریم کو منسوخ کرنا' جمہور اس کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ قرآن کریم متواتر ہے اور یقین کا فائدہ دیتا ہے اور آحادی سنن ظنی ہیں' اس لئے کسی معروف یا معلوم چیز کو ظنی چیز سے منسوخ کرنا درست نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) سنت متواترہ سے قرآن کریم کو منسوخ کرنا' امام مالک' ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ نے ایک روایت میں اس کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں وحی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (النجم: ۳-۴)

''وہ خواہشات کے مطابق نہیں بولتا بلکہ اسے تو صرف وحی کی جاتی ہے۔''

دوسری جگہ یہ فرمان موجود ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ (النحل: ۴۴)

''ہم نے ذکر کو آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔''

اور نسخ بیان کی ایک نوع ہے۔

لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اہل ظاہر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت میں اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ آیت یہ ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ (البقرۃ: ۱۰۶)

اور سنت نہ تو قرآن سے بہتر ہے اور نہ اس جیسی۔

تیسری قسم: قرآن سے سنت کو نسخ کرنا۔ جمہور علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے' بیت المقدس کی طرف رخ کرنا سنت سے ثابت تھا اور قرآن کریم میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا ثابت ہو' حالانکہ اس آیت میں نسخ موجود ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (البقرۃ: ۱۴۴)

اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیرو۔''

یوم عاشورا کا روزہ واجب ہونا سنت سے ثابت ہے اور اس آیت سے منسوخ کیا گیا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرۃ: ۱۸۵)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے نسخ کو ایک روایت میں ممنوع قرار دیا ہے' وہ فرماتے ہیں۔

وحيث وقع بالسنة فمعها قرآن۔ أو بالقرآن فمعه سنة عاضدة تبين توافق الكتاب والسنة۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں کوئی چیز سنت سے واقع ہوتی ہے تو اس کے ساتھ قرآن ہوتا ہے اور قرآن سے کوئی چیز واقع ہو تو سنت اس کی تائید کرتی ہے' جس سے کتاب وسنت کی موافقت ظاہر ہوتی ہے۔

چوتھی قسم: سنت کو سنت سے منسوخ کرنا۔ اس قسم کی چار انواع ہیں۔

(۱) سنت متواترہ کو متواترہ سے منسوخ کرنا۔

(۲) آحادی سنت کو احادی سنت سے منسوخ کرنا۔

(۳) متواتر سنت سے آحادی سنت کو منسوخ کرنا۔

(۴) متواتر سنت کو احادی سنت سے منسوخ کرنا۔

پہلی تین انواع جائز ہیں لیکن چوتھی نوع میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسے آحادی سنت سے قرآن کو نسخ کرنے میں وارد ہوا ہے۔ جمہور نے اس کو جائز قرار نہیں دیا' لیکن اجماع اور قیاس کو منسوخ کرنا یا ان سے منسوخ کرنا' اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ ہر جائز نہیں ہے۔

قرآن کریم میں نسخ کی انواع

قرآن کریم میں نسخ تین انواع پر مشتمل ہے۔

(۱) تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا' اس کی مثال ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ قرآن کریم میں رضاعت کی حرمت کیلئے دس بار کی رضاعت نازل ہوئی تھی پھر انہیں پانچ بار کی معروف رضاعت سے منسوخ کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو پانچ بار کی معروف رضاعت قرآن کریم میں تلاوت کی جاتی تھی۔ (بخاری تعلیقاً)

ام المؤمنین کا یہ کہنا کہ ان کی تلاوت قرآن کریم میں کی جاتی تھی' اس سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تلاوت باقی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں' کیونکہ اب یہ آیت مصحف میں موجود نہیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وفات النبی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایام مراد ہیں۔

زیادہ واضح یہ بات ہے کہ ان کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی تھی اور تمام لوگوں تک یہ حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پہنچا' اس لئے آپ کی وفات کے بعد بھی لوگوں سے اس کو پڑھنا ثابت ہے۔

قاضی ابوبکر نے ''الانتصار'' میں اس قسم کا انکار کیا ہے کیونکہ اس خبر کا تعلق خبر آحاد سے ہے اور قرآن کریم کے نزول اور منسوخ ہونے کا قطعی حکم خبر آحاد سے ثابت کرنا جائز نہیں' کیونکہ خبر آحاد ظنی ہوتی ہے اور اس کو ایسی کوئی حجت نہیں بنایا جا سکتا جس سے قطعی حکم کو ثابت کیا جا سکے۔

اس انکار کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کسی کو منسوخ ثابت کرنا ایک الگ معاملہ ہے اور قرآن کریم کے نزول کو ثابت کرنا بالکل الگ معاملہ ہے۔

نسخ ثابت کرنے کے لئے خبر آحاد سے ظنی دلیل کافی ہوتی ہے اور جہاں نزول قرآن کو ثابت کرنے کا معاملہ ہے تو اس کے لئے خبر متواتر جیسی قطعی دلیل کی شرط ہے۔

ہمارے سامنے جو معاملہ در پیش ہے اس میں نسخ کو ثابت کرنا مقصود ہے جس کے لئے خبر آحاد کافی ہے' ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ یہ قراءت تواتر سے ثابت نہیں تو پھر بات درست ہوتی۔

دوسری نوع:

حکم کا منسوخ ہونا ہے اور تلاوت کا باقی رہنا۔ اس کی مثال ایک سال کی عدت کے حکم کا منسوخ ہونا جبکہ اس کی تلاوت باقی ہے۔ نسخ کی اس نوع کے بارے میں بہت ساری کتب لکھی گئی ہیں اور مؤلفین نے اس سلسلے میں بہت ساری آیات ذکر کی ہیں' لیکن درست یہ ہے کہ اس قسم کی آیات بہت ہی کم ہیں' جیسے ابوبکر بن العربی نے کہا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حکم کو ختم کرنے اور تلاوت کو باقی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

تو اس کا جواب دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

(۱) قرآن کریم کی تلاوت جس طرح احکام کی معرفت اور ان پر عمل کرنے کیلئے کی جاتی ہے' اسی طرح اس کی تلاوت کلام اللہ ہونے کی وجہ سے کی جاتی ہے تاکہ ثواب حاصل کیا جا سکے۔ اس حکمت کی وجہ سے تلاوت ترک کر دی گئی۔ (یہاں پر مولف سے سہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا ہے کیونکہ عنوان تلاوت کے باقی رہنے کا ہے' ترک کرنے کا نہیں۔ مترجم)

(۲) نسخ سے اکثر اوقات تخفیف مقصود ہوتی ہے لیکن تلاوت کو باقی رکھ کر مشقت کے خاتمہ کی نعمت کو یاد کرانا مقصود ہے اور عمل سے پہلے ہی حکم کو منسوخ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اس پر ایمان و یقین رکھنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے اور اطاعت امر کی نیت پر بھی ثواب کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے' جیسے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم عمل سے پہلے منسوخ ہو گیا۔

تیسری نوع:

تلاوت کا منسوخ ہونا اور حکم کا باقی رہنا۔ اس نوع کے لئے مؤلفین نے بہت ساری مثالیں ذکر کی ہیں۔ جیسے

الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم۔

جب شیخ اور شیخہ دونوں زنا کے مرتکب ہوں تو ان دونوں کو رجم کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب غالب خوب حکمت والا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بئر معونہ والے اصحاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے قاتلوں کے لئے بددعا فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا۔ ہم نے اسے پڑھا۔

ان بلغوا عنا قومنا ان لقينا ربنا فرضي عنا وارضانا۔

یعنی ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام دو کہ ہمارے رب سے ہماری ملاقات ہوئی ہے وہ ہم سے راضی ہے اور اس نے ہم کو خوش کر دیا ہے۔

یہاں تک کہ اس کی تلاوت کو ختم کر دیا گیا۔

بعض اہل علم اس قسم کے نسخ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ یہ سب اخبار آحاد ہیں اور قرآن کریم کے نزول اور منسوخ ہونے کا قطعی حکم لگانا اخبار احاد سے جائز نہیں۔

ابن الحصار کہتے ہیں کہ نسخ کے لئے رسول اللہ ﷺ یا صحابی کا صریح قول ہونا ضروری ہے' وہ یہ کہیں کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کر دیا ہے اور کبھی نسخ کا قطعی حکم تعارض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پائے جانے کی وجہ سے لگایا جاتا ہے جب کہ تاریخ کا علم بھی ہو' تا کہ متقدم اور متأخر کی پہچان بھی ہو' وہ کہتے ہیں کہ نسخ میں عام مفسرین اور مجتہدین کے اجتہاد پر واضح نص کے بغیر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کیونکہ نسخ سے ایک حکم کو ختم کیا جاتا ہے اور ایک حکم کو ثابت کیا جاتا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ثابت ہو گیا تھا۔ اس لئے اس بارے میں تاریخ اور نقل پر اعتماد ہوگا' رائے اور اجتہاد پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگ نسخ کے بارے میں دو متضاد آراء رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نسخ میں عادل رواۃ کی آحاد کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور بعض اس قدر متساھل ہیں کہ ان کے لئے مفسر یا مجتہد کا قول ہی کافی ہے' جب کہ درست بات ان دونوں کے قول کے خلاف ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آیت اور اس سے حاصل ہونے والا حکم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں کیونکہ آیت تو حکم کی دلیل ہوتی ہے اور جب آیت منسوخ ہو گئی تو اس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا ورنہ لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں گے؟

اس کا جواب یوں دیا جائے گا کہ آیت اور حکم کا ایک دوسرے کے لئے لازم ہونا مسلّم امر ہے' جب کہ شارع نے آیت کے نسخ اور حکم کے باقی رہنے کی کوئی دلیل بیان نہ کی ہو۔ لیکن جب صرف تلاوت کے منسوخ ہونے اور حکم کے باقی رہنے کی دلیل بیان کر دی گئی ہو تو آیت اور حکم کا ایک دوسرے کے لئے لازم ہونا باطل ہوگا اور التباس بھی اس شرعی دلیل کی وجہ سے ختم ہو جائے گا جس سے تلاوت کے منسوخ اور حکم کے باقی رہنے کا پتہ چلتا ہے۔

نسخ کی حکمت

(۱) انسانی مصلحت کی رعایت۔

(۲) لوگوں کی حالت میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ دعوتی طریق کار میں تبدیلی پیدا کر کے قانون سازی میں ترمیم کرتے ہوئے اسے کمال تک پہنچانا۔

(۳) امت کے لئے بھلائی اور آسانی کا ارادہ کرنا کیونکہ اگر نسخ سے زیادہ مشقت والا حکم ملتا ہے تو اس میں اجر و ثواب زیادہ ہوگا اور اگر تخفیف ہوتی ہے تو اس میں آسانی اور سہولت میسر ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متبادل یا غیر متبادل کے لئے نسخ کرنا

نسخ کبھی متبادل اور کبھی غیر متبادل کے لئے ہوتا ہے' جب وہ متبادل کے لئے ہو پھر یا تو اس میں تخفیف ہوگی یا وہ متبادل منسوخ کے برابر ہوگا یا پھر اس سے زیادہ سخت ہوگا۔

(۱) غیر متبادل کے لئے منسوخ کرنا۔ جس طرح اس آیت میں ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً۔ (المجادلة:١٢)

"اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ سے گفتگو کرنا چاہو تو گفتگو سے پہلے صدقہ کرو۔"

اس حکم کو بعد والی آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔

ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ (المجادلہ:١٣)

"کیا تم اپنی گفتگو سے پہلے صدقہ کرو ڈر گئے ہو' اگر تم نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

بعض معتزلہ اور ظاہریہ نے اس نسخ کا انکار کیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ بغیر متبادل کو نسخ کرنا شرعی طور پر جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا۔ (البقرة:١٠٦)

"ہم کوئی آیت منسوخ کریں یا اسے بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر لاتے ہیں یا پھر اس جیسی۔"

اس آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ حکم منسوخ کا بہتر متبادل یا اس جیسا متبادل ضروری ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی متبادل کے بغیر کسی آیت کو منسوخ کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی اس کی حکمت کا تقاضا ہوگا' اس میں اس کے بندوں کی مصلحت ہوگی اور منسوخ حکم کی جگہ کسی دوسرے حکم کو نہ لانے میں بھی لوگوں کا فائدہ ہوگا اور ایسی صورت میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بہتر حکم سے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور وہ بہتری حکم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدم موجودگی میں ہے۔

(۲) خفیف متبادل کے لئے حکم کا منسوخ کرنا۔ جیسے یہ آیت ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ۔ (البقرۃ:۱۸۷) اس آیت نے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (البقرۃ:۱۸۳) کو منسوخ کر دیا ہے کیونکہ اس آیت کا تقاضا ہے کہ سابقہ امتوں کی موافقت ہو جن کے لئے کھانا پینا اور ہم بستری عتمہ (عشا) کی نماز ادا کرنے یا سو جانے سے آدھی رات تک حرام ہو جاتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

سیدنا ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ

جب یہ آیت كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ نازل ہوئی تو ان پر یہ فرض کر دیا گیا تھا کہ جب ان میں سے کوئی عشا کی نماز ادا کر لے گا یا سو جائے گا تو اس پر کھانا پینا اور عورتیں اگلی عشا کی نماز تک حرام ہو جاتیں۔

امام احمد حاکم وغیرہ نے بھی اس جیسی روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ۔

(۳) ہم مثل متبادل کے لئے منسوخ کرنا۔

جیسے اس آیت میں ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (البقرۃ:۱۴۴) بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کو منسوخ کر کے بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۴) مشکل متبادل کے لئے منسوخ کرنا۔

جیسے یہ آیت ہے۔

وَالَّتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ۔ (النساء:۱۵)

”تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کی مرتکب ہوں تو ان کے خلاف اپنے لوگوں میں سے چار گواہ بناؤ اگر وہ گواہی دیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو۔“

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کو اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیُ۔ (النور ۲) سے منسوخ کردیا گیا ہے۔
یا پھر آیت رجم الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ سے منسوخ کیا گیا ہے۔

نسخ سے مشابہت ہونا

ناسخ اور منسوخ کی بہت ساری مثالیں ہیں لیکن اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(ا) بعض ناسخ منسوخ کی کثرت کے قائل ہیں لیکن اشتباہ کی وجہ سے انہوں نے نسخ میں ان آیات کو بھی شامل کردیا ہے جن کا نسخ سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) بعض نسخ کے متلاشی ہیں یہ نسخ کے لئے نقل صحیح پر اعتماد کرتے ہیں۔
نسخ کی کثرت کے لئے قائلین کے اشتباہ پیدا کرنے والے امور۔

(۱) انہوں نے تخصیص پر بھی نسخ کا اعتبار کیا ہے جیسے عام خاص کی بحث میں گذر چکا ہے۔

(۲) انہوں نے وضاحت کو نسخ قرار دیا ہے جیسے مطلق اور مقید کی بحث میں آئے گا۔

(۳) جو حکم کسی سبب کی وجہ سے مشروع کیا گیا تھا اور پھر جب وہ سبب ختم ہوگیا تو دوسرا حکم آنے کی وجہ سے اسے بھی منسوخ سمجھا گیا۔ جیسے دعوت کے ابتدائی ایام میں قلت وضعف کی وجہ سے کفار کی اذیتوں پر صبر وتحمل کی ترغیب دی گئی تھی۔ تو ان آیات کو قتال والی آیات سے منسوخ سمجھا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صبر وتحمل کا واجب ہونا قلت وضعف کی وجہ سے تھا اور آئندہ بھی ہوگا اور جب قوت اور کثرت حاصل ہوجائے تو اپنے عقیدہ کا دفاع قتال سے کرنا واجب ہوجاتا ہے اور یہ دوسرا حکم ہے۔

(۴) جاہلی امور یا سابقہ امتوں کے احکامات جب اسلام کے ذریعے ختم ہوئے تو انہیں بھی نسخ قرار دیا گیا جیسے بیویوں کی تعداد صرف چار تک محدود کرنا۔ قصاص اور دیت کی قانون سازی۔ جب کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص تھا۔ جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں۔ (البخاری)
ان کا نسخ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس طرح سے براءۃ اصلیہ کو ختم کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسخ کی مثالیں

سیوطی نے اکیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (اتقان) بعض نے تخصیص قرار دیا ہے۔

(۱) آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ کو آیت فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (البقرة:۱۴۴) سے منسوخ کیا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ منسوخ نہیں بلکہ صحیح اور حق ہے کیونکہ سفر میں جب سواری پر نفل نماز ادا کی جائے تو اس وقت اسی آیت کے مطابق سواری کے رخ کے لحاظ سے قبلہ ہوگا۔ صلوٰۃ خوف اور اضطراری حالت میں بھی یہی صورت حال ہوگی۔ چنانچہ اس کا حکم باقی ہے اور دوسری آیت کا تعلق حالت امن میں فرض نمازوں سے ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت نے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کو منسوخ کر دیا جو کہ سنت سے ثابت ہے۔

(۲) كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (البقرة:۱۸۰) کو میراث والی آیت سے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حدیث ان الله قد اعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث۔ سے منسوخ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے رہا لہٰذا وارث کو وصیت نہیں کی جاسکتی۔

(۳) آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ۔ (البقرة:۱۸۴) کو فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرة:۱۸۵) نے منسوخ کر دیا ہے۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ۔ نازل ہوئی تو افطار کرنے والا فدیہ ادا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے فدیہ والی آیت کو منسوخ قرار دے دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو محکم قرار دیتے ہیں۔ منسوخ تسلیم نہیں کرتے۔

عطا رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھتے ہوا سنا۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ۔ تو انہوں نے فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ یہ آیت بوڑھے مرد اور بوڑھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کے لئے ہے جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں۔ وہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو اس لحاظ سے یطیقونہ کا معنی یستطیعون نہیں ہوگا بلکہ اس کا معنی یتحملون بمشقة و کلفة یعنی انہیں روزہ رکھنے میں بڑی مشقت اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ بعض اہل علم نے اس کلام میں لا نافیہ مقدر سمجھا ہے یعنی وَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ۔ وہ لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔ (وہ فدیہ دیں)

(۴) آیت يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ۔ (البقرة:۲۱۷) وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً۔ (التوبہ:۳۶) سے منسوخ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمومی امر کو اشہر الحرم کے علاوہ دیگر مہینوں میں قتال کرنے پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے یہاں نسخ نہیں ہے۔

(۵) آیت وَ الَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ۔ (البقرة:۲۴۰) کو وَ الَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا۔ (البقرة:۲۳۴) سے منسوخ ہے بعض کہتے ہیں کہ پہلی آیت محکم ہے کیونکہ اس میں اس بیوی کے لئے وصیت ہے جو گھر سے نہیں نکلی اور نہ ہی اس نے شادی کی اور دوسری آیت میں عدت کا بیان ہے اس لئے ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔

(۶) آیت وَ إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ۔ (البقرة:۲۸۴) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرة:۲۸۶) نے منسوخ کر دیا ہے۔

(۷) آیت وَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِّنْهُ۔ (النساء:۸) میراث والی آیت سے منسوخ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلی آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ اس کا حکم مندوب ہونے کی صورت میں باقی ہے۔

(۸) آیت وَالّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ٥ وَ الَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَ أَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا۔ (النساء: ۱۵-۱۶) کو کوڑے مارنے والی آیت جو کہ سورۃ النور میں ہے سے منسوخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا گیا ہے۔

اور اس حدیث سے منسوخ کر دیا گیا ہے جس میں کنوارے کو کوڑے مارنے اور شادی شدہ کو رجم کرنے کا حکم موجود ہے۔ البکر بالبکر جلد مائة ونفی عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم۔ (مسلم رواہ عبادۃ بن الصامت)

(۹) آیت اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (الانفال:۶۵) کو اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ (الانفال:۶۶) سے منسوخ کیا گیا ہے۔

(۱۰) آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبہ:۴۱) کو لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى۔ (التوبہ:۹۱) اور آیت وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ (التوبہ:۱۲۲) سے منسوخ کیا گیا ہے۔

مطلق اور مقید

شریعت کے بعض احکام عمومی حالت میں بیان کئے جاتے ہیں ان میں کوئی شرط یا صفت نہیں پائی جاتی اور کبھی اس میں ایسی صفت یا شرط کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جو پوری جنس کی حقیقت کو شامل ہوتا ہے اور عربی بیان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کبھی عام لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی اسے مقید بولا جاتا ہے۔ یہ امور اللہ تعالیٰ کی معجزانہ کتاب میں۔ مطلق القرآن ومقیدہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

مطلق اور مقید کی تعریف

مطلق: ھو مادلّ علی الحقیقة بلا قید جو بغیر کسی قید کے اپنی حقیقت پر دلالت کرے اس سے مراد اس حقیقت کا کوئی ایک فرد مراد ہوتا ہے اکثر جگہوں پر اثبات کے لئے نکرہ کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے رقبة کا لفظ تحریر رقبة میں ہے یہ ہر غلام انسان کو شامل ہے۔ یہ ہر قسم کے غلام مومن ہو یا کافر سب کے لئے بولا گیا ہے اور یہ نکرہ ہے جس کو اثبات کے لئے بولا گیا ہے اور معنی یہ ہوگا کہ اس کے ذمے ایک گردن کا آزاد کرنا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لا نکاح الا بولی۔ امام احمد اور اصحاب السنن نے اسے روایت کیا ہے۔
اس حدیث میں لفظ ولی ہر قسم کے اولیاء کے لئے بولا گیا ہے۔ وہ عقل سلیم کا مالک ہو یا نہ ہو اس لئے بعض اصولیوں نے اس کی یہ بھی تعریف کی ہے کہ مطلق ایسے نکرہ کو کہتے ہیں جسے اثبات کے لئے بیان کیا گیا ہو۔ نکرہ کی شرط سے اسمائے معرفہ کو خارج کر دیا گیا ہے اور اس اسم کو بھی خارج کر دیا ہے جس سے ایک فرد ثابت ہوتا ہو۔

-اور اثبات کی شرط سے اس نکرہ سے احتراز کیا گیا ہے۔ جس کو نفی کے لئے بیان کیا گیا ہو کیونکہ وہ بھی اپنی پوری جنس کے افراد پر محیط ہوتا ہے۔

مقید ھو مادل علی الحقیقة بقید۔ جو کسی قید کی وجہ سے اپنی حقیقت کو بیان کرے۔ جسے رقبة مومنة میں ایمان کی قید مومن غلام کو واضح کرتی ہے۔

مطلق اور مقید کی اقسام اور ان کا حکم

مطلق اور مقید عقلی صورتیں ہیں۔ ہم ان کی واقع ہونے والی اقسام کو ذکر کرتے ہیں۔

(۱) سبب اور حکم کا ایک ہونا جیسے قسم کے کفارہ میں روزے رکھنا۔ مصحف کی متواتر قراءۃ میں مطلق بیان ہوا ہے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ۔ (المائدہ:۸۹) قسم کا کفارہ دینے کے لئے اگر دیگر کفارات کی استطاعت نہ ہو) تو تین روزے رکھے۔

لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ میں تتابع (تسلسل) کی قید موجود ہے۔ فصیام ثلاثة ایام متتابعات۔ تو اس طرح کی مثال میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا کیونکہ سبب ایک ہی ہے اس سے تضاد واجب نہیں ہوتا۔ اس لئے ایک قوم نے "تتابع" تسلسل سے روزے رکھنے کے لئے کہا ہے لیکن جو لوگ اس قراءت کو غیر متواتر خیال کرتے ہیں اگرچہ مشہور بھی ہے لیکن حجت نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ یہاں پر کوئی مقید نہیں جس پر مطلق کو محمول کیا جائے۔

(۲) سبب ایک ہونا اور حکم مختلف ہو جیسے وضو اور تیمم میں ہاتھوں کا معاملہ ہے۔ وضو میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کی شرط ہے جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمَرَافِقِ۔ (المائدہ ۶:)

''اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنا چاہو تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوڈالو۔

اور تیمّم میں مسح کو مطلق بیان فرمایا ہے۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ۔ (المائدہ ۶:)

''تو پاک مٹی سے تیمّم کرو اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مٹی سے مسح کرو''۔

کہا گیا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول نہیں کریں گے کیونکہ حکم مختلف ہیں' لیکن امام غزالی نے اکثر شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کریں گے کیونکہ سبب ایک ہے اگرچہ حکم مختلف ہیں۔

(۴) قید یا شرط ایک ہی ہو جیسے کفارہ میں گردن کا آزاد کرنا اور قتل خطا میں رقبة مومنة کہہ کر ایمان کی شرط لگا دی گئی ہے جس طرح یہ آیت ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ۔ (النساء ۹۲:)

اور ظہار کے کفارہ میں مطلقاً رقبہ کہا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا۔ (المجادلہ ۳:)

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیتے ہیں۔ تو انہیں جماع کرنے سے پہلے ایک گردن آزاد کرنی چاہیے''۔

اور قسم کے کفارہ کے بارے میں فرمایا۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ (المائدہ ۸۹:)

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں میں تمہارا مواخذہ نہیں کرتا' لیکن جن قسموں کو تم خوب پکا کر لیتے ہو تو ان پر تمہارا مواخذہ کرتا ہے اور ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیانے درجے کا وہ کھانا کھلاؤ جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا گردن آزاد کرو۔"

مالکیہ کی ایک جماعت اور اکثر شافعیہ کہتے ہیں کہ یہاں بغیر کسی دلیل کے مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور ظہار اور قسم کے کفارہ میں کافر غلام کا آزاد کرنا کافی نہ ہوگا۔

احناف کہتے ہیں کہ مطلق کو مقید پر بغیر دلیل کے محمول نہیں کیا جائے گا اس لئے قسم اور ظہار کے کفارے میں کافر غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا۔

پہلی رائے والے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ کلام اللہ اپنی ذات میں متحد ہے اس میں تعدد نہیں پایا جاتا' اس لئے جب قتل کے کفارہ میں ایمان کی شرط موجود ہے۔ تو ظہار کے کفارہ کے لئے بھی یہی نص ہے' جس طرح (والذاکرات) کو آیت کی ابتدا وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب: ۳۵) پر کسی خارجی دلیل کے بغیر محمول کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والی عورتیں اہل عرب کا یہ طریق کار ہے کہ ایک ہی دفعہ ذکر کی ہوئی قید یا شرط کو کافی سمجھتے ہوئے ہر بات میں ایجاز اور اختصار کی خاطر مطلق ذکر کرنے کو پسند کرتے ہیں جیسے یہ آیت ہے عن الیمین وعن الشمال قعید۔ (ق: ۱۷) اس آیت میں عن الیمین سے بھی عن الیمین قعید مراد ہے' لیکن اختصار کی وجہ سے اس جگہ قعید کو حذف کر دیا گیا کیونکہ دوسرا قعید اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ والذاکرات کو والذاکرین پر محمول کرنا دلیل کی بنا پر ہے اور دلیل عطف ہے' یعنی الذاکرات' الذاکرین کا معطوف ہے وہ خود اپنی جگہ مستقل نہیں' اس لئے اس کو معطوف علیہ کی طرف لوٹانا واجب ہے جو حکم میں بھی اس کا شریک ہے اور "عن الیمین وعن الشمال قعید" میں بھی عطف ہے' اس لئے جب بغیر دلیل کے قید لگانا ممنوع ٹھہرا تو شرط کے لئے لازمی طور پر دلیل کی ضرورت ہے اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی نص نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو' اگر ہم قیاس کر کے قید لگاتے ہیں تو پھر اس سے مطلق کا تقاضا ختم ہو جائے گا' کیونکہ وہ ایّ شیء کان کے ضمن سے خارج ہو جائے گا جو کہ مطلق لفظ کے تحت آتا ہے۔ تو اس طرح نسخ واقع ہوگا اور کسی نص کو قیاس سے نسخ نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ا) پہلی رائے والے اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مطلق کو مقید پر قیاس کرنے سے مطلق نص کا نسخ ہوتا ہے' بلکہ اس کو تو صرف اس کے بعض ناموں سے مقید کر دیا جاتا ہے۔ رقبہ کو مومن کی شرط سے مقید یا مشروط کرنے سے یہ لازم آئے گا کہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ایمان شرط ہوگی جس طرح غلام میں سلامتی کی شرط یا صفت بڑھائی جاتی ہے' حالانکہ کتاب وسنت میں ایسی کوئی نص نہیں جس سے یہ شرط ثابت ہوتی ہو۔

(ب) جب شرط یا قید مختلف ہو جیسے روزے رکھ کر کفارہ دینا۔ قتل کے کفارہ میں روزے رکھنے کے ساتھ تتابع (تسلسل) کی شرط ہے جس طرح اس آیت میں ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ (النساء: ۹۲)

غلام آزاد نہ کر سکنے کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے تو اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

ظہار کے کفارہ میں بھی تسلسل کی شرط ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا۔ (المجادلہ: ۴)

لیکن حج متمتع کرنے والا اگر ہدی نہ کر پائے تو اسے دس روزے رکھنے ہیں لیکن اس میں تفریق کی شرط ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ۔ (البقرۃ: ۱۹۶)

اور قسم کے کفارہ میں مطلق صوم کا ذکر ہے جس میں نہ تسلسل کی شرط ہے اور نہ تفریق کی قید جیسے کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ (المائدہ: ۸۹)

رمضان کے روزوں کی قضا کا بھی یہی معاملہ ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ۔ (البقرۃ: ۱۸۴)

تو ان آیات میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید مختلف ہے' اس لئے مطلق کو ان دونوں میں سے کسی ایک پر محمول کر کے ہم ایک شرط کو بغیر کسی سبب کے دوسری شرط پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجیح دیں گے۔

(۴) سبب اور حکم دونوں مختلف ہوں، جیسے ہاتھ کا معاملہ وضو اور چوری کی صورت میں مختلف ہے، وضو میں کہنیوں تک دھونا مشروط ہے اور چوری میں مطلق بولا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ (المائدہ:۳۸)

یہاں پر بھی مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں کے سبب اور حکم میں اختلاف ہے اور اس میں کوئی تعارض نہیں۔

زرکشی فرماتے ہیں اگر مطلق کو مقید کرنے کی کوئی دلیل مل جائے تو اس کی طرف رجوع کریں گے، ورنہ نہیں، بلکہ مطلق کو اس کے اطلاق پر محمول کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عربی لغت میں خطاب فرمایا ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کسی صفت یا شرط سے مقید کرنے کا حکم لگاتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا مطلق حکم آ جائے تو اسے دیکھا جائے گا، اگر اس کی کوئی اصل نہ ہو جس کی طرف اس کو لوٹایا جائے تو اس مقید حکم کے ساتھ اس کو بھی مقید کرنا ہوگا اور اس کے علاوہ اس کی کوئی اصل موجود ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف بھی اس کو لوٹانا مناسب نہ ہوگا۔

منطوق اور مفہوم

معانی پر الفاظ کی دلالت کبھی اس کلام کے منطوق سے حاصل ہوتی ہے جو کہی گئی ہو۔ وہ دلالت واضح ہو یا اس کا احتمال ہو یا کلام میں کوئی بات (کلمہ) مقدر سمجھا گیا ہو یا مقدر نہ سمجھا گیا ہو اور کبھی کلام کے مفہوم سے حاصل ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کا حکم منطوق کے حکم کے موافق یا مخالف ہوگا اور معانی پر الفاظ کا اس طرح دلالت کرنا منطوق اور مفہوم کہلاتا ہے۔

منطوق کی تعریف اور اس کی اقسام

المنطوق۔هو مادلّ عليه اللفظ فی محل النطق۔ محل نطق میں لفظ جس پر دلالت کرے۔ یعنی لفظ کی دلالت ان حروف کے مادہ (اصل) سے ہوگی جن حروف کو جوڑ کر وہ لفظ بولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں۔ نص، ظاہر، مؤول۔

النص: هو ما يفيد بنفسه معنى صريحا لا يحتمل غيره۔

جو خود واضح طور پر اپنا معنی ادا کرے اور اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، جیسے یہ آیت۔

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ (البقرة:١٩٦)

اس میں عشرۃ کا وصف کاملہ ذکر کر کے ایسے احتمال کو ختم کر دیا گیا ہے جس میں مجازی طور پر عشرہ کا اطلاق پر ہوتا ہے۔

اور نص کی یہی غرض وغایت ہے، ایک قوم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ کتاب وسنت میں "نص" کا وجود نادر ہے، امام الحرمین نے ان کا خوب رد کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نص سے غرض تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنا معنی مستقل طور پر ادا کرے اور اس میں کسی احتمال اور تاویل کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہ ہو۔ اس قسم کی نص کا حصول لغت کے لحاظ سے صیغوں کی بناوٹ میں اگرچہ بہت ہی کم ہے، لیکن حالیہ اور مقالیہ قرائن کی وجہ سے یہ بہت زیادہ ہیں۔

الظاہر: جس کے اطلاق سے فوری طور پر معنی سمجھ میں آ جائے، لیکن اس میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو اور وہ احتمال مرجوح ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں ظاہر اس لحاظ سے تو "نص" کا شریک ہے کہ اس کی دلالت محل النطق پر ہوتی ہے، لیکن ایک لحاظ سے نص سے مختلف ہے، کیونکہ نص تو ایسے معنی کا فائدہ دیتی ہے جس میں دوسرے معنی کا احتمال نہیں ہوتا اور جبکہ ظاہر ایسے معنی کا فائدہ دیتا ہے جس میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ احتمال مرجوح ہو جیسے یہ آیت ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ۔ (البقرة:١٧٣)

الباغی کا اطلاق جاہل پر ہوتا ہے اور ظالم کو بھی باغی کہتے ہیں لیکن ظالم کے لئے باغی کا اطلاق زیادہ واضح اور جاہل پر اس کا اطلاق مرجوح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بھی ایسے ہی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ (البقرة:٢٢٢)

حیض کے ختم ہونے کو طہر کہا گیا ہے۔ وضو اور غسل کو بھی طہر کہا جاتا یعنی طہر کی دلالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غسل اور وضو پر زیادہ واضح ہے یہ دلالت راجح ہوگی اور حیض سے پاکیزگی مراد لینا مرجوح ہوگی۔

مؤول: جس میں لفظ کو کسی دلیل کی وجہ سے مرجوح معنی پر محمول کیا جائے اور وہ دلیل راجح معنی مراد لینے سے منع کرتی ہو اس لئے مؤول ظاہر کے مخالف ہے' کیونکہ ظاہر میں راجح معنی مراد لیا جاتا ہے اور اس میں مرجوح معنی مراد لینے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی اور مؤول میں ایسی دلیل موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے راجح معنی کی بجائے مرجوح معنی لینا پڑتا ہے' اگرچہ دونوں میں لفظ محل نطق پر ہی دلالت کرتا ہے' جس طرح یہ آیت ہے۔

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ (الاسراء: ۲۴)

س میں جناح کے لفظ کو عاجزی' تواضع اور والدین کے ساتھ حسن سلوک پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہ تو محال ہے کہ کسی انسان کے ''پر'' ہوں۔

دلالۃ الاقتضاء ودلالۃ الاشارۃ

دلالۃ الاقتضاء: کبھی لفظ کی صحیح دلالت کسی پوشیدہ عبارت پر موقوف ہوتی ہے اور ایسی دلالت کو دلالۃ الاقتضاء کہتے ہیں۔

دلالۃ الاشارۃ: اور کبھی دلالت پوشیدہ عبارت پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ لفظ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو معنی اس لفظ سے فوری طور پر مقصود نہیں ہوتا' اس دلالت کو دلالت اشارہ کہتے ہیں۔

دلالۃ الاقتضاء۔ اس کی مثال یہ آیت ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ: ۱۸۴)

''تم میں سے جو شخص مریض ہو یا مسافر تو وہ دوسرے دنوں سے گنتی کرے۔''

یعنی مسافر یا مریض اگر مفطر ہو تو پھر دوسرے دنوں سے گنتی کرے کیونکہ مسافر پر روزے کی قضا اسی وقت واجب ہوگی جب وہ مفطر ہوگا' لیکن اگر اس نے سفر میں روزہ رکھا ہوا ہے تو پھر قضا کیونکر واجب ہوگی یہ مسئلہ ظاہریہ کے خلاف ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ۔ (النساء: ۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں ''وطی'' پوشیدہ ہے اور عبارت اسی بات کا تقاضا کرتی ہے یعنی ماں سے ''وطی کرنا'' حرام ہے کیونکہ حرمت ان کی ذات کی طرف منسوب نہیں' اس لئے ایسے فعل کو پوشیدہ ماننا واجب تھا' جس سے حرمت کا تعلق ہوا اور وہ فعل ''وطی'' ہے۔

دلالت کی یہ نوع اس نوع کے قریب ہے جس میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیتے ہیں' اس نوع کو بلاغت میں ایجاز القصر کہتے ہیں یعنی مختصر کو مختصر تر کرنا اور اس کو اقتضاء اس لئے کہتے ہیں کہ یہ کلام' عبارت میں موجود الفاظ سے زیادہ کا تقاضا کرتی ہے۔

دلالۃ الاشارہ۔ کی مثال یہ آیت ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (البقرۃ:۱۸۷)

''روزے کی رات میں تمہارے لئے بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے' وہ تمہارا اور تم ان کا لباس ہو' اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے ہو' اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے اور اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے' اب تم ان سے مباشرت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے لئے لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو' اس کی خواہش کرو' اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ تمہارے لئے سیاہ دھاگے سے فجر کا سفید دھاگہ واضح ہو جائے۔''

اس آیت مبارکہ میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ جو شخص صبح کے وقت جنبی ہوگا تو اس کا روزہ درست ہے' کیونکہ آیت میں وطی کرنے کی اجازت طلوع فجر تک ہے اور اس کے بعد غسل کے لئے کافی وقت نہیں بچتا جس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جماع کرنے والا صبح کے وقت جنبی ہوگا اور کسی چیز کے سبب کا جائز ہونا یہ بتاتا ہے کہ وہ چیز بھی جائز ہے' اس لئے رات کے آخری حصے تک جس میں غسل کے لئے وقت باقی نہ رکھا گیا ہو جماع کرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اباحت جنابت کی حالت میں صبح ہونے کو مباح کرتی ہے۔

یہ دونوں قسم کی دلالت' یعنی دلالت الاقتضاء اور دلالت الاشارۃ بھی منطوق سے ماخوذ ہیں اور یہ دونوں منطوق کی اقسام ہیں' تو اس لحاظ سے منطوق پانچ قسم کی دلالت پر مشتمل ہوتا ہے۔(۱) نص (۲) ظاہر (۳) مؤول (۴) دلالۃ الاقتضاء (۵) دلالۃ الاشارہ۔

مفہوم اور اس کی اقسام

مفہوم: وہ ہوتا ہے جس پر لفظ محل النطق کے علاوہ دلالت کرے' اس کی دو اقسام ہیں۔

(۱) مفہوم موافقۃ (۲) مفہوم مخالفۃ۔

(۱) مفہوم موافقۃ: جس کا حکم منطوق کے موافق ہو' اس کی دو انواع ہیں۔

(ا) فحوی الخطاب: جس میں منطوق سے زیادہ مفہوم حکم کے لئے مناسب ہو۔

جس طرح آیت فلا تقل لهما اف (الاسراء:۲۳) کا منطوق تو اف کہنے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے' لیکن گالی گلوچ اور مار پیٹ کی حرمت پر بالاولیٰ دلالت ہو رہی ہے کیونکہ ان دونوں میں "اف" کی نسبت زیادہ برائی پائی جاتی ہے۔

(ب) لحن الخطاب: جس میں حکم مفہوم کے لئے بھی منطوق کی طرح ہی ثابت ہو۔

جیسے یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔

(النساء:۱۰)

"جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔"

منطوق کے لحاظ سے یہ حکم ثابت کرتی ہے کہ یتیموں کا مال ظلم وستم روا رکھتے ہوئے کھانا حرام ہے' اسی طرح ان کے مال کو جلانا یا تلف کرنا بھی مفہوم کے لحاظ سے حرام ہے' کیونکہ اس طرح بھی مال ضائع ہو جاتا ہے۔

ان دونوں انواع کا نام مفہوم موافقہ رکھا گیا ہے' کیونکہ مفہوم کے لحاظ سے جس حکم سے خاموشی اختیار کی گئی ہے وہ اس حکم کے موافق ہے جس کا کلام میں اظہار کیا گیا ہے۔ اگرچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی نوع میں مفہوم کے ذریعے منطوق حکم میں اضافہ کیا گیا ہے اور دوسری نوع میں اس کے مساوی ہے اور اس پر دلالت صرف تنبیہ کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ وہ تنبیہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر ہو یا اعلیٰ سے ادنیٰ پر۔ یہ دونوں قسم کی موافقت اس آیت میں موجود ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖٓ إِلَيْكَ۔ (ال عمران:۷۵)

اس آیت میں پہلا جملہ یہ بتاتا ہے کہ اہل کتاب میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر انہیں ایک دینار بطور امانت سونپا جائے تو وہ اسے ادا کرتے ہیں اور بطور مفہوم یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دینار سے کم ہو تو بھی وہ ادا کر دیتے ہیں اور جبکہ دوسرا جملہ یہ بتاتا ہے کہ وہ قنطار کو ادا نہیں کرتے جس سے اس بات کی طرف متنبہ کرنا مقصود ہے کہ انہیں قنطار پر امین نہ سمجھو۔

(۲) مفہوم مخالفۃ: جس میں مفہوم کا حکم منطوق کے حکم کے برعکس ہو اس کی چند انواع ہیں۔

(ا) صفت کا مفہوم۔ اس سے معنوی صفت مراد ہے، جیسے مشتق (صفت مخالف)، جیسے یہ آیت ہے۔

إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۔ (الحجرات:٦)

''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرو۔''

فاسق سے تعبیر کر کے یہ مفہوم مراد لیا گیا ہے کہ اگر غیر فاسق ہو تو پھر تحقیق کی ضرورت نہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عادل انسان کی خبر کو قبول کرنا واجب ہے۔

حال: جیسے آیت۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ (المائدہ:۹۵)

میں متعمداً کی شرط سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بھول کر غلطی کرنے والا اس حکم کی زد میں نہیں آئے گا، کیونکہ جزا واجب ہونے کے لئے عمد کی تخصیص کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے شکار کرنے والے پر جزا واجب نہیں ہوتی۔

عدد: جس طرح اس آیت میں ہے۔

اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ (البقرۃ:۱۹۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت مبارکہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں حج کا احرام باندھنا درست نہیں۔

اسی طرح آیت۔

فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً۔ (النور:۴)

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعداد میں کمی یا زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔

(ب) مفہوم شرط۔ جیسے یہ آیت۔

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ۔ (الطلاق:٦)

لہٰذا اگر مطلقہ حاملہ نہیں تو اسے نان ونفقہ دینا واجب نہیں۔

(ج) مفہوم غایت۔ جیسے یہ آیت ہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (البقرة:۲۳۰)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورت پہلے شوہر کے لئے اس وقت حلال ہوگی جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کی تمام شرائط کے مطابق نکاح کرے اور وہ از خود اپنی مرضی سے اسے طلاق دے۔

(د) مفہوم حصر۔ جیسے یہ آیت ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ (فاتحہ:۵)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کسی کی عبادت کی جائے اور نہ ہی کسی سے مدد طلب کی جائے' اس لئے یہ آیت اپنے مفہوم کے اعتبار (صرف اسی کی عبادت اور اسی سے استعانت طلب کرنے) پر دلالت کرتی ہے۔

مفہوم کو حجت بنانے میں اختلاف

ان مفاہیم کو حجت بنایا جا سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کو مشروط طور پر حجت بنایا جا سکتا ہے۔

(ا) مذکور اکثر استعمال نہ ہوتا ہو۔ جس طرح آیت۔

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ۔ (النساء:۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حجور کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ ربائب عموماً حجور ازواج میں ہوتی ہے۔

(ب) مذکور واقع کے بیان کے لئے نہ ہو جیسے یہ آیت ہے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ (المومنون:۱۱۷)

اس قول کا یہ مفہوم نہیں، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) ہر معبود کے لئے کوئی دلیل نہیں اور لابرھان لہ بہ لازم صفت ہے، اس کو تائید اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کا دعویٰ کرنے والے کا مذاق اڑانے کے لئے بیان کیا گیا ہے، اس لئے بیان نہیں کیا گیا کہ ایسے بھی معبود موجود ہیں جن کے لئے برہان قائم ہو سکتی ہے۔

اور اس کی مثال یہ آیت بھی ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ (النور:۳۳)

اس کا ایسا مفہوم نہیں جو یہ دلالت کرتا ہو کہ مالک اپنی باندی کو بدکاری پر مجبور کر سکتا ہے اگر وہ خود پاکدامن رہنا نہ چاہتی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ اور اکراہ (زبردستی) تو پاکدامنی کے ارادہ پر ہی پائی جائے گی۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اپنی لونڈی سے کہا کرتا تھا، جاؤ ہمارے لئے کوئی چیز تلاش کر کے لاؤ اور وہ ایسا کرنا ناپسند کرتی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (النور:۳۳)

"اگر تمہاری لونڈیاں پاکدامنی پسند کرتی ہیں تو دنیاوی ساز و سامان کے لئے تم انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جس نے انہیں مجبور کیا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور ہونے کے بعد (ان پر) خوب مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ عبداللہ کی ایک لونڈی جسے مسیکہ اور دوسری جسے امیمہ کہا جاتا تھا، ان دونوں کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (مسلم)

مفہوم موافقہ میں حجت بنانے کا معاملہ آسان ہے اور ظاہریہ کے علاوہ سب نے اس کو حجت بنانا صحیح قرار دیا ہے مفہوم مخالف کو حجت بنانا امام مالک' شافعی اور احمد رحمہم اللہ نے جائز قرار دیا ہے' جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی اس کی نفی کرتے ہیں۔

حجت ثابت کرنے والے نقلی اور عقلی دلائل کو دلیل بناتے ہیں۔

نقلی دلائل: بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ۔ (التوبہ:۸۰)

"آپ ان کیلئے مغفرت طلب کریں یا مغفرت طلب نہ کریں اگر آپ ان کیلئے ستر بار مغفرت طلب کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خیر نی ربی' فواللہ لا زیدنہ علی السبعین ---)

میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے' اللہ کی قسم میں ستر سے زیادہ مرتبہ مغفرت طلب کروں گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ مفہوم پایا کہ ستر سے جو بھی وہ زیادہ کریں گے وہ پہلے ستر کے برعکس ہوں گے۔ (ابن جریر)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بہن کو بیٹی کے ساتھ ملا کر وارث بنانے سے منع کرنا بھی اسی قسم سے ہے' انہوں نے اس آیت سے استدلال فرمایا ہے:

إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ۔ (النساء:۱۷۶)

کیونکہ انہوں نے یہ مفہوم نکالا تھا کہ بہن اس وقت وارث ہوگی جب میت کی کوئی اولاد نہ ہو' اس لئے بیٹی کی موجودگی میں انہوں نے بہن کو وارث بنانے سے منع فرمایا کیونکہ بیٹی اولاد ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار عرب کے مشہور فصیح لوگوں میں ہوتا تھا اور انہیں ترجمان القرآن کہا جاتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا یعلی بن امیہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم قصر کرتے ہیں حالانکہ ہم حالت امن میں ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ۔ (النساء:۱۰)

''اگر تم خوف میں مبتلا ہو تو نماز قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔''

ان کا یہ فرمان بھی اسی قسم سے ہے' انہوں نے اس آیت کو اس لئے حجت بنایا کیونکہ انہوں نے یہ مفہوم نکالا تھا کہ قصر حالت خوف میں ہے حالت امن نہیں' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو برا نہ سمجھا' بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ جس بات پر تو نے تعجب کیا ہے مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ فرمایا ہے اس کا صدقہ قبول فرماؤ۔ سیدنا یعلی بن امیہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں عرب کے فصحاء میں سے ہیں' ان دونوں نے یہ سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی بات کو برقرار رکھا۔

عقلی دلائل: اگر فاسق اور غیر فاسق کا حکم برابر ہوتا تو پھر آیت۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ۔ (الحجرات:٦)

میں فاسق کی خبر کے لئے تحقیق کرنے کا حکم خاص کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اسی طرح باقی امثال کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعجاز القرآن

یہ وسیع دنیا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھری ہوئی ہے اس کے سر بفلک پہاڑ' گہرے سمندر اور وسیع میدان سارے کے سارے ایک کمزور سی مخلوق جسے انسان کہتے ہیں کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان میں بہت ساری خصوصیات جمع کر دی ہیں اور اسے ایسی قوتِ فکر عطا فرمائی ہے جو ہر سو پھیلی ہوئی ہے تاکہ دنیا کی قوتوں کے عناصر کو مسخر کر سکے اور ان سب سے انسانیت کی خدمت لی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا' بلکہ کبھی کبھار ایسی وحی کے انوار سے اس کی مدد فرمائی جو ہدایت کی علامات کی طرف اس کی راہنمائی کرتی ہے تاکہ وہ زندگی کے مراحل کو دلائل اور بصیرت سے طے کر سکے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ انسان کی فطری سرکشی یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ اپنے جیسے کسی انسان کے سامنے جھک جائے' یہاں تک کہ دوسرا انسان ایسا انوکھا کام کر دکھائے جو اس کے اپنے بس میں نہ ہو اور جب کوئی انسان ایسا کر لیتا ہے تو پھر دوسرے اعتراف کرتے ہوئے۔ جھک جاتے ہیں اور اپنی طاقت سے بلند و بالا قدرت پر یقین کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ جن پر وحی نازل ہوتی تھی اللہ تعالیٰ خارق عادت امور سے ان کو تقویت دیتا تھا جس سے لوگوں پر حجت قائم ہو جاتی تھی اور لوگ آپ کے سامنے اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیتے اور آپ کی دوستی اور اطاعت کا دم بھرتے۔ انسانی عقل کو اپنی ابتدائی نشوونما کے مختلف ادوار میں کوئی ایسی چیز نظر نہ آتی تھی جو محسوس ہونے والے معجزات سے زیادہ قوت کے ساتھ ان کے عقل و شعور پر حاوی ہو سکے' کیونکہ اس کی عقل نے ابھی ترقی نہ کی تھی کہ معرفت اور تنکیر میں بلندیوں کو چھو سکے۔ اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ہر رسول کو خاص قوم کی طرف بھیجا جائے اور اس کا معجزہ بھی اس قسم سے ہو جس میں اس کی قوم کو فوقیت حاصل ہو لیکن وہ معجزہ ان کے مانوس معاملات سے ہٹ کر ہو' تاکہ اس معجزے کے سامنے عاجز ہو کر یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ایسا معجزہ آسمانی قوت کا کرشمہ ہے۔

جب انسانی عقل کی تکمیل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی رسالت محمدیہ کا اعلان کر دیا اور اس رسالت کے معجزے نے انسانی عقل کو اس کے انتہائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عروج کے دور میں عاجز کر کے رکھ دیا۔

چونکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو کونی نشانیوں کی تائید حاصل تھی جنہوں نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا اور ان کی مخالفت کرنے کی عقل کو ہمت نہ تھی۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ اور لاٹھی کا معجزہ' عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دینے اور مرے ہوئے کو زندہ کرنے کا معجزہ ملا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت معجزہ عطا کیا گیا تو وہ دور علمی میلان کا دور تھا' اس لئے انہیں عقلی معجزہ دیا گیا جس نے انسانی عقل کو نہ صرف مغلوب کر دیا بلکہ ہمیشہ کے لئے اسے چیلنج بھی دیا اور یہ معجزہ قرآن کریم کا معجزہ ہے جس میں بے شمار علوم اور معارف پائے جاتے ہیں' اس میں ماضی اور مستقبل کی خبریں جمع ہیں اور عقل انسانی اپنی انتہائی ترقی کے باوجود صرف اس وجہ سے اس کے مقابلے کی استطاعت نہیں رکھتی کہ یہ ایک کونی نشانی ہے۔ اس میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں بلکہ عقلِ انسانی ذاتی طور پر کوتاہ ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے سامنے عاجز ہے اور عاجزی میں یہ اعتراف موجود ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول پر وحی کیا گیا ہے اور عقلِ انسانی اپنی کجروی کو سیدھا رکھنے اور اپنی صلاحیتوں کی ترقی کے لئے قرآن کریم سے لازمی طور پر راہنمائی کی محتاج ہے' یہی وہ مفہوم ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے۔

ما من الانبیاء نبی الا اعطی ما مثله آمن علیه البشر وانما کان الذی او تیته وحیا أوحاه الله الی' فارجو ان اکون اکثرهم تابعا۔ (البخاری)

''ہر نبی کو ویسا ہی معجزہ دیا گیا جس قدر اس پر لوگ ایمان لائے اور مجھے جو (معجزہ) دیا گیا ہے وہ وحی ہے' اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے' تو مجھے امید ہے میرے پیروکار زیادہ ہوں گے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس اسلامی معجزے کو دائمی بنایا دیا ہے اور انسانیت طویل عرصہ گذرنے اور علمی ترقی کے باوجود اس کے مقابلے کی ہمت نہیں کر پائی۔

اعجاز قرآن کے قصے کو چھیڑنا خود ایک اعجاز ہے' بحث کرنے والا اس کے کسی ایک پہلو کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے سامنے بہت سارے پہلو ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں جن کے اعجاز کو گردشِ دوراں واضح کرتی ہے۔

شیخ الرافعی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ قرآن کریم اپنے اعجاز کی ترکیب اور ترکیب کے اعجاز میں کلام کی صورت میں اس دنیا کے نظام سے مشابہ ہے جسے اہل علم نے ہر پہلو سے سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور ہر جانب سے اس میں نقب لگائی۔ بحث وتفتیش سے اس کے ہر پہلو کو کھنگالا لیکن ان کی تمام کوششوں کے باوجود وہ آج بھی ایک نئے انداز سے ان کے سامنے نہ صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ ان کی دسترس سے بھی باہر ہے۔

اعجاز کی تعریف اور اس کا اثبات

الاعجاز: عجز ثابت کرنے کو کہتے ہیں اور عرف عام میں عجز کسی کام کو نہ کر سکنے کا نام ہے۔ عجز' قدرت کا متضاد ہے' جب اعجاز ثابت ہو جاتا ہے تو عاجز کرنے والے کی قدرت ظاہر ہو جاتی ہے اور اس بحث میں اعجاز سے مراد رسول اللہ ﷺ کا رسالت کے دعویٰ میں سچے ہونے کا اظہار ہے کیونکہ عربوں نے اس ابدی معجزے ''قرآن'' کی مخالفت سے عاجزی کا اظہار کر دیا تھا بلکہ ان کے بعد والے لوگ بھی عاجز ہی رہے۔

معجزۃ:

امر خارق للعادۃ مقرون بالتھدی سالم من المعارضۃ۔

وہ کام جو عادت کے تقاضوں کے برعکس ہو اور اس سے چیلنج کیا گیا ہو' لیکن کوئی بھی اس کی مخالفت کرنے کی تاب نہ لا سکے۔

قرآن کریم کو تین مراحل میں رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے سامنے بطور چیلنج پیش کیا۔

(ا) پورے قرآن کو عام اسلوب کے لحاظ سے بطور چیلنج عرب اور غیر عرب انسانوں اور جنوں پر پیش کیا تا کہ وہ سب مل کر ایک دوسرے کی پشت پناہی بھی کر سکیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ (الاسراء:۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ اگر تمام انسان اور جن اس جیسا قرآن لانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ نہ لا سکیں گے اگرچہ سب ایک دوسرے کے پشت پناہ بن جائیں۔''

(ب) پھر اس کی دس سورتیں لانے کا چیلنج دیا۔

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ۔ (هود: ۱۳-۱۴)

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں' کہ اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں ہی لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ (اپنی مدد کے لئے) جس کو چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو' اگر وہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ بے شک ''قرآن کریم'' کو اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔''

(ج) ایک سورۃ کا چیلنج جیسے اس آیت میں ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔ (یونس: ۳۸)

''یا وہ کہتے ہیں کہ یہ اس کی افترا پردازی ہے۔ آپ کہہ دیں تم اس جیسی ایک سورت ہی لے لاؤ۔''

پھر اس چیلنج کو دوبارہ دہرایا اور فرمایا:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ (البقرۃ: ۲۳)

''ہم نے اپنے بندے پر جو نازل فرمایا ہے اگر تمہیں اس میں کوئی شک ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔''

وہ شخص جسے عرب کی تاریخ اور ان کی لغت کے ادب سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے والے ان عوامل کا ادراک ہو جائے گا جس سے ان کی لغت میں رقت آئی اور ان کی زبان مہذب ہوگئی اور ادب وفخر کے بازاری لہجوں کی بہترین باتیں شعر و نثر میں ڈھل چکی تھیں۔ ادب وفصاحت کے تمام مراکز اور گفتگو کی تمام جولانیاں قریش کی لغت میں ضم ہو گئیں اور یہی وہ لغت ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سختی عرب کا خاصا تھا' وہ خود داری اور کبر کی وجہ سے اپنے چچا زاد بیٹوں پر حملہ کر دیا کرتے تھے وہ تاریخ میں ضرب المثل بن چکے تھے اور تاریخ نے ان کی طرف منسوب لڑائیوں کو بھی محفوظ کر رکھا ہے' ان میں بڑے بڑے معرکے اور تباہ کن جنگیں ہوئیں اور ان کے برپا ہونے کا سبب خود داری اور تکبر کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

ان جیسے لوگ جب کہ ان کے پاس لسانی اسباب اور قوتِ بیان کی فراوانی تھی اور قبائلی بہادری اور حمیت کی تیز آگ جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی اگر وہ قرآن کریم کے معارضہ کی ہمت کرتے تو یہ بات ضرور نقل کی جاتی بلکہ نسل در نسل پھیلتی۔ انہوں نے قرآن پاک کی آیات کو خوب پرکھا' ہر لحاظ سے الٹ پلٹ کر دیکھا' اس میں شعر و نثر کو دیکھا لیکن انہیں اپنی چھیڑ چھاڑ کے لئے کوئی راہ نہ ملی یا انہیں کوئی ایسا راستہ نہ ملا جس سے وہ قرآن کریم کا معارضہ کر پائیں' بلکہ (جب قرآن کریم کی آیات نے ان کے دل دہلا دیئے تو ان کی زبانوں پر وہ حق جاری ہو گیا جس کے سامنے وہ بادل نخواستہ گونگے بن چکے تھے۔

ولید بن مغیرہ سے منقول ہے کہ جب قریش کے سارے حیلے بہانے بے کار ہو گئے تو انہوں نے بالکل جھوٹی تہمتیں لگائیں' انہوں نے آپ کو سحر زدہ' مجنوں اور شاعر کہا' قرآن کریم کو پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا نام دیا اور آخر کار ان کی کوتاہ ہمتی اور تکبر نے انہیں لڑنے پر مجبور کر دیا جیسے ان کی نظر میں قاتل مایوسی اپنے پیروکاروں کو طویل اور لمبی عمر سے قریب المرگ وقت کی طرف دھکیل رہی ہو اور وہ موت کو گلے لگا رہے ہوں اور اس طرح بغیر کسی بحث مباحثے کے قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہو گیا۔

قرآن کریم کا سماع ایسی حجت تھی کہ جس کے سامنے کوئی چارہ باقی نہ رہے' جس طرح کہ اس آیت میں ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ' الاية۔ (التوبہ:٦)

''اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دو حتیٰ کہ وہ کلام اللہ کو سن لے۔''

قرآن کریم اعجاز کے ایسے پہلوؤں پر مشتمل ہے کہ اسے سابقہ تمام کونی معجزات پر فوقیت حاصل ہے' وہ ان سب سے بے نیاز کرتا ہے' جیسے اس آیت میں ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۔

(العنکبوت:۵۰-۵۱)

''انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے آیات کیوں نہیں نازل کی گئیں، آپ ان سے کہہ دیں کہ بے شک آیات تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں میں تو صرف واضح تنبیہ کرنے والا ہوں۔ کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے۔''

اہل عرب کا بہت سارے اسباب کی موجودگی میں قرآن کریم کے معارضہ سے عاجز رہنا دراصل عربی زبان کا اپنی بھرپور ترقی کے دنوں میں عاجز ہونا ہے۔ صدیاں بیت جانے کے باوجود تمام امتوں کے لئے قرآن کریم کا اعجاز باقی ہے اور وہ اپنے چیلنج کے موقف پر اپنی برتری کے ساتھ قائم ہے۔ کائنات کے وہ اسرار جن کو آج کا جدید علم منکشف کر رہا ہے یہ وہی بلند وبالا حقائق کے مظاہر ہیں جن میں اس کائنات کے خالق اور مدبر کے اسرار پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس امر کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے یا اس کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم تمام انسانیت کے لئے معجزہ بن گیا ہے۔

اعجاز القرآن کے پہلو

اسلام میں علم الکلام کی نشوونما سے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں، اس بارے میں سب سے درست بات یہ کہی گئی ہے کہ اس علم میں بات سے بات نکلتی ہے، (یا پھر بال کی کھال اتارنے والی ضرب المثل صادق آتی ہے) لیکن اس علم سے غور وفکر کی جو تھوڑی بہت رمق پیدا ہوتی ہے وہ پیروکار کو جاہلانہ باتوں کی طرف کھینچتی ہے۔

علماء الکلام کی بدبختی خلق قرآن کے قول سے شروع ہوئی پھر اعجاز القرآن کے بارے میں ان کی رائے اختلاف کا شکار ہوگئی۔

(۱) ابو اسحٰق ابراہیم النظام اور اس کے شیعہ پیروکار مرتضیٰ نے یہ موقف اختیار کیا کہ اعجاز قرآن ''صرفہ'' کی بدولت ہے اور نظام کی نظر میں ''صرفہ'' کے معانی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عرب اقوام کو قرآن کریم کے معارضہ سے باز رکھا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرفہ خارق عادت تھا۔

مرتضٰی کی نظر میں ''صرفہ'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں سے ان علوم کو سلب کر لیا جن کی قرآن کی نقل لانے کے لئے معارضہ میں ضرورت تھی۔ یہ ایسی بات ہے جو کہنے والوں کی عاجزی کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ جس آدمی سے کسی چیز کے معارضہ کی قدرت سلب کر لی گئی ہو۔ تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اس چیز نے اس کو معارضے سے عاجز کر دیا ہے کیونکہ اسے کسی وقت بھی اس جیسی چیز لانے کی قدرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے تو معجز اللہ تعالیٰ کی قدرت ہوئی نہ کہ قرآن کریم اور ہمارا مقصد تو اعجاز قرآن سے ہے جو ہر زمانے میں موجود رہے گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعجاز سے۔

قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر معارضہ ممکن ہوتا اور صرفہ نے انہیں منع کر رکھا ہوتا تو پھر کلام تو معجز نہ ہوئی بلکہ معجز تو ان کا باز رہنا ہو جائے گا۔ اس لحاظ سے اس کلام کو کلام ہونے کی حیثیت سے دوسری کلام پر کوئی فضیلت نہ حاصل ہوئی اس لئے ''صرفہ'' کہنے والے کا قول باطل ہو جاتا ہے۔

''صرفہ'' ایک فاسد قول ہے اور قرآن کریم خود اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان پیش کرتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝ (الاسراء:۸۸)

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں اگر جن وانس تمام اس جیسا قرآن لانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں (تو) وہ ایک دوسرے کی پشت پناہی کرنے کے باوجود بھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔''

اس آیت مبارکہ سے ان کی ایسی عاجزی ظاہر ہوتی ہے جس میں ان کی قدرت کو سلب نہیں کیا گیا بلکہ وہ باقی ہوتی ہے کیونکہ اگر قدرت سلب کر لی گئی ہو تو ان کے اجتماع کا کیا فائدہ بلکہ ان کا اجتماع تو مرے ہوئے لوگوں کے اجتماع کے قائم مقام ہوتا اور مرے ہوئے لوگوں کی عاجزی کوئی بڑی بات نہیں جس کو بھرپور طریقہ سے ذکر کیا جائے۔

(ب) ایک قوم کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز بلاغت کی وجہ سے ہے جس کا مرتبہ اتنا بلند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی یہ نکتہ نظر عربی زبان والوں کا ہے جو محکم بناوٹ اور دلکش بیان میں زندہ معانی کی شکل وصورت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔

(ج) بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا اعجاز اس لحاظ سے ہے کہ اس میں فواصل اور مقاطع کے لحاظ سے بدیع غریب پائے جاتے ہیں جو عرب کلام میں مفقود ہیں۔

(د) بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کا پہلو یہ ہے کہ اس میں مستقبل سے متعلقہ غیب کی خبریں پائی جاتی ہیں' جن پر مطلع ہونا وحی کے بغیر ممکن نہیں یا پھر مخلوق کے ابتدائی ایام اور گزرے ہوئے دنوں کی خبروں پر مشتمل ہے جن کا بیان کسی ایسے امی سے ممکن نہیں' جو اہل کتاب سے بھی نہ ملا ہو' جیسے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ (القمر: ۴۵)

''جماعتوں کو ہزیمت ہوگی اور دم دبا کر بھاگیں گے۔''

نیز جس طرح ان آیات میں بتایا گیا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ۔ (الفتح: ۲۷)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی خواب کو حق کے ساتھ سچ بنا دیا۔''

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔ (النور: ۵۵)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں خلافت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔''

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔

''رومی مغلوب ہوگئے ہیں قریبی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب آئیں گے۔''

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔ (ھود: ۴۹)

''یہ غیب کی خبریں ہیں' ہم نے انہیں آپ پر وحی کیا ہے' نہ تو آپ کو اور نہ ہی آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی قوم کو اس سے پہلے ان خبروں کا علم تھا اور اسی طرح سابقہ امتوں کے باقی قصے۔''

اس قول کو بھی رد کیا گیا ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ وہ آیات ہیں کہ جن میں مستقبل سے متعلق غیب کی خبریں نہیں یا ماضی کی خبریں نہیں ان میں اعجاز نہیں ہے' لہٰذا ایسا کہنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر سورت کو معجزہ بنایا ہے۔

(ح) ایک جماعت نے کہا ہے کہ قرآن کریم کا معجزہ ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اس میں مختلف علوم اور بلیغ حکمتیں پائی جاتی ہیں' لیکن قرآن کریم کے اعجاز کے مختلف پہلو ہیں۔ بعض نے انہیں دس قرار دیا ہے اور بعض نے اس سے زیادہ کہا ہے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کے معجزہ ہونے کے جتنے بھی مفہوم ہو سکتے ہیں قرآن ان تمام مفاہیم کے لحاظ سے معجزہ ہے۔

قرآن کریم کا اپنے الفاظ اور اسلوب میں معجزہ ہونا۔ ہر ایک حرف جو کہ اپنی جگہ موجود ہے اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف کلمہ کو جوڑنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ ہر کلمہ کو اپنی جگہ اعجاز حاصل ہے کہ جملہ کی ترکیب میں کوئی دوسرا اس کی جگہ مناسب نظر نہیں آتا اور یہ جملہ آیت کے ملانے میں معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم اپنے بیان اور ترتیب میں معجزہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا اس میں کائنات' زندگی اور انسان کی زندہ تصویر محسوس کرتا ہے۔

قرآن کریم اپنے معانی کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے کیونکہ اس نے انسان کی حقیقت اور کائنات میں اس کی ذمہ داریوں کو واضح فرمایا ہے۔

قرآن کریم اپنے علوم و معارف کی بنا پر معجزہ ہے۔ کیونکہ جدید علوم اس کے بہت سارے پوشیدہ حقائق کو ثابت کر رہے ہیں۔

قرآن کریم قانون سازی اور انسانی حقوق کی حفاظت کرنے کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ اس لئے کہ اس سے مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے جس سے دنیا ایک سعادت گاہ بن جاتی ہے۔

قرآن کریم اولاً و آخراً' ایسی کتاب ہے کہ جس نے عرب کے چرواہوں کو قوموں کا سردار اور امتوں کا قائد بنا دیا اور اکیلی یہی بات بھی اس کا اعجاز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطابی لکھتے ہیں کہ ان امور سے یہ بات خارج ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم اس لئے معجزہ ہے کیونکہ اس میں فصیح ترین الفاظ کا استعمال ہوا ہے' تالیف کے لحاظ سے بہت ہی اچھی ترتیب ہے' معانی میں کمال درجے کی صحت پائی جاتی ہے' جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کی پاکیزگی سے ہے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا داعی ہے۔

حلال وحرام' حظر واباحت' وعظ وتقویم میں اس کی عبادت کے طریق کار کو بیان کرتا ہے' بہترین اخلاق کی طرف راہنمائی کرتا ہے' برے اخلاق سے روکتا ہے' ہر معاملے کو ایسی جگہ پر رکھا ہے جس سے بہتر اس کی جگہ نہیں ہو سکتی' عقل میں اس سے زیادہ مناسب معاملہ آ ہی نہیں سکتا' گذرے ہوئے دنوں کی خبریں اس میں جمع کر دی گئی ہیں' نافرمان اور ضدی قوموں پر نازل ہونے والی عبرت ناک سزائیں بھی بیان کر دی ہیں' مستقبل میں پیش آنے والے حالات کی زمانۂ ماضی میں خبر دے دی ہے' حجت اور جس کے لئے حجت اختیار کی گئی ہے دلیل اور جس کے لئے دلیل بیان کی گئی ہے' تمام کو جمع کر دیا ہے تاکہ قرآن کریم جس کی دعوت دیتا ہے اس کی مزید تائید ہو سکے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے جو کچھ واجب کیا اور جو کچھ منع کیا ان چیزوں کی خبریں ہیں۔ واضح رہے کہ ان تمام امور کو بیان کرنا' پھر ان مختلف چیزوں کو بڑی تنظیم اور ترتیب سے جمع کرنا' یہ ایسا معاملہ ہے کہ انسانی قوت اس سے عاجز ہے ان میں اتنی قدرت ہی نہیں' مخلوق تو اس سے پہلے ہی الگ تھلگ ہو گئی اور وہ اس جیسا قرآن کریم لا کر اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گئی۔

قرآن کریم کی معجزانہ مقدار

(ا) معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کا تعلق مکمل قرآن کریم سے ہے بعض حصے سے نہیں یا پھر ہر سورت مستقل طور پر معجزہ ہے۔

(ب) بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم تھوڑا ہو یا زیادہ وہ معجزہ ہے' اس میں مکمل سورت ہونے کی کوئی قید نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ۔ (الطور: ۳۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس جیسی حدیث لاؤ۔"

(ج) بعض یہ کہتے ہیں کہ اعجاز کا تعلق مکمل سورت سے ہے' چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو' وہ کلام اللہ تعالیٰ کی ایک آیت یا زیادہ آیات کے برابر ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل قرآن کے ساتھ چیلنج کیا ہے۔

جیسے یہ آیت ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ پھر دس سورتوں کا چیلنج دیا ہے۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

ہمارے خیال کے مطابق اعجاز کسی معین مقدار میں نہیں کیونکہ ہمیں تو اس کے حروف کی آوازوں اور کلمات کی ترتیب میں بھی اعجاز محسوس ہوتا ہے' جس طرح آیت اور سورت میں معلوم ہوتا ہے اور یہی کافی ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

اعجاز کا کوئی بھی پہلو ہو یا کوئی مقدار معجز ہو' انصاف پسند محقق جو کہ حق کا متلاشی ہے وہ قران کریم کو جس پہلو سے بھی دیکھے گا وہ اسے پسند آئے گا' وہ اس کے اسلوب کا پہلو ہو یا اس کے علوم کا' یا پھر اس کے اثر کا پہلو جو اس نے دنیا پر چھوڑا ہے اور تاریخ کے چہرے کو بدل کر رکھ دیا ہے یا ان تمام پہلوؤں کے لحاظ سے ہو تو اس کو اعجاز بالکل واضح نظر آئے گا۔

ہمارے لئے اتنا مناسب ہے کہ تین وجوہ کے لحاظ سے قرآنی اعجاز کو بیان کریں۔ لغوی اعجاز' علمی اعجاز اور تشریعی اعجاز۔

لغوی اعجاز

جب سے عربی زبان وجود میں آئی ہے' اہل زبان نے اس کے فنون میں خوب مہارت حاصل کی ہے' حتیٰ کہ یہ زبان خوب برگ و بار لائی اور عروج تک پہنچی۔ اپنے عروج کے دنوں میں بھی سربلند اور بار آور ثابت ہوئی۔ اہل زبان نے اس کے اشعار' نثر' حکمتوں اور امثال کو ازبر کرلیا' بیان کے مسحور کن اسلوب ان کے مطیع بن گئے ان کا تعلق حقیقت سے ہو یا مجاز سے مختصر ہو یا طویل' حدیث ہو یا مقال۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اتنی بلندی کے باوجود قرآنی لغت کے لغوی اعجاز کے سامنے بہت ہی کمتر نظر آتی ہے' اس کے اسلوب کی عظمت اور خوف کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ عربی تاریخ نے تاریخ کے دور میں یہ بھی دیکھا کہ لغت کو چار چاند لگنے کے باوجود اس لغت کے سرخیل اور استاد قرآنی بیان کی رفعت کا اعتراف اور اس کے اسرار کا ادراک کرتے ہوئے جھک جاتے ہیں۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے لئے ایسا رویہ اپنایا جاتا ہے' ایسی آیات کا علم اور ان کے اسرار کی واقفیت سے ان کی عظمت کا مزید یقین ہو جاتا ہے اور اپنی عاجزی کے بارے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزوں میں یہ خوبی کہاں' اللہ تعالیٰ کی آیات کے علم کی فضیلت سے مزید قوت حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے بہت سارے راستے کھل جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فرعون کے جادوگر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر سب سے پہلے ایمان لائے۔

وہ لوگ جن پر غرور سوار ہوتا ہے اور خود پسندی میں مبتلا ہوتے ہیں' وہ قرآن کریم کے اسلوب پر زبان درازی کرتے ہیں۔ فضول باتیں کرتے ہیں جو کہ نہایت کمزور اور بے فائدہ ہونے کے علاوہ بے کار مونہہ کو چوڑا کرنے کے مشابہ ہے' وہ دم دبا کر ناکام بھاگ اٹھتے ہیں جیسے دجال اور مغرور قسم کے نبوت کے جھوٹے دعوے دار یا ان سے ملتے جلتے لوگ ہوں۔

تاریخ نے عربی لغت کے شہسوار دیکھے ہیں' جنہوں نے اس زبان کے بڑے بڑے معرکے جیتے اور اس میدان ہمیشہ سبقت حاصل کی' ان میں سے جب کسی کے دل میں بھی قرآن کریم کا معارضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا تو ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔ بلکہ تاریخ نے لغت کی اس عاجزی کو اس کے سنہری دور میں محفوظ کر رکھا ہے جب قرآن کریم نازل ہوا تو عربی زبان پوری قوت حاصل کر چکی تھی۔ عربی محافل اور بازاروں میں اس زبان کے کمال اور تہذیب کے ہر قسم عناصر وافر موجود تھے اور قرآن اس لغت کے ماہرین کے سامنے مختلف طریقوں سے چیلنج بن کر سامنے آیا۔ کبھی دس سورتیں لانے کا چیلنج دیا' پھر آیت سورت یا پھر اس جیسی حدیث لے آئیں' ان میں سے کسی کو بھی سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی' حالانکہ ان میں بڑے خود دار اور متکبر بھی موجود تھے' اگر انہیں قرآن کریم کے کسی بھی حصے سے ٹکرانے کی ہمت ہوتی یا انہیں قرآن کریم میں کوئی کمی نظر آتی تو وہ اس چیلنج کے لئے ہر قسم کی دشواری سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزر جاتے۔ اگر ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں اور قلم ٹوٹ جاتے تو تلواریں لہرا اٹھتے۔

عرب اہل زبان پر صدیاں بیت گئیں اور قران کریم کا لغوی اعجاز ایک سر بلند ٹیلے کی طرح قائم ہے ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئی ہیں' انہیں اس کے قریب پھٹکنے کے بارے میں بھی سوچ نہیں آئی' چہ جائیکہ اس کا مقابلہ کرنے کی ٹھانیں' کیونکہ اس نہایت کٹھن مقصد میں طمع نہ ہونے کے برابر ہے لیکن عجز بے حد شدید ہے اور قیامت تک یہ معاملہ یوں ہی رہے گا۔

اگر قرآن کریم کا معارضہ ممکن ہوتا تو کوئی بھی اس کی ضرورت نہ ہونے کا دعویٰ کرتا' کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ قوم کے پاس قرآن پاک کا معارضہ کرنے کے لئے تمام ضروری اسباب وافر طور پر موجود تھے' انہوں نے رسالت اور رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا' قران کریم نے ان کی حمیت کم عقلی کو ابھارا اور انہیں واضح طور پر چیلنج دیا جس سے بزدل لوگ اور بھی غضبناک ہوگئے اور تھر تھر کانپنے لگے' حالانکہ ان میں خودداری اور عزت نفس پائی جاتی تھی' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختلف حربے استعمال کئے' دعوت سے روکنے کے لئے مال اور سرداری کی پیش کش' آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بھوکا پیاسا مارنے کے لئے انہوں نے قطع تعلق کر لیا' جادو اور پاگل پن کی تہمت لگائی' آپ کو قید کرنے' قتل کرنے یا مکہ بدر کرنے کے لئے زبردستی کرنا چاہی' لیکن انہیں خاموشی کے لئے ایک ہی راستہ بتایا گیا کہ وہ ایسی کلام پیش کریں' جیسی کلام رسول اللہ ﷺ نے پیش کی ہے' اگر ان کے بس کا روگ ہوتا تو یہ کام ان کے بہت ہی قریب تھا' لیکن انہوں نے اس کے علاوہ تمام حربے آزمائے جو اس کٹھن راستے پر چلنے کی نسبت انہیں بتایا گیا تھا' قتل کرنا' قیدی بنانا' فقیری اور ذلت یہ سب کچھ ان کے لئے بہت آسان تھا۔ تو اگر یہ عجز نہیں تو پھر عجز اور کیا ہوگا؟

عرب قرآن کریم کا معارضہ کرنے سے عاجز آگئے حالانکہ وہ ان کے طرز کلام سے باہر نہ تھا۔ نہ لفظوں میں نہ حروف میں' نہ ترکیب میں اور نہ ہی اسلوب میں' لیکن حروف کا ملانا خوشنما عبارت' شیریں اسلوب آیات کی تنبیہ بیان میں ہر قسم کی صورت حال کی رعایت' اسمیہ اور فعلیہ جملے' نفی اور اثبات' ذکر وحذف' معرفہ ونکرہ کا استعمال' تقدیم وتاخیر حقیقت ومجاز' طول واختصار' عام وخاص کی رعایت' مطلق اور مقید نص اور مفہوم سے مقصد کو واضح کرنا اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح اور بھی بہت سارے امور ہیں کہ جن میں قرآن کریم کو وہ عظمت و رفعت حاصل ہے کہ انسانی لغوی طاقتیں اس کے سامنے بالکل عاجز ہیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو قرآن کریم سنایا' جس سے وہ نرم پڑ گیا اور ابوجہل کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ ولید بن مغیرہ کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا۔ اے چچا' قوم مال جمع کر کے آپ کو دینا چاہتی ہے' آپ محمد (ﷺ) کے پاس گئے تھے تاکہ آپ اس کا معارضہ کریں تو ولید نے جواب دیا' قریش کو معلوم ہے کہ میرے پاس ان سب سے زیادہ مال ہے' تو ابوجہل نے کہا آپ پیغام دیں کہ آپ انکار کرتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں' ولید نے کہا' میں کیا کہوں' اللہ کی قسم! تم میں کوئی ایسا آدمی نہیں جسے شعر اور رجز قصیدے اور جنوں کے اشعار کا مجھ سے زیادہ علم ہو؟ اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں ان امور میں سے کسی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اللہ کی قسم! جو کچھ وہ فرماتے ہیں۔ وہ بہت شیریں' خوشنما ہے' اس کا اوپر والا حصہ بارآور ہے' نچلے حصے سے بھی خوب بارش برستی ہے' وہ بہت مفید ہے' اس سے بلندی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور جو کچھ اس سے نیچے (کمتر) ہے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ابوجہل نے کہا' اللہ کی قسم! قوم اس طرح راضی نہیں ہوگی حتیٰ کہ آپ اس کے بارے میں کوئی (ناپسندیدہ) بات کہیں' ولید نے کہا' مجھے سوچنے کا موقع دو۔ چنانچہ کافی سوچ بچار کے بعد بولا' (هٰذَا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ) یہ جادو ہے' وہ کسی سے اس کو نقل کرتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ (المدثر: ۱۱) ''مجھے اور میری مخلوق کو تنہا چھوڑ دو۔''

اس کی بدیع صوتی ترتیب میں اس کے حروف تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں' جب اس کی حرکات و سکنات' مد اور غنے' فاصلے اور مقطع سنائی دیتے ہیں تو گراں نہیں گذرتے' بلکہ مزید کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

اس کے الفاظ اپنی اپنی جگہ پر اپنے معانی کا پورا حق ادا کرتے ہیں' کسی لفظ کو بھی زائد نہیں کہا جائے گا' نہ ہی کسی محقق کو ایسی جگہ نظر آتی ہے کہ جہاں کسی نقص کی وجہ سے کسی لفظ کو ثابت کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں خطاب کی وہ تمام اقسام موجود ہیں جو ہر قسم کے لوگوں کی عقل اور فہم سے مطابقت رکھتی ہیں' اس سے عام و خاص میں سے ہر انسان اپنی عقل کے معیار اور ضرورت کے مطابق اپنا نصیب حاصل کرتا ہے' جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر: ۱۷)

"بے شک ہم نے قرآن کریم کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔"

اس میں عقل و شعور کی قناعت اور سرشاری کا سارا سامان موجود ہے جس سے انسان کی فکری اور وجدانی ضرورت نہایت مناسب انداز سے پوری ہوتی ہے اور فکر وجدان اور وجدان فکر سے بے لگام نہیں ہوتا۔

اس لحاظ سے جہاں کہیں بھی نظر دوڑائی جائے تو قرآن کریم چیلنج اور اعجاز کی حجت بنا سامنے نظر آتا ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں کہ وہ امور جو اس کی بدیع ترتیب میں اعجاز کے اسلوب بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض اسباب کا تعلق جملے سے ہے' کیونکہ قرآنی ترتیب اپنے اسباب کی تبدیلی اور اپنی طرز میں اختلاف کے باوجود ان کے کلام کی ساری معروف ترتیب سے بالکل الگ تھلگ ہے اور ان کے خطاب کی عمومی ترتیب سے بھی مختلف ہے۔

قرآن کریم کے اپنے اسلوب ہیں جن کی بنا پر اسے ایک خصوصیت حاصل ہے' وہ اپنے تصرفات میں عام کلام سے بالکل ممتاز ہے کیونکہ وہ طرق جن کی مظلوم بدیع کلام میں قید (شرط) لگائی جاتی ہے' ان کی تقسیم عروضِ شعر کے لحاظ سے مختلف انواع پر ہوتی ہے' پھر موزوں غیر مسجع کے لحاظ سے' پھر اس کلام کے لحاظ سے جسے پیغام رسانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کلام کا صحیح ہونا' مفید ہونا' پیش آمدہ معانی کو بہترین انداز اور عمدہ ترتیب میں پیش کرنا اگرچہ اس کے وزن میں اعتدال نہ ہو' ان امور میں ایسی کلام کی شبیہ موجود ہے جس میں تصنع سے کام نہ لیا گیا ہو۔ اور ہمیں یہ علم ہے کہ قرآن کریم ان تمام وجوہ سے الگ تھلگ اور ان سے بالکل مختلف ہے۔ قرآن نہ تو مسجع کلام ہے' نہ شعر ہے اور نہ ہی ان سے اس کا کوئی تعلق ہے اور ان کے کلام کی تمام اصناف اور خطاب کے تمام اسلوب سے قرآن کریم کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خارج ہونا بالکل واضح ہے' کیونکہ وہ عام عادت سے خارج ہے' اس نے سب کو عاجز کر دیا ہے' یہ خصوصیت پورے قرآن کریم میں پائی جاتی ہے اور یہ امتیاز پورے قرآن کو حاصل ہے اور عربوں کے ہاں بھی ایسا کوئی کلام کہ جس میں اس قسم کی فصاحت' غرابت' بدیع تصرف' لطیف معانی' بیش بہا فائدے' بہت ساری حکمتیں' مناسب بلاغت اور اتنا لمبا چوڑا کلام ہونے کے باوجود اعلیٰ درجے کی مکمل طور پر متشابہت پائی جاتی ہو' نہیں پایا جاتا۔

بلکہ ان کی حکمتوں میں چند گنے چنے کلمات پائے جاتے ہیں اور بہت ہی تھوڑے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے شعراء کی طرف چند محدود قصیدے منسوب ہیں جن میں نہ صرف خلل اور اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ وہ تکلف اور تعسف سے بھرپور ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس قرآن کریم ایک ضخیم کتاب ہونے کے باوجود فصاحت میں نہایت متناسب ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الزمر: ۲۳)

''اللہ تعالیٰ نے سب سے بہترین حدیث کتابی شکل میں نازل فرمائی جس کے کلمات آپس میں مشابہت رکھتے ہیں' وہ بار بار دہرائی جاتی ہے اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں (تو) اس کتاب سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' پھر ان کے دل اور جسم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے نرم پڑ جاتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (النساء: ۸۲)

''اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہوتی تو انہیں اس میں بہت زیادہ اختلاف ملتا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ کسی انسان کا کلام تھوڑا سا لمبا ہو جائے تو اس میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے اور خلل پیدا ہوتا ہے' جبکہ قرآنی ترتیب بہت ہی عجیب ہے اور اس کی تالیف بہت ہی عمدہ ہے' اس میں کسی قسم کا تفاوت اور اختلاف نہیں پایا جاتا حالانکہ اس میں تصرف کی تمام اقسام کو استعمال کیا گیا ہے' اس میں قصے' مواعظ' احتجاج' حکم' احکام' اعذار'

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انداز' وعدے' وعیدیں' خوشخبری' خوف' عمدہ اخلاق اور عادات نیز سابقہ امتوں کے احوال سب کچھ پایا جاتا ہے' بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری اقسام ہیں جن پر قرآن کی ترتیب مشتمل ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مکمل بلیغ کلام' عجیب وغریب شاعر اور گھن گرج کر بولنے والا خطیب حضرات ان مختلف امور کے لحاظ سے مختلف انداز اختیار کرتے ہیں۔

بعض شاعر مدح اچھی کرتے ہیں ہجو پر ان کو دسترس نہیں ہوتی' بعض ہجو میں ماہر ہوتے ہیں مدح سے ان کو واسطہ نہیں ہوتا' بعض کو تفریط میں کو مہارت ہوتی ہے تأبین میں نہیں' بعض اونٹ اور گھوڑے کے اوصاف خوب بیان کرتے ہیں۔

بعض کے ہاں رات کا سفر' یا لڑائی کی ہولنا کی یا باغات کے نظارے یا شراب کی مستیاں یا غزلِ خوباں یا ان کے علاوہ شعر کی دوسری اقسام سے متعلق اشعار یا کلام مل جاتا ہے۔ اس لئے امرئی القیس' جب وہ سوار ہو' نابغہ' جب اس پر خوف طاری ہو اور زہیر' جب اسے کچھ مطلوب ہو (تو ان کو) ضرب المثل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے' یعنی ان حالات میں ان کی شعری حس عروج پر ہوتی ہے اسی طرح خطبات خطوط اور کلام کی دوسری جنسوں میں بھی خوب اختلاف پایا جاتا ہے۔

جب کہ اگر قرآن کریم میں ہم غور وفکر کریں تو کلام کی وہ اقسام جن کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے' اس کے حسن ترتیب میں تمام اپنی اپنی جگہ ایک ہی حالت میں نظر آتی ہیں یہ کتاب اپنی خوبیوں اور تالیف کے لحاظ سے بالکل انوکھی کتاب ہے' اس میں کوئی فرق نظر نہیں آتا اور نہ ہی کسی جگہ کلام اپنی رفعتوں سے ایسی پستی میں جا گرا ہے کہ جس سے یہ بات ہم پر واضح ہو سکے کہ اس جیسا کلام بنانا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمی اعجاز

اکثر لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ قرآن کریم میں ہر علمی نظریہ موجود ہے' اس لئے جب کبھی کوئی نیا نظریہ ظاہر ہوتا ہے تو اسے کسی آیت پر محمول کرتے ہوئے اس آیت کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو اس نظریہ سے مطابقت رکھتی ہو حالانکہ یہ سب کچھ درست نہیں۔

غلطی پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ ترقی کی پیروی کرتے ہوئے علمی نظریات میں تجدید ہوتی رہتی ہے اور وہ ہمیشہ سے نقص میں مبتلا ہیں' کبھی کسی نظریہ کو اس کی دقیق کلام پناہ دیتی ہے اور کبھی غلطی اسے محفوظ کر دیتی ہے یہی سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ وہ نظریہ درستگی کے قریب پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ یقین کے درجہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور ہر وہ نظریہ جو غیر یقینی صورت اور اندازے سے شروع ہوتا ہے' تو اسے تجربات کی بھٹی سے گذرنا پڑتا ہے' یہاں تک کہ اس پر یقین آ جائے یا پھر اس کا کھوٹا پن اور غلط ہونا ظاہر ہو جائے' اس میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔

بہت سارے علمی ضوابط و قواعد ایسے ہیں کہ جن کے متعلق لوگوں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ اب انہیں مسلمات کا درجہ حاصل ہو گیا ہے' لیکن اس کے باوجود وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے اور محققین نے نئے سرے سے انہیں تجربات کی آماج گاہ بنایا۔

وہ لوگ جو قرآن کریم کی تفسیر علمی مسائل کے مطابق کرتے ہیں' ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ قرآن کریم سے جس مسئلہ کا وہ استخراج کریں اسے علمی افق پر نمایاں ہونا چاہیے' ان کا یہ رویہ قرآن کریم کے ساتھ غیر مناسب ہے حالانکہ وہ ایسا کرنا بہت اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ وہ مسائل جو ترقی کے طریق کار کا سامنا کرتے ہیں ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے' بلکہ بعض دفعہ ان کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی ہے اور انہیں باطل قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس لئے جب ہم ان مسائل کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کریں گے اور جب ان مسائل میں تبدیلی واقع ہو گی تو پھر تفسیر میں بھی تبدیلی کرنا پڑے گی جس سے بہت سارے تضادات واقع ہوں گے' مسلسل جدید انکشافات ان باتوں کے برعکس ہوں گے یا انہیں یقین کا درجہ حاصل ہو گا جو سابقہ اندازوں کو ختم کر کے رکھ دیں گے۔

قرآن کریم تو ہدایت اور عقیدہ کی کتاب ہے' وہ ضمیر کو مخاطب کرتی ہے اور اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نشو ونما اور ارتقائی عوامل پیدا کرتا ہے ضمیر اور بہتری کے اسباب کو ابھارتا ہے۔

اس کا علمی اعجاز اس وجہ سے نہیں کہ اس میں ایسے علمی نظریات پائے جاتے ہیں جو جدت اور تبدیلی کا شکار رہتے ہیں نیز وہ انسانی غور وفکر کی کوشش کا نتیجہ ہوتے ہیں' جبکہ قرآن جس غور وفکر کی دعوت دیتا ہے وہ کائنات میں تدبر کرنے سے متعلق ہے اور اس غور وفکر میں انسانی عقل کی حرکت ناکام نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ انسانی عقل اور ممکنہ علمی اضافے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ سابقہ ادیان کی کتب میں سے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ جو علمی اضافے کے بارے میں قرآن کریم جیسی ضمانت مہیا کر سکے۔ علمی مسائل میں سے کوئی مسئلہ ہو یا علمی قواعد میں سے کوئی قاعدہ ہو' جب اس کی تحقیق کر لی جاتی ہے یا وہ یقینی صورت اختیار کر لیتا ہے تو وہ اس فکر سلیم کو ثابت کرتا ہے جس کی قرآن کریم ترغیب دیتا ہے اور کسی حال میں بھی اس کے معارض نہیں ہوتا۔ علوم اگرچہ بہت ترقی کر چکے ہیں اور ان کے مسائل بھی بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں' لیکن ان سے ثابت ہونے والی کوئی چیز بھی قرآنی آیات کے معارض نہیں ہوتی جو کہ قرآن کریم کا یہ بھی ایک بہت بڑا اعجاز ہے۔

قرآن کریم کائنات میں غور وفکر کے لئے درست سمت کی طرف راہنمائی کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے وسائل میں سے سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

قرآن کریم مسلمان کو زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کی رغبت پیدا کرتا ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (العمران: ۱۹۰-۱۹۱)

"بے شک زمین وآسمان کے پیدا کرنے اور دن رات کے اختلاف میں عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو قیام کی حالت میں' بیٹھ کر اور اپنے پہلو کے بل (لیٹ کر) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور زمین وآسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں' (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا (اے رب) تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم انسان کو خود اپنی ذات میں، زمین میں جس کو وہ آباد کرتا ہے اور اس ماحول میں جو اس کے اردگرد موجود ہے ان میں غور وفکر کرنے کی رغبت دیتا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (الروم:٨)

"کیا انہوں نے اپنے بارے میں غور وفکر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو حق اور مدت مقررہ کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔"

ایک اور مقام پر اس طرح ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ٥ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ٥

(الذاریات:٢٠-٢١)

"یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں۔ اور تمہارے اندر بھی، کیا تم نہیں دیکھتے۔"

ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ میں غور وفکر کی دعوت ہے۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ٥ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ٥ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ٥ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ٥ (الغاشیہ:١٧-٢٠)

"کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے اسے کیسے پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف نہیں نگاہ اٹھاتے اسے کیسے بلند کیا گیا ہے پہاڑوں کی طرف نظر نہیں دوڑاتے انہیں کیسے نصب کیا گیا ہے اور زمین کو نہیں دیکھتے اسے کیسے بچھایا گیا ہے۔"

ان آیات میں علمی احساس کو غور وفکر اور فہم وشعور پر اکسایا گیا ہے۔

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ٥ (البقرۃ:٢١٩)

"اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے نشانیاں واضح کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔"

غور وفکر کی دعوت اس انداز میں بھی۔

تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥

"ان امثلہ کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں شاید وہ غور وفکر کریں۔"

غور وفکر کی دعوت کا یہ بھی ایک انداز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ٥ (یونس: ۲۴)

"ہم اسی طرح غور وفکر کرنے والی قوم کیلئے آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔"

غور وفکر اس لئے کہ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ٥ (الرعد: ۳)

"بے شک اس میں غور وفکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔"

غور وفکر کا فائدہ کون اٹھاتا ہے۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ٥ (الاعراف: ۳۲)

"ہم اس طرح اس قوم کیلئے آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، جسے علم ہوتا ہے۔"

غور وفکر ہی اصل مقصد ہے۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ٥ (الانعام: ۹۷)

"بیشک ہم اس قوم کیلئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتے ہیں جسے علم ہوتا ہے۔"

قرآن کریم علم کی فضیلت کی بنا پر مسلمان کا مرتبہ بلند ظاہر کرتا ہے۔

جیسے يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (المجادلة: ۱۱)

"اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان لانے والوں اور ان لوگوں کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجات بلند فرماتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ عالم اور جاہل کو برابر نہیں رکھتا، جیسا کہ فرمان ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (الزمر: ۹)

"آپ کہہ دیں کہ وہ لوگ جنہیں علم ہوتا ہے اور جنہیں علم نہیں ہوتا کیا برابر ہیں؟"

اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رب سے علم کی طلب کرے۔

رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (طٰهٰ: ۱۱۴)

"میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فلک، نباتات، زمینی طبقات اور حیوانات سے متفقہ علوم کو جمع کر دیا ہے اور ان تمام علوم کو اپنی ذات سے خشیت پیدا کرنے کا سبب بنایا ہے، جیسے یہ آیت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۲۷-۲۸)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور پھر ہم نے اس پانی سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے اور پہاڑوں میں سے' بعض بہت ہی سفید اور بہت سرخ۔ مختلف رنگوں والے' سیاہ کالے اور لوگوں میں' جانوروں اور چوپایوں میں' اس کے رنگ مختلف ہیں' اسی طرح بیشک اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔"

اسی طرح قرآن کریم کا عملی اعجاز اس بات میں ہے کہ وہ مسلمانوں کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور ان کے لئے معرفت کے دروازے کھولتا ہے' پھر انہیں دروازہ میں داخلے کی اور آگے بڑھنے کی دعوت دیتا ہے اور ہر نئے محکم علم کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

ان مناسب باتوں کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں علمی اشارات بھی موجود ہیں جن کو بطور راہنمائی ذکر کیا گیا ہے۔ نباتات میں تلقیح ذاتی اور خلطی ہوتی ہے۔

ذاتی وہ تلقیح ہے کہ جس کے پھولوں کی مناسبت سے تذکیر وتانیث کے اعضا موجود ہوں۔

خلطی تلقیح وہ ہوتی ہے کہ جس میں تذکیر کے اعضاء تانیث کے اعضا سے بالکل الگ ہوں جیسے کھجور کا درخت کہ اس درخت میں تلقیح منتقل ہوتی ہے۔

نقل کے وسائل میں ہوا کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ۔ (الحجر: ۲۲) "ہم نے تلقیح کرنے والی ہواؤں کو بھیجا۔"

آکسیجن جو کہ انسانی تنفس کے لئے نہایت ضروری ہے وہ فضا کے بلند طبقات میں بہت کم ہو جاتی ہے۔ اور جیسے جیسے انسان آسمانی فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہوتا جاتا اور اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ۔ (الانعام:١٢٥)

"اللہ تعالیٰ جس انسان کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا ہوتا ہے تو اس کا سینہ تکلیف دہ حد تک تنگ کر دیتا ہے جیسے کہ وہ آسمان میں اوپر چڑھ رہا ہے۔"

یہ عقیدہ لوگوں کے سر پر سوار ہے کہ ذرہ (ایٹم) ایسا جز ہے جس کو مزید اجزا میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یونس:٦١)

"اور تیرے رب سے زمین و آسمان میں ایک ذرے کے برابر اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی بھی چیز دور نہیں ہوتی مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔"

اور ذرے کو توڑے بغیر چھوٹا پن کیسے پایا جا سکتا ہے۔

جنین سے متعلقہ علوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (الطارق:٥-٧)

"انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے ٹپکنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو کہ پشت اور سینوں سے نکلتا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (علق:٢)

"اس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا فرمایا۔"

دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا۔ (الحج:٥)

"اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ اٹھنے میں شک ہے تو بیشک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے' پھر نطفے سے' پھر لوتھڑے سے' پھر گوشت کے پیدا کیے ہوئے ٹکڑے اور نہ پیدا کیے گئے ٹکڑے سے' تاکہ ہم تمہارے لئے واضح کریں اور ہم رحم (مادر) میں جو چاہتے ہیں ایک وقت مقررہ تک برقرار رکھتے ہیں' پھر ہم بچہ پیدا کرتے ہیں۔''

کائنات کی اکائی اور زندگی کے لئے پانی کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ (الانبیاء:۳۰)

''کیا کافروں نے دیکھا نہیں کہ زمین و آسمان باہم جڑے ہوئے تھے' پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا' کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔ (یقین نہیں کرتے)''

یہ اور ان جیسے علمی اشارات قرآن کریم میں ہدایت الٰہیہ کے ضمن میں آتے ہیں اور انسانی عقل کو ان کی تحقیق اور ان میں تدبر کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ (البقرۃ: ۱۸۹)

''اور وہ آپ سے چاند (ہلال) کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیں کہ انہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے وقت کی پہچان بنایا گیا ہے۔''

سید قطب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس جواب کا تعلق ان کی عملی زندگی کے مطابق ہے نہ کہ نظری علم کے مطابق کیونکہ انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی زندگی میں عملی طور پر ''ہلال'' کا کردار کیا ہے' انہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ چاند کس طرح فلک کا دورہ کرتا ہے اور کس طرح وہ مکمل ہوتا ہے اور یہ بات سوال کے مدلول میں داخل ہے۔ قرآن کریم تو اس قسم کی جزئی معلومات سے کہیں زیادہ اہمیت والی باتوں کے لئے آیا ہے؟ اس کا مقصد فلکی علوم سے متعلق رکھنے والی کتاب یا کیمیا اور طب سے تعلق رکھنے والی کتاب بننا ہرگز نہیں جس طرح بعض جوشیلے لوگ قرآن کریم میں ان علوم کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر بعض عیب جو قسم کے لوگ قرآن میں ان علوم کی مخالفت تلاش کرتے ہیں' اگرچہ اس قسم کی دونوں کوششیں اس بات کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہیں کہ ان لوگوں نے اس کتاب کی طبیعت' اس کے کردار اور اس کے عملی میدان کو سمجھنے میں کوتاہی کی ہے۔ اس کا میدان تو انسان کی ذات اور انسانی زندگی ہے اور اس کا کردار یہ ہے کہ وہ ایک ایسا عام تصور پیش کرے جس سے کائنات اور اس کا اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق معلوم ہو سکے اور اس کائنات میں انسان کا کیا مقام ہے اور اس کا اپنے رب کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس تصور کی بنیاد پر زندگی کا ایک ایسا نظام تشکیل پائے جو انسان کو اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کرنے کا موقع فراہم کرے۔ انہی صلاحیتوں میں سے انسان کی عقلی صلاحیت بھی ہے جو اس قسم کے نظام کی موجودگی میں صحیح اور درست رہتی ہے اور اس کو کام کرنے کا آزادی سے موقع ملتا ہے' انسان کے لئے جو حد بندی کر دی گئی ہے اس کے اندر رہتے ہوئے علمی تحقیق ہو سکتی ہے' تجربات کر کے ان کو عملی زندگی میں نافذ العمل بنایا جا سکتا ہے اور پھر ان سے نتائج حاصل کیے جائیں جو نہ تو طبیعت حال کے لحاظ سے حرف آخر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں مطلق قرار دیا جا سکتا ہے۔

مجھے ان جوشیلے انسانوں کی سادگی پر بہت تعجب ہوتا ہے جو قرآن کریم کی طرف وہ سب کچھ منسوب کرنا چاہتے ہیں جن کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں' وہ قرآن کریم پر وہ سب بوجھ ڈال دینا چاہتے ہیں جو اس سے مقصود بھی نہیں' وہ اس سے طبی' کیمیائی اور اور فلکی علوم کی جزئیات اور جو کچھ ان علوم کی طرف منسوب ہے وہ سب کچھ قرآن کریم میں تلاش کرتے ہیں اور اس طرح وہ قرآن کریم کی عظمت اور اس کا بڑا پن ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم نے چند حقائق کو بیان کیا ہے جو کہ بالکل مطلقاً قطعی انتہائی ہیں لیکن جن حقائق تک انسانی تحقیق پہنچتی ہے اس کے لئے کتنے ہی اسباب ذرائع کیوں نہ میسر ہوں وہ حقائق اپنی انتہائی شکل میں نہیں ہوتے اور نہ ہی قطعی ہوتے ہیں اور وہ اپنے تجربات اور ان تجربات کے لئے میسر آنے والے ظروف اور ساز وسامان کے دائرے میں محدود ہوتے ہیں۔ اس میں طریق کار کی غلطی ہے کہ انسانی علمی منہج کو ان حقائق میں حکم قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم کے انتہا پر پہنچے ہوئے حقائق کو ان حقائق سے جوڑا جائے جو اپنی انتہا کو نہیں پہنچے تو انسانی علم کی یہی انتہا ہے۔ یہ تو علمی حقائق کے معیار کی بات تھی اور فرضی نظریات جن کو حتمی کیا جاتا ہے ان کے معیار کے بارے میں معاملہ زیادہ واضح ہے ان میں ہمیشہ تغیر و تبدل اور کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

جدید انکشاف کا ساز وسامان میسر آنے پر ان میں بالکل الٹی تبدیلی بھی ہو سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا پھر پرانے ملاحظات کے مجموعہ کی نئی تفسیر اور ہر وہ کوشش جس کے ذریعہ قرآن کریم کے عمومی اشارات کو علم کے تبدیل شدہ جدید نظریات سے جوڑنا یا ایسے علمی حقائق سے جوڑنا جو کہ مطلق نہ ہوں اس میں بنیادی طریق کی غلطی پائی جاتی اور ان میں تین مفہوم پائے جاتے ہیں اور یہ سارے کے سارے مفہوم قرآن کریم کی عظمت وجلال سے لگاؤ نہیں کھاتے۔

پہلا مفہوم: یہ داخلی شکست ہے جس کا خیال بعض لوگوں کو پیدا ہوتا ہے کہ علم کو غلبہ حاصل ہے اور قرآن کریم اس کا تابع ہے' اس وجہ سے وہ لوگ قرآن کریم کو علم سے ثابت کرنا چاہتے ہیں یا پھر قرآن کریم کے لئے علم سے استدلال کرتے ہیں جب کہ قرآن کریم اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے اور اس کے حقائق اپنی انتہا کے پہنچے ہوئے ہیں جب کہ علم اپنے موضوع کے اعتبار سے اپنی کل کی ثابت کی گئی چیز کو آج توڑتا ہے اور اس کے تمام نتائج انتہائی نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں مطلق قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان کا دائرہ کار انسان' اس کی عقل اور اس کے اسباب تک محدود ہے اور یہ تمام امور اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایک انتہائی مطلق حقیقت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

دوسرا مفہوم: قرآن کریم کی طبیعت اور اس کے کردار کو اچھی طرح سمجھا نہیں گیا' قرآن کریم ایک مطلق انتہائی حقیقت ہے وہ انسانی تعمیر کا علاج کرتا ہے جس قدر ہر انسان کی طبیعت تعمیر کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس کائنات کی طبیعت اور ناموس الہٰی کی طرف اس کا جس قدر جھکاؤ ہوتا ہے' تاکہ انسان اس کائنات سے نہ ٹکرائے جو اس کے اس پاس موجود ہے' بلکہ وہ اپنے ماحول میں موجود کائنات سے موافقت پیدا کر سکے اور اس کے اسرار و رموز کو پہچان سکے اور اپنی خلافت کے بعض ناموس استعمال کر سکے' وہ ناموس جو غور وفکر تحقیق تجربات اور عمل کرنے سے اس پر منکشف ہوتی ہے اور یہ سب کچھ انسان کو ملنے والی عقل کی راہنمائی کے مطابق ہوتا ہے تاکہ وہ عمل کرے اور صرف تیار شدہ مادی معلومات کو تسلیم نہ کرے۔

تیسرا مفہوم: مسلسل جاری رہنے والی تاویل ہے جس میں قرآن کریم کی نصوص کیلئے سراسر تکلف اور حیلہ سازی پائی جاتی ہے تاکہ ہم یہ سب کچھ برداشت کریں' غیر ثابت شدہ اور برقرار نہ رہنے والے نظریات اور مفروضات کے پیچھے بھاگتے رہیں اور ہر دن نئی معلومات حاصل کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریعی اعجاز

اللہ تعالیٰ نے انسان میں بہت سارے جذبات بھر دیئے ہیں جو انسانی نفس پر عمل کرتے ہیں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں' اگر کسی انسان کو عقل رشید عطا ہوئی ہے تو وہ اسے لغزشوں سے محفوظ رکھتی ہے' نامناسب نفسانی خواہشات عقلی قوت کے خلاف سرکشی اختیار کرتے ہیں اور عقل ہر حال میں ان کے تابڑ توڑ حملوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتی' اس لئے انسانی جذبات کی ایک خاص انداز میں تربیت کرنا ضروری ہے تاکہ انسان بھٹکنے سے محفوظ رہے' نیز اس کے جذبات میں بہتری آئے' ان کی خوب نشوونما ہو' اور وہ جذبات اسے بھلائی اور بہتری کی طرف راہنمائی کریں۔

انسان طبعی طور پر میل جول کو پسند کرتا ہے' اسے دوسرے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اس کی کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ انسانی آبادی باہمی تعاون کو اجتماعی ضرورت قرار دیتی ہے اور بسا اوقات ایک انسان خود غرضی اور برتری کے حرص کی وجہ سے دوسرے انسان پر ظلم کرتا ہے اگر لوگوں کو کسی ایسے ضابطے کے بغیر چھوڑ دیا جائے جس سے کہ ان کے تعلقات کی حد بندی ہوتی ہو' ان کی معاشی حالت میں نظم و نسق پیدا ہوتا ہو' ان کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہو اور ان کی حرمتیں محفوظ رہتی ہوں تو پھر ابتری اور انتشار کا شکار ہو جائیں گے' اس لئے ہر انسانی معاشرے کے لئے ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے انہیں کنٹرول کیا جا سکے اور اس کے افراد میں عدل و انصاف قائم ہو سکے۔

فرد کی تربیت اور معاشرے کی اصلاح میں بہت ہی گہرا تعلق ہے جس کی لڑیاں الگ نہیں ہو سکتیں' ایک کا وجود دوسرے پر منحصر ہے' فرد کی اصلاح سے معاشرہ اصلاح پذیر ہو گا اور معاشرے کی اصلاح فرد کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ انسانیت نے اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں ایسے مذہبی' نظریاتی' انتظامی اور قانونی معاملات کے مختلف رنگ دیکھے ہیں جن کا ہدف یہ تھا کہ ایک بہترین معاشرے میں ہر فرد کو سعادت حاصل ہو لیکن ان میں سے کوئی بھی اس عمدگی اور سر بلندی کو حاصل نہ کر سکا جو قرآن کریم کو اپنی معجزانہ قانون سازی کی وجہ سے حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم فرد کی تربیت سے ابتداء کرتا ہے' کیونکہ وہ معاشرے کا ایک جزو ہے اور وہ اس کی تربیت میں اس کی وجدانی آزادی اور احساس ذمے داری کا پورا خیال کرتا ہے۔

قرآن کریم ایک مسلمان کے وجدان کو عقیدہ توحید کی بدولت خرافات اور وہم کے غلبے سے آزاد کرتا ہے' اسے خواہش اور شہوت پرستی کے جال سے باہر نکالتا ہے جس کی وجہ سے وہ صرف اپنے رب کا بندہ بن جاتا ہے' وہ اپنے خالق و معبود کے لئے یکسو ہو جاتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک سے بے نیازی سی اختیار کر لیتا ہے کیونکہ خالق کی موجودگی میں مخلوق کی کیا ضرورت ہے' اسے مطلق کمال حاصل ہے' پوری مخلوق اس سے فیض یاب ہوتی ہے' وہ اکیلا ہی خالق اور اکیلا ہی معبود ہے' نہ کوئی اس سے پہلے تھا اور نہ ہی کوئی اس کے بعد ہوگا' وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے' ہر چیز اس کے احاطہ قدرت میں ہے' اس جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ سارا عالم مخلوق ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق فنا ہوں گے اور یہی عقیدہ عقلی اور دینی لحاظ سے بہت ہی بہتر ہے۔

جیسا کہ رب العزۃ کا ارشاد ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اخلاص :۱–۴)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے' وہ بے نیاز ہے' اس نے کسی کو جنم نہیں دیا نہ اسے جنم دیا گیا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔"

وہ ان صفات کا مالک ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الحدید :۳)

"وہی اول وہی آخر' وہی ظاہر وہی باطن ہے' اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

وہ اس صفت سے متصف ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (القصص :۸۸)

"اس کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے' اسی کا حکم ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام کائنات کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔ (الانعام:۱۰۲)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے' اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہی ہر چیز کا خالق ہے' تم اس کی عبادت کرو۔"

کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر نہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (الاحزاب:۲۷)

"اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

ہر چیز اس کی نظر میں ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ (البقرۃ:۹۶)

"جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب دیکھنے والا ہے۔"

ہر چیز اس کی وسعت میں ہے۔

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ (حم السجدۃ:۵۴)

"یاد رکھو بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔"

کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:۱۱)

"کوئی چیز اس جیسی نہیں اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔"

دنیا میں رہتے ہوئے اس کا دیدار نظری ناممکن ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام:۱۰۳)

"آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اسے آنکھوں کا پورا ادراک ہے اور وہ خوب باریک بین خوب خبردار ہے۔"

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر عقل سلیم کے لئے ایسے قطعی دلائل پیش کرتا ہے۔ جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (الانبیاء:۲۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی معبود ہوتے تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔"

اور اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ○ (الاسراء:۴۲)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ اگر ان کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیگر معبود ہوتے تو پھر وہ عرش والے کی طرف راستہ تلاش کرتے۔"

اگر کسی مسلمان کا عقیدہ درست ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرائض اور عبادات میں قرآنی شریعت کو اختیار کرے اور ہر وہ فرض اور عبادت جس سے کہ ایک فرد کی اصلاح ہوتی ہے اس کا معاشرتی اصلاح سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔

نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور جماعت عذر شرعی کے علاوہ راجح مذہب کے مطابق واجب ہے، جمعہ اور عیدین کے لئے بھی یہی شرط ہے۔

اور جو شخص انفرادی طور پر نماز ادا کرتا ہے تو وہ شعوری طور پر پوری سطح زمین پر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے مسلمانوں کی جماعت اور اپنے درمیان قربت کے تعلق کو نہیں بھولتا اسے اس بات کا مکمل احساس ہوتا ہے کہ اس وقت وہ زمین پر موجود تمام انسانوں کے ساتھ ایک ہی سمت کی طرف متوجہ ہے اور نماز کا فریضہ ادا کر رہا ہے، وہ سب ایک ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہیں، ان کی دعا ایک ہے اور اگرچہ ان کے درمیان لمبے چوڑے فاصلے حائل ہیں۔ ایک مسلمان کی تربیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک دن اور رات میں پانچ بار اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو، اس کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا امتزاج نظر آئے اور ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک برائیوں سے روکنے والے سب سے بلند و بالا اللہ تعالیٰ کا تصور اس کے سامنے رہے۔

جس طرح اس آیت میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ (العنکبوت:۴۵)

"بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکاۃ انسانی نفس سے بخل، مال کی پوجا اور دنیاوی حرص کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتی ہے' اس میں جماعت کی مصلحت ہے' عطیات دینے والوں اور محروم لوگوں کے درمیان تعاون کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں اور انسان کو جماعتی ذمہ داریوں سے ایسا شعور حاصل ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ برتری اور تنہائی کی تکلیف سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

حج ایک ایسی سیاحت ہے کہ جس سے نفس کو مشقت کی عادت پڑتی ہے' انسان پر اللہ تعالیٰ کے وہ اسرار بھی کھلتے ہیں جو اس نے اپنی مخلوق میں پھیلا رکھے ہیں۔ نیز حج کو ایک عالمی مؤتمر کی حیثیت حاصل ہے جس میں تمام مسلمان ایک میدان میں اکٹھے ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے متعارف ہونے اور باہمی مشاورت کا موقع ملتا ہے۔

روزہ انسان کو اپنے آپ پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے اس سے

نفسیاتی عزیمت میں تیزی آتی ہے ارادے کو تقویت حاصل ہوتی ہے' شہوات کو روکنے کی مشق ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا اجتماعی منظر ہے جس میں تمام مسلمان ایک پورا مہینہ اپنے کھانے پینے میں ایک ہی نظام کے تحت اس طرح گذارتے ہیں کہ جس طرح ایک خاندان ایک گھر میں رہتا ہو۔

ان تمام فرضی عبادات کی ادائیگی ایک مسلمان میں ایسا شعور پیدا کرتی ہے کہ جس سے اسے اپنے نفع ونقصان کا احساس ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی اسی شعور کو ثابت کیا ہے اور دینی ذمہ داریوں میں سے اس ذمہ داری کا احساس اسی شعور سے جوڑتا ہے اور بہترین اخلاق کی ہر فضیلت کو اس احساس سے وابستہ کرتا ہے' جیسے ان آیات سے ظاہر ہے:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ (المدثر: ۳۸)

"ہر نفس اپنی کمائی کا مرہون ہے۔"

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ (الطور: ۲۱)

"ہر انسان اپنی کمائی کا مرہون ہے۔"

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ (البقرة: ۲۸۶)

"ہر نفس نے جو کچھ کمایا ہے وہ اس کے لئے (فائدہ مند) ہوگا یا اس کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(وبال) ہوگا۔"

قرآن کریم سب سے بہترین فضائل کی طرف رغبت دلاتا ہے اور نفس کو دینی امتزاج کی مشق ہوتی ہے' جیسے صبر' سچائی' انصاف' احسان' بردباری' معافی اور عاجزی وغیرہ۔

ایک انسان کی تربیت کے بعد اسلام خاندانی بنیاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے معاشرہ بنتا ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم نے شادی کو جائز قرار دیا ہے تاکہ جنسی جذبے کی تسکین ہوسکے اور انسانوں کی صاف ستھری نسل پھیلتی پھولتی رہے' شادی میں خاندان تعلقات محبت' رحمت' نفسیاتی سکون اور معروف دستور کے مطابق قائم ہوتے ہیں' مرد اور عورت کی خصوصیات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور دونوں کو مناسب ذمہ داریاں ادا کرنا پڑتی ہیں' جیسے ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ (الروم:۲۱)

"اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں سے (یہ بھی ہے) کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت ڈال دی ہے۔"

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النساء:۱۹)

"ان کے ساتھ دستور کے مطابق زندگی گزارو۔"

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النسآء:۳۴)

"مرد عورتوں کے قیم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے چونکہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

خاندان اور معاشرے کے بعد حکومتی نظام کی باری آتی ہے جو مسلم معاشرے کی قیادت کرتا ہے' قرآن کریم نے اسلامی حکومت کے قواعد کو سب سے بہتر انداز میں پیش کیا ہے' وہ شوریٰ' برابری (مساوات) کے مطابق اور ایک فرد کے غلبہ (ڈکٹیٹر شپ) کے خلاف ہے۔ جیسے ان آیات سے ظاہر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ (ال عمران:۱۵۹)

''ان سے معاملات میں مشورہ لو۔''

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ (الشوری:۳۸)

''ان کا معاملہ باہمی مشاورت ہے۔''

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (الحجرات:۱۰)

''بیشک مومن بھائی ہیں۔''

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (العمران:۶۴)

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (اور وہ یہ ہے) کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں' نہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ اور نہ ہی ہم میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بعض کو رب بنائیں۔''

اسلامی حکومت خالص عدل وانصاف پر قائم ہوتی ہے جس میں ذاتی محبت اثر انداز نہیں ہوتی' نہ ہی قرابت داری کا رجحان اور نہ ہی مال اور غربت جیسے اجتماعی اسباب دخل اندازی کرتے ہیں' جیسے اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

(النسآء:۱۳۵)

''اے ایمان والو! تم انصاف کو قائم کرنے والے اللہ تعالیٰ کے گواہ بن جاؤ اور اگرچہ تمہیں اپنے خلاف' یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینا پڑے وہ فقیر یا مالدار ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کا ان دونوں سے زیادہ حق ہے تو (اس لئے تم) خواہشات کی پیروی نہ کرو تا کہ تم انصاف کرو اور اگر تم نے (عدل سے) مونہہ موڑا یا تم نے اعراض کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس انصاف میں ناپسندیدہ دشمنوں سے انتقام کی آگ بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔

جس طرح یہ آیت بتاتی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (المائدہ:۸)

"اے ایمان والو! تم انصاف قائم کرنے والے اللہ تعالیٰ کے گواہ بن جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی انصاف نہ کرنے پر نہ اکسائے' تم انصاف کرو جو تقویٰ کے بہت قریب ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ (النساء:۵۸)

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اہل امانت کے سپرد کر دو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

اسلامی حکومت میں قانون سازی کا اختیار لوگوں کو نہیں دیا گیا' قرآن کریم نے اس کو بیان فرما دیا ہے اور اس سے بغاوت کفر' ظلم اور فسق و فجور ہے۔

جیسے یہ آیات بتاتی ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ○ (المائدہ:۴۴)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔"

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ (المائدہ:۴۵)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔"

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (المائدہ:۴۷)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ (المائدہ:۵۰)

"کیا وہ جاہلی حکومت چاہتے ہیں' یقین رکھنے والی قوم کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر حکومت (فیصلہ) کرنے والا کون ہے۔"

قرآن کریم نے انسانی زندگی کے لئے ان پانچ کلیات کی حفاظت لازمی قرار دی ہے' نفس' دین' عزت' مال اور عقل اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کے لئے واضح نصوص کے ذریعہ سزائیں مقرر فرمائی ہیں۔ جن کو اسلامی فقہ میں جنایات اور حدود کا نام دیا گیا ہے۔

جیسے ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (البقرة:۱۷۹)

"اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔"

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور:۲)

"زانی مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔"

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً۔ (النور:۴)

"جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو۔"

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ (المائدة:۳۸)

"چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹو۔"

قرآن کریم نے لڑائی اور امن کی حالت میں مسلمانوں اور ان کے پڑوسیوں یا معاہدین کے تعلقات کو بھی واضح فرمایا ہے جن کو انسانی تہذیب وتمدن کے دور میں بھی سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل قانون دستور ہے' جو انسانی زندگی کو سب سے بہترین اور اعلیٰ نمونہ کے مطابق قائم کرتا ہے' اس لئے قرآن کریم کا قانونی اعجاز بھی اس کے علمی اور لغوی اعجاز کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔

اور اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم نے دنیا پر ایسا اثر چھوڑا ہے کہ جس نے تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امثال القرآن (قرآن کریم کی مثالیں)

اعلیٰ قسم کے حقائق اپنے معانی اور اہداف کے لحاظ سے اس وقت بہت ہی عمدہ صورت اختیار کر لیتے ہیں جب انہیں کسی خوبصورت سانچے میں ڈھالا جائے' جس سے وہ یقینی معلوم اشیاء کے معیار کے مطابق عقل وشعور کے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور تمثیل وہ سانچہ ہے کہ جس سے معانی و مفاہیم ایک زندہ صورت کی شکل میں ظاہر ہوتے اور ذہن میں پیوست ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں غائب چیز کو حاضر اور موجود چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے' عقل میں آنے والی چیز کو محسوس بنا دیا جاتا ہے' نظر کو نظیر پر قیاس کیا جاتا ہے اور بہت سارے خوبصورت معانی کو مثال نے بہت ہی خوبصورت اور دل موہ لینے والے بنا دیا ہے اور نفس اس کو قبول کیے بغیر نہ رہ سکا اور عقل نے اس پر قناعت کر لی اور یہ تمثیل قرآن کریم کے طرز بیان کا نہ صرف ایک انداز ہے بلکہ اس کے اعجاز کا ایک پہلو بھی ہے۔

بعض اہل علم نے قرآن پاک کی مثالوں کے بارے میں مستقل تصانیف بھی لکھی ہیں اور بعض نے ان کو کتاب کے ایک باب میں سمو دیا ہے۔

ابوالحسن ماوردی نے ان کو ایک مستقل تالیف میں جمع کیا ہے۔

سیوطی نے الاتقان میں ان کے لئے ایک باب مقرر کیا ہے۔ ابن القیم نے بھی اپنی کتاب اعلام الموقعین میں ایک باب میں ان کا تذکرہ کیا ہے جب قرآن کریم کی ایسی مثالوں کو ڈھونڈا جائے کہ جن میں کسی چیز کو اس کی نظیر سے تشبیہ دی گئی ہو اور دونوں کا حکم بھی برابر ہو تو ان کی تعداد چالیس سے کچھ زیادہ بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ وہ مثالیں بیان فرماتا ہے:

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (الحشر: ۲۱)

"یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے ان کو بیان کرتے ہیں' شاید کہ وہ غور و فکر کر لیں۔"

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝ (العنکبوت: ۴۳)

"ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو اہل علم کے علاوہ کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں سمجھتا۔"

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر: ۲۷)

"بیشک ہم نے لوگوں کے لئے قرآن کریم میں تمام مثالیں بیان فرمائی ہیں' شاید وہ نصیحت حاصل کریں۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ انزل القرآن امرا و زاجرا وسنة خالية و مثلا مضروبا۔ (الترمذی)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے جس میں امر ونواہی سابقہ طریق کار اور مثالیں بیان کی گئیں ہیں۔"

اہل علم نے جس طرح امثال القرآن کی طرف توجہ دی ہے' اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی بیان کی ہوئی مثالوں کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے۔

اس سلسلہ میں امام ترمذی نے اپنی کتاب میں ایک باب میں تقریباً چالیس احادیث بیان فرمائی ہیں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ مجھے (محدثین) اہل حدیث میں امام ترمذی کے علاوہ کوئی اور ایسا محدث نظر نہیں آیا کہ جس نے امثال نبوی کو خصوصی طور پر ذکر کیا ہو انہیں یہ خوبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے' انہوں نے دروازہ کھولا' محل یا گھر بنایا' لیکن انہوں نے بہت تھوڑا کام کیا ہے ہم اس پر قناعت کرتے ہیں اور ایسا کرنے پر ان کے شکر گذار ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

مثال کی تعریف

امثال مثل کی جمع ہے' اس کو مَثَل' مِثل اور مَثیل تین طرح پڑھا جاتا ہے' جیسے یہ لفظی اور معنوی لحاظ سے شَبہ شِبہ اور تشبیہ کی طرح ہے۔

ادب میں مثل اس قول کو کہتے ہیں جو عمومی طور پر بیان کیا جاتا ہو اس میں ایسی حالت کو جس کے بارے میں وہ مثال بیان کی گئی ہو اس حالت سے تشبیہ دی گئی ہوتی ہے کہ جس کے لئے وہ مثال کہی گئی تھی' یعنی وقتی حالت کو اس کی اصل حالت سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

جیسے یہ مثال ہے رب رمية من غير رام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی بہت ساری مصیبتیں ایسے تکلیف دینے والے انسان کی طرف سے ہوتی ہیں جو غلطی کررہا ہوتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے یہ کہا تھا وہ حکم بن یغوث النقری ہے' اس نے ایسے خطا کار کے لئے کہی تھی جس سے کبھی درست کام ہو جاتا ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر مثال کی اصل حقیقت ہونی چاہیے جس سے وقتی حالت کو تشبیہ دی جاتی ہے اور مثال کا اطلاق حالت اور عجیب وغریب شان والے قصہ پر ہوتا ہے اس معنی میں قرآن پاک کی بہت ساری آیات میں استعمال ہونے والے لفظ مثل کی تفسیر کی گئی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَرٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ۔ (محمد: ۱۵)

''اس جنت کی مثال جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے' اس میں نہریں ہیں' ان میں کبھی بھی بدبودار نہ ہونے والا پانی ہے۔''

یعنی اس جنت کا قصہ یا اس کی حالت جو کہ تعجب خیز ہے۔

زمخشری نے کشاف میں ان تین معانی کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ مثل کا استعمال ان کے اصل کلام میں مثل اور نظیر کے لئے ہوتا ہے' پھر عام لوگوں میں پھیلی ہوئی بات کو جس میں کسی وقتی حالت کو اصل حقیقت جیسا قرار دیا گیا ہو مثل کہا گیا' وہ صرف ایسی بات کو بطور مثال بیان کرتے ہیں کہ جس میں بعض لحاظ سے غرابت پائی جاتی ہو' ورنہ وہ اسے اس قابل نہیں سمجھتے کہ اسے رواج دیا جائے اور نہ ہی اسے قبول عام حاصل ہوتا ہے۔

پھر کسی حالت' صفت' یا قصہ کے لئے مثل کا لفظ بولا جانے لگا جب کہ اس کی اپنی شان ہو اور اس میں غرابت پائی جاتی ہو۔

مثل کا ایک چوتھا معنی بھی ہے جسے علم البیان کے علماء نے اختیار کیا ہے' ان کے نزدیک مثل کا معنی

المجاز المركب الذي تكون علاقته المشابهة متى فشا استعماله واصله الاستعارة التمثيلية۔

وہ مرکب مجازی جس کا تعلق مشابہت اختیار کر جائے اور اس کا استعمال عام ہو' اس کی اصل استعارہ تمثیلیہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے آپ کسی کام کے کرنے میں شک وشبہ میں مبتلا انسان کو کہتے ہیں۔

مالی اراك تقدم رجلا و توخر اخری۔

تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے کہ کبھی ایک قدم آگے بڑھتے اور کبھی ایک قدم پیچھے ہٹتے ہو۔

اسی طرح مثل کے ضابطے کے لئے کہا جاتا ہے۔

انه ابراز المعنی فی صورۃ حسیة تکسبه روعة وجمالا۔

"ایک معنی کو محسوس شکل میں اس طرح بیان کرنا کہ اس میں دلفریبی اور خوبصورتی بھی پیدا ہو جائے۔"

جب اس معنی میں مثل کا استعمال ہوگا تو پھر اس کے لئے کسی اصل حقیقت کا ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ شرط باقی رہے گی کہ وہ مرکب مجازی ہو۔

قرآن کی امثال جن کو مؤلفین ذکر کرتے ہیں' ان پر ایک نظر ڈالیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے وہ ایسی آیات پیش کرتے ہیں کہ جن میں ایک معاملے کی حالت کو دوسرے معاملے کی حالت سے ہم مثل قرار دیا گیا ہو اور اس تمثیل کو استعارہ اور واضح قسم کی تشبیہ کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے یا پھر ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں اختصار کے ساتھ نہایت ہی عمدہ معانی بیان کئے گئے ہوں' یا پھر ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن کا استعمال اس تشبیہ میں صحیح ہو جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے' ان تشبیہات کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے خود کی ہے اور ان کی پہلے سے کوئی حقیقت موجود نہیں ہے۔

اس لحاظ سے قرآن حکیم کی مثالوں کو لغوی معنی کی حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا جس سے شبیہ یا نظیر مراد ہوتی ہے اور نہ ہی ان مثالوں کو ان معنوں میں لیا جا سکتا ہے جو لغت کی کتابوں میں ایسے مؤلفین نے مراد لیا ہے جنہوں نے امثال میں کتابیں لکھی ہیں کیونکہ قرآن کی مثالیں ایسے اقوال نہیں کہ جن میں وقتی حالت کو اس کی اصل حقیقت سے تشبیہ دینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور نہ ہی امثالِ قرآن کو اس مفہوم میں لیا جاتا ہے جو علماء بیان کے ہاں پایا جاتا ہے' کیونکہ امثال قرآن میں ایسی بھی مثالیں ہیں جو کہ استعارہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا استعمال بہت عام ہے۔

اس لئے آخری ضابطہ قرآن کی مثالوں کی تعریف کے لئے بہت زیادہ مناسب معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے' یعنی کسی معنوی مفہوم کو بہت ہی عمدہ شکل میں نہایت اختصار کے ساتھ اس طرح پیش کرنا جس سے نفس متاثر ہو' وہ تشبیہ کی صورت میں ہو یا پھر عمومی قول ہو۔

امثال القرآن کے بارے میں امام ابن القیم فرماتے ہیں۔

تشبیہ شیء بشیء فی حکمہ وتقریب المعقول من المحسوس' او احد المحسوسین من الآخر واعتبار احدھما بالآخر۔

یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے حکم کے لحاظ سے تشبیہ دینا اور معقول کو محسوس کے قریب کر دینا یا دو محسوس چیزوں میں سے ایک کو دوسری کے قریب کرنا اور ایک کے ساتھ دوسری کا اعتبار کرنا۔

اس کے بعد امام ابن قیم وہ مثالیں بیان کرتے ہیں' جن میں اکثر میں واضح تشبیہ کا طریقہ اپنایا گیا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ۔ (یونس: ۲۴)

بعض میں ضمنی طور پر تشبیہ پائی جاتی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ (الحجرات: ۱۲)

اس میں واضح تشبیہ موجود نہیں ہے۔

بعض مثالیں ایسی ہیں کہ جن میں تشبیہ ہے اور نہ ہی استعارہ' جیسے یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ (الحج: ۷۳)

تو آیت اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا۔ میں نہ تو تشبیہ ہے اور نہ ہی استعارہ موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنی مثالوں کی انواع

قرآنی مثالوں کی تین انواع ہیں:

(۱) امثال مصرحہ: واضح مثالیں۔

(۲) امثال کامنہ: پوشیدہ مثالیں۔

(۳) امثال مرسلہ: چلتی پھرتی مثالیں۔

پہلی انواع: واضح مثالیں۔ جس میں لفظ کے مثل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہو یا جو تشبیہ پر دلالت کرے' اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بہت ہیں بعض کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔

منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ○ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ○ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَ اللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ○ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ○ (البقرۃ:۱۷۔ ۲۰)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) آگ والی مثال۔ کمثل الذی استوقدا نارا۔ اس شخص کی مثال جس نے آگ جلائی' کیونکہ آگ میں نور کا مادہ پایا جاتا ہے۔

(۲) پانی والی مثال۔ او کصیب من السماء کیونکہ پانی میں زندگی کا مادہ موجود ہے چونکہ آسمان سے نازل ہونے والی وحی میں دلوں کی روشنی اور ان کی زندگی کا سامان موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی قسمت کو ان دونوں حالتوں سے تشبیہ دیتے ہوئے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے' یعنی وہ اس شخص کی طرح ہیں کہ جس نے روشنی اور نفع حاصل کرنے کے لئے آگ جلائی۔ منافقوں نے بھی اسلام میں داخل ہو کر مادی منفعت تو حاصل کر لی لیکن اس کے نور کا فائدہ ان کے دلوں تک نہ پہنچا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ل) اللہ تعالیٰ نے آگ کی روشنی کو ختم کر دیا' اس کی جلانے کی قوت باقی رہ گئی اور یہی مثال منافقوں کی ہے۔

پھر ان کے لئے پانی والی مثال بیان فرمائی کہ ان کی حالت اس شخص جیسی ہے جسے بارش نے آ لیا ہو' اس میں اندھیرا بھی ہے اور گرج چمک بھی ہے' جس سے اس کے ہوش و حواس ختم ہو گئے اور انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور آنکھیں بند کر لیں کیونکہ انہیں کڑک یا گرج کا خوف لاحق تھا۔ منافقوں کے لئے قرآن کریم کا نزول ایسی ہی بارش کی طرح ہے کیونکہ اس کی ڈانٹ ڈپٹ اوامر و نواہی اور خطاب ان پر گرج چمک کی طرح نازل ہوا۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں ذکر فرمائی ہیں۔ آگ والی' پانی والی۔

حق و باطل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ○ (الرعد:۱۷)۔

اللہ تعالیٰ نے اس وحی کو جو آسمان سے دلوں کی زندگی کے لئے نازل فرمائی ہے' اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو نباتات کے ذریعے زمین کی زندگی کے لئے آسمان سے برساتا ہے اور دلوں کو وادیوں سے تشبیہ دی ہے اور سیلاب (تیز پانی) جب وہ وادیوں میں بہتا ہے تو اس پر جھاگ اور کوڑا کرکٹ ابھر آتا ہے' اس طرح علم و ہدایت جب دلوں میں سرایت کر جاتے ہیں تو پھر شہوات اوپر ابھر آتی ہیں' تا کہ ان کا خاتمہ ہو جائے اور یہ پانی والی دوسری مثال ہے جو اس قول میں بیان کی گئی ہے۔ انزل من السمآء ماء ....۔

اللہ تعالیٰ حق و باطل کے لئے اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔

اور اس آیت میں آگ والی مثال بیان فرمائی ہے۔ ومما یوقدون علیه فی النار ......۔

سونا' چاندی' تانبہ یا لوہا جتنی بھی معدنیات ہیں' جب ان کو پگھلایا یا گرم کیا جاتا ہے تو آگ اس سے ہر قسم کی ملاوٹ کو دور کر دیتی ہے اور اس جوہر کو خالص (علیحدہ) کر کے رکھ دیتی ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس سے میل کچیل ختم ہو جاتی ہے تو یہی حال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہوات کا ہے کہ مومن انسان کا دل ان کو اپنے اندر سے نکال باہر پھینکتا ہے جس طرح پانی کا تیز ریلا اور آگ جھاگ اور میل کچیل کو ختم کر دیتے ہیں۔

دوسری نوع: امثال کا منہ۔ پوشیدہ مثالیں' یہ وہ مثالیں ہیں جس میں مثل کے لفظ کو واضح طور نہ بولا گیا ہو' لیکن وہ مختصر طور پر بہترین مفہوم کو واضح کرتی ہیں اور جب انہیں ان کے مشابہ امور کی طرف منتقل کیا جاتا ہے تو وہ خوب اثر انداز ہوتی ہیں۔

اس نوع کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) جیسے اس قول کا مفہوم ہے۔ خیر الامور اوسطھا۔ بہترین معاملہ متوسط قسم کا ہوتا ہے۔

(ا) گائے کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ۔ (البقرۃ:٦٨)

(ب) فضول خرچی سے بچنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ (الفرقان:٦٧)

(ج) نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ (الاسراء:١١٠)

(د) خرچ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ۔ (الاسراء:٢٩)

(۲) جیسے لوگ کہتے ہیں۔ لیس الخبر کالمعاینه۔ یعنی سننا دیکھنے کے برابر نہیں ہوتا۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی بات کا ذکر فرمایا ہے۔

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ (البقرۃ:٢٦٠)

(۳) جیسے وہ کہتے ہیں "کما تدین تدان" ادلے کا بدلہ' یعنی جیسا کرو گے' ویسا بھرو گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ۔ (النسآء:١٢٣)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یلدغ المومن من جحر مرتین۔

مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ اس مفہوم کو اس آیت میں یعقوب علیہ السلام کی زبان سے ادا کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ (یوسف:۶۴)

تیسری نوع: امثال مرسلہ۔ چلتی پھرتی مثالیں' یہ ایسے' جملے ہیں جن کو تشبیہ کے لفظ کے بغیر عمومی طور پر بیان کیا گیا ہے' یعنی یہ ایسی آیات ہیں' جو امثال کے قائم مقام ہیں۔

اس قسم کی درج ذیل مثالیں ہیں۔

اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ۔ (یوسف:۵۱)

''اب حق واضح ہو گیا ہے۔''

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ۝ (النجم:۵۸)

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کو کھولنے والی کوئی نہیں۔''

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۔ (یوسف:۴۱)

''جس بارے میں تم دونوں پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا۔''

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۝ (ھود:۸۱) ''کیا صبح قریب نہیں ہے۔''

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔ (الانعام:۶۷) ''یہ خبر کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔''

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ (فاطر:۴۳) ''چاہ کن را چاہ درپیش۔''

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ (الاسراء:۸۴)

''آپ کہہ دیں' ہر ایک اپنے مذہب کے مطابق کام کرتا ہے۔''

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (البقرۃ:۲۱۶)

''ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔''

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ۝ (المدثر:۳۸)

جو بوؤ گے سو کاٹو گے' جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۝ (الرحمن:۶۰) ''نیکی کا بدلہ نیکی۔''

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۝ (المومنون:۵۳)

''ہر گروہ اپنی متاع پر خوش ہوتا ہے۔''

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۝ (الحج:۷۳) ''طالب اور مطلوب کمزور ہیں۔''

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۝ (الصفات:۶۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس طرح کرنے والے کریں۔''

لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ (المائدہ: ١٠٠) ''اچھا اور برا' برابر نہیں ہو سکتے۔''

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (البقرۃ: ٢٤٩)

کتنی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں۔''

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ۔ (الحشر: ١٤)

''آپ انہیں یکجان خیال کرتے ہیں اور ان کے دل بٹے ہوئے ہیں۔''

آیات کی یہ قسم جس کا نام انہوں نے امثال مرسلہ (چلتی پھرتی مثالیں) رکھا ہے' ان کے بارے میں ان کا اختلاف ہے کہ ان کو بطور مثال استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

بعض اہل علم کے نزدیک اس استعمال سے قرآن کا ادب ملحوظ نہیں رہتا۔

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ لوگوں نے عام عادت بنا لی ہے کہ جب کسی چیز کو چھوڑنا ہو تو ایسا کہہ دیتے ہیں اور یہ جائز نہیں کیونکہ قرآن کریم کو اس طرح کی مثالیں بیان کرنے کے لئے نازل نہیں کیا گیا' بلکہ یہ اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس میں غور وفکر کیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جب کوئی انسان حقیقت کا اظہار کرنا چاہتا ہو تو اس میں قرآن کریم سے مثال دینے میں کوئی حرج نہیں' جیسے انسان کسی مصیبت کے نازل ہونے پر بہت شدید افسوس میں مبتلا ہو اور لوگوں کی طرف سے اس مصیبت کو دور کرنے میں ناامید ہو چکا ہو تو وہ پکار اٹھتا ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ۔ ''اس مصیبت کو اللہ کے علاوہ کوئی ٹالنے والا نہیں۔''

یا پھر اس سے کوئی فاسد مذہب والا انسان گفتگو کرتا ہے اور وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ اسے اپنے باطل کی طرف مائل کرلے تو وہ دوسرا انسان کہتا ہے لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

لیکن اگر کوئی شخص اپنی مہارت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور وہ قرآن کریم کو بطور مثال بیان کرتا ہے تو ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے' حتیٰ کہ مذاق اور فضول گفتگو میں قرآن کریم کو بطور مثال بیان کرنا بھی گناہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امثال کے فوائد

(۱) امثال کے ذریعہ ایک معقول کو ایسی محسوس شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے جس کو انسان چھو سکتا ہے یا دیکھتا ہے' اور عقل اس کو قبول کر لیتی ہے کیونکہ معقول معانی اس وقت تک ذہن میں نہیں آتے جب تک کہ انہیں ایسی محسوس صورت میں نہ بیان کیا جائے جو فہم کے قریب ہو' جیسے اللہ تعالیٰ نمود و نمائش کے لئے خرچ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا۔ (البقرۃ:۲۶۴)

''اس کی مثال ایسے پتھر کی سی ہے جس پر گرد و غبار پڑا ہو' اس پر بارش برسی جس سے وہ بالکل صاف ہو گیا' جو کچھ وہ کماتے ہیں اسی طرح ان کو اس سے کچھ (ثواب) حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہوتی۔''

(۲) امثال حقائق بیان کرتی ہیں اور غائب کو حاضر کی طرح پیش کرتی ہیں۔

جیسے یہ آیت ہے:

اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔ (البقرۃ:۲۷۵)

''وہ لوگ جو سود خور ہیں' ان کا قیام اس شخص کے قیام کے علاوہ اور کچھ نہیں جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو''

(۳) امثال بہت عمدہ معانی کو مختصر سی عبارت میں جمع کر لیتی ہیں جیسے ہم پوشیدہ اور چلتی پھرتی امثال کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں۔

(۴) مثال بیان کر کے اس چیز کی ترغیب دلائی جاتی ہے جس کی مثال بیان کی گئی ہو کیونکہ وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس کی طرف لوگوں کی رغبت ہوتی ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ اس کے خرچ کرنے سے اسے بہت زیادہ ملتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (البقرۃ:۲۶۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں' اس دانے کی طرح ہے کہ جس نے سات بالیاں اگائیں' ہر بالی میں ایک سو دانہ ہو' اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے (اسے) دگنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب وسعت والا خوب علم والا ہے۔''

(۵) مثال بیان کر کے اس چیز سے نفرت دلانا مقصود ہوتا ہے جس کی مثال بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔

جیسے اس آیت میں ہے:

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔ (الحجرات:۱۲)

''تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو' کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ) اسے تم ناپسند کرتے ہو۔''

(۶) کبھی مثال اس چیز کی تعریف بیان کرنے کے لئے بیان کی جاتی ہے جس کی مثال بیان کی گئی ہے' جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (الفتح:۲۹)

''ان کی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی مثال اس کھیتی کی طرح بیان کی گئی ہے جس نے اپنا خوشہ نکالا' پھر اس نے اس کو مضبوط کیا اور خوب سخت ہوگیا اور وہ اپنے تنے پر مضبوطی سے کھڑا ہوگیا (اور) کھیتی والے کے لئے (یہ سب) تعجب خیز ہوتا ہے تاکہ کافر ان سے جل بھن جائیں۔''

یہ حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا' وہ ابتدائی ایام میں بہت تھوڑے تھے پھر ان میں اضافہ ہونا شروع ہوا حتی کہ ان کا معاملہ خوب مستحکم ہوگیا اور ان کی عزت و عظمت سے دل بلیوں اچھلنے لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷) کبھی مثال بیان کرنے کا مقصد اس چیز کی ایسی حالت کو ظاہر کرنا ہوتا ہے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی مثال بیان فرمائی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی لیکن وہ اس پر عمل نہ کرکے سیدھے راستے سے ہٹ گیا اور بیہودگی میں کھو کر بھٹک رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا:

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ (الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

"آپ ان کے لئے اس شخص کی خبر پڑھیں جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں، لیکن اس نے ان سے گریز کیا تو شیطان نے اس کا تعاقب کیا اور وہ گمراہ ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان نشانیوں کی بدولت ہم اسے رفعتیں عطا فرماتے، لیکن وہ زمین میں دھنستا چلا گیا، اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی، تو ایسے شخص کی مثال اس کتے کی طرح ہے اگر اس پر کچھ رکھ دیں تو ہانپتے ہوئے زبان نکالتا ہے (تو) یا اگر آپ اس کو چھوڑ دیتے ہیں تو بھی وہ زبان نکالتا ہے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔"

(۸) مثال دلوں پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے وعظ کے لحاظ سے دوسروں تک بات پہنچانے کے لئے زیادہ کارآمد ہوتی ہے، ڈانٹ ڈپٹ کے لئے اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے اور دوسروں کو قانع (مطمئن) کرنے کے لئے زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اکثر امثال کو نصیحت اور عبرت کے لئے ذکر فرمایا ہے جس طرح ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ○ (الزمر: ۲۷)

"ہم نے قرآن کریم میں تمام امثال لوگوں کے لئے بیان فرمائی ہیں، شاید وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصیحت حاصل کریں۔"

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔ (العنکبوت: ۴۳)

"یہ امثلہ ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں لیکن انہیں صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیث مبارکہ میں ان امثلہ کو بیان فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والوں نے بھی ہر دور میں حق کی قوت اور حجت قائم کرنے کے لئے ان سے مدد لی ہے اور مُرَبّی (تربیت کرنے والے) بھی ان سے مدد لیتے ہیں۔

وضاحتی اور شوق پیدا کرنے والے وسائل میں امثلہ کو شمار کیا جاتا ہے ترغیب و تنفیر اور مدح وذم کے لحاظ سے بھی ان کو تربیتی وسائل کا درجہ حاصل ہے۔

قرآن حکیم سے امثلہ بیان کرنا

اہل ادب کی عادت ہے کہ وہ ایسے مقامات پر امثلہ بیان کرتے ہیں جب کہ ان میں ان امثلہ والی مشابہت پائی جاتی ہو اور جب یہ بات لوگوں کی باتوں میں درست ہوگئی ہے کہ انہیں مثالوں کا درجہ دیا جا سکتا ہے' تو اہل علم نے قرآن کریم سے مثال بیان کرنے کو ناپسند فرمایا ہے' وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کسی دنیاوی معاملے کے پیش آنے پر قرآن کریم کی امثال والی آیات کی تلاوت کی جائے۔

اس طرح کی امثال سے باز رہنے سے قرآن کریم کا عزت واحترام باقی رہتا ہے اور مومنین کے دلوں میں اس کی عظمت محفوظ رہتی ہے۔

ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی انسان کو اپنے کسی ساتھی سے ملاقات کی شدید خواہش ہو' یا اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو وہ شخص اس کے پاس اس کے کہنے کے بغیر حاضر ہو جائے تو وہ شخص اس کی تعریف کرتے ہوئے یہ بول اٹھے: جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ: ۴۰)

"اے موسیٰ تم وقت مقررہ (مناسب وقت) پر آئے ہو۔"

تو اس طرح سے قرآن کریم کی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو نظیر نہ بناؤ۔ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے لئے کسی اور فعل کو نظیر نہ بناؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم اور قسمیں

حق کو قبول کرنے اور اس کے نور کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ہر فرد کی نفسیاتی اور استعداد مختلف ہوتی ہے اور ایسے صاف ستھرے نفوس جن کی فطرت کبھی رجس وغلاظت سے ملوث نہیں ہوئی وہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں' ان کے دل ہدایت کی شعاؤں کے لئے کھل جاتے ہیں' ان کو حق کی اطاعت گزاری کے لئے لمحہ اور اشارہ ہی کافی ہوتا ہے' لیکن ایسے نفوس جن کو جہالت نے زنگ آلود کر رکھا ہو اور باطل کے اندھیاروں نے انہیں ڈھانپ رکھا ہو تو ان نفوس کے دل ہتھوڑے کی ضربوں اور تاکیدی کلمات کے بغیر ٹس سے مس نہیں ہوتے حتیٰ کہ ان کی ناپسندیدگی کمزور پڑ جاتی ہے اور خطاب کے دوران قسم اٹھانا تاکید کے اسالیب میں سے ایک ہے جس میں لاجواب کر دینے والی دلیل موجود ہوتی ہے اور مدمقابل کو تدریجاً اس بات پر اعتراف کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جس کا وہ منکر ہوتا ہے۔

قسم کی تعریف اور اس کے صیغے

اقسام: قَسم کی جمع ہے۔ سین کی زبر کے ساتھ اس کے معنی حلف اور یمین کے ہیں۔ قسم کا اصلی صیغہ (کلمہ) تو یہ ہے کہ پہلے ایسے فعل کو ذکر کیا جائے جس سے قسم کا اظہار ہوتا ہو۔ جیسے اقسم' احلف وغیرہ' پھر اس کے بعد "با" کے ساتھ اس چیز کو ذکر کیا ہے جس کی قسم اٹھانا ہے پھر اس چیز کا ذکر ہوگا جس پر قسم اٹھائی گئی ہو' اس کو جواب قسم کا نام دیا جاتا ہے۔

جیسے یہ آیت ہے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ (النحل:۳۸)

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پکی قسمیں اٹھائیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے والوں کو نہیں اٹھائے گا۔"

اس لحاظ سے قسم کے تین اجزا ہوئے۔

(۱) وہ فعل جس کو "با" کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہو۔

(۲) مقسم بہ۔ جس کی قسم اٹھائی گئی ہو۔

(۳) مقسم علیہ۔ جس پر قسم اٹھائی گئی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ کلام میں قسم اٹھانے کی عادت بکثرت پائی جاتی ہے' اس لئے قسم کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور شروع کلام میں صرف "ب" کو کافی سمجھا جاتا ہے' پھر "ب" کے بدلہ میں "واؤ" کو ظاہری اسماء میں استعمال کیا گیا' جیسے یہ آیت ہے: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى - (اللیل:1) اور لفظ جلالة (اللہ) کے ساتھ "ت" کو استعمال کیا گیا "وَ تَاللّٰهِ لَاَ كِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ -" (الانبیآء:57) لیکن اس کا استعمال بہت کم ہے۔ اور "واؤ" کا استعمال بہت زیادہ ہے۔

قرآن کریم میں قسم کے فوائد

عربی زبان کی یہ خوبی ہے کہ اس میں اغراض کے تنوع کے لحاظ سے تعبیر اور مختلف اسالیب میں نہایت باریک بینی سے کام لیا جاتا ہے نیز مخاطب کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں چنانچہ علم معانی میں اضرب الخبر الثلاثة کہا جاتا ہے۔

یعنی خبر کی تین قسمیں ہیں۔ ابتدائی' طلبی' انکاری۔

ابتدائی: کبھی ایسے ہوتا ہے کہ مخاطب کا ذہن حکم سے بالکل خالی ہوتا ہے' تو اس کیلئے ایسا کلام بیان کیا جاتا ہے جو ہر طرح کی تاکید سے خالی ہوتا ہے کلام کی یہ قسم ابتدائی کہلاتی ہے۔

طلبی: کبھی مخاطب کا ذہن حکم کو قبول کرنے یا نہ قبول کرنے میں متردد ہوتا ہے تو ایسے مخاطب کے لئے ایسی کلام مناسب ہوتی ہے جس میں کسی تاکید پیدا کرنے والی چیز سے کلام کو مؤکد بنا دیا گیا ہو اور حکم کو تقویت حاصل ہوگئی ہو۔ کلام کی یہ قسم طلبی کہلاتی ہے۔

انکاری کبھی مخاطب کا ذہن حکم کا انکار کرتا ہے' اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے انکار کے مطابق مضبوط یا کمزور کلام پیش کیا جائے۔ کلام کی یہ قسم انکاری کہلاتی ہے۔

تاکید پیدا کرنے والے امور میں سے قسم کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے کیونکہ اس کی بدولت کوئی چیز دل میں گھر کر جاتی ہے اور اس کو خوب تقویت حاصل ہوتی ہے چونکہ قرآن کریم کا نزول تمام لوگوں کے لئے ہوا ہے اور لوگوں کا قرآن کریم کے بارے میں موقف بھی مختلف ہے۔ بعض نے شک کیا۔ بعض منکر تھے اور بعض سخت قسم کے جھگڑالو واقع ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے کلام میں قسم کا ذکر کر کے شک کا ازالہ کیا گیا ہے' شبہات کا توڑ اور حجت قائم کی گئی ہے اخبار کی تاکید بیان کی گئی ہے اور حکم کو سب سے بہترین صورت میں ثابت کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم اور "مقسم بہ" جس کی قسم اٹھائی گئی ہو

اللہ تعالیٰ اپنی مقدس ذات کی اپنی صفات کے ساتھ قسم اٹھاتا ہے یا پھر ان آیات (نشانیوں) کی جو اس کی ذات اور صفات کے لئے لازم ہیں اور اپنی بعض مخلوق کی قسم اٹھاتا ہے، کیونکہ وہ اس کے عظیم نشانات میں سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سات مقامات پر اپنی ذات کی قسم اٹھائی ہے۔

(۱) زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ۔ (التغابن:۷)

"کافروں کا دعویٰ ہے کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، آپ کہہ دیں کیوں نہیں، میرے رب کی قسم بے شک تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔"

(۲) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ۔ (سباء:۳)

"کافروں نے کہا، ہم پر قیامت برپا نہ ہوگی، آپ کہہ دیں کیوں نہیں میرے رب کی قسم بیشک تم پر ضرور قیامت برپا ہوگی۔"

(۳) وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ۔ (یونس:۵۳)

"وہ آپ سے معلوم کرتے ہیں کیا وہ حق ہے، آپ کہہ دیں میرے رب کی قسم بے شک وہ حق ہے۔"

ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائیں۔

(۴) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ۔ (مریم:۶۸)

"تیرے رب کی قسم! البتہ ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو جمع کریں گے۔"

(۵) فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الحجر:۹۲)

"تیرے رب کی قسم بیشک ہم ان سب سے سوال کریں گے۔"

(۶) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ (النسآء:۶۵)

"تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ وہ باہمی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنالیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷) فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ۔ (المعارج:۴۰)

"بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب والے رب کی میں قسم اٹھاتا ہوں۔"

قرآن کریم کی باقی قسمیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہیں۔ جیسے

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ (والشمس:۱-۷)

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۝ (اللیل:۱-۳)

وَالۡفَجۡرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ ۝ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۝ وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ ۝ (الفجر:۱-۴)

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۝ (التکویر:۱۵)

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۝ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۝ (التین:۱-۲)

اس طرح کی قسمیں قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھائے' لیکن اگر بندے غیر اللہ کی قسم اٹھائیں تو وہ شرک ہوگا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من حلف بغير الله فقد كفر او اشرك۔ (الترمذی و حسنه وصححه الحاكم)

"جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ساتھ (نام کی) قسم اٹھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسم اس لئے اٹھائی ہے کیونکہ وہ اپنے پیدا کرنے والا کا پتہ بتاتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے' اس سے یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہوتا ہے کہ ایسی چیز فضیلت والی ہے اور اس کے فائدے بھی ہیں تا کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان الله يقسم بما شاء من خلقه وليس لاحد ان يقسم الا بالله۔ (ابن ابی حاتم)

"اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم اٹھائے' لیکن کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھانے کا (کوئی) حق نہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسم کی انواع

قسم ظاہر اور قسم مضمر (پوشیدہ)

(۱) قسم ظاہر۔ جس میں فعل قسم اور مقسم بہ (جس کی قسم اٹھائی گئی ہو) کی تصریح موجود ہو۔

بعض ظاہری قسم ایسی بھی ہوتی ہے جس میں فعل قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اور صرف حرف جار ''ب'' یا ''واؤ'' یا ''تا'' کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

بعض مقامات میں فعل قسم پر ''لا'' نافیہ بھی داخل کیا گیا ہے' جیسے اس آیت میں ہے لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۝ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ (القیامۃ:۱-۲)

اس بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں مقامات میں ''لا'' نافیہ ہے اور اس سے ایسی محذوف چیز کی نفی مقصود ہے جو کہ موقع محل کے لحاظ سے مناسب ہو۔ اسے پوشیدہ مانا جاتا ہے' جیسے لا صحة لما تزعمون الله لا حساب ولا عقاب ''یعنی لا سے مراد یہ ہے کہ جس طرح تم دعویٰ کرتے ہو کہ نہ تو حساب ہوگا اور نہ ہی سزا ملے گی۔'' تمہارا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نئے سرے سے بات شروع کی۔ اور فرمایا: أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۝ وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۝ ''مجھے قیامت کے دن کی قسم اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم' بے شک تم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔''

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ''لا'' قسم کی نفی کرنے کے لئے بولا گیا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ میں تجھے اس دن اور اس نفس کی قسم نہیں دیتا' لیکن بغیر قسم کے تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تمہارا خیال ہے کہ جب تمہاری ہڈیاں موت سے الگ تھلگ ہو جائیں گی تو ہم انہیں جمع نہیں کر پائیں گے؟ یعنی یہ معاملہ اتنا ظاہر ہے کہ قسم کی ضرورت نہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ ''لا'' زائدہ ہے اور قسم کا جواب آیت مبارکہ میں محذوف ہے جس پر بعد والا قول ''أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ'' دلالت کرتا ہے جو اس آیت سے شروع ہو کر بعد تک ہے اور پوشیدہ کلام یہ ہے کہ لتبعثن ولتحاسبن۔ ''بیشک تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا اور تم لوگوں کا ضرور محاسبہ ہوگا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) قسم مضمر۔ پوشیدہ قسم جس میں فعل قسم اور جس کی قسم اٹھائی گئی ہو وہ واضح طور پر موجود نہ ہوں' بلکہ ان پر لام تاکید سے دلالت ہوتی ہے جو قسم کے جواب پر آیا کرتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ۔ (العمران: ۱۸۶) ''یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم البتہ تمہیں ضرور آزمایا جائے گا۔''

جس پر قسم اٹھائی گئی ہو اس کی حالتیں

(۱) مقسم علیہ وہ ہوتا ہے کہ جس کی قسم کے ذریعے تاکید اور تحقیق کی جائے۔ ضروری ہے کہ مقسم علیہ ایسی چیزوں سے ہو جس میں یہ امور اچھی طرح پائے جائیں جیسے پوشیدہ اور غائب امور' جب کہ ان کے ثابت ہونے کی قسم اٹھائی جائے۔

(۲) کبھی کبھی قسم کا جواب ذکر کر دیا جاتا ہے جبکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اور کبھی اس کو ذکر نہیں کرتے' جیسے ''لو'' کے جواب کو اکثر حذف کر دیتے ہیں اس کی مثال یہ آیت ہے:

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ۔ (التکاثر: ۵)

ان امور کا حذف کرنا سب سے بہتر اسلوب ہے کیونکہ اس سے عظمت وشوکت پر دلالت ہوتی ہے' اس کی پوشیدہ عبارت یوں ہوگی۔

لو تعلمون ما بين ايديكم علم الامر اليقين لفعلتم مالا يوصف من الخبر۔

''اگر تمہیں آئندہ والے امر یقین کا علم حاصل ہو جاتا تو تم وہ کرتے جسے خبر میں نہیں بتایا گیا۔''

قسم کا جواب حذف کرنے کی مثال:

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ (الفجر: ۱-۶)

یہاں پر قسم سے مراد یہ ہے کہ زمانہ میں یہ سب اعمال پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر وہ اس کا اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم اٹھائے' اس لئے جواب کی ضرورت نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جواب محذوف ہے ''ای لتعذبن یا کفار مکة'' یعنی اے مکہ کے کافرو! تمہیں ضرور عذاب دیا جائے گا۔

بعض کے نزدیک جواب مذکور ہے وہ یہ آیت ہے: ''ان ربك لبالمرصاد ۝'' لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درست بات یہی ہے کہ جواب کی ضرورت نہیں۔

اور کبھی جواب کو اس وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے کہ مذکورہ معلومات اس پر دلالت کرتی ہیں جیسے یہ آیت ہے: اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ o وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

قسم کا جواب یہاں پر محذوف ہے جس پر بعد والی آیت دلالت کرتی ہے "اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ" اس کی پوشیدہ عبارت یہ ہے لتبعثن ولتحاسبن" یعنی تم کو ضرور دوبارہ اٹھائے گا اور تمہارا محاسبہ ہوگا۔

(۳) فعل ماضی مثبت متصرف جس کا معمول پہلے نہ گذرا ہو جب وہ قسم کے جواب میں ذکر کیا جائے تو اس کے لئے "لام" اور "قد" دونوں لازمی ہیں اور ان میں سے صرف ایک کو ذکر کرنا جائز نہیں، ہاں صرف ایسی حالت میں ایک کو ذکر کر سکتے ہیں کہ جب کلام لمبی ہو جائے۔ جیسے ان آیات میں ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا o وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا o وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا o وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا o وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا o وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا o وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا o اس میں جواب قسم قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا لمبی کلام کی وجہ سے "ل" کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ o وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ o وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ o قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ o (البروج:۱-۴)

اس بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ قسم ایسی ہے کہ اس کا جواب ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ جس کی قسم اٹھائی گئی ہے اس سے تنبیہ کرنا مقصود ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانات میں سے ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ جواب محذوف ہے جس پر دلالت "قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ o" سے ہو رہی ہے کہ ان پر لعنت کی گئی ہے، یعنی مکہ کے کافروں پر اسی طرح لعنت کی گئی ہے جس طرح اصحاب اخدود پر ہوئی تھی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ان اصولوں کیلئے بھی قسم اٹھائی ہے جن کی معرفت مخلوق کے لئے لازمی ہے، کبھی اللہ تعالیٰ توحید کے لئے قسم اٹھاتا ہے، جیسے یہ آیت ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝

"صف باندھنے والے' بری طرح ڈانٹنے والے اور ذکر کرنے والوں (فرشتوں) کی قسم' بے شک تمہارا معبود ایک ہے۔" (الصافات: ۱-۴)

کبھی اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے حق ہونے کے لئے قسم اٹھاتا ہے' جیسے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ (الواقعہ: ۷۵-۷۷)

"مجھے مواقع النجوم کی قسم ہے۔ کاش تمہیں علم ہوتا یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بیشک وہ قرآن کریم ہے۔"

کبھی اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے حق ہونے کے لئے قسم اٹھاتا ہے' جیسے:

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (یٰس: ۱-۳)

"یٰس۔ اور قرآن حکیم کی قسم۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔"

کبھی اللہ تعالیٰ جزاء' وعدے اور وعید کے لئے قسم اٹھاتا ہے' جیسے:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ (الذاریات: ۱-۶)

"اڑ کر بکھر جانے والیوں۔ پھر بوجھ اٹھانے والیوں۔ سبک سار تیز ہونے والیوں۔ کام کو تقسیم کرنے والیوں کی قسم۔ بے شک تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ سچے ہیں۔ اور بے شک جزا واقع ہو کر رہے گی۔"

کبھی اللہ تعالیٰ انسان کے حال پر قسم اٹھاتا ہے' جیسے:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ (اللیل: ۱-۴)

"رات کی قسم جب وہ چھا جاتی ہے۔ دن کی قسم جب وہ روشن ہو جاتا ہے۔ اور جو اس نے مذکر اور مونث پیدا فرمایا ہے۔ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔"

قرآن کریم میں مذکورہ اقسام کی تحقیق کرنے والا بہت سارے فنون تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) قسم یا تو جملہ خبریہ پر ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہی ہے' جیسے:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۝ (الذاریات: ۲۳)

''زمین و آسمان کے رب کی قسم بے شک وہ حق ہے۔''

یا معنوی لحاظ سے جملہ طلبیہ پر ہوگی' جیسے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الحجر: ۹۲-۹۳)

''تیرے رب کی قسم۔ ہم ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور سوال کریں گے۔''

کیونکہ اس سے تہدید اور وعید مراد ہوتی ہے۔

قسم اور شرط

قسم اور شرط دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں' ان میں سے ہر ایک دوسرے پر داخل ہوتی ہے اور بعد میں ذکر ہونے والی' پہلی کا جواب ہوگی' وہ قسم ہو یا شرط' پھر کسی دوسرے جواب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اگر قسم شرط سے پہلے مذکور ہو تو وہ جوابِ قسم ہوگی اور شرط کے جواب کی اس میں ضرورت نہ ہوگی' جیسے یہ آیت ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ (مریم: ۴۶)

اس آیت میں مقدر عبارت یہ ہوگی۔ وَاللہ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اللہ کی قسم اگر تو باز نہ آیا۔

نیز شرط پر داخل ہونے والا ''لام'' وہ قسم کے جواب کا ''لام'' نہیں ہوتا' جیسے اس آیت میں ہے:

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (الانبیاء: ۵۷)

''اللہ کی قسم' میں ضرور تمہارے بتوں کے لئے تدبیر کروں گا۔''

حروفِ شرط پر ''لام'' کا داخل ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے بعد آنے والا جواب' قسم پر مبنی ہے' جو اس سے پہلے مذکور ہے' شرط پر مبنی نہیں اور ایسے لام کو لام موذنۃ (اطلاع دینے والا لام) کہتے ہیں۔ نیز اس کو لام الموطئۃ بھی کہتے ہیں' کیونکہ جواب قسم سے اس کی موافقت ہو جاتی ہے یعنی اس کی وجہ سے جوابِ قسم میں حدو ''نرمی'' پیدا ہو جاتی ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

"اگر انہیں نکالا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی کی گئی تو وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور دم دبا کر بھاگیں گے، پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔"

لام موطئہ، اکثر ان شرطیہ کے ساتھ آتا ہے اور کبھی دوسرے حرف شرط کے ساتھ بھی آجاتا ہے۔

یہ نہیں کہا جاتا کہ جملہ شرطیہ پوشیدہ قسم کا جواب ہوتا ہے، کیونکہ شرط میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ جواب بن سکے، کیونکہ جواب تو صرف خبر ہو سکتی ہے اور شرط انشاء ہوتی، تو اس لحاظ سے پہلی مثال "لارجمنك" یہ پوشیدہ قسم کا جواب ہوگا جس نے شرط کے جواب سے بے نیاز کر دیا ہے۔

لام موطئة جو قسم کے لئے ہوتا ہے اس کا شرط پر داخل ہونا واجب نہیں اس کو حذف بھی کر دیتے ہیں جبکہ شرط سے پہلے قسم پوشیدہ ہو۔

جیسے یہ آیت ہے:

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

(المائدہ: ۷۳)

"اگر وہ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافر عذاب الیم سے دوچار ہوں گے۔"

وہ چیز جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قسم کا جواب دیا گیا ہے، شرط کا نہیں، تو وہ جواب میں "لام" کا داخل ہونا ہے جو کہ مجذوم نہیں ہوتا، جیسے یہ آیت ہے:

لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ (الاسراء: ۸۸)

"اگر جن وانس سب جمع ہو کر اس جیسا قرآن لانا چاہئیں تو وہ اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے"

اس آیت میں اگر جملہ لَا يَاْتُوْنَ شرط کا جواب ہوتا تو فعل کو مجذوم ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس آیت میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (ال عمران:۱۵۸)

میں لئن کا لام موطۂ قسم کیلئے ہے اور "لَاِلَی اللّٰہِ" میں لام قسم کیلئے ہے جو کہ جواب میں واقع ہوا ہے اور فعل کے ساتھ نون تاکید کو ذکر نہیں کیا گیا تاکہ اس لام اور لامِ جارہ اور اس کے مجرور میں فرق ہو سکے تو اس لحاظ سے عبارت یوں ہوگی لئن متم او قتلتم لتحشرون الی اللہ۔

بعض افعال سے قسم کے فوائد کا حصول

قسم سے چونکہ اس امر کی تاکید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جس کیلئے قسم اٹھائی گئی ہو۔ جبکہ کلام کا سیاق اس مفہوم کو ادا کرے تو یہی فائدہ بعض افعال بھی دیتے ہیں جیسے یہ آیت ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ۔ (ال عمران:۱۸۷)

جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پکا وعدہ لیا جن کو کتاب دی تھی تاکہ آپ اس کو لوگوں کے لئے بیان فرمائیں۔

اس آیت میں "لَتُبَيِّنُنَّهٗ" کا لام قسم کے لئے لایا گیا ہے اور اس کے بعد والا جملہ قسم کا جواب ہے کیونکہ اخذ میثاق سے مراد قسم لینا ہے۔

مفسرین نے ان آیات کو بھی اسی معنی پر محمول کیا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ (البقرۃ:۸۳)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ۔ (البقرۃ:۸۴)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (النور:۵۵)

قرآن کریم اور جھگڑنے کا انداز

واضح قسم کے ظاہری حقائق جن انسان کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کائنات میں ان کا منہ بولتا ثبوت موجود ہے ایسے حقائق کو ثابت کرنے کے لئے مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کی صحت کے لئے کسی حجت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اکثر اوقات حق وصداقت کا انکار کرنے والے شکوک وشبہات کو جنم دیتے ہیں اور حقائق کو ایسے شبہات کا خول چڑھا کر انہیں حقیقت بنا کر پیش کرتے ہیں جو کہ عقل وشعور کو خوب بھاتی ہیں اور ایسے امور کو دلائل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ان کا اعتراف استدراجی لحاظ سے ایمان یا کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

قرآن کریم چونکہ پوری انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اس لئے اسے بہت سارے رجحانات کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض لوگوں نے باطل کے ذریعہ اس کے حقائق کا انکار کیا اور اس کے اصولوں سے جھگڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' تو قرآن کریم نے اپنے مخاصمین کو حسی اور ظاہری طور پر خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا' ان کا ایسے اسلوب سے مقابلہ کیا کہ ان کی کوئی پیش نہ گئی' ان کے سامنے ایسے استدلال پیش کئے کہ ان پر سناٹا طاری ہو گیا اور ایسے محکم اور مضبوط انداز سے اپنے موقف پیش کیا کہ ان کے دانت کھٹے ہو گئے۔

جھگڑے (جدل) کی تعریف

الجدل والجدال۔ المفاوضة علی سبیل المنازعة والمغالبة لألزام الخصم۔

یعنی مد مقابل پر حجت قائم کر کے غلبہ پانے اور جھگڑنے میں شریک ہونا۔

اس کا استعمال رسی بٹنے (بنانے) کے لئے ہوتا ہے' یعنی جب یہ کہا جائے کہ "جدلت الحبل" میں نے رسی کو بٹنے (بنانے) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' جیسے دو باہمی جھگڑا کرنے والے ایک دوسرے کو اس کی رائے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا کہ جھگڑنا انسانی طبیعت کی خصوصیت ہے۔

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ (الکھف: ۵۴)

"انسان بہت زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مشرکین کے سامنے اچھے طریقے سے اپنے دلائل پیش کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ان کی طبیعت اور عادت میں نرمی پیدا ہو۔

جس طرح اس آیت میں ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (النحل: ۱۲۵)

"اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور بہترین نصیحت سے دعوت دو اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھگڑنے میں ان کے ساتھ اچھا انداز اپناؤ۔"

اسی طریقے کے مطابق اہل کتاب سے مناظرہ کرنا جائز قرار دیا ہے۔ جیسے اس آیت سے واضح ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ (العنکبوت:٤٦)
"تم اہل کتاب سے اچھے انداز سے جھگڑو۔"

یہ طرق کار تو ایسے مناظرہ کی صورت میں ہونا چاہیے کہ جس کا مقصد حق کو ظاہر کرنا اور اس کے صحیح ہونے پر دلائل قائم کرنا ہو اور یہی وہ طریقہ ہے کہ جس کا مقصد کافروں کی راہنمائی اور ضدی لوگوں کے دانت کھٹے کرنا ہو، قرآن کریم میں جھگڑے کا یہی انداز پایا جاتا ہے، لیکن خواہش پرستوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے ان سے جھگڑنا فضول ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ۔ (الکھف:٥٦) "کافر فضول جھگڑا کرتے ہیں۔"

قرآن کریم اور مناظرہ کرنے کا طریقہ

قرآن کریم ایسے واضح دلائل سے بھرا پڑا ہے جو جھگڑنے والوں کو پیش کئے گئے اور ان دلائل کو ہر خاص و عام سمجھتا ہے۔

قرآن کریم نے ہر قسم کے فاسد شبہات کو باطل کر دکھایا اور ان کے توڑ میں ایسا اسلوب اختیار کیا کہ جس کے نتائج بالکل واضح تھے، اور دلائل کو بہت ہی عمدہ طریقے سے اکٹھا کیا گیا تھا کہ جن کو تسلیم کرنے میں نہ تو عقل پر زیادہ زور دینے کی ضرورت پیش آئی ہے اور نہ ہی بحث و تحقیق سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

قرآن کریم نے جھگڑے میں متکلمین کا اصطلاحی طریقہ استعمال نہیں کیا جس پر وہ مقدمات اور نتائج کے لئے اعتماد کرتے ہیں اور عمومی قیاس میں کلیّ سے جزئی کے لئے دلیل پیش کرتے ہیں یا مثال قیاس میں ایک جز سے دوسرے جز کے لئے دلیل دیتے ہیں یا پھر استقرائی قیاس میں جزئی سے کلی پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس کے اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور انہیں ان کی استعداد کے مطابق خطاب کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) گہرے غور و فکر کے بغیر دیکھی بھالی چیزوں پر ایمان لانا جو کہ فطرت کا تقاضا ہے اور استدلال کے لئے ان پر اعتماد کرنا نہایت ہی مؤثر اور بڑی واضح حجت ہے۔

(ج) واضح قسم کی کلام کو چھوڑ کر ایسا کلام اختیار کرنا جو دقیق مشکل اور پیچیدہ ہو تو اس کو سوائے خاص لوگوں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا' نیز ایسا کلام منطقیوں کے طریقے کے مطابق ہر لحاظ سے درست نہیں ہوتا۔

توحید اور آخرت کے وہ دلائل جو قرآن کریم میں مذکور ہیں' ان میں ایک خاص قسم کی دلالت پائی ہے' جس سے ان کا مدلول بالکل واضح ہو جاتا ہے اور انہیں کسی قضیہ اور کلیہ کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''وہ قیاسی دلائل جن کو اہل نظر براہین کا نام دیتے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی موجودگی ثابت کرنا چاہتے ہیں' تو ان میں سے ان کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت نہیں کرتی' بلکہ وہ ایسے مطلق آمر پر دلالت کرتے ہیں۔ جن کا تصور شراکت سے مانع نہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مُحدَث (نئی چیز) ہے تو ہر نئی چیز کو وجود بخشنے والا بھی ضرور ہونا چاہیے یا پھر ممکن ہے تو ہر ممکن کے لئے واجب ضروری ہے۔ تو اس سے مطلق محدث یا مطلق واجب پر دلالت ہوتی ہے جس کا تصور شرکت کو مانع نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ان کی برہان سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص ذات پر دلالت نہیں ہوتی اور نہ ہی واجب الوجود پر دلالت ہوتی ہے اور نہ اس کے علاوہ پر دلالت ہوتی ہے' بلکہ اس نے ایک امر کلی پر دلالت ہوتی ہے جس کا تصور شرکت کو مانع نہیں' جب کہ واجب الوجود کا علم اس میں شرکت سے مانع ہے اور جس نے ایسا تصور نہیں کیا جو شرکت کو مانع ہو' تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچان سکتا ہے' یہ معاملہ ان آیات کے برعکس ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے جیسے یہ آیات ہیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝ (البقرۃ:۱۶۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”بے شک زمین و آسمان کی تخلیق‘ دن رات کے اختلاف‘ لوگوں کے فائدے کے لئے‘ سمندر میں چلنے والی کشتیاں‘ اللہ تعالیٰ کا آسمان سے پانی نازل فرمانا اور اس سے بنجر زمین کو آباد فرمانا‘ زمین پر ہر قسم کے جانوروں کا پھیلانا‘ ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان قابو کئے ہوئے بادلوں میں عقل و شعور رکھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔“

اسی طرح یہ آیت ہے: إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ.

”بے شک اس میں عقل و شعور رکھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔“

ایک دوسری آیت میں لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ کے لفظ ہیں‘ ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات موجود ہیں‘ جو ایک معین چیز پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے سورج جو کہ دن کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ۔ (الاسراء:١٢)

”ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے‘ دن کی نشانی کو ہم نے دکھانے والی بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو‘ نیز تمہیں سالوں کی تعداد اور حساب معلوم ہو سکے۔“

یہ نشانیاں ایک خالق کی ذات پر دلالت کرتی ہیں‘ ان کی دلالت کسی ایسی قدر مشترک پر نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں میں بھی موجود ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے وجود سے صرف خالق کے وجود کا علم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید سے متعلق جو دلائل بیان فرمائے ہیں اور وہ آیات جن میں آخرت کی خبر دی گئی ہے اور وہ براہین جو اس نے اپنے رسولوں کی سچائی کے بارے میں بیان فرمائے ہیں‘ انہیں کسی قیاس تمثیلی یا قیاس شمول کی ضرورت نہیں بلکہ جب ان دلائل کا علم ہو جاتا ہے تو ان دلائل سے ان کا مدلول بالکل واضح ہوتا ہے اور ان کے مدلول کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ ان دلائل سے ذہن فوراً ان کے مدلول کی طرف منتقل ہوتا ہے جس طرح سورج کی شعاعیں دیکھنے سے ذہن سورج کے طلوع ہونے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ استدلال کی یہ نوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدیہی کہلاتی ہے جس میں تمام عقول برابر ہیں۔

زرکشی فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم ہر قسم کے براہین اور دلائل پر مشتمل ہے' کوئی برہان' دلالت' کلیات معلومہ عقلیہ اور سمعیہ سے کسی چیز کی تقسیم یا تحدید ایسی نہیں کہ جس کو قرآن کریم نے بیان نہ کیا ہو' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو عربوں کی عادت کے مطابق بیان فرمایا ہے اور متکلمین کے احکام کے طریقوں کی باریکیوں کا لحاظ نہیں رکھا۔ اس کے دو اسباب ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (ابراھیم: ۴)

''ہم نے ہر قوم کی طرف انہی کی بولی بولنے والا رسول بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے واضح فرمائے۔''

(۲) دقیق حجت کی طرف وہ مائل ہوتا ہے جو واضح کلام سے اپنی حجت قائم نہ کر سکے اور وہ شخص جو واضح دلیل کے ساتھ بات سمجھانے کی طاقت رکھتا ہو کیونکہ اسے اکثر سمجھ لیتے ہیں' تو وہ مشکل پیرائے کی طرف مائل نہیں ہوتا' جسے بہت ہی کم لوگ سمجھ پاتے ہیں اور اس کیکلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ایسے دلائل جنہیں مخلوق کے لئے بطور حجت بیان فرمانا تھا' انہیں بہت بڑی صورت میں پیش فرمایا ہے' ان میں بہت سی باریکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ عام لوگ ان دلائل سے ایسی بات سمجھ سکتے ہیں جس سے وہ قانع مطمئن ہو سکتے ہیں اور ان کے لئے حجت لازم ہو جاتی ہے اور خاص لوگ ان دلائل سے اتنا کچھ سمجھ لیتے ہیں کہ جو خطیب حضرات کی فہم کے برابر ہوتا ہے۔

اسی امر پر اس حدیث کو محمول کیا جائے گا جس میں فرمایا گیا ہے:

(۱) لكل آية ظهرا وبطنا ولكل حرف حدا ومطلعا۔

''ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر حرف کی حد اور مطلع ہے۔''

اس آیت کا وہ مطلب نہیں جس کو باطنیہ فرقے نے اختیار کیا ہے۔ اس لحاظ سے ہر وہ شخص جسے مختلف علوم سے واقفیت ہو اسے قرآن کریم سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ جب اپنی ربوبیت اور وحدانیت کے لئے کوئی حجت ذکر فرماتا ہے تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کی طرف، کبھی عام سننے والوں کی طرف اور کبھی مفکرین کی طرف منسوب فرماتا ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ ان قوتوں کے مالک افراد اس حجت کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، جیسے اس آیت میں ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (الرعد: ۴)

"بے شک اس میں عقل وشعور والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔"

اسی طرح اور بھی بہت ساری آیات ہیں۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ بہت گہرے غور وفکر سے متکلمین کے طریقے کے مطابق عقلی دلائل بھی قرآن کریم سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

جیسے یہ استدلال کیا جائے کہ اس عالم کا بنانے والا ایک ہے کیونکہ اس آیت میں شرکت سے باز رہنے کی دلالت موجود ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ (الانبیاء: ۲۲)

"اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ (اور) معبود ہوتے تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔"

کیونکہ اگر اس کے دو بنانے والے ہوتے تو ان دونوں کی تدابیر ایک نظام میں جاری نہ ہو پاتیں، نہ ان دونوں کے احکام نافذ ہو سکتے اور وہ دونوں یا ان میں سے ایک عاجزی سے دو چار ہوتا اس لئے کہ ان دونوں میں سے ایک کسی ایک کو زندہ کرنا چاہتا تو دوسرا اسے موت سے دو چار کرنا چاہتا یا پھر ان دونوں کے ارادے نافذ ہوتے تو اس سے تناقض پیدا ہوتا لیکن اگر صحیح اتفاق کو تسلیم کر لیں تو کسی بھی فعل کے حصے بخرے کرنا محال ہوتا ہے اور جب ہم اختلاف کو فرض کریں گے تو پھر دو مختلف حالتوں کا جمع ہونا ناممکن ہوتا ہے، پھر یا تو ان دونوں کے ارادے کا نفاذ نہ ہوگا جس سے ان کا عاجز ہونا ثابت ہوگا یا پھر ان دونوں میں سے ایک کا ارادہ نافذ نہ ہوگا، تو ان میں سے ایک کا عاجز ہونا ثابت ہوگا اور کوئی معبود عاجز نہیں ہو سکتا۔

قرآنی مناظروں کی انواع اور دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو کائناتی نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان میں غور وفکر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت دی ہے تاکہ عقائد کے اصول جیسے توحید الوہیت، فرشتوں، کتب، رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان کے لئے استدلال ہو سکے، قرآن کریم میں اس نوع کا بیان بہت زیادہ ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(البقرۃ:۲۱-۲۲)

"اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ وہ رب جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس نے تمہارے لئے پھلوں کا رزق پیدا فرمایا، تو تم اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بناؤ جبکہ تمہیں علم ہے۔"

ایک دوسری آیت میں ہے:

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (البقرۃ:۱۶۳-۱۶۴)

"تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت بڑا بخشش کرنیوالا اور بڑا مہربان ہے۔ آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا تابع فرمان بادلوں کو آسمان و زمین کے درمیان ادھر ادھر پھیرنا عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) وہ آیات یا دلائل جن سے مد مقابل کی تردید کی جاتی ہے اور ضدی لوگوں کی زبان بندی کی جاتی ہے۔ اس قسم کے دلائل کی مختلف صورتیں ہیں۔

(ا) مخاطب کے لئے سوالیہ انداز میں ان امور کو پیش کیا جاتا ہے جن کو وہ تسلیم کرتا ہے اور عام عقل بھی ان کو تسلیم کرتی ہے یہاں تک کہ وہ جس بات سے منکر ہے ان کا اعتراف کر لیتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے خالق کے وجود کی دلیل بیان فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (الطور: ۳۵-۴۳)

"کیا انہیں بغیر کسی چیز کے پیدا کیا گیا ہے یا وہ پیدا کرنے والے ہیں۔ یا انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے بلکہ انہیں یقین نہیں آتا۔ یا ان کے پاس ان کے رب کے خزانے ہیں یا انہیں غلبہ حاصل ہے۔ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس کے ذریعے وہ سنتے ہیں، ان میں سے سننے والے کو چاہیے کہ واضح دلیل پیش کرے۔ یا اس کے لئے لڑکیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں۔ یا آپ ان سے اجر کا سوال کرتے ہیں اور وہ تاوان سے گراں بار ہوتے جا رہے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھتے ہیں۔ یا وہ مکر و فریب کرتے ہیں مکر و فریب تو کافر لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ یا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔"

(۲) ابتدا سے آخرت پر استدلال کرنا۔

جیسے ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ (ق: ۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز آ گئے ہیں' بلکہ وہ نئی تخلیق کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہیں۔"

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝ (القیامة: ۳۶-۴۰)

"کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جسے ٹپکایا گیا۔ پھر وہ گوشت کا لوتھڑا ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا اور اسے برابر فرمایا اس سے مذکر مؤنث جوڑے بنائے۔ کیا یہ سب کچھ کرنے والا مرے ہوئے لوگوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں۔"

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ (الطارق: ۵-۸)

"انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے ٹپکنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پشت اور سینے سے نکلتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ (لوٹانے) زندہ کرنے پر قادر ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ بنجر (مردہ) زمین کو زندگی دے کر (نباتات پیدا کرکے) مرنے کے بعد حساب والی زندگی پر استدلال فرماتا ہے' جیسے یہ آیت ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى۔ (فصلت: ۳۹)

"آپ اللہ تعالیٰ کے نشانات کو دیکھتے ہیں کہ زمین بالکل بے حس وحرکت ہوتی ہے لیکن جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ پھلتی پھولتی ہے' بے شک وہ رب جس نے اس کو زندگی بخشی ہے وہ مرنے والوں کو بھی زندہ کرے گا۔"

(۳) مد مقابل کے دعویٰ کو مخالف دلیل سے باطل کرنا۔ جیسے یہ آیت ہے:

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ○ (الانعام:۹۱)

"(اے محمد ﷺ) آپ ان سے پوچھیے کہ وہ کتاب جسے موسیٰ (علیہ السلام) لائے جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت بنی، ہم نے اسے ایک لکھی ہوئی چیز بنا رکھا ہے جسے تم ظاہر کرتے ہو اور اکثر چھپاتے ہو، تمہیں وہ چیزیں بتائی گئیں جن کا تمہیں اور تمہارے اباؤ اجداد کو علم نہ تھا۔ اس کتاب کو کس نے نازل فرمایا: "آپ کہہ دیں کہ اللہ، پھر انہیں چھوڑ دیں وہ اپنی مصروفیت میں مگن ہیں۔"

اس آیت میں یہود کی تردید فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ۔

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔"

(۴) اوصاف کو محدود کر کے آزمائش اور تقسیم کرنا اور ان میں سے کسی ایک وصف کو حکم کی علت قرار دینے کو باطل ٹھہرانا۔ جیسے یہ آیت ہے:

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ (الانعام: ۱۴۳-۱۴۴)

"آٹھ جوڑے بھیڑ سے دو، بکری سے دو، آپ کہہ دیں کہ کیا دو مذکر یا دو مونث اس نے حرام کئے ہیں یا وہ حرام کیا یا دونوں مونث کے رحم میں موجود ہے مجھے اپنے علم کے ذریعے خبر دو اگر تم سچے ہو۔ اونٹوں سے دو اور گائے سے دو۔ آپ بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ دو مذکر حرام کئے ہیں یا دو مونث حرام کئے ہیں یا جو کہ دونوں مونث کے رحم میں ہے کیا جب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں حکم دیا اس وقت تم موجود تھے، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی افترا پردازی کرنے والے سے کون زیادہ ظالم ہے تا کہ وہ ایسا کر کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

(۵) مدمقابل کی ایسے بیان سے زبانی بندی کرنا کہ اس کی بات سے جو ثابت ہوتا ہے اسے کوئی بھی تسلیم نہ کرے۔ جیسے ان آیات سے ظاہر ہے:

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ○ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ (الانعام:۱۰۰-۱۰۱)

”وہ جنات کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ بغیر علم کے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بناتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پاک ہے جن کو وہ بیان کرتے ہیں' وہ زمین و آسمان کو انوکھے طریقے سے پیدا کرنے والا ہے' اس کی کوئی بیوی نہیں تو اولاد کیسے ہوگی' اس نے ہر چیز کا پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کی نفی فرمائی ہے کہ ایک چیز سے اولاد نہیں ہوسکتی بلکہ اولاد کا سلسلہ تو دو سے چلتا ہے' جبکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ اس کا ہر چیز کو پیدا کرنا اور اس سے کسی چیز کے پیدا ہونے میں تناقض پایا جاتا ہے اور اسے ہر چیز کا بخوبی علم ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں خود مختار ہے۔ اپنے ارادہ میں خود مختار ہونا اور بالطبع کرنے والے میں شعور فرق محسوس کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کو بخوبی علم ہونا اس امر سے مانع ہے کہ وہ ایسے امور طبیعیہ کی طرح ہو جن سے بلا شعور اشیا پیدا ہوں جیسے گرمی' سردی' تو اس لئے کسی اولاد کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔

قرآن کریم میں ان کے علاوہ جھگڑے کی دوسری بہت ساری انواع مذکور ہیں۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کا اپنی امتوں سے مناظرہ کرنا' مومن جماعت کا منافق جماعت سے مناظرہ کرنا اور اس جیسے دوسرے مناظرے بھی موجود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قصص القرآن

ایسا حادثہ جس کے اسباب اور نتائج واضح ہوں تو کان اس کی طرف لگ جاتے ہیں اور جب ایسے واقعات سابقہ لوگوں کی خبریں اور عبرت کا سامان بھی فراہم کریں تو ان کی معرفت سے مطلع ہونے کی محبت ایسا قوی سبب ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عبرت دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ نصیحت جسے بطور خطاب بیان کیا گیا ہو عقل وشعور میں اس کے تمام پہلو نہیں آتے اور نہ ہی بیان کی ہوئی ساری بات یاد رہتی ہے' لیکن جب وہ عبرت زندگی میں پائے جانے والے کسی ایسے واقعہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے کہ جس کے اھداف واضح ہوں تو انسان اس بات کو بڑی خوشی سے سنتے' بڑے شوق اور دلجوئی کے ساتھ اس کی طرف کان لگاتے اور اس میں بیان ہونے والی نصیحتوں اور عبرتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ جبکہ آج تو قصہ گوئی کا ادب لغوی فنون اور اداب میں ایک خاص فن بن چکا ہے اور سچے قصائص عربی اسلوب میں اس دور کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں اور قصے کی نہایت ہی اعلیٰ شکل میں قران کریم تصویر کشی کرتا ہے۔

قصص کا معنی

القصص: عربی زبان میں نشانات کا پیچھا کرنے کو کہتے ہیں' کہا جاتا ہے کہ **قصصت اثرہ:** یعنی میں نے اس کے نشانات کا پیچھا کیا اور قصص مصدر ہے (**فارتدا علی آثارھما قصصا**O) وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس پلٹے۔ ام موسیٰ کے بارے میں فرمایا:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ۔ (القصص:١١)

"اس نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چل یہاں تک کہ تو اس شخص کو دیکھ لے جو اس کو پکڑتا ہے۔"

اسی طرح قصص ان خبروں کو کہا جاتا ہے جن کی خوب چھان بین کی گئی ہو جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ۔ (العمران:٦٢)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بے شک یہ سچے قصے ہیں۔"

ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (یوسف:111)

"ان کے قصص میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے۔"

قصہ، معاملہ، خبر، شان اور حال کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قصص القرآن کا اطلاق، سابقہ امتوں اور انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات اور وقوع پذیر ہونے والے حوادث کی خبروں پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ماضی کے بے شمار واقعات، امتوں کی تاریخ شہروں اور بستیوں کا ذکر موجود ہے جن میں ہر قسم کے نشانات کی خوب چھان پھٹک کی گئی ہے اور ان سب چیزوں کو بولتی ہوئی شکل وصورت میں پیش کیا گیا ہے۔

قرآنی قصص کی انواع

قرآن کریم میں تین انواع کے قصص پائے جاتے ہیں۔

پہلی نوع: قصص الانبیاء (علیہم السلام)۔ ان قصص میں ان کا اپنی قوم کو دعوت دینا، معجزات، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تاکید فرمائی ہے۔ مخالفین کا موقف دعوت کے مراحل اور مختلف دور، مؤمنین اور مکذبین کا انجام بیان کیا گیا ہے، جیسے نوح، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کے قصص ہیں۔

دوسری نوع: سابقہ حادثات سے متعلقہ قرآنی قصص اور ان لوگوں کے قصص جن کی نبوت ثابت نہیں، جیسے ان لوگوں کا قصہ جن کی تعداد ہزاروں میں تھی، لیکن موت کے ڈر کی وجہ سے انہیں گھروں سے نکالا گیا۔ جیسے طالوت، جالوت، آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں، کہف والوں، ذی القرنین، قارون، اصحاب السبت، مریم، اصحاب اخدود اور اصحاب فیل وغیرہ کے قصائص۔

تیسری نوع: ان حادثات کے قصائص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں واقع ہوئے جیسے سورۃ ال عمران میں غزوۂ بدر اور احد کا ذکر ہے۔ سورۂ توبہ میں غزوۂ حنین اور تبوک کا ذکر ہے۔ سورۂ احزاب میں غزوۂ احزاب اور ہجرت، اسرا (معراج) اور دوسرے واقعات کا ذکر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآنی قصص کے فوائد

قرآنی قصص کے بہت سارے فائدے ہیں جن کو ہم اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) دعوت الی اللہ کی بنیادی وضاحت اور ان شرعی اصولوں کا بیان جن کے ساتھ ہر نبی (علیہ السلام) کو مبعوث فرمایا گیا۔

جیسے یہ آیت ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (الانبیاء:۲۵)

''ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، صرف میری عبادت کرو۔''

(۲) رسول اللہ ﷺ اور امت محمدیہ کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے دین پر مضبوط کرنا۔

حق اور اس کے لشکر کی مدد فرما کر مؤمنین کے اعتماد کو تقویت دینا باطل اور اہل باطل کی ذلت و رسوائی کو بیان کرنا، جیسے یہ آیت ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (ھود:۱۲۰)

''ہم یہ سب کچھ رسولوں کی خبریں آپ کے لئے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کی دلجمعی ہو اور ان خبروں میں آپ کے پاس حق آیا ہے اور مومنین کے لئے نصیحت اور یاددھانی ہے۔''

(۳) سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق، ان کی یاد کو تازہ کرنا اور ان کے آثار کو ہمیشہ کیلئے باقی رکھنا۔

(۴) محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو سچ ثابت کرنا کیونکہ بہت عرصہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں انہوں نے بتائی ہیں۔

(۵) اہل کتاب کو حجت کے ساتھ متنبہ کرنا کیونکہ ان کی عادت ہے کہ وہ واضح دلائل اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اور ان کو چیلنج کرنا کہ ان کی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی سے پہلے کیا کچھ تھا، جسے یہ آیت ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (ال عمران:۹۳)

"تورات کے نازل ہونے سے پہلے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر جو کچھ حرام کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔ آپ کہیں کہ تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔"

(۶) ادبی اصناف میں سے قصص بھی ایک صنف ہے' کان ان کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ان کی عبرتناک باتیں دل میں راسخ ہو جاتی ہیں' جیسے یہ آیت:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ○ (یوسف:۱۱۱)

"ان قصص میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے۔"

قصص کے تکرار کی حکمت

قرآن کریم بہت سارے قصص پر مشتمل ہے جو بہت سے مقامات پر تکرار سے بیان ہوتے ہیں' ایک ہی قصہ کو بار بار قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے کبھی تقدیم و تاخیر' کبھی اختصار و طوالت اور ان جیسے دوسرے امور کی وجہ سے انہیں مختلف صورتوں میں پیش کیا گیا ہے اور ایسا کرنے کی حکمت یہ ہے:

(۱) قرآنی بلاغت کو بہت ہی اعلیٰ انداز سے پیش کرنا۔

بلاغت کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں ایک معنی کو مختلف صورتوں میں ظاہر کیا جاتا ہے اسے بار بار دھرایا جاتا ہے اور وہ قصہ ہر جگہ مختلف اسلوب میں پیش کیا جاتا ہے اور ہر اسلوب دوسرے سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے' اسے مختلف سانچوں میں ڈھالا جاتا ہے اور اس تکرار سے انسان اکتاتا نہیں بلکہ اس کے نفس مین نئے نئے معانی پیدا ہوتے ہیں جو ایک ہی جگہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔

(۲) معجزانہ قوت۔ ایک ہی معنی کو مختلف صورتوں میں لانے کا مقصد چیلنج کو انتہا تک پہنچانا ہے کیونکہ عرب تو ایک بھی صورت میں بیان نہ کر سکے تھے۔

(۳) قصہ کی شان کا اہتمام مقصود ہوتا ہے تاکہ نفس میں اچھی طرح اثر پذیر ہو سکے۔ تکرار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاکید کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اور اہتمام کی نشانیوں میں سے ہے جیسے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا حال ہے۔ حق و باطل کے معرکہ کی بہترین منظر کشی کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ایک ہی قصہ کو ایک ہی سورت میں تکرار سے ذکر نہیں کیا گیا' اگرچہ اس کا تکرار کثرت سے ہوا ہو۔

(۴) قصہ بیان کرنے کی غرض و غایت میں اختلاف کی وجہ سے تکرار ہوتا ہے۔ ایک غرض سے متعلقہ معانی ایک جگہ ذکر کر دیئے جاتے ہیں اور حالات کے تقاضے کے مطابق باقی مقامات پر دوسرے معانی ظاہر ہوتے ہیں۔

قرآنی قصص حقیقت ہیں خیال نہیں

اس بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں ایک یونیورسٹی کے طالب علم نے دکتورہ (پی۔ ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے ایک رسالہ (Thesis) پیش کیا۔ جس کا عنوان تھا "الفن القصص فی القرآن" قرآن کریم میں قصہ بیان کرنے کا فن' یہ ۱۳۶۷ ہجری کی بات ہے۔ اس پر بہت شور برپا ہوا۔ امتحان لینے والی کمیٹی کے اساتذہ میں ایک استاد احمد امین تھے' انہوں نے Thesis پر ایک رپورٹ لکھی اور کلیۃ الاداب (فنون) کے پرنسپل کو بھیج دی' اس رپورٹ میں طالب علم کی مرتب کی ہوئی معلومات پر بہت سخت تنقید کی گئی تھی' طالب علم کے ڈائریکٹر نے طالب علم کا خوب دفاع کیا۔ استاد احمد امین کی رپورٹ کی عبارت کا ترجمہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:

یہ Thesis کوئی عام سا نہیں بلکہ یہ بہت خطرناک ہے' اس کی بنیاد یہ ہے کہ قرآنی قصص فنی عمل ہیں' اس میں وہ سب کچھ پایا جاتا ہے' جو کچھ ایک فن میں ہوتا ہے' جیسے وہ تخلیقی عمل ہو اور اس میں جدت پائی جاتی ہو اور تاریخی سچائی کو ضروری نہ سمجھا گیا ہو' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے محمد ﷺ ایک ایک فنکار تھے۔"
(نعوذ باللہ من ذلک)

پھر وہ لکھتے ہیں:

"کہ طالب علم نے اسی بنیاد پر شروع سے آخر تک اپنا رسالہ (Thesis) لکھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے میں بعض مثالیں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس سے رسالہ لکھنے والے کے مقاصد اور بنیادی کیفیت واضح ہو جائے۔

پھر استاد احمد امین نے رسالہ سے وہ مثالیں پیش کیں جو سابقہ اجمالی عبارت کی شاہد تھیں۔ اس میں طالب علم نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم کے قصص میں تاریخی سچائی کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ اس میں وہی رخ اختیار کیا گیا ہے جسے ایک ادیب کسی حادثے کی فنی تصویر کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ قرآن کریم میں بعض قصص کی تحقیق کی گئی ہے اور سابقہ اہل علم نے تاریخی لحاظ سے قابل اعتماد قرآنی قصص کے شمار میں غلطی کی ہے۔

ایک سچا مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن کریم اپنی فنی تصویری سے پاک ہے کہ جس میں تاریخی سچائی نہ ہو۔

قرآن کریم کے تمام قصص تاریخی حقائق ہیں' جن کو بہترین الفاظ کی دلکش شکل وصورت اور نہایت ہی عمدہ اسلوب میں ڈھال دیا گیا ہے۔ ممکن ہے طالب علم نے ادب میں قصہ کے فن کو پڑھا ہو' جس کے بنیادی عناصر میں ایک خیال عنصر بھی ہوتا ہے جس کا اعتماد تصور ہوتا ہے جیسے خیال ارتقا کی طرف بڑھتا ہے تو وہ واقعہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے' اس میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے' اس میں دلفریبی پیدا ہوتی ہے اور اس کے پڑھنے میں مزہ آتا ہے۔ اور اس طالب علم نے قرآنی قصص کو بھی ادبی قصص پر قیاس کر لیا۔

حالانکہ قران کریم ایسا بالکل نہیں' اسے خوب علم والے' خوب حکمت والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کی تمام خبریں واقعات کے عین مطابق ہیں۔

جب اہل علم وفضل جھوٹ بولنے سے اجتناب کرتے ہیں اور ایسا کرنا بہت ہی گندی حرکت خیال کرتے ہیں جس سے انسانیت داغدار ہو جاتی ہے تو کسی عقل مند کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ جھوٹ کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرے۔

اللہ تعالیٰ تو حق ہے۔

جیسے اس آیت میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ۔ (الحج: ٦٢)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو حق ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھی حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

جس طرح ان آیات سے ظاہر ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (فاطر: ۲۴)

''بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ آپ بشارت دیں اور تنبیہ کریں۔''

وَالَّذِيْٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ۔ (الفاطر: ۳۱)

''وہ کتاب جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے' وہ حق ہے۔''

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ (النساء: ۱۷۰)

''اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ آیا ہے۔''

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔ (المائدۃ: ۴۸)

''ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے۔''

وَالَّذِيْٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ۔ (الرعد: ۱)

''وہ کتاب جسے تیرے رب کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے وہ حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو قصص بیان فرمائے ہیں وہ بھی حق ہیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ۔ (الکھف: ۱۳)

''ہم ان کی خبر حق کے ساتھ آپ کے لئے بیان کرتے ہیں۔''

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَإِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ۔ (القصص: ۳)

''ہم موسیٰ اور فرعون کی خبر حق کے ساتھ آپ کے لئے تلاوت کرتے ہیں۔

تربیت اور تہذیب پر قرآنی قصص کے اثرات

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک صحیح قصہ جس میں تمام امور کا خیال رکھا گیا ہو اس میں قوت سماعت کے لئے دلکشی کا بڑا سامان ہوتا ہے' وہ بڑی آسانی اور نرمی کے ساتھ انسانی نفس پر اثر انداز ہوتا ہے' ہوش وحواس اس کے لئے پوری طرح آمادہ رہتے ہیں' اس پر اکتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور عقل وشعور اس کے سارے عناصر میں دلچسپی لیتے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔

جب کہ ایسے اسباق جن میں صرف تلقین اور بیان ہو ان سے اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے' طبیعت ان کا ساتھ نہیں دیتی اور ایسے اسباق کے تمام عناصر کا احاطہ کرنے میں بڑی دقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ تھوڑی دیر تک قائم رہتا ہے' تو اس لحاظ سے قصص والا اسلوب زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ انسان اپنی بچپنے میں بھی حکایات سننے کی طرف مائل رہتا' قصہ گوئی پر کان دھرتا اور جو کچھ اس سے بیان کیا جاتا ہے وہ اسے یاد کر لیتا ہے اور پھر وہ خود اسے بیان کرتا ہے۔ تربیت کرنے والوں کو جیسے کہ نفسیاتی فطرت کی اس روش کو تعلیمی میدان میں فائدہ مند بناتا ہے خاص طور پر دینی تہذیب کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے' کیونکہ اصل تعلیم تو یہی ہے اور چال چلن کی صحیح سمت کا تعین اسی بنا پر ہوتا ہے۔ قرآنی قصص میں اتنا عمدہ مواد موجود ہے کہ جس کی بدولت تربیت کرنے والے اپنی ذمہ داریاں کامیابی سے پوری کر سکتے ہیں۔

تہذیبی مواد میں انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت' سابقہ لوگوں کی خبروں اور معاشرتی زندگی میں اللہ رب العزت کے طریق کار اور امتوں کے احوال سے کافی مواد مل سکتا ہے اور انہیں حق و سچ کے علاوہ کچھ بھی کہنا نہیں پڑے گا۔

یہ تربیت کرنے والا قرآنی قصائص کو طالب علموں کی استعداد کے مطابق تعلیمی دور کے ہر مرحلہ پر مناسب اسلوب اختیار کر کے بیان کر سکتا ہے۔

استاد سید قطب اور استاد سحار نے بچوں کے لئے دینی قصائص ترتیب دیئے ہیں' یہ دونوں مجموعے اتنے مفید ثابت ہوئے ہیں کہ ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اسی طرح جارم نے قرآنی قصائص کو ایسے ادبی اسلوب میں بہت بہتر طریقے سے پیش کیا ہے کہ جس میں تجزیہ اور وسعت پائی جاتی ہے' کاش دوسرے مؤلفین بھی ایسے صحیح تربیتی منہج میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کا ترجمہ

کسی بھی دعوت کی کامیابی کا راز کافی حد تک یہی ہے کہ داعی اور اس کی قوم میں قربت ہو' وہ داعی جو کسی بھی معاشرہ کی گہرائیوں سے شناسا ہو' تو وہ سرکشی اور جہالت کے ان تمام ذرائع سے بخوبی واقف ہوتا ہے جس میں اس کی قوم مبتلا ہوتی ہے' وہ ان کی طبیعتوں کو جانتا ہے اور اسے ان طریقوں کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے جن کی بدولت وہ اپنی قوم کے دلوں پر دستک دے سکتا ہے تاکہ وہ اس کی دعوت کو سیکھنے کے لئے آمادہ ہوسکیں اور اس کی راہنمائی میں سیدھی راہ پر گامزن ہوں اور چونکہ وہ اپنی قوم کو انہی کی زبان میں مخاطب ہوتا ہے جس سے تمام حالتوں میں انسیت اور یکسانیت کا سماں نظر آتا ہے۔

اسی بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (ابراھیم: ۴)

''ہم نے ہر قوم کی بولی (زبان) میں ان کی طرف رسول بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے بیان کرے۔''

رسول اللہ ﷺ چونکہ عربی تھے اس لئے قرآن کریم ان پر عربی زبان میں نازل ہوا جو کہ اسلامی پیغام کی کامیابی کے لئے ایسا کرنا ضروری امر تھا۔ اسی وقت سے عربی زبان دین اسلام کا ایک بنیادی رکن بن چکی ہے اور دعوت رسانی کے لئے لوگوں سے مخاطب ہونے میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے نبی ﷺ کی بعثت پوری انسانیت کے لئے تھی۔

جس کا ذکر قرآن کریم نے کئی بار فرمایا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الاعراف: ۱۵۸)

''آپ کہہ دیں' اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

دوسری آیت میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (سباء: ۲۸)

''ہم نے آپ کو (اے محمد ﷺ) تمام لوگوں کے لئے خوش خبری دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جزیرہ عرب میں اسلامی حکومت کی بنیاد پڑی اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ زبان قوم کے ساتھ ہی زندہ رہتی ہے' لیکن جب قوم ہی ختم ہو جائے تو پھر زبان کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ تو اسی لئے اسلامی حکومت کا قیام عربی زبان کی زندگی کا بہت بڑا سبب بن گیا۔

قرآن کریم اسلام کی وحی ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کا فرض شدہ دین ہے جس کے اصول اور بنیادوں کا فہم قرآن کریم کو اس کی زبان میں سمجھے بغیر نہیں آ سکتا۔ دوسری طرف اسلامی فتوحات کی موجیں' دوسری عجمی زبانوں سے بھی جا ٹکرائیں' ان کو اسلام رنگ دینے کیلئے عربی لبادہ پہنایا گیا اور اس نئے دین میں داخل ہونے والے ہر شخص کیلئے یہ لازم تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر قرآن کریم کی لغت کو بھی قبول کرے تا کہ وہ اپنے فرائض کو ادا کر سکے۔

چنانچہ قرآن کریم کو کسی دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی' کیونکہ قرآن کریم ہر انسان کو ایمان اور اطاعت کے لحاظ سے عربی بنا دیتا تھا جس سے اس کی زبان بھی عربی میں بدل جاتی تھی۔

ترجمہ کے معانی:

ترجمہ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔

لفظی ترجمہ: ایک لغت کے الفاظ کو اس جیسی دوسری لغت کے الفاظ میں اس طرح ڈھالنا' کہ اس کی ترتیب اور تنظیم کی موافقت بھی موجود رہے۔

تفسیری یا معنوی ترجمہ: ایک لغت کے کلام کو دوسری لغت کے کلام میں ڈھالنا اور اس میں اصل کلام کی ترتیب و تنظیم کا خیال بھی نہ رکھا گیا ہو۔ جن لوگوں کو مختلف لغات کی واقفیت حاصل ہے تو وہ جانتے ہیں کہ لفظی ترجمہ سے اصل عبارت کے اسلوب کی حفاظت اور اس کے تمام معانی کا حصول ممکن نہیں کیونکہ جملے کے اجزا کی ترتیب میں اس لغت کی خاصیات دوسری لغت سے مختلف ہوتی ہیں۔ عربی زبان میں جملہ فعلیہ استفہامی لحاظ سے فعل سے شروع ہوتا ہے' پھر اس کا فاعل ذکر کیا جاتا ہے' مضاف کو مضاف الیہ سے پہلے رکھا جاتا ہے اور موصوف اپنی صفت سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے۔ ہاں جب تشبیہ کی وجہ سے اضافت مقصود ہو جیسے "لجین الماء" یا پھر کسی صفت کو اس کے معمول کی طرف مضاف کیا گیا ہو جیسے "عظیم الامل" تو سابقہ ضابطے برقرار نہیں رہتے اور باقی لغات کی حالت ایسی نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی عبارات کے پہلو میں ایسے لغوی اسرار موجود ہوتے ہیں کہ کسی دوسری زبان کی عبارت ان کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ اس لحاظ سے ترجمہ کے الفاظ ہر لحاظ سے اصل عبارت کے معنی کا حق نہیں ادا کر سکتے' چہ جائیکہ کسی لغت کی تراکیب کی برابری کی جا سکے۔

قرآن کریم عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کی انتہائی بلندیوں سے بھی بڑھ کر ہے' اس کی تراکیب میں ایک خصوصیت اس کے اسلوب پر اسرار اور معانی بہت ہی لطیف ہیں اور اس کی تمام آیات میں ایک ایسا اعجاز پایا جاتا ہے۔ جن کو کوئی زبان ادا نہیں کر سکتی۔

لفظی ترجمہ کا حکم

کسی انسان کو اس بات میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم کا لفظی ترجمہ حرام ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمایا۔ جس کے الفاظ و معانی میں اعجاز پایا جاتا ہے اور اس کی تلاوت عبادت ہے۔

یہ بات بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کا جب کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو اسے بھی کلام اللہ کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف عربی زبان میں کلام فرمایا ہے' جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی ترجمہ کو اعجاز کا درجہ حاصل ہے کیونکہ اعجاز کا تعلق تو خاص ان عربی الفاظ سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور جس کی تلاوت کرنا عبادت ہے وہ عربی قرآن کریم ہے' جس کے الفاظ' حروف اور کلمات کی ترتیب بالکل واضح ہے۔ اس لحاظ سے مترجم اگرچہ مختلف لغات' ان کے اسلوب اور تراکیب میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو' جب وہ لفظی ترجمہ کرے گا تو تو وہ قرآن کی اصل حیثیت سے ختم کر دے گا۔

معنوی ترجمہ

قرآن کریم اور اسی طرح یہ بلیغ عربی کلام کے اصلی معانی ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ ثانوی معنی ہوتے ہیں۔

اصل معانی سے وہ معانی مراد ہیں کہ جن کو تمام انسان برابر سمجھ لیتے ہیں' جیسے مفرد الفاظ کا مطلب معلوم ہو اور وہ ان الفاظ کے باہمی تعلق کو اجمالی طور پر سمجھتا ہو۔

جب کہ ثانوی معانی سے وہ معانی مراد ہیں کہ جن کا تعلق الفاظ کی تنظیم و ترتیب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاصیت سے ہوتا ہے اور کلام میں رفعت وعظمت کا ادراک ہوتا ہے اور اسی سے قرآن کریم کا معجزہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

بعض آیات کے اصل معنی کے ساتھ عربی کلام کا نثر یا نظم کے معانی بھی موافق ہو سکتے ہیں' لیکن اس موافقت کے باوجود انہیں قرآن کریم کے اعجاز کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں کیونکہ قرآن کریم کا اعجاز اس کے انوکھی تنظیم وترتیب اور عمدہ بیانی میں ہے یعنی ثانوی معنی کے لحاظ سے۔

زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ عربی کلام خاص طور پر قران کریم میں ایسے لطیف معانی پائے جاتے ہیں کہ جن کی ادائیگی دوسری زبان میں ممکن نہیں۔

معنوی ترجمہ کا حکم

قرآن کریم کا ثانوی (مرادی) ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اگرچہ کوئی ایسی زبان بھی موجود ہو جس کے الفاظ کی دلالت انہی مقررہ معانی کو واضح کرتی ہو جو علم البیان کے ماہرین نے نزدیک تراکیب کے خواص سے تعلق رکھتے ہوں اور اس قسم کا دعویٰ کرنا کسی کے لئے بھی آسان نہیں اور علامہ زمخشری کی سابقہ عبارت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

قرآنی بلاغت کے اسلوب لفظی ہوں یا ترکیبی' ان کا تعلق تعریف وتنکیر سے ہو یا ذکر و حذف سے یا کوئی ایسا سبب ہو کہ جس کی وجہ سے قرآنی لغت کو رفعت وسربلندی حاصل ہے اور دلوں پر اثر انداز ہو۔ قرآنی بلاغت کے ان تمام اسباب کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لئے کوئی دوسری لغت مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ کسی دوسری زبان میں یہ خاصیات پائی بھی نہیں جاتیں' ہاں البتہ اصلی معانی کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا ممکن ہے۔

امام شاطبی نے موافقات میں اصل اور ثانوی معانی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ پہلے طریقہ یعنی اصلی معانی کے لحاظ سے قرآن کریم کا ترجمہ ممکن ہے' کیونکہ اس طریقہ سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا اور ایسے لوگوں کے لئے اس کے معانی کو بیان کرنا درست ہوگا کہ جنہیں اس کے معانی سمجھنے کی صلاحیت حاصل نہیں' اہل اسلام نے اتفاقی طور پر اس کو جائز قرار دیا ہے اور یہی اتفاق قرآن کے اصل معانی کے لحاظ سے ترجمہ کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے باوجود اصلی معانی کے لحاظ سے قرآن کریم کے ترجمہ میں بھی بعض خامیاں ممکن ہوسکتی ہیں' کیونکہ قران کے ایک بھی لفظ کے دو معنی یا اس سے زیادہ معانی کا کسی آیت میں احتمال ہوسکتا ہے اور مترجم تو ایک ہی معنی کو بیان کرنے والا لفظ ذکر کرے گا' کیونکہ ہوسکتا ہے اسے کوئی ایسا لفظ نہ ملے۔ جس میں عربی لفظ کے بہت سارے معانی کے احتمالات موجود نہ ہوں۔

اور کبھی قران کریم میں کسی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہو' لیکن مترجم اس کے لئے ایسے لفظ سے ترجمہ کر دیتا ہے کہ جس سے اس کے اصلی معنی ظاہر ہوتے ہوں اور اس طرح قرآن کریم کے تراجم میں بہت ساری اغلاط کا امکان موجود رہتا ہے۔

اور جس بات کو امام شاطبی نے اختیار کیا ہے اور اصل معنی کے لحاظ سے ترجمے کی صحت کے لئے حجت قرار دیا ہے' تو اس سے عمومیت مراد نہیں۔

بعض علما نے اہل عمل کو صرف دعوت و تبلیغ کی ضرورت توحید اور عبادات کے ارکان کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی امور میں گریز کرنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر جو کوئی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عربی زبان سیکھے۔

تفسیری ترجمہ

ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اسلامی علماء جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہیں تو وہ راجح آسان اور قریبی معنی بیان کرتے ہیں' پھر وہ اس تفسیر کا ترجمہ بڑی دیانت اور مہارت سے کرتے ہیں اور ایسے ترجمہ کو تفسیرِ قرآن کا ترجمہ یا تفسیری ترجمہ کہا جاتا ہے' یعنی کلام کی تشریح یا دوسری لغت میں اس کے معانی کا بیان اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا ہے جس میں مختلف جنس اور رنگت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔

اور تبلیغِ دین رسالت کی لازمی شرط ہے اور قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے تو اس لئے عربی ہر امت کو اس کی تبلیغ لازم ہوگئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن دوسری قومیں جن کی عربی سے کوئی واقفیت نہیں۔ تو ان تک دعوت ان کی زبان میں پہنچائی جائے گی جبکہ ہمیں لفظی ترجمہ کی مشکلات اور حرمت کا بھی علم ہے اور ثانوی (مرادی) ترجمہ تو اس سے بھی مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اصل ترجمہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں نیز اس میں کتنے ہی خطرات ہیں' تو اس وجہ سے اور کوئی راستہ باقی نہیں رہتا کہ قرآن کریم کی ایسی تفسیر کا ترجمہ ہر قوم کی زبان میں کر دیا جائے جس میں دعوت و تبلیغ کی ان بنیادوں کا ذکر ہو جو کہ کتاب اللہ کے نصوص اور واضح سنت کے مطابق ہوں تا کہ ان تک دعوت پہنچ سکے اور ان پر حجت قائم ہو سکے۔

قرآن کریم کی تفسیر کا ترجمہ اگر اس انداز سے کیا جائے کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو ہمارے لئے یہ درست ہوگا کہ ہم ایسے ترجمہ کا نام تفسیری ترجمہ رکھیں اور یہ ترجمہ معنوی ترجمہ سے مختلف ہوتا ہے' اگرچہ محققین ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

معنی ترجمہ سے اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ مترجم نے قرآن کریم کے معانی کو ادھر ادھر سے پکڑ کر کسی اجنبی لغت میں ڈھال دیا ہے' جس طرح کسی ترجمہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ترجمہ اصل کے مطابق ہے اور مفسر اپنی فہم کے مطابق کلام کے معانی کو واضح لہجہ میں بیان کرتا ہے جیسے وہ لوگوں سے کہہ رہا ہو کہ "میں اس نے آیت مبارکہ سے یہ سمجھا ہے۔"

مترجم ایسے شخص کے لہجے میں بات کرتا ہے جس نے کلام کے معانی کا احاطہ کر لیا ہو اور پھر اسے دوسری زبان کے الفاظ میں ڈھالتا ہے۔ ان دونوں امور میں واضح اختلاف ہے۔ تفسیر کرنے والا ایک آیت کی تفسیر میں کہتا ہے کہ وہ اس آیت سے یہ مراد لیتا ہے اور اپنی سمجھ کے مطابق خاص بات کرتا ہے' جبکہ مترجم یہ کہتا ہے کہ اس کلام کا وہی حقیقی مطلب ہے (جو میں نے بیان کیا ہے' تو) اس طرح سے جو کچھ اختلاف ابھرے گا وہ ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔

حالانکہ مناسب بات یہ ہے کہ تفسیری ترجمہ میں اس بات کی تاکید کر دینی چاہیے کہ یہ ایک شخص کی خاص سمجھ کا ترجمہ ہے' اس میں قرآن کے معانی کی وہ تاویلات شامل نہیں ہوتیں۔ جن کا احتمال ہو سکتا ہے بلکہ اس تفسیر میں صرف بات مذکور ہوتی ہے جو مفسر نے اس آیت سے سمجھی ہے اور اس طرح اسلامی عقیدے اور شریعت کے بنیادی امور کا ایسا ترجمہ ہو سکتا ہے جس طرح قرآن کریم سے سمجھا گیا ہو۔

چونکہ دعوت کی تبلیغ اسلامی واجبات میں سے ہے' اس تبلیغ کے لئے دیگر زبانوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقفیت اور اسلامی اصولوں کو ان میں ڈھالنا بھی واجب ثابت ہوتا ہے اور ان زبانوں سے ضروری حد تک ہماری واقفیت ہمیں اس قابل بنا دیتی ہے کہ ہم ان کی کتابوں کو پڑھ سکیں تاکہ ہم مبشرین اور مستشرقین کا رد کر سکیں جو وہ دین اسلام کو ہر وقت نشانہ بنائے رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''العقل والنقل'' میں اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ کسی بھی قسم کے لوگوں سے ان کی اصطلاح اور زبان میں بوقت ضرورت گفتگو کرنا مکروہ نہیں اور معانی صحیح ہوں گے' جیسے عجمی لوگوں سے ان کی زبان اور ان کے مطابق گفتگو کرنا' مثلاً جن کا تعلق روم' فارس اور ترکی وغیرہ سے ہے' ضرورت کے وقت ایسا کرنا بہت ہی اچھا ہے اور جائز ہے لیکن اگر ایسی ضرورت پیش نہ آئے تو پھر ایسا کرنا مکروہ ہے پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت کا ایسے لوگوں کیلئے ترجمہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ اسے سمجھ سکیں۔ اسی طرح ایک مسلمان دوسری قوموں کی کتب اور ان کے کلام کو ان کی زبان میں پڑھتا ہے اور پھر اسے عربی میں ترجمہ کرتا ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ یہودیوں کی کتاب کو پڑھنا سیکھیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ پڑھ اور لکھ سکیں' کیونکہ یہودی کو اس معاملے میں امین نہیں سمجھا جا سکتا۔

قرآن کریم کا حقیقی معانی میں ترجمہ اگرچہ وہ اصل معانی کے مطابق ہو تمام آیات کے لئے آسان نہیں' بلکہ تفسیر کے لحاظ سے ترجمہ کرنا آسان ہے اور پڑھنے والے کو یہ احساس دلانا ضروری ہوتا ہے اور اس کا ذریعہ یہ ہے کہ حاشیہ پر ایسے جملے لکھ دیئے جائیں جس سے یہ واضح ہو کہ یہ مفہوم آیت کے مختلف مفہومات سے ایک ہے یا آیت میں جن مفاہیم کا احتمال ہو سکتا ہے ان میں زیادہ راجح یہ مفہوم ہے۔

اگر ایک ایسی جماعت کہ جس کی نیت درست ہو اور وہ بہترین عقل کی مالک ہو اس کام کا بیڑا اٹھا لے اور وہ قرآن کریم کی تفسیر کو اجنبی زبانوں میں منتقل کرنے کی ذمے داری قبول کر لے اس جماعت کے مقاصد بھی واضح ہوں اور اس جماعت کو اجنبی لغات پر پوری دسترس حاصل ہو۔ اور وہ راستے بند ہو جائیں کہ جن کی وجہ سے یورپ وغیرہ میں ایسے تراجم پائے جاتے ہیں کہ جن میں کافی نقص پایا جاتا ہے تو پھر دعوت اسلامی کے لئے ایک ایسا راستہ کھل جائے گا جو کہ ابھی تک بند پڑا ہے تو پھر ایسے ممالک میں دین حنیف پھیل سکتا ہے جو سرکشی کی سخت تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز میں عربی لغت کے علاوہ قراءت کرنا

نماز میں عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قراءت کرنا۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف کی وجہ سے دو مذاہب ہیں۔

(۱) بالکل جائز ہے یا عربی زبان بولنے کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے۔

(۲) بالکل ممنوع ہے اور اس طرح ادا کی گئی نماز درست نہ ہوگی۔

پہلا مذہب احناف کا مذہب ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ فارسی میں نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور اسی بنیاد پر ان کے بعض ساتھیوں نے ترکی' ہندی وغیرہ دوسری زبانوں میں نماز کی ادائیگی کو جائز قرار دیا ہے' شاید ان کا یہ خیال ہے کہ قرآن ان معانی کا نام ہے کہ جن پر عربی الفاظ دلالت کرتے ہیں اور معانی الفاظ اور زبانوں کی وجہ سے مختلف نہیں ہو سکتے۔

لیکن صاحبین ابو یوسف اور محمد بن حسین رحمہما اللہ نے اس کو مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے ایسا کرنے کی اس وقت اجازت دی ہے جب (کہ کوئی شخص) نماز میں عربی زبان میں قراءت کرنے سے عاجز ہو۔

''معراج الدرایۃ'' میں ہے کہ ہم نے قرآنی ترجمہ کے ساتھ قراءت کرنے کی ایسے شخص کے لئے اجازت دی ہے جو عربی میں قراءت کرنے سے عاجز ہو' نیز معنی میں خلل نہ ڈالے اس لئے کہ معانی کے لحاظ سے اس کی قراءت کو بھی قرآن شمار کیا جائے گا۔ اور اس طرح ترجمہ سے نماز کی ادائیگی بالکل قراءت نہ کرنے سے زیادہ بہتر ہوگی کیونکہ تکلیف طاقت کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی اس بات سے رجوع کر لیا ہے کہ نماز عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں غیر مشروط پر جائز ہے۔

دوسرا مذہب جمہور کا ہے۔ مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ نے نماز میں ترجمہ کی قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے' چاہے نماز ادا کرنے والا عربی زبان بولنے پر قادر ہو یا نہ ہو' کیونکہ ترجمہ قرآن' قرآن نہیں اور قرآن کریم تو وہ معجز ترتیب و تنظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ عربی ہے اور جبکہ ترجمہ سے تو اعجاز زائل ہو جاتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہوتا۔

قاضی ابوبکر العربی جن کا شمار مالکی فقہاء میں ہوتا ہے وہ اس آیت:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ۔ (فصلت:۴۴)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں ہمارے علما کا کہنا ہے کہ اس آیت کی رو سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول باطل قرار پاتا ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ عربی زبان سے فارسی میں بدل دینا جائز ہے اور جبکہ یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی طرف عجمی زبان کی نسبت کی نفی کرتی ہے تو پھر قرآن کریم کو کسی ایسی زبان میں کیسے ڈھالا جا سکتا ہے جس کی خود اللہ تعالیٰ نے نفی کر دی ہو، پھر وہ لکھتے ہیں کہ تبیان اور اعجاز دونوں عربی زبان کے لحاظ سے ہیں اگر کسی اور زبان میں بدل دیا جائے تو نہ قرآن رہے گا نہ بیان ہوگا اور نہ ہی اس سے اعجاز کا تقاضا کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جن کا شمار شافعی فقہا میں ہوتا ہے وہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: اگر قراءت کرنے والا عربی زبان میں قراءت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کیلئے عربی زبان کے علاوہ قراءت کرنا جائز نہیں "یعنی ترجمہ پڑھنے سے اس کی نماز ادا نہ ہوگی۔" اگرچہ وہ عربی زبان سے عاجز ہی کیوں نہ ہو، پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ شارع علیہ السلام نے عربی زبان میں قراءت کرنے والے سے عاجز انسان کے لئے قراءت کی بجائے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جن کا تعلق حنبلی شافعی سے ہے اور وہ خود بھی مجتہد ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ کسی دوسری زبان میں ایسے لفظ کا پایا جانا جس سے قرآن کریم کا مفہوم یا معنی ادا ہو سکے یہ ناممکن ہے اور اسی لئے علمائے دین اس کی تلاوت عربی زبان کے علاوہ جائز نہیں سمجھتے، چاہے کسی انسان کو عربی زبان کی قدرت ہو یا نہ ہو کیونکہ ایسا کرنے سے وہ قرآن کریم باقی نہیں رہے گا جسے آسمان سے نازل فرمایا گیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں نماز کے اذکار میں فقہا کا اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کیا ان اذکار کو صرف عربی زبان میں ادا کیا جائے گا یا نہیں، اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے تو اس کی تلاوت کو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں جائز نہیں، چاہے قاری کو اس زبان کے بولنے کی قدرت ہو یا نہ ہو، جمہور نے بھی اس بات کو اختیار کیا ہے اور یہی درست ہے جس میں کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شک نہیں' بلکہ بہت سارے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی سورۃ کا ترجمہ یا جس سے اعجاز قائم ہے اس کا ترجمہ کرنا منع ہے۔اور یہ بات جس کا انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا اتنا سا حصہ کہ جس سے چیلنج ہو سکتا ہے اس کا ترجمہ بھی ممنوع ہے' دین اپنے پیروکاروں کے لئے یہ واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ عربی زبان سیکھیں کیونکہ وہ قرآن کریم کی زبان ہے اور اس کو سمجھنے کیلئے ایک مفتاح ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اقتضاء'' میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عربی زبان دین کا حصہ ہے اس کا سیکھنا واجب ہے کیونکہ کتاب وسنت کا سمجھنا فرض ہے اور ان دونوں کو عربی زبان کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے اور جس کے بغیر فرض پورا نہ ہو رہا ہو تو اس کا سمجھنا بھی واجب ہوتا ہے۔

احناف نے اختلاف کرتے ہوئے ترجمہ قرآن کے ساتھ نماز کو جائز قرار دیا ہے جو اس طرح سے نماز کے جواز کے قائل ہیں' تو وہ اس ترجمہ قرآن کے ساتھ نماز ادا کرنے کو ایسی حالت میں مباح سمجھتے ہیں جب کہ عربی زبان میں قراءت کرنے سے عاجز ہو اور وہ اس کو رخصت خیال کرتے ہیں' لیکن وہ اس بات پر متفق ہیں کہ ترجمہ کو قرآن کا نام نہیں دیا جا سکتا اور یہ صرف نماز میں کافی ہوگا' اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو احناف کے علاوہ دوسروں نے جائز قرار دیا ہے۔

نمازِ میں ذکر کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ ذکر واجب ہو جیسے تکبیر اولی یا واجب نہ ہو۔ واجبی اذکار کا ترجمہ کے ساتھ ذکر کرنے سے امام مالک' اسحٰق رحمہما اللہ نے منع فرمایا ہے اور امام احمد کے نزدیک بھی صحیح روایت کے مطابق منع ہے' لیکن امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ نے مباح قرار دیا ہے اور باقی اذکار کا بھی امام مالک' اسحٰق اور بعض شافعیہ کے نزدیک ترجمہ نہیں کرنا چاہیے اور جب اس نے نماز کو ترجمہ سے ادا کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں کراہت ثابت ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے بعض ساتھیوں نے یہی کہا ہے جب کہ وہ عربی صحیح نہ بول سکتا ہو۔

چونکہ امت اسلامیہ کی قوت ہی وہ واحد راستہ ہے جس سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو سکتا ہے اور قرآن کریم کی زبان کو برتری مل سکتی ہے' ہم اس بحث کو ختم کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی جائز ہے اور اصل معانی کا ترجمہ کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ بعض ایسی آیات کے لحاظ سے ممکن ہے کہ جن کے معانی بالکل واضح ہیں، لیکن اس میں بھی فساد ممکن ہے اور ثانوی معانی کے لحاظ سے قرآن کریم کا ترجمہ کرنا ناممکن امر ہے کیونکہ قرآن بلاغت کے اسباب کو کسی دوسری زبان کے الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔

رہی یہ بات کہ قرآن کریم کی تفسیر ہونی چاہیے اور اس کی تفسیر کا ترجمہ بھی ہونا چاہیے تاکہ اس کی دعوت کو دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔

شافعیہ کے کبار علماء میں سے قفال مروزی فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک کوئی بھی فارسی میں قرآن کو نہیں ڈھال سکتا اور اس طرح کوئی قرآن کریم کی تفسیر بھی نہیں کر سکتا، پھر وہ کہتے ہیں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے بعض مقاصد کو تو بیان کر سکتا ہے اور بعض کو بیان نہیں کر سکتا لیکن جب وہ فارسی میں قراءت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے تمام مقاصد کی بجا آوری ممکن نہ ہوگی۔“

تفسیری ترجمہ صرف ضرورت کے مطابق اسلامی دعوت کی غیر مسلم قوموں تک تبلیغ کے لئے ہونا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے یا ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، لیکن اگر وہ قرآن کریم کو نہیں سمجھتا تو پھر کوئی حرج نہیں کہ اسے ترجمہ کر کے بتایا جائے تاکہ وہ اسلامی احکامات سے واقفیت حاصل کر سکے یا اس کے لئے حجت قائم ہو سکے اور وہ اسلام میں داخل ہو جائے۔

سابقہ ادوار میں مسلمان برتری حاصل کرنے کے لئے ہر دشوار گزار راستوں سے گزر جایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے وہ ہر خطرہ مول لیتے تھے۔ بہادری، عدل، عمدہ اخلاق کو انہوں نے اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا رکھا تھا جس سے مخالفین کی آنکھیں دنگ رہ جاتی تھیں انہوں نے جہاں کہیں بھی اپنا جھنڈا لہرایا عربی زبان بھی ان کے ساتھ وہاں پہنچ گئی اس سے لشکر کی طرح عربی زبان بھی خوب اطراف واکناف بھی پھیل گئی اور انہیں اسلامی دعوت کے لئے قرآن کریم کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

عین ممکن ہے کہ ان کا عربی زبان کو کسی دوسری زبان میں منتقل نہ کرنا یہی وہ سبب ہو کہ لوگوں نے عربی زبان کو سیکھنا شروع کر دیا، کیونکہ عربوں کو عزت وعظمت حاصل تھی حتیٰ کہ عجمی علاقوں میں بھی عربی بول چال کو رواج ملا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ موجودہ صورت حال کے مطابق جو ہمارے مشاہدے میں ہے عربی اقوام کو دوسری لغات سیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دوسری حکومتوں کی یونیورسٹیوں میں علمی وفود کو بھیجا جاسکے یا ان یونیورسٹیوں میں دنیاوی علوم کی اصل کتابوں کی تعلیم حاصل کی جاسکے جن کو غیر عرب مولفین نے لکھا ہے' یہ حالات علم وثقافت کی ضرورت پیدا کر رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ علم وثقافت کو بہت سے لوگوں کی عقل وفکر پر غلبہ حاصل ہے اور یہی علم وثقافت ان کی زندگی کے رخ کو متعین کرتا ہے' جس کی وجہ سے علم سے ثاقفت ان دل و دماغ میں بس چکی ہے اور اس کے فنون کو خوب وسعت دے رہے ہیں۔ اخلاق و عادات اور رسوم ورواج میں اس کا بہت زیادہ اثر ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری عمومی زندگی مختلف حالات میں اسلامی طرز اور اس کے فضائل سے ہٹ رہی ہے۔ اور دوسری قوموں کو اپنی کتب عربی زبان میں ڈھالنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ علمی لحاظ سے انہیں ایک مرتبہ اور مقام حاصل ہو چکا ہے' اگر اسلامی حکومت بھی علم وثقافت سیاست' اخلاق' قوت' غلبہ اور رعب ودبدبہ کے لحاظ سے ترقی کے ان پہلے دور کے راستوں پر گامزن رہتی تو ساری دنیا اس کی طرف لپکتی اور عربی زبان سیکھنے کے لئے بھاگتی تاکہ وہ اسلامی فکر کے اصل چشمہ سے سیراب ہو پاتے' اس کے علوم سے اپنی پیاس بجھاتے' اس کی حکومت کے سائے میں زندگی گزارتے اور اس کی سیادت میں باحفاظت رہتے جس طرح آج ہم دوسری زبانوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی عربی زبان کی ضرورت محسوس کرتے۔

قرآن کریم کے ترجمہ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی سلطنت کمزوری کا شکار ہے' اس لئے ہمارے لئے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ ہم اپنی فکری ہر قسم کی جدوجہد کو قرآنی حکومت قائم کرنے کے لئے صرف کریں' جس کی ترقی ایمان' علم اور معرفت کی بنیادوں پر ہو اور صرف یہی وہ طریق کار ہے کہ جس سے مختلف قسم کے لوگوں پر روحانی طور پر غلبہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور ان کی زبانوں کو عربی میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ چونکہ اسلام پوری انسانیت کا دین ہے' تو اس دین کی زبان کی عزت وعظمت بھی اسی صورت میں ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور پھر امت اسلامیہ کو بھی عزت ووقار حاصل ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر وتاویل

قرآن کریم امت محمدیہ کے لئے پہلا تشریعی مصدر ہے۔ اس کے معانی کی سمجھ اس کے اسرار کی معرفت اور اس پر عمل کرنے میں ہی امت محمدیہ کی سعادت کا دارومدار ہے اگرچہ اس کا بیان بڑا واضح اور آیات بڑی مفصل ہیں لیکن اس کے باوجود تمام انسان اس کے الفاظ اور عبارات کو یکساں طور پر نہیں سمجھ پاتے۔ لوگوں کے ادراک میں اختلاف کا پایا جانا ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عام انسان ظاہری معانی کو سمجھتا ہے اور آیات کے اجمالی مفہوم سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے لیکن ایک ذہین فطین طالب علم اس سے بہت ہی عمدہ معانی کا استخراج کرتا ہے' تو اس طرح سے ان دونوں کے فہم وشعور کے درمیان اور بھی مختلف قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس امت کے لوگوں نے قرآن کریم کو خاص اہتمام دیا تا کہ اس کے غریب الفاظ کی تفسیر یا اس کی ترکیب کی تاویل کو سمجھا جا سکے۔

تفسیر وتاویل کے معانی

لغوی لحاظ سے لفظ تفسیر (ف س ر) سے باب تفعیل ہے' جس کے معانی واضح کرنا کھولنا اور معقول معانی کو ظاہر کرنا ہیں' اس کا فعل ضرب اور نَصَرَ کے وزن پر آتا ہے' فسر یفسر زیر کے ساتھ اور یفسرہ پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور فسراً مصدر ہوگا اور فسّرہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے اس کو واضح کیا۔ بولا جاتا ہے۔

تفسیر اور فسر ظاہر کرنے اور ڈھکی ہوئی چیز کو ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے الفسر کشف المغطی یعنی ڈھکی ہوئی چیز کو ظاہر کانا اور تفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل یعنی مشکل لفظ کی مراد کو واضح کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ (الفرقان: ۳۳)

یعنی بیان اور تفصیل' ان دونوں فعلوں میں سے مزید کا استعمال زیادہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے قول (احسن تفسیرا) کا معنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

بعض نے اسے سفر سے مقلوب قرار دیا ہے جس کا معنی بھی کشف ہے۔ جب کوئی عورت اپنے چہرے سے نقاب الٹ دے تو عرب کہتے ہیں۔ سفر المراة سفورا وھی سافرة اور جب صبح روشن ہو تو اسفر الصبح کہتے ہیں۔ اور باب تفعیل میں اس کو ذکر کرنے کا مقصد کثرت کو ظاہر کرنا ہے' جیسے ان آیات میں ہے:

يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَ كُمْ۔ (البقرة:۴۹) وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ (یوسف:۲۳)

"یعنی ایک کے بعد دوسری سورت' ایک آیت کے بعد دوسری آیت کی اتباع کرتا ہے۔"

امام راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فسر اور سفر میں جس طرح لفظی لحاظ سے قرب پایا جاتا ہے' اسی طرح ان کے معانی میں بھی قربت پائی جاتی ہے' لیکن فسر کا لفظ کسی مناسب معنی کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے اور جبکہ سفر کسی شخص مادی چیز کو لوگوں کی نظروں کے سامنے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔

جیسے سفرت المراة عن وجهها کہا جاتا ہے۔ اور أسفر الصبح کہتے ہیں۔

تفسیر کی اصطلاحی تعریف۔ ابوحیان نے بیان کیا ہے۔

علم يبحث عن كيفيته النطق' بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية و معانيها التى تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك۔

تفسیر ایسا علم ہے کہ جس میں قرآن کریم کے الفاظ بولنے کی کیفیت' ان کے مفہوم' ان کے انفرادی اور ترکیبی احکام' ان کی ترکیبی حالت کے معانی اور ان سے متعلقہ تتمات سے بحث کی جائے۔

پھر وہ تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کہ ہمارے علم کہنے کا مقصد ہر قسم کا علم ہے' جب ہم نے اس کو كيفية النطق بالفاظ القرآن سے مشروط کیا تو اس سے علم القراءات کی طرف نسبت ہوگئی اور جب ہم نے مدلولات کا اضافہ کیا تو علم اللغۃ سے تعلق کو ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ قرآن کریم کو سمجھنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے اور جب ہم نے "احکامھا الافرادیة الترکیبة" کی شرط لگائی تو اس سے صرفی اور اعرابی' علم البیان اور علم البدیع کی نسبت کو ظاہر کرنا مطلوب تھا اور جب ومعانیھا التی تحمل علیھا حالة الترکیب۔ کا اضافہ کیا تو اس سے ان الفاظ کی حقیقی دلالت اور مجازی دلالت کو واضح کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ بعض دفعہ کسی ترکیب (جملہ) کی ظاہری حالت کسی چیز کو واضح کرتی ہے' لیکن ظاہری مفہوم مراد لینے سے کوئی رکاوٹ بھی موجود ہوتی ہے تو پھر اسے غیر ظاہری معنی پر محمول کرنا پڑتا ہے' جسے مجاز کہتے ہیں اور متعلقہ تتمات کہنے سے ہماری مراد ناسخ و منسوخ اور اسباب نزول کی معرفت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یا پھر قرآن کریم کے بعض مبہم قصائص کی توضیح مراد ہے۔

زرکشی فرماتے ہیں:

التفسیر' علم یفھم به کتاب الله المنزل علی نبیه محمدe وبیان معانیه واستخراج آحکامه وحکمه۔

تفسیر وہ علم ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب "جو کہ محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے" کو سمجھا جائے' اس کے معانی کو بیان کیا جائے' اس کے احکامات اور حکمتوں کا استخراج کیا جائے۔ (الاتقان ۲/۱۷۴)

تأویل' لغوی لحاظ سے اول سے بنا ہے جس کے معانی اصل کی طرف رجوع کرنا ہیں۔ عرب لوگ کسی کے لوٹ آنے پر کہتے ہیں آل الیه اولا ومآلا۔ اور جب کسی کام کی تدبیر' تقدیر اور تفسیر بیان کی گئی ہو تو اس کے لئے بھی اول الکلام تاویلا و تاوله کہتے ہیں' تو اس لحاظ سے اصطلاحی طور پر کلام کی تاویل کے دو معنی ہیں۔

(۱) تاویل: تاویل الکلام سے مراد وہ مفہوم ہے۔ جو متکلم نے چاہا ہو۔ یا پھر جس معنی کی طرف کلام لوٹتا اور کلام تو صرف اپنی حقیقت جو کہ عین مقصود ہوتی ہے کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کی دو انواع ہیں۔ انشاء اور اخبار۔

انشاء: میں سے امر ہے' امر کی تاویل وہ فعل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی مفہوم کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت واضح کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ فرمایا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہمارے رب! اللہ تعالیٰ تو پاک ہے، تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، یا اللہ میری مغفرت فرما۔"

آپ قرآن کریم یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل فرماتے تھے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔ (النصر:۲) (بخاری، مسلم)

تاویل الاخبار: ایسی خبر جس کی اطلاع دی گئی ہو جب وہ وقوع پذیر ہو جائے۔

جیسے اس آیت میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۝ (الاعراف:۵۲-۵۳)

"ہم ان کے لئے ایک ایسی کتاب لائے ہیں کہ جس میں ایمان لانے والی قوم کے لئے علم وہدایت اور رحمت کے لحاظ سے تفصیل بیان کر دی ہے۔ وہ صرف اس کی تاویل (انجام، حقیقت) کا انتظار کرتے ہیں کہ جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہوگی تو جو لوگ پہلے اسے بھلا بیٹھے تھے وہ کہیں گے بے شک ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے، کوئی ہے جو ہماری سفارش کرکے یا ہمیں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ ہم اپنے سابقہ اعمال کو چھوڑ کر اچھے عمل کر سکیں۔"

انہیں بتا دیا گیا ہے کہ یہ فیصلہ کن کتاب ہے، اور وہ اس حقیقت کا انتظار کر رہے ہیں یعنی اس کے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں جس کے واقع ہونے کی خبر قرآن کریم نے دی ہے (قیامت اور اس کی نشانیاں) اور جو کچھ قیامت میں ہوگا۔ صحائف، ترازو، جنت، نار وغیرہ۔ تو اس وقت وہ کہیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے، کون ہمارا سفارشی ہے جو ہماری سفارش کرے یا ہم واپس لوٹ جائیں اور اچھے عمل کریں۔

(۲) تاویل الکلام: کلام کی تفسیر اور اس کے معانی کے بیان کو کہتے ہیں، ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں یہی مراد لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

القول فی تاویل قوله تعالیٰ كذا و كذا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی یہ تفسیر ہے اور اسی طرح جب وہ کہتے ہیں اختلف اهل التاويل في هذه الآية۔ اہل علم نے اس آیت کی تاویل میں اختلاف کیا ہے۔ تو اس سے ان کی مراد تفسیر ہوتی ہے اور سلف کے ہاں بھی تاویل کا یہی معنی ہے۔

متاخرین کے نزدیک تاویل:

کسی دلیل کی وجہ سے راجح معنی کی بجائے مرجوح معنی اختیار کرنا تاویل کہلاتا ہے۔

اس لحاظ سے سلف کے ہاں جو تاویل کا معنی لیا جاتا ہے وہ اس اصطلاح کے مطابق نہیں ہے اور اس طرح بعض علماء تفسیر' تاویل اور معنی میں اختلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں قربت کے باوجود لغوی لحاظ سے اختلاف موجود ہے۔

زرکشی نے اس کو نقل کیا ہے (البرہان: ۲/ ۱۴۶)

ابن فارس کہتے ہیں کہ عبارات کے معانی جن طریقوں سے تعبیر کیے جاتے ہیں وہ تین ہیں۔ معنی' تفسیر اور تاویل۔ اور یہ تینوں اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان کا مقصود تقریباً ایک ہی ہوتا ہے۔

معنی کو مقصود اور مراد کا نام دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ میں نے اس کلام سے یہ مراد لیا ہے۔ یعنی میرا مقصد یہ ہے (یہ اظہار سے مشتق ہے) کہتے ہیں عنت القربة اس وقت کہتے ہیں جب مشکیزہ میں پانی محفوظ نہ ہو۔ اور ظاہر ہو جائے اور عنوان الکتاب بھی اسی سے ہے۔

تفسیر لغوی لحاظ سے اظہار اور کشف کو کہتے ہیں۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ عرب لوگ جب جانور کو محدود صورت میں دوڑائیں تو فسرت الدابة وفسرتها کہتے ہیں۔ اس کو کشف کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے تفسیر' لفظ کی مغلق مراد کو کھولنے یا ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور جس کے سمجھنے میں رکاوٹ آ رہی ہو اس کی رکاوٹ کو دور کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔

تاویل: لغوی لحاظ سے اس کا اصل ''اول'' ہے اور جب وہ کہتے ہیں ما تاويل هذا الكلام؟ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ جیسے اس آیت میں ہے: يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ۔ (الاعراف: ۵۳) وہ دن جب اس کا انجام ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آل الامر الى كذا۔ یعنی معاملہ اس طرح ہو گیا' اسی طرح یہ آیت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ (الكهف: ٨٢)

اس کی اصل مآل ہے جس کا مفہوم انجام ہوتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے "قد اولته فآل" میں نے اس کو گھومایا اور وہ گھوم گیا' تو اس طرح تاویل کا مفہوم یہ ہوگا کہ آیت سے وہ تمام معانی مراد لینا جن کا احتمال پایا جاتا ہو اس کو باب تفعیل سے بیان کرنے کا مقصد کثرت کا اظہار ہے۔

تفسیر اور تاویل کا فرق

تفسیر اور تاویل میں فرق کرنے کے لحاظ سے اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن تفسیر اور تاویل کے جو معانی پہلے بیان کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں خاص خاص آرا کو بطور خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) جب ہم تاویل سے کلام کی تفسیر اور اس کے معانی کا بیان مراد لیں تو اس لحاظ سے تاویل اور تفسیر دونوں متقارب اور مترادف ہیں۔ اسی مفہوم میں رسول اللہ ﷺ کی وہ دعا ہے جو آپ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے آئی تھی۔

اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل۔

"یا اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو قرآن کریم کی تفسیر سکھا دے۔"

(۲) اور اگر ہم یہ کہیں کہ کلام سے جو کچھ مراد ہو اسے تاویل کہتے ہیں' جیسے طلب کی تاویل فعل مطلوب ہوتا ہے اور خبر کی تاویل وہی چیز ہوتی ہے جس کی خبر دی گئی ہو۔

تو اس لحاظ سے تاویل اور تفسیر میں بہت زیادہ فرق ہوگا کیونکہ کلام کی وضاحت اور شرح تفسیر ہوگی اور اس کو سمجھنے سے اس کا وجود ذہن میں آئے گا اور زبان پر ایسی عبارت ہوگی جس سے اس چیز پر دلالت ہو سکے' جب کہ خارج میں پائے جانے والے امور تاویل کہلاتے ہیں' لہٰذا جب یہ کہا جائے طلعت الشمس تو اس کی تاویل اس کا طلوع ہونا ہوگی۔

قرآن کریم میں بھی اکثر ایسے ہی ہے' جیسے یہ آیت ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۝

(یونس: ۳۸-۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے افترا پردازی کی ہے' آپ کہہ دیں کہ اس جیسی ایک سورت لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کو چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ بلکہ جس چیز کا انہیں علم نہ تھا اور اس کا انجام ابھی تک ظاہر نہ ہوا تھا' انہوں نے اس کو جھٹلایا۔"

یعنی تاویل سے مراد اس چیز کا واقع ہونا مراد ہوتا ہے جس کی خبر دی گئی ہو۔

(۳) تفسیر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ میں واضح بیان کیا گیا ہو۔ یا سنت صحیحہ سے اسے معین کر دیا گیا ہو۔

کیونکہ اس طرح معنیٰ ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے۔

اور تاویل سے مراد وہ مفہوم ہوتا ہے جس کا استنباط علما نے کیا ہو۔ اس لحاظ سے بعض نے کہا ہے۔

التفسیر ما یتعلق بالروایة والتاویل ما یتعلق بالدرایة۔ (الاتقان: ۲/۱۷۳)

"تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔"

(۴) تفسیر کا استعمال الفاظ اور مفردات میں ہوتا ہے جبکہ تاویل کا استعمال معانی اور جملوں کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کہا جاتا ہے۔

تفسیر کی عظمت

شرعی علوم میں تفسیر کو بہت اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل ہے۔ موضوع' غرض وغایت اور ضرورت کے لحاظ سے بھی یہ بہت ہی عظیم علم ہے کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس سے تمام حکمتیں پھوٹتی اور فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

یا پھر اس لئے کہ اس کی غرض وغایت عروہ وثقی کو مضبوطی سے تھامنا اور حقیقی سعادت کو حاصل کرنا ہے۔

اس کی شدید ضرورت کا سبب یہ ہے کہ ہر قسم کے دینی اور دنیوی کمال کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو اور اس کی مطابقت کتاب اللہ کا علم ہونے پر موقوف ہے۔ (اتقان: ۲/۱۷۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفسر کے آداب وشرائط

صاف ستھری علمی بحث ہی بہترین معرفت کی وہ بنیاد ہے جس سے طالب علم فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس کے نتائج فکری غذا اور عقل وشعور میں اضافے کے لئے بہترین خوراک ثابت ہوتے ہیں' اس لئے ان اسباب کا کسی جماعت اور محقق کے لئے مہیا ہو جانا ایسا معاملہ ہے کہ جس کی بنا پر بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ شرعی علوم میں بحث کرنے کے لئے عمومی طور پر اور تفسیر میں خاص طور پر یہ معاملہ اہمیت کا حامل ہے جس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور اس کے شرائط اور آداب سے آگاہی لازمی امر ہے تاکہ وہ ایک صاف ستھرے راستے پر گامزن رہے اور وحی کا جلال اور خوبصورتی کی حفاظت ہو سکے۔

مفسر کی شرائط

اہل علم نے مفسر کیلئے جن شرائط کا ذکر کیا ہے انہیں ہم اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) صحیح عقیدہ۔ عقیدے کا ہر انسان پر گہرا اثر ہوتا ہے' حتیٰ کہ بعض لوگ صرف عقیدے کی وجہ سے نصوص میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اور کسی بات کو نقل کرتے ہوئے خیانت بھی کر جاتے ہیں' تو ایسے لوگوں میں سے جب کوئی تفسیر کے بارے میں کوئی کتاب لکھے گا' تو وہ ان آیات کی تاویل کرے گا جو اس کے عقیدے کے خلاف ہوں گی۔ اس کا باطل مذہب اسے ایسا کرنے پر اکسائے گا تاکہ وہ لوگوں کو سلف صالحین کی اتباع اور سیدھے راستے پر ثابت قدم رہنے سے باز رکھ سکے۔

(۲) خواہشات سے اجتناب۔ خواہشات انسان کو اپنے مذہب کی حمایت پر اکساتی ہیں' چنانچہ وہ لوگوں کو نرم کلام اور خوش الحانی سے دھوکا دیتا ہے جیسے کہ قدری' رافضی اور معتزلی حضرات کی عادت ہے یا پھر وہ لوگ جو اپنے مذہب میں نہایت متشدد ہوتے ہیں۔

(۳) قرآن کریم کی تفسیر قرآن سے کی جائے کیونکہ اگر قرآن کریم میں سے کسی بات کو ایک جگہ اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے تو دوسری جگہ پر اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے' اسی طرح اگر کسی جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے تو دوسری جگہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) سنت سے تفسیر تلاش کی جائے۔ کیونکہ سنت قرآن کریم کی شرح اور وضاحت ہے اور قرآن کریم نے اس بات کا خوب اچھی طرح ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ تمام احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

جیسے اس آیت سے ظاہر ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۝ (النساء:۱۰۵)

''بے شک ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دکھائے ہوئے معاملے کے مطابق فیصلہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی بڑی وضاحت سے ذکر فرمائی ہے کہ سنت کتاب کو بیان کرتی ہے۔

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (النحل:۴۴)

''ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ بیان فرمائیں جو ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے شاید وہ غور وفکر کریں۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

الا انی اوتیت القرآن ومثله معه۔ (الحدیث)

''یاد رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل یعنی (سنت) بھی دی گئی ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام احکامات فہم قرآن سے ماخوذ ہیں قرآن کریم میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جن کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاتقان کی آخری فصل میں سورتوں کے ساتھ مرتب فرمایا ہے جیسے راستے کی تفسیر زاد راہ اور سواری ہے۔ ظلم کی تفسیر شرک اور حساب یسیر کی تفسیر صرف اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ وغیرہ

(۵) اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم جب سنت سے تفسیر نہ ملے تو پھر اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ انہیں اس بارے میں زیادہ علم ہے انہوں نے نزول قرآن کے تمام قرائن اور حالات کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کیا ہے اور انہیں مکمل فہم حاصل تھا۔ کیونکہ ان کا علم صحیح تھا اور ان کے اعمال صالح تھے۔

(۶) اقوال التابعین۔ جب قرآن کریم کی تفسیر نہ تو قرآن کریم سے ممکن ہو نہ ہی سنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اور نہ ہی اقوال صحابہ تو بہت سارے اہل علم تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جن میں مجاہد بن جبیر' سعید بن جبیر' عکرمہ مولیٰ ابن عباس' عطا بن ابی رباح' حسن بصری' مسروق بن اجدع' سعید بن میتب' ربیع بن انس' قتادہ' ضحاک بن مزاحم اور دیگر تابعین رحمہم اللہ۔

ان میں سے بعض تابعین نے تو پوری تفسیر صحابہ سے سیکھی ہے اور کبھی کبھار وہ استنباط اور استدلال سے بھی تفسیر کرتے ہیں' لیکن اس کا تمام تر انحصار صحیح نقل پر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین کتابیں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ المغازی' ملاحم اور تفسیر۔ تفسیر سے مراد وہ تفسیر ہے جو صحیح روایات کے ذریعے منقول نہ ہو۔

(۷) عربی لغت اور اس کی فروع کا علم۔ کیونکہ قران کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کے مفرد الفاظ کی شرح اور ان کے مفہوم کو وضعی اعتبار سے سمجھا جائے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ عربی لغات سے واقفیت کے بغیر وہ قرآن کریم کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کرے اور اس کے علاوہ چونکہ اعراب کے اختلاف کی وجہ سے معانی میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اس لئے علم النحو سے واقفیت بھی ضروری ہے اور کسی بھی کلمہ کی بنیاد معلوم کرنے کے لئے علم الصرف میں مہارت نہایت ضروری ہے' کیونکہ مبہم کلمہ کے معانی مصادر اور مشتقات سے واضح ہو جاتے ہیں۔ اس طرح معانی سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے کلام کی ترکیبی خاصیت کا معلوم ہونا خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سے کسی کلمہ کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے معنی پر واضح طور پر دلالت کر رہا ہے یا پھر اس کے مفہوم کو مخفی رکھا گیا ہے' نیز کلام میں کس قدر حسن پایا جاتا ہے اور ان باتوں کا تعلق بلاغت کے تین علوم' معانی' بیان اور بدیع سے ہے۔

مفسر کے لئے سب سے بڑا بنیادی رکن یہ ہے کہ وہ اعجاز کے تقاضوں کا پورا پورا خیال رکھے جس کی واقفیت ان علوم کے بغیر ناممکن ہے۔

(۸) قرآن کریم سے ملحقہ علوم کے اصولوں سے واقفیت کا ہونا۔ جیسے علم قراءات سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقفیت کیونکہ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ بولنے کی واقفیت ہوتی ہے اور اس کے علاوہ بعض مفاہیم کو بعض پر ترجیح دینے کے اسباب بھی معلوم ہوتے ہیں۔

اسی طرح علم التوحید سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں جو آیات کتاب اللہ میں مذکور ہیں ان کی تاویل کرتے ہوئے راہ حق سے بھٹکنے نہ پائے۔

علم الاصول خاص طور پر اصول تفسیر سے واقفیت لازمی امر ہے اور ان امور میں خوب گہرا علم ہونا ضروری ہے' جیسے اسباب نزول ناسخ اور منسوخ کی معرفت وغیرہ' کیونکہ ان کے بغیر معنی واضح نہ ہوگا اور مفہوم بھی درست نہ ہوگا۔

(۹) فہم میں پختگی۔ کیونکہ اس سے مفسر میں یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ایک معنی کو دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے یا پھر وہ ایسے مفہوم کا استنباط کر سکتا ہے جو کہ شرعی نصوص کے موافق ہو۔

مفسر کے آداب

(۱) نیت اور مقصد کا درست ہونا۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اس لئے علوم شرعیہ میں مشغول ہونے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقصد عام انسانیت کو نفع پہچانا اور اسلام کی بہتری کے لئے بھلائی کو رواج دینا ہو' وہ دنیاوی لالچ سے اپنے آپ کو بچائے رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں کی اصلاح فرمائے اور کسی علم کا نفع بخش ہونا اخلاص کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

(۲) عمدہ اخلاق۔ قرآن کریم کے مفسر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ بہت ہی مؤدب ہو چونکہ آداب اس وقت تک کسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتے جب تک کہ مؤدب انسان اخلاق اور فضائل میں قابل تقلید مثال نہ ہو' کیونکہ ناپسندیدہ کلمات بسا اوقات فائدہ حاصل کرنے سے محروم کر دیتے ہیں اور غور و فکر میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

(۳) عمل اور امتثال۔ اہل علم کا عمل علمی رفعتوں اور دقیق مباحث کے برعکس زیادہ قبولیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرتا ہے' اسی طرح مفسر بہترین سیرت کی بدولت اپنے پیش کردہ دینی مسائل میں بہترین نمونہ بن جاتا ہے' جبکہ اکثر لوگ ایسے عالم سے علم حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں جو خود عامل نہ ہو' نہ ہی اس کا سلوک درشت ہو' اگرچہ وہ علمی لحاظ سے اپنا ثانی نہ رکھتا ہو۔

(۴) کسی بات کو نقل کرنے میں سچائی اور ضبط کا اہتمام۔

مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ بغیر تحقیق کے کوئی کلام نہ کرے اور نہ ہی لکھے اس طرح وہ تصحیف اور غلطی سے محفوظ رہے گا۔

(۵) نرمی اور انکساری۔ کیونکہ سختی عالم اور اس کے علم سے فائدہ اٹھانے میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔

(۶) عزۃ نفس۔ مفسر اور عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہلکے پن کا مظاہرہ نہ کرے وہ اقتدار کی چوکھٹ پر گداگر بن کر نہ بیٹھے۔

(۷) حق کو ظاہر کرنا۔ کیونکہ کسی ظالم کے سامنے حق بات کہنا بہترین جہاد ہے۔

(۸) اچھی شہرت۔ مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عمومی حالت' اٹھنے بیٹھنے' گفتار اور چال میں باوقار اور بارعب ہو اور کسی تکلف کا مظاہرہ نہ کرے۔

(۹) انداز گفتگو میں سلیقہ۔ کلام کو بغیر توقف کے بیان نہ کیا جائے بلکہ اسے جدا جدا جملوں میں ادا کیا جائے اور حروف کے مخارج کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ (اس کا تعلق صرف کلام سے ہوسکتا ہے کتابت سے نہیں۔)

(۱۰) بہتر اہل علم کو ترجیح دینا۔ بہتر اہل علم کی موجودگی یا ان کی زندگی میں مفسر بننے کی کوشش نہ کرے اور ان کی وفات کے بعد ان کی حق تلفی نہ کرے بلکہ حصول علم اور ان کی کتب پڑھنے کی ترغیب دے۔

(۱۱) تیاری اور پیشکش میں مہارت۔ سب سے پہلے سبب نزول بیان کرے پھر مفردات کے معانی اور ترکیب کی شرح' بلاغت اور اعراب کے وہ اسباب بیان کئے جائیں جن پر معانی کا انحصار ہو' پھر استنباط اور احکامات کا ذکر کیا جائے۔

آیات کا باہمی ربط اور مناسبت شروع میں یا پھر آخر میں موقع محل کی مناسبت سے ذکر کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی ابتدا اور اس کا ارتقاء

اللہ رب العزت کی یہ سنت ہے کہ اس نے ہر امت کی زبان میں رسول مبعوث فرمایا تا کہ وہ ہر طریقے سے ان کے ساتھ گفتگو کر سکے۔

جیسے اس آیت سے ظاہر ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ (ابراھیم: ۴)

''ہم نے ہر قوم کی بولی میں ہی رسول بھیجا تا کہ وہ ان کے لئے بیان فرمائے۔''

اس رسول پر نازل ہونے والی کتاب بھی انہی کی زبان میں ہوتی تھی اور محمد ﷺ چونکہ عربی تھے اس لئے آپ پر نازل ہونے والی کتاب بھی عربی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؕ (یوسف: ۲)

''ہم نے قرآن کریم کو عربی میں نازل فرمایا ہے تا کہ تم سمجھو۔''

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ؕ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ؕ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ؕ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵)

''بے شک قرآن کریم رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ روح امین (جرائیل علیہ السلام) اسے لے کر نازل ہوئے۔ اسے آپ کے دل پر نازل کیا گیا تا کہ آپ تنبیہ کرنے فرمائیں۔ اسے واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔''

قرآن کریم کے الفاظ عربی ہیں۔ قرآن کریم کے معانی کے تمام پہلو معانی کے ان طریقوں کے مطابق ہیں جو عربوں کے ہاں پائے جاتے ہیں، صرف چند الفاظ ایسے ہیں جن کے بارے میں اہل علم کا نقطہ نظر مختلف ہے کہ ان کا تعلق عربی لغت کے علاوہ دوسری زبان سے ہے اور انہیں عربی بنا دیا گیا ہے یا پھر وہ خالص عربی ہیں اور دوسری زبانوں میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے قرآن کریم کا عربی ہونا متاثر نہیں ہوتا۔

اہل تحقیق نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ کلمات ایسے ہیں جن میں عربی الفاظ دوسری قوموں کے الفاظ کے موافق ہو گئے ہیں۔ اسی بات کو مفسرین کے سرخیل ابن جریر طبری نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجیح دی ہے' وہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهِ۔ (الحدید:۲۸) کفلان حبشی زبان میں دوگنا اجر کے لئے بولا جاتا ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ۔ (المزمل:٦) کے بارے میں کہتے ہیں "نشاء" کہ حبشی زبان میں رات کو اٹھنے کو کہتے ہیں۔

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ۔ (سباء:١٠) حبشی زبان میں تسبیح کرنے کو اوب کہتے ہیں۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ٥ (المدثر:٥١) قسورۃ حبشی زبان میں شیر کو کہتے ہیں۔

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ (ھود:۸۲' الحجر:۷۴)

اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ فارسی کلمہ ہے لیکن اسے عربی بنا لیا گیا تھا۔

امام طبری اس قسم کے کلمات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں "کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ ہر حروف اور اس قسم کے دیگر حروف عربوں کی کلام میں شامل نہ تھے۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ فلاں حرف کا تعلق حبشی زبان سے ہے اور اس کا مفہوم اور معنی یہ ہے۔ فلاں حرف کا تعلق عجمی زبان سے ہے اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے۔ جس سے بے شک یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض الفاظ مختلف زبانوں میں متفقہ طور پر پائے جاتے تھے جیسے درہم' دینار' دواۃ' قلم' قرطاس اور ہمارے پاس کوئی ایسا مرجع نہیں جس کی بنا پر ہم اس قسم کے الفاظ کو کسی خاص لغت کے ساتھ خاص کر دیں' پھر کہیں کہ انہیں دوسری لغت میں منتقل کر دیا گیا ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر وہ ایسا دعویٰ کرے گا کہ جس کی کوئی دلیل نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں تفسیر

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کے بیان کی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمانت دی ہے جیسے ان آیات سے ظاہر ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥

قرآن کریم کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے داری ہے۔ جب ہم اس کو پڑھ لیں تو پھر آپ پڑھیں۔ پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کو اجمالی اور تفصیلی طور پر سمجھ لیتے تھے اور اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

جیسے اس آیت سے بھی ظاہر ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥ (النحل: ۴۴)

''ہم نے آپ پر ذکر نازل فرمایا تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ بیان فرمائیں جو ان پر نازل ہوا ہے شاید وہ غور وفکر کریں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن کریم کو سمجھتے تھے کیونکہ ان کی زبان میں نازل ہوا تھا' ہاں وہ اس کی باریکیاں نہیں سمجھتے تھے۔

ابن خلدون اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

قرآن کریم عربوں کی زبان ان کی بلاغت کے اسلوب کے مطابق نازل ہوا وہ سب اس کو سمجھتے تھے' اس کے الفاظ کے انفرادی اور ترکیبی معانی سے واقف تھے لیکن اس کے باوجود فہم کے لحاظ سے ان میں اختلاف پایا جاتا تھا بعض صحابہ بعض مفاہیم اور معانی کو سمجھ پاتے تھے۔

الفضائل میں ابو عبیدۃ لکھتے ہیں: کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ آیت پڑھی: وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا ٥ اور کہنے لگے وَّفَاكِهَةً کو تو ہم جانتے ہیں لیکن ''اب'' کیا ہے پھر خود ہی فرمایا۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ) یہ تو سراسر تکلف ہے۔

اسی طرح ابوعبیدۃ نے مجاہد کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے وہ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ مجھے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے میں علم نہ تھا حتیٰ کہ میرے پاس دو اعرابی ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا انا فطرتھا میں نے اس کی ابتدا کی تھی۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ عام عربی قرآن کریم کے غریب اور متشابہ الفاظ کو یکساں طور پر نہ سمجھتے تھے بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے زمانے میں تفسیر قرآن میں مندرجہ ذیل امور پر اعتماد کرتے تھے۔

(۱) قرآن کریم۔ کیونکہ قرآن کریم میں اگر کسی چیز کو کسی جگہ پر مجمل بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

اسی طرح اگر ایک جگہ کسی آیت کو مطلقا یا عام بیان کیا گیا ہے تو پھر ایسی آیات نازل ہوئیں جن سے مطلق کو مقید یا عام کو خاص کر دیا گیا۔

اس قسم کی تفسیر کو ''قرآن کی تفسیر قرآن سے'' نام دیا گیا ہے۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں' جیسے قرآن پاک کے قصائص بعض جگہ مختصر بیان کئے گئے ہیں اور بعض جگہ خوب تفصیل سے انہیں بیان کیا گیا ہے' جیسے یہ آیت ہے۔

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ ۝ کی تفسیر حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ ۝ (المائدہ: ۳) میں موجود ہے۔

اس طرح آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۝ (الانعام: ۳) کی تفسیر اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامۃ: ۲۳) سے ہوتی ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو بیان فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کسی آیت کے سمجھنے میں دشواری پیش آتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔

تو لوگوں کے لئے بہت گراں ثابت ہوئی' انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کسی نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا؟ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ظلم نہیں جو تم مراد لیتے ہو' کیا تم نے عبد صالح کی یہ بات نہیں سن رکھی۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ اس ظلم سے مراد شرک ہے۔ (احمد' بخاری' مسلم وغیرہ)

اس کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ بھی بوقت ضرورت بیان فرما دیا کرتے تھے۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ سے مراد تیر اندازی ہے۔ (مسلم)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ کوثر ایک نہر ہے جو میرا رب مجھے جنت میں عطا فرمائے گا۔ (احمد و مسلم)

احادیث کی کتب میں رسول اللہ ﷺ سے منقول تفسیر کے بارے میں باب موجود ہے اور اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے اختلاف کو ختم فرمایا کرتے تھے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (النحل: ٦٤)

''ہم نے آپ پر کتاب نازل نہیں فرمائی مگر تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ بیان فرمائیں جس میں ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور (یہ قرآن) ایمان لانے والی قوم کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔''

قرآن کریم کا بعض حصہ ایسا ہے کہ جس کی تاویل رسول اللہ ﷺ کے بیان کے بغیر معلوم نہیں ہوتی' جیسے اوامر اور نواہی کے اسباب کی تفصیل اور اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکامات کی مقدار۔

یہی وہ بیان ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے مراد لیا جاتا ہے۔

الا انی اوتیت القرآن ومثله معه۔ (الحدیث)

''یاد رکھو! مجھے قرآن پاک اور اس کے ساتھ اسی کی مثل دی گئی ہے۔''

(۳) فہم و اجتہاد۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادت مبارکہ تھی جب انہیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی تفسیر نہ ملتی تو وہ خوب اجتہاد کرتے' وہ خالص عرب تھے' عربی زبان کو خوب جانتے' اسے اچھی طرح سمجھتے اور اس کی بلاغت کے اسباب کو بھی خوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانتے تھے۔

تفسیر میں شہرت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی۔

خلفاء اربعہ۔ ابن مسعودؓ ابن عباسؓ ابی بن کعبؓ زید بن ثابتؓ ابوموسیٰ اشعریؓ عبداللہ بن زبیرؓ انس بن مالکؓ عبداللہ بن عمرؓ جابر بن عبداللہؓ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم۔

اس سب میں قلت و کثرت کے لحاظ سے تفاوت پایا جاتا تھا۔ تفسیر القرآن بالماثور میں بہت سارے مقامات پر ان صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کی طرف بعض روایات منسوب ہیں۔ جو سند کے لحاظ سے صحت اور ضعف میں مختلف درجات کی حامل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول تفسیر اہمیت کی حامل ہے۔ جمہور علماء کا مذہب تو یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع روایت کے حکم میں ہے جب کہ اس کا تعلق سبب نزول سے ہو یا پھر اس کا تعلق ایسے معاملے سے ہو جس میں ذاتی رائے نہ دی جا سکتی ہو' لیکن وہ امور جن میں ذاتی رائے دی جا سکتی ہو تو ایسی تفسیر موقوف علیہ ہوگی جب تک کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو۔

ایسی تفسیر جو کہ صحابی پر موقوف ہو بعض اہل علم اسے تسلیم کرنا واجب سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اہل زبان تھے اور انہوں نے ان تمام قرائن اور حالات کا مشاہدہ کیا تھا جو اس دور میں ان کے لئے خاص تھے اور ان میں فہم سلیم کا ملکہ پایا جاتا تھا۔

زرکشی اپنی کتاب برہان میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم دو قسم پر مشتمل ہے' ایک قسم تو وہ ہے جس کی تفسیر منقول ہے اور دوسری قسم وہ ہے۔ جس میں کوئی بھی منقول تفسیر وارد نہیں۔ پہلی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کبار تابعین کے اقوال پائے جاتے ہیں۔

اس قسم کی تفسیر میں پہلے تو سند کے لحاظ سے دیکھا جائے گا کیا سند صحیح ہے یا ضعیف پھر صحابی کی تفسیر کو دیکھا جائے گا' اگر تو صحابی نے لغت کے لحاظ سے تفسیر کی ہوگی تو وہ اہل زبان تھے اور اس پر بغیر شک کے اعتماد کیا جائے گا یا پھر انہوں نے قرائن اور اسباب کے مشاہدہ کے بعد تفسیر کی ہوگی' تو ایسی تفسیر میں بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم اور سنت نبویہ میں تفسیر نہ ملے تو پھر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خصوصی احوال و قرائن کا مشاہدہ بہت ہی قریب سے کیا ہے' پھر انہیں فہم تام' صحیح علم اور صالح عمل کی فضیلت حاصل تھی اور خاص طور پر صحابہ میں اہل علم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا درجہ بہت بلند تھا۔ جیسے خلفاء راشدین اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کوئی تفسیر مدون نہیں ہوئی بلکہ اس دور میں تفسیر' حدیث کی ایک فرع تھی' اس نے کوئی منظم شکل اختیار نہ کی تھی' بلکہ متفرق آیات کی تفسیر بیان کی جاتی تھی' قرآن کریم کی آیات سورتوں کی ترتیب اور تسلسل کا اہتمام نہ تھا اور نہ ہی یہ تفسیر پورے قرآن پر مشتمل تھی۔ تفسیر کی تدوین کا کام تو دوسری صدی میں شروع ہوا۔

تفسیر تابعین کے عہد میں

جس طرح بعض صحابہ تفسیر میں مشہور ہوئے اسی طرح بعض تابعین کو بھی اس میدان میں خوب شہرت ملی جنہوں نے صحابہ سے اس علم کو حاصل کیا تھا اور انہوں نے انہی مصادر پر اعتماد کیا جو کہ صحابہ کے دور میں پائے جاتے تھے' اس کے علاوہ انہوں نے خود بھی اپنے اجتہاد اور غور و فکر سے خوب کام لیا۔

استاد محمد حسین الذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ان مفسرین نے کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے کتاب اللہ پر اعتماد کیا اور جو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تھا یا پھر جو صحابہ کرام نے خود تفسیر میں بیان کیا تھا۔ اور جو کچھ انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کیا تھا یا پھر کتاب اللہ میں ان کے اجتہاد اور غور و فکر کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر منکشف کر دیا تھا۔

تفسیر کی کتب میں ان تابعین کے بہت سارے ایسے تفسیری اقوال ملتے ہیں جو انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کہے تھے' یہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کوئی بات نہ پہنچی تھی۔ ہم پہلے یہ ذکر کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے تفسیر کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ پورے قرآن کریم کا احاطہ نہیں کرتا' انہوں نے صرف وہ تفسیر کی ہے جو ان کے ہم عمروں کے لئے مشکل تھی اور جس طرح لوگوں کا بُعد عہد نبوی سے بڑھتا گیا ویسے ہی قرآن کریم کے اسرار و غموض سمجھنے میں مشکل بڑھتی گئی' تو تابعین میں سے بعض مفسرین نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح مشکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقامات میں اضافہ کی وجہ سے تفسیر میں بھی اضافہ ہوا۔ ان کے بعد والے مفسرین نے ان کی پیروی کرتے ہوئے تفسیر قرآن کو مکمل کر دیا ہے۔ ان کا اعتماد عربی لغت اور عربوں کی گفتگو کے سلیقہ پر تھا' نیز انہوں نے ان واقعات پر اعتماد کیا جو نزول قرآن کے زمانے میں پیش آئے تھے اور صحیح سند سے ان تک پہنچے تھے' اس کے علاوہ ان کا اعتماد سمجھ بوجھ کے ساز و سامان اور بحث کے وسائل پر تھا۔

اس دور میں اسلامی فتوحات بڑھ گئیں تھیں اور بڑے بڑے صحابہ مفتوحہ علاقوں میں پھیل گئے تھے' ان میں سے ہر ایک کے پاس علم تھا' انہی سے ان کے شاگرد تابعین نے علم حاصل کیا اور بہت سارے مدارس وجود میں آئے۔

مکہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مدرسہ تھا' ان کے مشہور تلامذہ سعید بن جبیر' مجاہد' عکرمہ مولی ابن عباس' طاؤس بن کیسان الیمانی اور عطا بن ابی رباح رحمہم اللہ تھے' ان سب کا تعلق موالیوں سے تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں بھی ان کے درمیان قلت و کثرت کا فرق پایا جاتا ہے' اہل علم کے درمیان ان کی ثقہ روایات اور ان کی طرف میلان کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سب سے زیادہ اہمیت عکرمہ کو حاصل ہے' ان کے علم و فضل کے باوجود اہل علم کے درمیان ان کی ثقاہت کے بارے میں اختلاف موجود ہے۔

مدینہ میں سیدنا ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کو دوسروں کی نسبت تفسیر میں زیادہ شہرت حاصل ہوئی' ان سے بہت کچھ نقل کیا گیا ہے اور تابعین میں ان کے مشہور تلامذہ جنہوں نے ان سے بلا واسطہ یا پھر بالواسطہ تفسیر کا علم حاصل کیا زید بن اسلم' ابو العالیہ اور محمد بن کعب القرظی رحمہم اللہ ہیں۔

عراق میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مدرسہ وجود میں آیا۔

اس کو علما' اہل الرائے کا بنیادی مدرسہ کہتے ہیں۔

علم تفسیر میں بہت سارے عراقی تابعین مشہور ہوئے۔ ان میں سے خاص طور پر علقمہ بن قیس' مسروق' اسود بن یزید' مرۃ الہمذانی' عامر شعبی' حسن بصری' قتادہ بن دعامہ سدوسی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

اسلامی ممالک میں یہ تابعین مشہور مفسرین گزرے ہیں' ان سے ان کے بعد آنے والے اہل علم نے علم تفسیر حاصل کیا اور ہمارے لئے ایک علمی ورثہ چھوڑ گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ تفسیر جو صرف تابعین سے منقول ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے وہ تفسیر منقول نہ ہو تو ایسی صورت میں تابعین کے اقوال قابل اعتماد ہوں گے یا نہیں؟

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ان کے بیان کردہ تفسیر کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ انہیں ایسے قرائن اور احوال کا مشاہدہ نہیں جن میں قرآن کریم نازل ہوا تھا' اس لئے وہ قرآن کریم کا مفہوم اور مراد سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کی تفسیر قابل قبول ہے' کیونکہ انہوں نے اس میں سے اکثر حصہ صحابہ سے حاصل کیا تھا۔

لیکن راجح اور مناسب بات یہ ہے کہ جب تمام تابعین کسی بات پر متفق ہو جائیں تو پھر وہ بات قبول کی جائے گی اور اس کے علاوہ کسی بات پر توجہ نہ دی جائے گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''شعبہ بن حجاج وغیرہ کہتے ہیں کہ تابعین کے اقوال حجت نہیں ہیں تو پھر تفسیر میں انہیں کیسے حجت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یعنی ان کے اقوال ان کے مخالفین کے لئے حجت نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ کسی بات پر اجماع کر لیں تو پھر وہ بات حجت ہوگی' اگر ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو تو پھر بعض تابعین کا قول بعض کے لئے حجت نہ ہوگا اور نہ ہی بعد میں آنے والوں کے لئے قابل قبول ہوگا۔ اس لئے ایسی صورت میں لغت قرآن یا سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا یا پھر عام عربوں کی لغت اور صحابہ کرام کے اقوال کی طرف رجوع کریں گے۔

اس دور میں تفسیر کا علم سیکھنے سکھانے اور روایت کے ذریعہ سے محفوظ تھا' لیکن تابعین نے اسلام میں داخل ہونے والے اہل کتاب سے تفسیر میں اسرائیلی روایات خوب نقل کیں' جس طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کعب احبار' وہب بن منبہ اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے روایات بیان کی ہیں' ان کی بیان کردہ تفسیری روایات میں اختلاف ان کے بہت سارے اقوال کی وجہ سے شروع ہوا جبکہ ان کے تمام اقوال تقریباً ایک جیسے یا پھر مترادف ہیں اور ان میں صرف عبارت کا اختلاف پایا جاتا ہے تضاد اور فرق کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کا تدوینی دور

تدوینی دور کی ابتدا بنی امیہ کے آخری دور اور عباسیوں کے ابتدائی ایام میں شروع ہوئی۔ اور حدیث مبارکہ کو سب سے اولیت حاصل تھی اسے مختلف ابواب میں مدون کیا گیا۔ انہی ابواب میں سے ایک باب ''تفسیر'' تھا اس کیلئے کوئی خاص تالیف وجود میں نہ آئی تھی کہ جس میں قرآن کریم کی ہر سورۃ یا آیت کی الگ الگ شروع سے آخر تک تفسیر کی گئی ہو۔

ایک جماعت نے ایسی تفسیر کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو رسول اللہ ﷺ یا پھر صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب تھی' اس کے ساتھ وہ حدیث بھی جمع کرتے رہے۔ ان میں یزید بن ہارون اسلمی (المتوفی ۱۱۷ ہجری)' شعبہ بن حجاج (المتوفی ۱۶۰ ہجری)' وکیع بن جراح (المتوفی ۱۹۷ ہجری)' سفیان بن عیینہ (المتوفی ۱۹۸ ہجری)' روح بن عبادۃ البصری (المتوفی ۲۰۵ ہجری)' عبدالرزاق بن ہمام المتوفی (۲۱۱ ہجری)' آدم بن ابی ایاس (المتوفی ۲۲۰ ہجری) اور عبد بن حمید (المتوفی ۲۴۹ ہجری) شامل ہیں۔

ان کے بعد ایسے اہل علم آئے جنہوں نے تفسیر میں مستقل کتابیں لکھیں اور تفسیر کو حدیث سے الگ ایک مستقل فن بنا دیا' انہوں نے مصحف کی ترتیب کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کی جیسے ابن ماجہ (المتوفی ۲۷۳ ہجری)' ابن جریر الطبری (المتوفی ۳۱۰ ہجری)' ابوبکر بن منذر نیسابوری (المتوفی ۳۱۸ ہجری)' ابن ابی حاتم (المتوفی ۳۲۷ ہجری)' ابوالشیخ بن حبان (المتوفی ۳۶۹ ہجری)' حاکم (المتوفی ۴۰۵ ہجری) اور ابوبکر بن مردویہ (المتوفی ۴۱۰ ہجری) وغیرہ۔

ان کی تفاسیر سنداً رسول اللہ ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہیں' کبھی کبھار بیان کردہ آراء' بعض احکام کے استنباط اور بعض آیات کے اعراب میں ضرورت کے وقت ترجیح کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے' جیسا کہ ابن جریر طبری نے کیا ہے۔

ان کے بعد مفسرین کی ایسی جماعت آئی جو تفسیر بالماثور تک محدود رہی' لیکن انہوں نے اسناد کو مختصر کر دیا اور مختلف اقوال کو جمع کیا' لیکن ان اقوال کو کہنے والوں کی طرف منسوب نہ کیا جس سے معاملہ مشکوک ہو گیا اور صحیح اور غیر صحیح کی تمیز ختم ہو گئی۔

پھر علوم میں مزید وسعت پیدا ہوئی' انہیں مدون کیا گیا' ان کی بہت ساری فروعات بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئیں، اختلافات بڑھ گئے، کلامی مسائل پیدا ہوئے، مذہبی تعصب نے سر اٹھایا، فلسفیانہ عقلی علوم نقلی علوم میں گھل مل گئے، ہر اسلامی فرقہ اپنے مذہب کی مدد کے لئے تگ ودو کرنے لگ گیا اور اسی طرح علم تفسیر بھی ان حالات سے متاثر ہوا۔

مفسرین نے تفسیر میں اپنی ذاتی فہم کو معیار بنالیا اور اسی پر اعتماد کرنے لگے، لوگوں نے مختلف جہات اختیار کرلیں، علمی اصطلاحیں، مذہبی عقائد اور فلسفیانہ ثقافتوں نے اپنا رنگ جمالیا اور ہر مفسر نے دوسرے علوم سے تفسیر کو بھرنا شروع کردیا، عقلی علوم والا مفسر اپنی تفسیر میں حکماء اور فلاسفہ کے اقوال نقل کرنے لگا، جیسے فخر الدین رازی۔ فقہی مفسر نے فروعی مسائل کا اہتمام کیا جیسے جصاص اور قرطبی۔ تاریخ سے شغف رکھنے والے مفسر نے قصص اور اخبار کو لکھنے کی کوشش کی جیسے ثعلبی اور خازن۔ بدعتی مفسرین نے اپنے فاسد مذہب کے مطابق کلام اللہ کی تاویل کی، جیسے رمانی اور جبائی۔ معتزلہ میں سے قاضی عبدالجبار اور زمخشری امامیہ اثنا عشریہ میں سے ملامحسن الکاشی۔

اور صوفیا میں سے اشاری معانی کا استخراج کرنے والا جیسے ابن عربی۔

یہی حال نحوی صرفی اور علم بلاغت والوں کا ہے۔ جس کے نتیجے میں تفسیر کی کتابوں میں بہت ساری الٹی سیدھی باتیں جمع ہوگئیں، جن میں سے بعض فائدہ مند اور بعض نقصان دہ تھیں اور ہر مفسر نے اپنے مذہب کی حمایت اور مدمقابل کی تردید کے لئے آیات کو ایسے معانی اور مفہوم پر محمول کیا کہ جن کا قرآن کریم متحمل نہ تھا۔

چنانچہ اس طرح سے تفسیر کا بنیادی مقصد، ہدایت اور دینی احکام کی معرفت فوت ہوگیا اور اثری تفسیر کے مقابلے میں تفسیر بالرائے زور پکڑ گئی۔ یہ صورت حال ایک مدت تک برقرار رہی اور ہر آنے والا مفسر سابقہ مفسر کی باتوں کو نقل کرتا رہا کبھی اختصار کی کوشش کی جاتی اور کبھی تعلیقات کا سلسلہ چل نکلتا حتیٰ کہ تفسیر میں نئے عصری رجحانات پیدا ہوئے اور بعض مفسرین نے اپنی عصری ضروریات کے مطابق تفاسیر لکھیں، انہوں نے قرآن کریم میں اجتماعی زندگی کی بنیادوں، قانون سازی کی ضروریات، علمی نظریات کو ڈھونڈ نکالا جیسے تفسیر الجواہر، المنار اور فی ظلال وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر موضوعی:

عصر تدوین میں عام تفسیر کے ساتھ خاص خاص مباحث میں تفسیر موضوعی پر بھی خاص توجہ دی گئی۔ ابن القیم نے "التبیان فی اقسام القرآن لکھی۔

ابوعبدہ نے مجاز القرآن لکھی۔ راغب اصفہانی نے مفردات القرآن لکھی۔

ابوجعفر النحاس نے ناسخ منسوخ کو موضوع بنایا۔

ابوالحسن الواحدی نے اسباب النزول لکھے۔

جصاص نے احکام القرآن لکھی۔

اور اس موجودہ دور میں بھی قرآنی مباحث پر مسلسل لکھا جا رہا ہے جن میں قرآن کریم کی بعض آیات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

طبقات المفسرین

جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے اس کی بنا پر ہم مفسرین کو درج ذیل طبقات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے مفسرین:

صحابہ میں مندرجہ ذیل نامور مفسر گزرے ہیں۔

خلفائے اربعہ' ابن مسعودؓ' ابن عباسؓ' ابی بن کعبؓ' زید بن ثابتؓ' ابو موسیٰ الاشعریؓ' عبداللہ بن زبیرؓ' انس بن مالکؓ' ابو ہریرہؓ' جابرؓ' عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم۔

خلفاء اربعہ میں سب سے زیادہ جن سے تفسیری روایات نقل کی گئیں ہیں وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' جبکہ باقی تین خلفاء سے بہت کم روایات منقول ہیں' جس کا سبب یہ ہے کہ ان کی وفات بہت پہلے ہوگئی تھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایات اسی وجہ سے بہت کم ہیں۔

معمر رحمۃ اللہ علیہ وہب بن عبداللہ کے واسطے سے ابوطفیل سے بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر تھا وہ خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھ سے پوچھو' اللہ کی قسم! تم مجھ سے جو سوال کرو گے میں تمہیں بتا دوں گا' تم مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو' اللہ کی قسم میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو' وادی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی مرویات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ ہیں' ابن جریر طبری وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' قرآن کریم کی ہر آیت کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی ہے' اگر مجھے کسی ایسے آدمی کے متعلق علم ہوتا جو مجھ سے زیادہ جانتا ہو اور سواری اس تک پہنچ سکتی تو میں ضرور اس کے پاس حاضر ہوتا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے مفسرین:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے اہل مکہ ہیں کیونکہ انہیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رفاقت حاصل تھی' جیسے مجاہد' عطا بن ابی رباح' عکرمہ مولی ابن عباس' سعید بن جبیر اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہم۔

کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے تلامذہ نے تفسیر میں نام پیدا کیا' جن میں علقمہ' اسود بن یزید' ابراہیم النخعی اور شعبی کو خوب شہرت ملی اس طبقہ میں حسن بصری' عطا بن ابی مسلم الخراسانی' محمد بن کعب القرظی' ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی' ضحاک بن مزاحم' عطیہ بن سعد عوفی' قتادہ بن دعامہ سدوسی' ربیع بن انس اور السدی رحمۃ اللہ علیہم کو بطور مفسر شہرت ملی۔

مدینہ میں زید بن اسلم مشہور ہوئے جن سے ان کے بیٹے عبدالرحمن اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہم نے علم تفسیر سیکھا۔

ان تمام تابعین کے اکثر اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ ہیں۔

مصنفین (مفسر):

تابعین کے بعد تفسیر کے میدان میں ان لوگوں کا طبقہ ہے جنہوں نے ایسی تفاسیر لکھیں جن میں صحابہ اور تابعین کے اقوال جمع ہیں' جیسے سفیان بن عیینہ' وکیع بن جراح' شعبہ بن حجاج' یزید بن ہارون' عبدالرزاق' آدم بن ابی ایاس' اسحق بن راہویہ' عبد بن حمید' روح بن عبادہ' ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر مفسرین:

ان میں علی بن ابی طلحہ' ابن جریر طبری' ابن ابی حاتم' ابن ماجہ' حاکم' ابن مردویہ' ابوالشیخ بن حبان' ابن المنذر رحمہم اللہ ان سب کی منقول روایات صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین کی طرف منسوب ہیں اور اس کے علاوہ ان کی کتب میں کچھ نہیں' صرف ابن جریر طبری نے بعض اقوال کی توجیہہ' ترجیح' اعراب اور استنباط بیان کرنے کی کوشش کی ہے اس بنا پر اسے فوقیت حاصل ہے۔

خاص قسم کے مصنف مفسرین کا طبقہ:

ان کی کتب لغوی فوائد' اعراب کی اقسام' قراءات کے بارے میں ایسی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کی اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے' ان کتابوں میں بعض دفعہ مصنفین کی اپنی رائے کا بھی اضافہ درج ہوتا ہے جیسے ابواسحٰق الزجاج' ابی علی الفارسی' ابی بکر النقاش اور ابوجعفر النحاس۔

متأخر مصنفین (مفسر):

اس طبقے کے اہل علم نے اسناد کو مختصر کر دیا اور اقوال بھی بلا سند نقل کیے جس سے ہر چیز خلط ملط ہو گئی اور صحیح اور کمزور میں بھی فرق باقی نہ رہا۔

خودرو مفسرین:

ان کے بعد ایسے مفسرین آئے جنہوں نے ہر قسم کی بات کو تفسیر میں داخل کر دیا۔ ہر ایک نے دل پسند باتوں پر اعتماد کیا۔ ان کے بعد آنے والوں نے سمجھ کر کہ ان کے اقوال کی کوئی بنیاد ہو گی ان کی باتوں کو نقل کیا' سلف صالحین کی بیان کردہ روایات کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور انہیں یہ بھی پرواہ نہ تھی کہ اس سلسلہ میں بہترین راہنمائی کن لوگوں سے مل سکتی ہے۔

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں نے "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کی تفسیر میں دس اقوال دیکھے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر میں صرف یہود اور نصاریٰ کا ذکر ملتا ہے۔

جبکہ ابن ابی حاتم نے تو یہ بھی کہا ہے کہ مفسرین کے درمیان اس قول کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فنی مفسرین:

ان کے بعد مفسرین کی ایسی قوم آئی جس نے اپنے اپنے رجحانات کے مطابق فنون کو تفسیر میں جگہ دی اور ہر ایک نے اسی فن پر اختصار کیا۔ جس میں اسے مہارت حاصل تھی۔ جیسے قرآن صرف اسی فن کے لئے نازل ہوا ہو' حالانکہ قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نحوی مفسر کو صرف اعراب کی فکر ہے اور آیت زیادہ سے زیادہ کتنے اعراب کی متحمل ہو سکتی ہے اگرچہ وہ احتمالات بہت ہی بعید کیوں نہ ہو۔ وہ نحوی قواعد' مسائل' فروعات اور اختلافات کو خوب ذکر کرتا ہے' جیسے ابی حیان کو بحر اور نہر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تاریخ دان مفسر کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ وہ قصہ کو مکمل کرے اور سلف سے منقول خبروں کو بیان کرے' وہ صحیح ہوں یا غلط' جیسے ثعلبی۔

فقہی مفسر قرآن کریم میں پوری فقہ سمو دینے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلے میں وہ ایسے فروعی فقہی دلائل کی بھر مار کر دیتا ہے کہ جن کا آیت سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہوتا اور پھر مخالفین کے دلائل کا جواب بھی دیتا ہے' جیسے امام قرطبی۔

عقلی علوم کے ماہر خاص طور پر امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کو حکما اور فلاسفہ کے اقوال سے بھر دیا ہے' اس نے بات سے بات نکالی ہے یہاں تک کہ پڑھنے والا بہت ہی حیران رہ جاتا ہے کیونکہ اسے اس قسم کی باتوں میں آیت سے کوئی مطابقت نظر نہیں آتی۔

ابو حیان نے بحر المحیط میں لکھا ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بہت کچھ جمع کیا ہے' جن کا علم تفسیر سے کوئی واسطہ نہیں' اسی لئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ رازی کی کتاب میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے۔

اور بدعتی اہل علم تو تفسیر کرتے وقت آیات میں تحریف اور انہیں اپنے باطل مذہب کے مطابق بیان کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے اور اپنی خواہش کے مطابق انہیں کوئی دور کی کوڑی بھی مل جائے تو وہ اسے بھی لکھ دیتے ہیں' اگر انہیں اپنی بدعت کے لئے کوئی معمولی سا موقع بھی ہاتھ آ جائے تو وہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' جیسے کہ امام بلقینی سے روایت کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ میں نے کشاف سے اعتزال کو چن چن کر نکال باہر کیا ہے جیسے آیت فَمَنْ زُحْزِحَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (ال عمران: ۱۸۵) کی تفسیر میں لکھا تھا "ایّ فوز اعظم من دخوله الجنة" یعنی جنت میں داخلے سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے' یہ کہہ کر زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ایسا ہی حال ملحدین وغیرہ کا ہے۔

جدید ترقی پذیر دور کے مفسرین:

اس دور میں بہت سارے مفسرین نے نئے انداز سے تفسیر کی ہے' اسالیب قرآن اور اس کی عبارت کے حسن پر توجہ دی گئی' اجتماعی پہلو' جدید افکار' نئے مذاہب کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس دور کی تفسیر ادبی اور اجتماعی رنگ لئے ہوئے ہے' ان مفسرین میں محمد عبدہ' سید محمد رشید رضا' محمد مصطفیٰ المراغی' سید قطب اور محمد عزۃ دروزۃ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ ہجری) نے ایک کتاب طبقات المفسرین لکھی ہے' وہ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کے دور میں پائے جانے والے بدعتی مفسرین' اہل سنت کے مفسرین اور بعض فرقوں جیسے معتزلہ' شیعہ وغیرہ کے مفسرین کا ذکر کیا ہے۔

لیکن اس نے اس کام کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ اس میں موجود تراجم کی تعداد ۱۳۶ ہے جن کو حروف ہجائیہ کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ اسی طرح الشیخ ابو سعید صنع اللہ الکوزہ کنانی (المتوفی ۹۸۰ ہجری) نے بھی طبقات المفسرین کو ترتیب دیا ہے۔

گیارہویں صدی کے عالم احمد بن محمد ادنہ وی نے بھی اس بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔

حافظ شمس الدین بن محمد بن علی بن احمد الداودی المصری (المتوفی ۹۴۵ ہجری) نے اپنی مشہور کتاب "طبقات المفسرین" لکھی ہے' وہ اسلامی کتب خانے میں اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے' داؤدی نے اس کتاب میں دس ہجری کے شروع تک کے تمام مفسرین کو جمع کر دیا ہے۔ کشف الظنون میں حاجی خلیفہ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں سب سے بہتر کتاب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے

تفسیر بالماثور:

وہ تفسیر ہے جس میں ایسے مراتب کے لحاظ سے منقول صحیح پر اعتماد کیا جاتا ہے جن کا ذکر پہلے مفسر کی شروط میں ہو چکا ہے' جیسے قرآن کی تفسیر قرآن سے یا پھر سنت سے' کیونکہ سنت کتاب اللہ کو بیان کرتی ہے یا صحابہ سے منقول روایات کے ذریعہ سے' اس لئے کہ انہیں کتاب اللہ کا سب سے بہتر علم تھا یا پھر کبار تابعین کے اقوال کے ذریعہ سے کیونکہ انہوں نے یہ سب کچھ صحابہ کرام سے حاصل کیا تھا۔

اس مسلک کے تحت ان آثار کو ذکر کیا جاتا ہے جو کسی آیات کے بارے میں وارد ہوئے ہوں اور کسی معانی اور مفہوم کو کسی بنیاد کے بغیر بیان کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی اور ان امور سے گریز کیا جاتا ہے جن کی معرفت سود مند نہ ہو اور وہ صحیح سند سے منقول نہ ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ علم ہونا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کیلئے قران کریم کے معانی اس طرح بیان فرمائے جس طرح اس کے الفاظ بیان فرمائے تھے۔

آیت لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ الفاظ اور معانی دونوں پر مشتمل ہے۔

ابوعبدالرحمٰن اسلمی بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں نے بیان فرمایا جو ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے' جیسے سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم' ان کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دس آیات سیکھتے تو وہ ان سے آگے نہ بڑھتے' حتیٰ کہ ان آیات کا علم وعمل حاصل کر لیتے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نے علم اور عمل دونوں کو سیکھا ہے' وہ ایک مدت تک ایک ہی سورت کو یاد کیا کرتے تھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھ لیا کرتا تھا تو اسے ہمارے درمیان برتری حاصل ہو جاتی۔ (مسند احمد)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آٹھ سال تک سورۃ بقرہ یاد کرتے ہے۔ (موطا امام مالک)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ایسا اس لئے کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

اور کسی کلام میں تدبر اس کلام کے معانی اور مفہوم کو سمجھنے کے بغیر ممکن نہیں اور عادت بھی اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ کوئی قوم کسی فن کی کتاب پڑھ رہی ہو' جیسے طب' یا حساب وغیرہ اور انہیں اس کی تشریح کی ضرورت پیش نہ آئے' کتاب اللہ تو پھر کتاب اللہ ہے جو ان کی عصمت کی ضامن ہے اور اس کے ذریعہ سے ہی انہیں نجات ملے گی اور ان کی سعادت اور دین و دنیا میں عزت واحترام اس کی وجہ سے ہی ہے۔ (الاتقان: ۲/ ۱۷۶)

تابعین میں سے مجاہد جنہوں نے مکمل تفسیر صحابہ سے سیکھی تھی' وہ فرماتے ہیں: کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید تین مرتبہ فاتحہ سے آخر تک پڑھا ہے اور میں انہیں ہر ایک آیت پر روک لیا کرتا تھا اور ان سے سوال کیا کرتا تھا۔

تفسیر الماثور میں اختلاف

تفسیر بالماثور کا دار و مدار ان روایات پر ہے جو اس امت کے ابتدائی اہل علم سے منقول ہیں اور ان کے درمیان اختلاف کی نوعیت بعد والے لوگوں کی نسبت بہت ہی کم تھی۔ بلکہ اکثر کے درمیان معانی میں یکسانیت پائی جاتی تھی اور صرف تعبیر میں معمولی اختلاف تھا یا پھر بعض افراد کے درمیان عام تفسیر میں تمثیلی لحاظ سے اختلاف ہو جاتا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف کے درمیان تفسیر میں معمولی اختلاف تھا اور ان کے درمیان اختلاف نوعیت کے لحاظ سے پایا جاتا تھا' مفہوم مخالف کا اختلاف نہ تھا اور یہ دو قسم کا اختلاف تھا۔

(۱) ایک مفسر کی عبارت سے ایسا مفہوم یا معانی واضح ہوتے جو دوسرے کی عبارت سے نہ ہوتے تھے' حالانکہ مسمیٰ میں یکسانیت پائی جاتی تھی' جیسے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ کی تفسیر بعض نے قرآن یعنی اس کی اتباع کی ہے اور بعض نے اسلام سے تعبیر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں اقوال میں اتفاق ہے کیونکہ دین اسلام میں قرآن کریم کی اتباع ہے' لیکن ہر ایک نے تفسیر کرتے ہوئے ایک دوسرے سے الگ وصف بیان فرمایا ہے۔

(۲) ہر مفسر اسم عام کی بعض انواع کو بطور تمثیل اور سننے والے کو بعض انواع پر متنبہ کرنے کے لئے بیان کرتا ہے' اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ۔ (الفاطر:۳۲)

''پھر ہم نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا' ان میں سے بعض نے اپنے اوپر ظلم کیا اور بعض نے میانہ روی اختیار کی اور بعض خیرات میں سبقت لے گئے۔''

اس آیت کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ سابق وہ ہوتا ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد اسے کہتے ہیں جو درمیانی وقت میں نماز ادا کرے اور عصر کی نماز کو سورج کے زرد ہونے تک موخر کرنے والا ظالم کہلائے گا۔

اسی طرح یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ سابق تو زکوۃ کے علاوہ صدقہ کرنے والا ہے اور مقتصد جو صرف فرض زکوۃ ادا کرتا ہے اور زکوۃ نہ دینے والا ظالم ہوگا۔

کبھی اختلاف کسی لفظ میں دو احتمال پائے جانے کی وجہ سے ہوگا' جیسے عَسْعَسَ کا لفظ ہے اس میں رات کی آمد اور اس کی واپسی ہر دونوں معانی کا احتمال ہے یا پھر وہ الفاظ جن سے معانی کی تعبیر کی گئی ہو وہ متقارب ہوں جیسے تُبْسَلُ کی تفسیر تحبَسُ (روکنا) اور ترھن گروی ہونا سے کی جائے کیونکہ دونوں کے مفہوم میں قربت پائی جاتی ہے۔

اسرائیلیات سے اجتناب

بسا اوقات اختلاف ایسے امور میں ہوتا ہے جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم ایسے اختلاف کو جاننے کی کوشش کریں کہ وہ واقعہ کیا ہوا ہے' جسے بعض مفسرین نے اہل کتاب سے اسرائیل روایات کو نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے' جیسے اصحاب کہف کے ناموں میں اختلاف' کتے کے رنگ اور ان کی تعداد میں اختلاف وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۝ (الکھف:۲۲)

"آپ کہہ دیں کہ میرا رب ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے ان میں سے کم ہی لوگوں کو اس بارے میں علم ہے (تو اس لئے اے محمد ﷺ) آپ ان سے ان کے بارے میں ظاہری بحث سے زیادہ مت الجھیں۔"

اس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی کی وسعت اور اس کی لکڑی میں مفسرین کا اختلاف۔ اس غلام کے نام میں اختلاف جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔ ان پرندوں کے ناموں میں اختلاف جن کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے زندہ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا کس نوع کے درخت سے تھا۔ اور اسی قسم کے دیگر امور میں مفسرین کا اختلاف کرنا' تو یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن کے علم کا ذریعہ صرف نقل ہے۔ اس لئے اس بارے میں جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح بات منقول ہوگی اسے قبول کیا جائے گا۔ ورنہ پھر ہم توقف کریں گے اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایات کی طرف ہمارا دل مائل ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ انہوں نے تابعین کی نسبت اہل کتاب سے بہت کم روایات نقل کی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں بیان کریں تو نہ تم ان کی تصدیق کرو اور نہ انہیں جھوٹا کہو۔

تفسیر بالمأثور کا حکم

تفسیر بالمأثور ایسی تفسیر ہے کہ جس کی اتباع اور قبول کرنا واجب ہے' کیونکہ یہی صحیح طریقہ ہے اور یہی وہ پرامن راستہ ہے جس کی بنا پر کتاب اللہ میں ہر قسم کے زلیغ وزلال سے بچا جا سکتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ تفسیر چار طرح سے ہوتی ہے (۱) وہ ہے جس کو عرب کلام سے پہچانتے ہیں۔

(۲) وہ تفسیر جس سے واقفیت نہ ہونا کوئی عذر نہیں۔ (۳) وہ تفسیر جس کا علم صرف علماء کو ہوتا ہے (۴) وہ تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ تفسیر جس سے واقفیت نہ ہونا کوئی عذر نہیں' وہ ایسی تفسیر ہے کہ جس کا مفہوم ایسی نصوص سے فوراً ذہن میں آتا ہے جن نصوص میں شرعی احکام اور توحید کے دلائل موجود ہوتے ہیں اور ان میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا' جیسے اس آیت فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد: ۱۹) نے ہر شخص کو توحید کا معنی معلوم ہو جاتا ہے۔

اگرچہ اسے بات کا علم نہ ہو کہ اس عبارت میں نفی اور استثناء واقع ہوا ہے جس سے کسی چیز کے محدود ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔

وہ تفسیر جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہ غیب کی باتیں ہیں' جیسے قیامت اور روح کی حقیقت وغیرہ۔

وہ تفسیر جس کا علم اہل علم کو ہوتا ہے' تو یہ ان کا اجتہاد ہوتا ہے جو شواہد اور دلائل کی بنا پر کیا جاتا ہے' صرف اور صرف ان کی اپنی رائے نہیں ہوتی' جیسے مجمل کو مفصل بیان کرنا اور عام کو خاص کرنا وغیرہ۔

ابن جریر الطبری بیان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن کریم نازل فرمایا ہے اس کا بعض حصہ ایسا ہے کہ جس کی تاویل کا علم رسول اللہ ﷺ کے بیان کرنے کے بغیر ناممکن ہے' جیسے اوامر کے انداز' واجبات' مندوبات اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات وغیرہ' نہی کی اقسام' اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود کی ذمہ داری' اس کے فرائض کا مقصد اس کی مخلوق میں بعض کی بعض کیلئے لازمی قدریں اور ان جیسے آیات کے احکام جن کا علم امت کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے بغیر نہیں ہو سکتا اور یہ تفسیر کا وہ طریقہ ہے کہ جس میں کسی کو از خود بات کہنے کی جرأت نہیں کرنا چاہیے' صرف اسی صورت میں اسے کچھ کہنے کا حق حاصل ہوگا جبکہ اسے رسول اللہ ﷺ سے کسی نص کے ذریعہ سے اس کی تاویل کا علم ہو جائے یا پھر آپ ﷺ نے اپنی امت کی اس بارے میں کوئی راہنمائی فرمائی ہو۔

قرآن کریم کا وہ حصہ جس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اس میں وہ امور ہیں جن میں کسی حادثے کی مدت کے بارے میں خبر دی گئی ہو۔ یا آنے والے اوقات کے بارے میں بتایا گیا ہو جیسے قیامت برپا ہونے کا وقت' صور پھونکنے کی گھڑی' عیسیٰ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مریم علیہ السلام کب نازل ہوں گے اور اس جیسے دوسرے واقعات جس طرح اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

(الاعراف:۱۸۷)

''وہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کب برپا ہوگی' آپ کہہ دیں کہ اس کا علم صرف میرے رب کو ہے' وہی اس کے وقت پر اس کو ظاہر کرے گا وہ زمین و آسمان پر بھاری ہوگی' وہ تم پر اچانک برپا ہوگی وہ آپ سے (اس لئے) سوال کرتے ہیں جیسے آپ اس کے بارے میں بحث کریں گے' آپ کہہ دیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں۔''

اور کچھ ایسی آیات ہیں۔ جن کی تاویل کا علم ہر عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے کو ہوتا ہے جیسے اس کے اعراب کی درستگی چیزوں کو ان کے اصلی نام سے پہچاننا تاکہ دوسری چیزیں ان میں شامل نہ ہوسکیں اور موضوعات کو ان کی ایسی خاص صفات سے پہچان لینا جو انہیں دوسرے موضوعات سے ممتاز کرتی ہوں۔

یہ تمام ایسی باتیں ہیں' جن سے کوئی بھی عربی دان ناواقف نہیں ہوتا' جیسے کوئی عربی دان کسی تلاوت کرنے والے سے یہ سنے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ٥ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ٥ (البقرة:۱۱-۱۲)

تو کسی عربی دان پر بھی یہ مخفی نہیں ہوگا کہ فساد کا معنی وہ امور ہیں جن کا چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ نقصان دہ ہوتے ہیں اور اصلاح سے مراد وہ امور ہیں جن کا کرنا فائدہ مند ہو اگرچہ وہ ان تمام اسباب کو نہ جانتا ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے فساد کا نام دیا ہے اور نہ ہی وہ ان تمام اسباب کو جانتا ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا نام دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے اس تفسیر کو کہتے ہیں جس میں مفسر معنی بیان کرنے کے لئے اپنی خاص سمجھ اور صرف اپنی رائے کے استنباط پر اعتماد کرے' اس سے وہ فہم مراد نہیں جو شریعت کی روح سے پوری طرح متفق ہو یا پھر اس کا تعلق شرعی نصوص سے ہو۔

صرف رائے سے مراد ایسی رائے ہے جس کی شہادت کسی اور طریقے سے نہ ملتی ہو' بلکہ کتاب اللہ میں اختلاف و انتشار کی دعوت دیتی ہو اور جن لوگوں نے اس مقصد کیلئے تفسیر کی ہے وہ بدعتی تھے انہوں نے مذاہب باطلہ کو اختیار کر رکھا تھا' چنانچہ انہوں نے اپنی رائے کے مطابق قرآن کریم کی تاویل کی۔ سلف صالحین میں سے ان کی آرا اور تفسیر کیلئے کوئی شہادت نہیں ملتی' بلکہ انہوں نے اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق تفسیر لکھی ہے' جیسے عبدالرحمٰن بن کیسان الاصم کی تفسیر' اسی طرح جبائی' عبدالجبار' رمانی اور زمخشری وغیرہ کی تفاسیر کا بھی یہی حال ہے۔

ان میں سے بعض بہت اچھی تعبیر کرتے ہیں اور اپنے مذہب کو خوبصورت کلام میں بیان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا مذہب اکثر لوگوں میں رواج پا جاتا ہے جیسے کہ صاحب کشاف نے اپنے اعتزالی رجحانات کو بیان کیا ہے۔

ان میں سے بعض اپنے عقائد کے بارے میں زیادہ شدت پسند نہیں ہیں اور اہل کلام میں بعض ایسے گروہ بھی ہیں جنہوں نے صفات الٰہیہ سے متعلقہ آیات کی اپنے مذہب کے مطابق تاویل کی۔ یہ لوگ معتزلہ کی نسبت اہل سنت کے زیادہ قریب ہیں' لیکن جب وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو صحابہ اور تابعین کے مذہب کے مخالف ہوتی ہیں تو پھر وہ معتزلہ اور بدعتی لوگوں کے شریک کار بن جاتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کا حکم

قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو صرف اور صرف رائے اور اجتہاد سے کی جائے اور اس کی کوئی اصل نہ ہو وہ قطعی طور پر حرام ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ (الاسراء:۳۶)

''جس کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من قال فی القرآن برأیه او بما لا یعلم فلیتبوأ مقعده من النار۔

(رواہ الترمذی والنسائی وابوداود' قال الترمذی: هذا حسن)

''جس نے قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا یا ایسی بات کہی جس کا اسے علم نہ تھا' تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔''

اس وجہ سے سلف صالحین علم کے بغیر تفسیر کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے۔ یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے جب ان سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر دریافت کی جاتی تو وہ فرماتے' ہم قرآن کریم کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ (موطا امام مالک)

ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیت وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ٥ (عبس:۳۱) میں ''اَبًّا'' کے بارے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

ای سماء تظلنی؟ وای ارض تقلنی؟ اذا قلت فی کلام اللہ ما لا اعلم۔

(رواہ ابن ابی شیبة والطبری)

''کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کونسی زمین مجھے اٹھائے گی جب میں کلام اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بات کروں گا۔''

ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ یہ تمام خبریں ہماری اس بات کے صحیح ہونے کی شاہد ہیں کہ قرآن کریم کی ان آیات کی تاویل جن کا علم رسول اللہ ﷺ کے بیان کی صریح نص کے بغیر نہیں ہوسکتا یا پھر آپ کی راہنمائی کے بغیر ممکن نہیں' تو ایسی آیات کے بارے میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے' اگر کسی نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا اگرچہ اس نے درست بات کہی ہو تو پھر بھی وہ اپنے فعل کے لحاظ سے خطا کار ہے' کیونکہ اس نے رائے زنی کی ہے اور اس کے قول کی درستگی یقین اور حق کے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اندازے سے کہی ہوئی بات درست ثابت ہوگئی۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں وہم و گمان اور اندازے سے کچھ کہتا ہے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی بات کہتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا اور اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لئے ایسا کرنا حرام کر دیا ہے' جیسے اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○ (الاعراف: ۳۳)

"(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں۔ بے شک ظاہری اور باطنی فواحش' گناہ اور حق کے بغیر حد سے تجاوز کرنا تمہارا' اللہ کے ساتھ شرک کرنا جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کہنا جس کا تمہیں علم نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔" (تفسیر الطبری ۱/ ۷۸-۷۹)

یہ آثار اور ان جیسے دیگر اقوال سے جن کو سلف صالحین نے بیان فرمایا ہے' یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ تفسیر کے بارے میں ایسی کلام کرنے سے پرہیز کرتے تھے جن کا انہیں علم نہ ہوتا تھا' لیکن اگر کوئی شخص لغوی اور شرعی علم کی بنا پر کچھ کہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس بنا پر تفسیر میں مفسرین کے اقوال ملتے ہیں' لہٰذا اس میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ انہوں نے ایسے موقعہ پر ہی کلام کیا جس کا انہیں علم تھا اور جس کا انہیں علم نہ تھا وہاں انہوں نے خاموشی اختیار کی اور ایسا کرنا ہی ہر انسان پر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسی تفسیر بالماثور جو کہ صحیح بھی ہو اس کو چھوڑ کر ذاتی رائے کے اقوال کو اختیار کیا جائے تو پھر معاملہ بہت ہی ناپسندیدہ ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس شخص نے تفسیر میں صحابہ کرام اور تابعین کے مذہب کو چھوڑ کر مخالف طریق کار اختیار کیا تو وہ گناہ گار بلکہ بدعتی ہے' کیونکہ انہیں قرآن کریم کی تفسیر اور معانی کا خوب علم تھا اور انہیں اس حق کا بھی خوب علم تھا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ تاویل قرآن میں حق بیان کرنے والا سب سے بہتر مفسر وہ ہے جس کی تاویل کے علم کو لوگ اختیار کریں نیز جس کی تاویل اور تفسیر کی دلیل زیادہ واضح ہو۔ جس کی تاویل پوری امت کے علاوہ صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ خبروں سے اس کا تعلق ہو اور اسے رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ سے عام طور پر نقل کیا جاتا ہو۔

اور اگر اسے عام طور پر نقل نہ کیا جاتا ہو تو پھر ثقہ راویوں سے منقول ہو یا پھر اس تاویل پر صحیح راہنمائی کی گئی ہو اور بطور برہان سب سے زیادہ وہ تاویل صحیح ہوگی کہ جس کا علم لغوی لحاظ سے حاصل کیا گیا ہو یعنی ایسے اشعار سے شواہد ملتے ہوں اور جو ان کی زبان پر عام طور پر جاری رہتے ہیں یا پھر ان کی گفتگو اور معروف لغات میں شواہد ملتے ہوں تاویل یا تفسیر کرنے والا اگرچہ کوئی بھی انسان ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کی تاویل یا تفسیر سلف میں صحابہ کرام ائمہ بعد میں آنے والے تابعین اور امت کے اہل علم کے اقوال سے خارج نہ ہو۔ (الطبری ۱/۹۲)

اسرائیلیات

یہود نے اپنی دینی ثقافت توراۃ اور عیسائیوں نے انجیل سے حاصل کی تھی لیکن جب سے اسلام ظہور پذیر ہوا تو بہت سارے یہودی اور عیسائی بھی مسلمان ہوئے اور وہ اپنی اپنی ثقافت کو بھی نہ بھول پائے تھے۔

قرآن کریم میں بھی توراۃ اور انجیل کی بہت ساری باتیں موجود ہیں۔ خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے قصائص اور سابقہ امتوں سے متعلقہ خبریں قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں' لیکن قرآن کریم میں ان باتوں کو اجمالی طور پر صرف موعظت اور عبرت کیلئے بیان کیا گیا ہے اور تاریخی واقعات کی طرح ان کی جزئیات کو بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی شہروں اور اشخاص کے نام کو بیان کیا گیا ہے' جبکہ تورات اور انجیل میں واقعات کی تفاصیل اور جزئیات بھی مذکور ہیں۔

چنانچہ جب اہل کتاب اسلام میں داخل ہوئے تو وہ اپنی دینی ثقافت جو کہ دینی قصص اور اخبار پر مشتمل تھی وہ بھی ساتھ لائے اور جب انہوں نے قرآنی قصص کی تلاوت کی تو انہوں نے ان قصائص سے متعلقہ اپنی سابقہ کتابوں میں مذکور تفصیلات کو بھی بیان کرنا شروع کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان تفصیلات کو سن کر توقف فرمایا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سن رکھا تھا کہ تم اہل کتاب کی تصدیق اور تکذیب نہ کرو' بلکہ یہ کہا کرو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہے۔ (البخاری)

کبھی کبھار ان جزئیات کے بارے میں ان کی اہل کتاب سے گفتگو ہو جایا کرتی تو صحابہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرام رضی اللہ عنہم بعض ایسی جزئیات کو قبول کر لیا کرتے تھے جن کا عقیدے اور احکامات سے تعلق نہ ہوتا تھا اور پھر انہیں بیان بھی کر لیا کرتے تھے کیونکہ وہ اس قسم کی باتیں کرنے کو مباح سمجھتے تھے جو سمجھ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے حاصل ہوئی تھی۔

بلغوا عني ولو آية' وحدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج' ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔ (البخاري)

''میری باتیں دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کی باتیں بیان کر لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹ منسوب کیا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔''

یعنی تم بنی اسرائیل کی ایسی باتیں بیان کر سکتے ہو جن کے جھوٹ ہونے کا تمہیں علم نہ ہو۔

اس اجازت کے ساتھ ساتھ جو بات پہلی حدیث (یعنی بنی اسرائیل کی تصدیق اور تکذیب نہ کرو) میں گزری ہے تو اسے ان باتوں پر محمول کیا جائے گا جن کے سچ یا جھوٹ ہونے کا احتمال ہو اور اس طرح سے دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہ ہوگا۔

وہ باتیں جو اسلام میں داخل ہونے والے اہل کتاب بیان کیا کرتے تھے انہیں اسرائیلیات صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ یہودی اخبار کو نصرانی اخبار پر اکثریت حاصل تھی اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے زیادہ میل جول کی وجہ سے انہی سے زیادہ باتیں منقول ہیں اور ایسا ابتدائے اسلام سے ہی ہو گیا تھا اور پھر ہجرت بھی مدینہ کی طرف ہوئی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تفسیر قرآن کے بارے میں اہل کتاب کی اخبار میں سے بہت ہی کم جزئیات کو قبول کیا' لیکن جب تابعین کا دور آیا اور اسلام میں داخل ہونے والے اہل کتاب کی تعداد بھی بڑھ گئی تو تابعین نے ان سے خوب استفادہ کیا اور جو لوگ تابعین کے بعد تفسیر قرآن میں مشغول ہوئے ان کا شغف اسرائیلیات کے ساتھ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور جب انہیں عام لوگوں کی طرح یہ شوق چرایا کہ تکوینی اسباب کی معرفت حاصل کی جائے تخلیق کی ابتداء' کائنات کے اسرار کا علم حاصل کیا جائے تو وہ قدیم اہل کتاب سے اس بارے میں سوال کرنے لگے اور ان سے استفادہ کرتے' ان اہل کتاب میں تورات پڑھنے والے یہودی تھے یا پھر وہ عیسائی جنہوں نے ان کے دین کی اتباع کی تھی اور اس طرح تفسیری کتب اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی منقولہ روایات سے بھر گئیں۔ (التفسیر والمفسرون ۱/ ۱۷۷)

مزید یہ ہوا کہ مفسرین نے ان اسرائیلیات کو قبول کرتے ہوئے ان کی صحت کا اہتمام نہ کیا اور ان میں ایسی باتیں بھی تھیں جو کہ بالکل باطل تھیں' اس لئے ان کی کتب پڑھنے والے کے لئے ضروری تھا کہ وہ بے فائدہ روایات سے گریز کرتا اور صرف ایسی باتوں کو نقل کرتا جن کے بغیر چارہ نہ تھا اور اس کی صحت کو بھی واضح کرتا تاکہ ان کی صداقت ظاہر ہوتی۔

یہ اسرائیلیات عموماً چار افراد سے منقول ہیں۔ عبداللہ بن سلامؓ کعب الاحبارؒ وہب بن منبہ اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج' اہل علم ان کی ثقاہت اور ان پر حکم لگانے میں مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ بعض ان کو مجروح قرار دیتے ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ اختلاف کعب الاحبار کے بارے میں پایا جاتا ہے۔

عبداللہ بن سلام ان میں سب سے زیادہ عالم تھے' انہیں زیادہ قدر و منزلت حاصل تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے انہی پر اعتماد کیا ہے۔ اس لئے کہ جو اتہامات کعب الاحبار اور وہب بن منبہ کی طرف منسوب ہیں' عبداللہ بن سلام پر اس قسم کی کوئی تہمت نہیں۔

صوفی تفاسیر

اگر تو تصوف سے ایسا جائز طریق کار مراد لیا جائے جس سے نفس کو جلا ملتی ہے اور دنیاوی زیب و زینت میں زہد' تقشف اور عبادت کی بنا پر رغبت نہیں رہتی تو اس قسم کے تصوف میں کوئی حرج نہیں' حالانکہ ایسا کرنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں' لیکن اب چونکہ تصوف ایک ایسا خاص فلسفی نظریہ بن چکا ہے۔ جس کا پرہیزگاری' تقویٰ اور تقشف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا بلکہ اس فلسفہ میں ایسے افکار پائے جاتے ہیں جو اسلام اور اسلامی عقائد کے خلاف ہیں اور ہمارا مقصود بھی ایسے تصوف سے ہے جس سے قرآن کریم کی تفسیر متاثر ہوئی ہے۔

ابن عربی تصوف کے اس فلسفیانہ نظریہ کا سرخیل سمجھا جاتا ہے' وہ قرآنی آیات کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو اس کے صوفیانہ نظریہ کے مطابق ہوتی ہے' اس قسم کی تفسیر اس کے نام سے بھی مشہور ہے (احکام القرآن ابن عربی) یا پھر ان کتابوں میں موجود ہے جو اس کی طرف منسوب ہیں جیسے فصوص الحکم یہ وحدۃ الوجود کے نظریہ کا مالک تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ رب العزت نے ادریس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا٥ (مریم: ۵۷) وہ اس کی تفسیر اس طرح کرتا ہے کہ بلند مقامات میں سے زیادہ بلند وہ مقام ہے جہاں عالم الافلاک کی چکی گردش کرتی ہے' وہ شمسی فلک ہے اور وہیں ادریس علیہ السلام کی روح ہے' پھر وہ کہتا ہے کہ بلند مکان تو امت محمدیہ کے لئے ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ۔ (محمد: ۳۵)

اس بلندی میں تو وہ مکان سے بلند ہونے کو بیان کرتا ہے مکانت سے بلندی کا اظہار نہیں کرتا۔

سورۃ نساء کی آیت يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ٥ میں اتَّقُوْا رَبَّكُمُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اجعلوا ما ظهر منكم وقاية لربكم' واجعلوا ما بطن منكم۔ وهو ربكم۔ وقاية لكم' فان الامر ذم وحمد' فكونوا وقاية في الذم' واجعلوه وقايتكم في الحمد تكونوا ادباء عالمين۔ (التفسير والمفسرون ۳/۷-۸)

تم اپنی ظاہری شکل وصورت کو اپنے رب کی حفاظت کا سامان بناؤ اور باطنی حالت (جو کہ تمہارا رب ہے) کو اپنی حفاظت کا سامان بناؤ یہاں پر مذمت اور حمد کا معاملہ ہے' مذمت سے اپنی حفاظت کرو اور اسے حمد کے لئے اپنی حفاظت کا سامان بناؤ' تم پوری دنیا میں اہل ادب قرار پاؤں گے۔

یہ اور اس جیسی دوسری تفسیر قرآنی نصوص کو ان کے ظاہر سے ہٹا دیتی ہے اور دور دراز کی باطنی تاویلات میں الجھا دیتی ہے پھر شرک والحاد کی بھول بھلیوں کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

تفسیر الاشاری

صوفیا میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ روحانی ریاضت جسے صوفی اختیار کرتے ہیں انہیں ایسے درجے تک پہنچا دیتی ہے جہاں ان کے لئے ایسے قدسی اشاروں کا انکشاف ہوتا ہے جو قرآنی عبادات سے ماوراء ہیں اور غیب کے بادلوں سے اس کے دل پر ان سبحانی معارف (علوم قدسیہ) کی بارش برستی ہے جو آیات قرآنیہ میں پائے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی تفسیر کو تفسیر اشاری کا نام دیا جاتا ہے' ان کے نزدیک آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے کہ ظاہر تو وہ ہے کہ جس کی طرف فوراً ذہن مائل ہوتا ہے اور باطن وہ ہے کہ جو اس ظاہری مفہوم سے ماوراء خفیہ اشارے ہوتے ہیں جو صرف اہل سلوک کیلئے ظاہر ہوتے ہیں۔

اشاری تفسیر اور اسی طرح کے خفیہ اشاروں میں جب کوئی غرق ہو جاتا ہے تو جہالت اس کا مقدر بن جاتی ہے' لیکن اگر کوئی ایسا استنباط ہو جو کہ ظاہری عربی لغت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ نیز اس استنباط کی حلت پر مخالفت کے بغیر شواہد بھی موجود ہوں تو ایسا استنباط مقبول ہوگا۔

اس سلسلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدری صحابہ کے ساتھ شریک فرمایا کرتے تھے تو بعض صحابہ نے اس سے اچھا تاثر نہ لیا اور فرمایا کہ آپ اس کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اس جیسے ہمارے بھی بیٹے ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں اس کے بارے میں کیا علم ہے انہوں نے ایک دن مجھے بلایا اور بدری صحابہ کے ساتھ بٹھایا' مجھے خیال گزرا کہ آج انہوں نے صحابہ کو مجھ سے آگاہ کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے قول اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو بعض نے کہا کہ اس آیت مبارکہ میں ہمیں ایسے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب وہ ہماری مدد فرمائے یا ہمیں فتح دے۔ بعض خاموش رہے اور کچھ نہ بولے' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! انہوں نے کہا تو پھر تم کیا کہتے ہو؟

میں نے عرض کیا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت ہے جس کے بارے میں انہیں بتایا گیا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت کی نشانی تھی۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے زیادہ مجھے علم نہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی تفسیر کا دارومدار تین اصولوں پر ہے۔

تفسیر علی اللفظ۔ متاخرین اس کی طرف مائل ہیں۔

تفسیر علی المعنی۔ سلف نے اسی کو ذکر فرمایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر علی الاشارۃ۔ اس کو بہت سارے صوفیاء وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

اس قسم کی تفسیر میں اگرچہ چار شرطیں موجود ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(۱) آیت کے معانی کے مخالف نہ ہو۔

(۲) آیت کے معانی فی نفسہ صحیح ہوں۔

(۳) الفاظ میں ایسی کوئی علامت پائی جاتی ہو۔

(۴) اشاری مفہوم اور آیت کے معنی میں ربط پایا جاتا ہو۔

جب یہ چار شرطیں موجود ہوں تو پھر ایسا استنباط حجت ہوگا۔

غرائب کی تفسیر

بعض لوگوں کو غریب الفاظ کے بارے میں گفتگو کرنے میں بڑی دلچسپی ہوتی ہے اگرچہ ان کی بات درست نہ ہو اور انہیں دشواری کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے' اس طرح وہ اپنے آپ کو ایسی تکلیف میں ڈالتے ہیں جو ان کے بس میں نہیں ہوتی۔ وہ اپنی غور وفکر کو ایسے کام میں مشغول کر دیتے ہیں جس کا علم توقیفی ہے' چنانچہ ان کی اس کوشش سے انہیں اپنی کم فہمی کی وجہ سے رعونت اور سرکشی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس طرح قرآنی آیات کے معانی میں بہت سی عجیب باتیں داخل ہوگئیں۔ جن میں چند ایک کا ہم ذکر کرتے ہیں۔

(۱) الم کے بارے میں کسی نے کہا:

الف الله محمدًا فبعثه نبیا الف سے اللہ تعالیٰ مراد ہے۔ اس نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ لام کا معنی۔ ای لامه جاحدون جحدون وانکروه۔ منکرین نے آپ کو برا بھلا کہا۔ میم کا معنی۔ میم الجاحدون المنکرون۔ منکرین برسام کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ (اس بیماری میں مبتلا انسان فضول باتیں کرتا ہے)

(۲) حم عسق۔ کے بارے میں کہنے والے نے کہا:

ان الحا: حرب علی ومعاویۃ۔ ح سے سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائی مراد ہے۔ اور م یا میم سے مروانیہ مراد ہے۔ بنی امیہ کے مروان کی طرف نسبت ہے۔ ع سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنو عباس کی حکومت مراد ہے۔ س سفیانی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ ق مہدی کا نمونہ ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

(۳) آیت لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِي۔ (البقرۃ: ۲۶۰) کے بارے میں ابن فورک لکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا ایک دوست تھا جس کو انہوں نے قلب سے موصوف کیا ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میرے دوست کو یہ مشاہدات ظاہری حالت میں دیکھ کر سکون حاصل ہوگا۔

(۴) آیت الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الۡأَخۡضَرِ نَارًا (یٰس: ۸۰) کے بارے میں ابو معاذ نحوی لکھتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے آگ یعنی نور پیدا فرمایا اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ اور فَإِذَا أَنتُم مِّنۡهُ تُوقِدُونَ○ سے مراد تم ان سے دین حاصل کرتے ہو۔

مشہور تفاسیر کا تعارف

اسلامی مکتبات تفسیر بالمأثور، تفسیر بالرائے اور موجودہ دور کی تفاسیر سے بھرے پڑے ہیں، ان میں سے بعض کتابیں بہت مشہور ہیں اور عام لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

تفسیر بالمأثور میں مشہور کتابیں

(۱) التفسیر المنسوب الی ابن عباس۔ (ابن عباس کی تفسیر)
(۲) تفسیر ابن عیینہ
(۳) تفسیر ابن ابی حاتم
(۴) تفسیر ابی الشیخ ابن حبان
(۵) تفسیر ابن عطیہ
(۶) تفسیر ابی اللیث سمرقندی (بحر العلوم)
(۷) تفسیر ابی اسحٰق (الکشف والبیان عن تفسیر القرآن)
(۸) تفسیر ابن جریر الطبری (جامع البیان فی تفسیر القرآن)
(۹) تفسیر ابن ابی شیبہ
(۱۰) تفسیر البغوی (معالم التنزیل)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) تفسیر ابی الفداء الحافظ ابن کثیر (تفسیر القرآن العظیم)
(۱۲) تفسیر الثعالبی (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن)
(۱۳) تفسیر جلال الدین السیوطی "الدر المنثور فی التفسیر بالماثور)
(۱۴) تفسیر الشوکانی (فتح القدیر)

تفسیر ابن عباس (رضی اللہ عنہما)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف تفسیر کا ایک بڑا حصہ منسوب کیا جاتا ہے یہ "تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس" کے نام سے مصر میں کئی بار طبع ہوئی ہے اس کو ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی نے جمع کیا ہے۔ انہوں نے قاموس محیط بھی لکھی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما' حقیقت میں ترجمان القرآن تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی تفسیر پر اعتماد کرتے تھے اور ان کا خوب احترام کرتے تھے۔

انہوں نے بعض آیات کی تفسیر اہل کتاب سے لی ہے جن میں قرآن کریم تورات اور انجیل سب متفق ہیں اور یہ بہت ہی محدود تعداد میں ہے۔

جولڈ زیہر نے اپنی کتاب "المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن' میں ان پر یہ اتہام لگایا ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے بہت زیادہ روایات کی ہیں۔

جبکہ استاد احمد امین نے بھی "فجر الاسلام" میں اسی اتہام کو بیان کیا ہے۔

استاد محمد حسین ذہبی نے "التفسیر والمفسرون" میں ان دونوں کے اتہام کی تردید کی ہے' وہ لکھتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی دوسرے صحابہ کی طرح تھے وہ دین اسلام میں داخل ہونے والے یہودی علماء سے کوئی ایسی بات نہیں پوچھتے تھے جس سے عقیدہ کو کوئی ٹھیس پہنچتی یا اس کا تعلق اصول دین یا اس کی فروع سے ہو' بلکہ وہ صرف بعض قصص اور گزری ہوئی خبروں کے بارے میں ایسی درست بات قبول کرتے تھے۔ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ قرآنی الفاظ کے معانی سمجھنے کے لئے عربی شعروں کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ وہ لغت عرب سے خوب واقف اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیوان کو خوب جانتے تھے' آپ سے تفسیری روایات بہت زیادہ منقول ہیں جن میں صحیح اور ضعیف بھی ہیں' اہل علم نے ان کی خوب چھان بین کر کے ان کی صحت وغیرہ کو بیان کیا ہے اور ان روایات کے مشہور طرق درج ذیل ہیں۔

(۱) معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ سب سے بہترین طریق ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصر میں تفسیر کے بارے میں ایک صحیفہ ہے' جسے علی بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے۔ کاش کوئی آدمی اس کو حاصل کرنے کے لئے مصر کا سفر کرے تو بہت بہتر ہوگا۔ (الاتقان ۲/ ۱۸۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ نسخہ لیث کے کاتب ابو صالح کے پاس تھا' انہوں نے اسے معاویہ بن صالح سے روایت کیا ہے جو علی بن ابی طلحہ کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ابو صالح سے روایت کیا ہے اور اپنی صحیح بخاری میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تعلیقاً روایت کرتے ہیں۔

(۲) طریق قیس بن مسلم الکوفی عن عطا بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ یہ طریق صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔

(۳) طریق ابن اسحٰق صاحب السیر عن محمد بن ابی محمد مولیٰ آل زید بن ثابت عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ طریق جید اور حسن ہے۔

(۴) طریق اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الکبیر کبھی وہ ابو مالک اور کبھی ابوصالح کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

اسماعیل السدی کے بارے میں اختلاف ہے وہ تابعی ہے لیکن شیعہ ہے۔

سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سدی سے ثوری اور شعبہ جیسے ائمہ نے روایت کیا ہے لیکن ان کی جمع شدہ تفسیر کو اسباط بن نصر نے روایت کیا ہے جس پر اہل علم نے اتفاق نہیں کیا لیکن اس کے باوجود سب سے بہتر تفسیر ''تفسیر سدی'' ہے۔

(۵) طریق عبدالملک بن جریج عن ابن عباس' اس طریق میں بحث کرنے کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہایت باریک بینی کی ضرورت ہے کیونکہ ابن جریج نے ہر آیت کے بارے میں صحیح اور سقیم سب کچھ بیان کیا ہے۔

(۶) طریق ضحاک بن مزاحم الہلالی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ طریق غیر مقبول ہے کیونکہ ضحاک کی توثیق میں اہل علم اختلاف کرتے ہیں' اس کی سند ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقطع ہے۔ کیونکہ اس کی ملاقات نہیں ہوئی' اگر اس میں بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک کی روایت بھی ملائی جائے تو بھی سند ضعیف ہوگی کیونکہ بشر ضعیف ہیں۔

(۷) طریق عطیہ بن عوفی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ طریق بھی غیر مقبول ہے کیونکہ عطیہ ضعیف ہے۔ صرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھار اس کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔

(۸) طریق مقاتل بن سلیمان الازدی الخراسانی' اس طریق میں مقاتل ضعیف ہے' وہ مجاہد اور ضحاک سے روایت کرتا ہے لیکن اس نے ان دونوں سے نہیں سنا' کئی ایک نے تو اسے کاذب کہا ہے اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی' وہ تجسیم اور تشبیہ کیلئے خوب مشہور ہے' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں اس سے روایت کرنا پسند نہیں کرتا۔

(۹) طریق محمد بن سائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما' یہ سب سے کمزور طریق ہے۔ کلبی کو تفسیر میں خوب شہرت حاصل ہے' اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی حدیث کو چھوڑ دینے پر سب کا اتفاق ہے اور یہ ثقہ نہیں' اس کی حدیث کو نہ لکھا جائے گا اور بعض لوگوں نے اس پر ''وضع'' کا اتہام لگایا ہے۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اتقان میں لکھتے ہیں اگر کلبی کے طریق کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر کی روایت کو شامل کرلیا جائے تو یہ طریق جھوٹے لوگوں کا ایک سلسلہ بن جائے گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جو تفسیر منسوب ہے اس میں جو بڑا حصہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے' اگرچہ اس سارے کا دارومدار محمد بن مروان السدی الصغیر عن محمد بن سائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ہے' لیکن سدی صغیر جب کلبی سے روایت کرے تو اس کا جو انجام ہوگا وہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ (الاتقان ۲/ ۱۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر الطبری (جامع البیان فی تفسیر القرآن)

ابن جریر الطبری ان اہل علم ائمہ میں شمار ہوتے ہیں جنہیں بہت سارے علوم میں مہارت حاصل تھی' انہوں نے اپنے پیچھے اسلامی علوم کا عظیم ورثہ چھوڑا ہے جسے نسل در نسل مدتوں سے نقل کیا جا رہا ہے' انہیں اپنی دو کتابوں کی وجہ سے بہت شہرت ملی ہے' تاریخ میں تاریخ الامم والملوک اور تفسیر میں جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ ان دونوں کا بہت ہی اہم علمی مراجع میں شمار ہوتا ہے بلکہ ان کی تفسیر تو مفسرین کے نزدیک تفسیر بالمأثور کے لحاظ سے سب سے پہلا مرجع ہے۔

تفسیر ابن جریر بڑے حجم کے تیس اجزاء پر مشتمل ہے اور زمانہ قریب تک یہ ناپید تھی' اس کا ایک نسخہ امیر حائل امیر حمود بن عبدالرشید کے ہاں ملا' اس امیر کا تعلق نجدی امراء سے ہے اور زمانہ قریب میں یہ طبع ہو کر لوگوں کی دسترس میں آئی ہے۔ اور اس طرح تفسیر بالمأثور کا یہ علمی خزانہ ہمارے ہاتھوں میں بھی آیا۔

یہ بڑی قدر و قیمت والی تفسیر ہے اور تفسیر کا کوئی طالب علم اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جریر کی تفسیر ایک بڑی عظیم تفسیر ہے اس میں اقوال کی توجیہہ اور بعض اقوال کی بعض پر ترجیح' اعراب اور استنباط وغیرہ بہت کچھ پایا جاتا ہے' اسے پہلی تفسیروں پر فوقیت حاصل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر طبری جیسی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی' تفسیر طبری وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ایک مکمل تفسیر کی صورت میں ہم تک پہنچی ہے' اس سے پہلے تفسیر کے بارے میں جتنی بھی کوششیں ہوئی ہیں ہماری ان تک رسائی نہیں ہوسکی اور جو کچھ سابقہ تفسیر میں سے ہیں میسر آیا ہے وہ سب کچھ تفسیر طبری کی بدولت ہی ملا ہے۔

ابن جریر کا تفسیری طریقہ:

ابن جریر جب کسی آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔ "القول فی تاویل قوله

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کذا کذا'' فلاں آیت کی تفسیر میں یہ قول ہے' پھر وہ آیت کی تفسیر کرتے ہیں اور اپنی سند سے صحابہ یا تابعین سے اس آیت کے بارے میں تفسیر بالماثور سے استشہاد کرتے ہیں اور اس آیت کے بارے میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اس کو ذکر کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی وہ صرف روایت کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اقوال کی توجیہ اور پھر ان میں ترجیح بیان کرتے ہیں' وہ اعراب کے تمام پہلو ذکر کرتے ہیں' بشرطیکہ ایسا کرنے کی ضرورت درپیش ہو' اور پھر بعض احکامات کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

کبھی کبھی سند کے بارے میں ایک بہترین ناقد کا روپ دھار لیتے ہیں اور سند کے اجمال پر جرح و تعدیل کے لحاظ سے گفتگو کرتے ہیں اور ایسی روایت کو رد کر دیتے ہیں جس کی صحت کی توثیق نہ ہو۔ قراءات اور ان کی توجیہ کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں ایک خاص تالیف کی ہے۔

اسرائیلی قصص سے حاصل شدہ اخبار کو روایت کرتے ہوئے ان کا تعاقب کرتے ہوئے بحث کرتے ہیں۔

ابن جریر منقول روایات کے ساتھ لغوی استعمالات پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔

وہ قدیم اشعار سے استشہاد کرتے ہیں۔ نحوی مذاہب کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور عربوں کی معروف لغت کو بطور حکم استعمال کرتے ہیں۔ ایک مجتہد کی طرح فقہی احکامات کو پرکھتے ہیں' وہ اہل علم کے اقوال اور مذاہب کو ذکر کرتے ہیں' پھر اپنی پسندیدہ رائے کو ذکر کر کے اسے ترجیح دے کر ساری بحث کو ختم کرتے ہیں۔

عقائد کے مسائل میں کھلی بحث کرتے ہیں' ہر قسم کے فرقے اور اہل کلام کے مذاہب کی تردید کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا خوب دفاع کرتے ہیں۔

یہ کتاب دارالمعارف مصر میں طبع ہوئی ہے' اسے بڑی خوبی سے منظر عام پر لایا گیا ہے اس کی احادیث کی تخریج استاد احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے لیکن یہ طباعت پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی حالانکہ اس میں بہت عظیم فائدہ تھا اور اس کی تحقیق کی طرف خوب توجہ دی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابن عطیہ (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز)

ابن عطیہ اندلس کے مشہور قاضی تھے علم وفضل کے گھرانے میں وہ پیدا ہوئے' بہت بڑے فقیہ تھے حدیث' تفسیر' فقہ اور ادب کے علوم سے خوب واقف تھے' بہت ہی ہوشیار اور عمدہ سمجھ بوجھ کے مالک تھے' یہ مالکی مذہب کے عظیم اہل علم میں سے تھے' تفسیر میں ان کی کتاب کا نام ''المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز'' ہے۔

ابن عطیہ نے اس تفسیر میں تفسیر بالمنقول کی مرویات کو ملخص کیا ہے اس میں انہوں نے ایسے امور کا اضافہ کیا ہے جو ان کی فیاض علمی روح نے بڑی باریک بینی سے حاصل کئے تھے۔

ان کی کتاب دس بڑی جلدوں میں ہے اور آج تک مخلوطہ کی شکل میں موجود ہے۔ (1)

شیخ الشیخ محمد ذہبی لکھتے ہیں اس کے باوجود ان کی کتاب کو بڑی شہرت حاصل ہے اور اکثر مفسرین اس سے نقل کرتے ہیں' انہوں نے ادبی شواہد اور نحوی کاریگری کا بہت اہتمام کیا ہے۔

ابوحیان نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ابن عطیہ اور زمخشری کی تفسیر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

کتاب ابن عطیہ انقل' واجمع واخلص وکتاب الزمخشری الخص واغوص۔

ابن عطیہ کی کتاب میں منقولات زیادہ ہیں وہ بہت جامع اور نتیجہ خیز ہے' جبکہ زمخشری کی کتاب مختصر اور مشکل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان دونوں کے درمیان موازنہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عطیہ کی تفسیر زمخشری کی تفسیر سے بہتر ہے' وہ نقل اور بحث کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے' بدعت سے بہت دور ہے اور اس میں صرف چند ایک بدعات پائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ زمخشری کی کتاب سے بہت زیادہ بہتر' بلکہ وہ تمام تفاسیر میں سب سے زیادہ راجح ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن عطیہ اور اس جیسے دیگر حضرات کی تفاسیر اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں اور زمخشری کی تفسیر کی نسبت بدعت سے زیادہ محفوظ ہے اگر وہ تفسیر بالمأثور میں موجود سلف صالحین کی کلام ویسے ہی نقل کردیتا تو یہ بہت ہی

---

(1) الحمدللہ یہ کتاب اب بیروت سے طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھا ہوتا' وہ محمد بن جریر الطبری کی تفسیر سے بہت زیادہ نقل کرتا ہے' اس کی تفسیر قدر و منزلت کے لحاظ سے عظیم تفسیر ہے لیکن ابن جریر نے سلف صالحین سے جو نقل کیا ہے' وہ اس کو کسی صورت میں ذکر نہیں کرتا بلکہ وہ ایسے اقوال ذکر کرتا ہے جو اس کے دعوے کے مطابق محققین کے اقوال ہیں اور محققین سے مراد اہل کلام کی وہ جماعت مراد لیتا ہے جن کے اصول معتزلہ کے اصولوں کے مطابق ہیں' اگرچہ وہ بذات خود معتزلہ کی نسبت اہل سنت کے زیادہ قریب ہے۔

تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمرو بن کثیر بڑے امام اور حافظ تھے' انہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا اور ان کی بہت ساری آراء کے پیروکار تھے' اہل علم نے گواہی دی ہے کہ تفسیر' حدیث اور تاریخ میں ان کا علم بہت وسیع تھا۔

تاریخ کے بارے میں ان کی کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' کو اسلامی تاریخ میں بنیادی مرجع کی حیثیت حاصل ہے اور ان کی تفسیر ''تفسیر القرآن العظیم'' کو تفسیر بالماثور میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے اور ابن جریر کی کتاب کے بعد اسے دوسرا درجہ حاصل ہے' وہ کتاب اللہ کی تفسیر احادیث نبویہ اور ایسے آثار سے کرتے ہیں جو کہ مستند ہیں اور بوقت ضرورت جرح وتعدیل بھی کرتے ہیں' وہ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح بھی دیتے ہیں اور بعض روایات کو صحیح اور بعض روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اکثر اوقات تفسیر بالماثور میں اسرائیلی منکرات پر متنبہ کرتے ہیں' وہ فقہی احکام میں علماء کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں اور کبھی کبھار ان کے مذاہب اور دلائل سے بھی بحث کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر بغوی کی معالم التنزیل کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور چار بڑے اجزا میں مستقل طور پر بھی طبع ہوئی ہے۔

احمد شاکر نے بھی اپنی وفات سے پہلے اس کی اسناد حذف کر کے اس کی طباعت کا اہتمام کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر بالرائے میں مشہور تفاسیر

(۱) تفسیر عبدالرحمن بن کیسان الاصم۔

(۲) تفسیر ابی علی الجبائی

(۳) تفسیر عبدالجبار

(۴) تفسیر زمخشری ''الکشاف حقائق غوامض التنزیل' وعیون الاتاویل فی وجوہ التاویل

(۵) تفسیر فخر الدین الرازی ''مفاتیح الغیب''

(۶) تفسیر ابن فورک

(۷) تفسیر النسفی ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل''

(۸) تفسیر الخازن ''لباب التاویل فی معانی التنزیل''

(۹) تفسیر ابن حیان ''البحر المحیط''

(۱۰) تفسیر بیضاوی ''انوار التنزیل واسرار التاویل''

(۱۱) تفسیر الجلالین۔ جلال الدین المحلی ' وجلال الدین السیوطی

جلال الدین محلی کی تفسیر سورۃ کہف کے شروع سے سورۃ الناس کے آخر تک ہے اس کے بعد انہوں نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر لکھی' جب انہوں نے اسے مکمل کر لیا تو انہیں موت نے آلیا اور وہ باقی تفسیر نہ کر سکے۔

جلال الدین سیوطی' جلال الدین المحلی کے بعد آئے اور انہوں نے ان کی تفسیر مکمل کی انہوں نے سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ اسرار کے آخر تک تفسیر لکھی اور تفسیر فاتحہ کی تفسیر جلال الدین المحلی کی تفسیر کے آخر میں لکھی تا کہ اس سے ملحق ہو سکے اور اکثر لوگ اس تقسیم میں غلطی کرتے ہیں۔

(۱۲) تفسیر القرطبی ''الجامع لاحکام القرآن''

(۱۳) تفسیر ابی السعود۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم۔

(۱۴) تفسیر الآلوسی ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر رازی ''مفاتیح الغیب''

فخر الدین رازی کا شمار ان متبحر علما میں ہوتا ہے جو عقلی اور نقلی علوم میں بام عروج تک پہنچے انہیں بڑی شہرت ملی' ہر طرف ان کا چرچا ہے' ان کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں اور ان کی سب سے اہم تصنیف تفسیر کبیر ہے جس کا نام ''مفاتیح الغیب'' ہے۔ یہ تفسیر آٹھ بڑی جلدوں میں ہے۔ بہت سارے سے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام رازیؒ نے اسے مکمل نہیں کیا' انہوں نے کہاں تک تفسیر لکھی ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ شیخ محمد حسین ذہبی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ اس اضطراب کو ختم کرنے کے لئے میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے سورۃ الانبیاء تک تفسیر کی ہے۔ ان کے بعد شہاب الدین خوبی آئے اور انہوں نے اس تفسیر کو مکمل کرنے کی ابتدا کی' لیکن وہ بھی پوری نہ کر سکے' پھر ان کے بعد نجم الدین قمولی نے باقیماندہ تفسیر مکمل کی۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''خوبی'' نے اس تفسیر کو انتہا تک مکمل کر دیا تھا اور قمولی نے الگ ایک اور تکملہ لکھا۔ کشف الظنون کے مؤلف کی عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن اس تفسیر کا پڑھنے والا تفسیر کے منہج اور طریق کار میں کوئی فرق محسوس نہیں کرے گا۔ وہ اصل اور تکملہ کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا۔

فخر الدین رازی نے قرآنی آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبت کو بیان کرنے کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے' وہ فلاسفہ کے عقلی استدلات کی طرز پر ریاضی' طبیعی' فلکی' فلسفیانہ علوم اور الٰہیات کے مباحث کو خوب ذکر کرتا ہے' وہ فقہی مذاہب کا بھی ذکر کرتا ہے لیکن ان میں اکثر ایسی باتیں ہیں جن کی تفسیر میں ضرورت نہیں' اس کی تفسیر علم کلام' کونی اور طبیعی علوم کا ایک علمی موسوعہ ہے اور اسی بنا پر اس کی تفسیر' قرآن کریم کی تفسیر کے لحاظ سے اپنی اہمیت کھو چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابی حیان ''البحر المحیط''

ابو حیان اندلسی غرناطی کو عربی لغت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ تفسیر، حدیث، تراجم رجال، ان کے طبقات کی پہچان خاص طور پر مغرب عرب میں پائے جانے والے اہل علم کے بارے میں ان کا علم کا بہت وسیع تھا۔

ان کی تالیفات بہت ہیں، جن میں سب سے اہم تفسیر ''البحر المحیط'' ہے۔

یہ تفسیر آٹھ بڑی جلدوں پر مشتمل ہے جو کہ مطبوع اور عام دستیاب ہے۔

ابو حیان نے اپنی تفسیر میں اعراب کی وجوہ، نحوی مسائل کا خوب ذکر کیا ہے، ان باتوں کو انہوں نے خوب طول دیا ہے، وہ نحویوں کے اختلاف کا بہت ذکر کرتے ہیں پھر ان پر بحث مباحثہ کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی تفسیر نحو کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

ابی حیان اپنی تفسیر میں زیادہ تر زمخشری اور ابن عطیہ کی تفسیر سے خاص طور پر نحوی مسائل اور اعراب کی وجوہ کو نقل کرتے ہیں پھر ان کا تعاقب کرتے ہوئے تردید کرتے ہیں اور کبھی کبھار زمخشری پر بہت بری طرح حملہ کرتے ہیں۔

حالانکہ زمخشری قرآن کریم کی بلاغت اور اس کے بیان کی قوت کو جس مہارت سے وہ واضح کرتے ہیں اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

ابوحیان، زمخشری کے اعتزالی نظریات کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان پر تنقید کرتے ہیں اور بڑے ہی بھونڈے طریقے سے ان کی تردید کرتے ہیں۔

شیخ جمال الدین ابی عبداللہ محمد بن سلیمان المقدسی جو کہ ابن نقیب کے نام سے معروف ہیں اور ابوحیان کے شیخ ہیں، انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''التحریر والتحبیر لاقوال ائمة التفسیر'' ہے۔

ابوحیان اس کتاب سے اکثر نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علم تفسیر میں لکھی جانے والی تمام کتب میں سب سے بڑی کتاب یہی ہے۔ جس کی تعداد ایک سو سفر یا اس کے قریب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر زمخشری ''الکشاف عن حقائق التاویل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل

علامہ زمخشری کو نحو لغت' ادب اور تفسیر میں ایک منفرد قسم کے عبقری عالم کا درجہ حاصل ہے۔ لغت کے عالم عربی زبان میں ان کی آراء کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں کیونکہ انہیں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور ان میں نہایت باریک بینی پائی جاتی ہے۔

زمخشری' عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی ہیں اور حنفی مذہب کے پیروکار ہیں' انہوں نے اپنے عقیدے اور مذہب کی تائید کرنے کے لئے یہ تفسیر ''کشاف'' لکھی ہے۔

زمخشری کی تفسیر میں عقیدہ اعتزال سے متعلق باتیں ان کی ذہانت' سیاست اور مہارت کی واضح علامات ہیں' وہ معتزلہ کی حمایت اور اپنے مخالفین کی تردید کرنے کے لئے آیت کے معانی میں دور دراز کے اشارے شامل کر دیتے ہیں' لیکن دوسری طرف وہ لغوی لحاظ سے قرآن کریم کے جمال اور اس کے بلاغت کے جادو کو خوب ظاہر کرتے ہیں' کیونکہ انہیں بلاغت' بیان' ادب' نحو اور صرف میں کافی مہارت حاصل ہے۔ وہ لغت کا ایک بیش قیمت مرجع تھے۔

وہ اپنی تفسیر کے مقدمے میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر کرنے والا کوئی بھی شخص قرآن کریم کے حقائق میں اس وقت تک غوطہ زنی نہیں کرسکتا جب تک کہ اسے قرآن کریم سے خاص دو علوم میں پوری مہارت حاصل نہ ہو' یہ دو علم معانی اور بیان ہیں' اس نے ان کے حصول میں عمر نہ کھپائی ہو اور ان کی کھوج میں ایک عرصہ نہ گزارا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس حجت کے لطائف کو پہچاننے کے لئے ہمت نے اسے ان دونوں علوم کے مقامات کی چھان بین پر اکسایا ہو اور اسے رسول اللہ ﷺ کے اس معجزہ کی وضاحت کرنے کی شدید خواہش ہو' لیکن اس سے پہلے اس نے باقی علوم بھی سیکھ رکھے ہوں اسے دو امور تحقیق اور حفظ کا خوب شوق ہو' مطالعہ کثرت سے کرتا ہو' بار بار اپنی یادداشت کو دھراتا ہو' اس کا اہل علم کے پاس آنا جانا ہو اور لوگ اس کے پاس آتے ہوں اسے لوگ علم الاعراب کا شہسوار کہتے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاملین کتاب میں سب سے آگے ہو۔ اس کے علاوہ طبیعت کے لحاظ سے نرم خو اور اس پر قابو پانے والا ہو۔ مستقل مزاج اور اپنے مزاج کی اچھی راہنمائی کر سکتا ہو۔

ابن خلدون نے ایسی تفاسیر جن کی طرف لغت' اعراب اور بلاغت کی معرفت کے لئے رجوع کیا جاتا ہے' سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ

زمخشری کی تفسیر کشاف ایسی تفسیر ہے جس میں یہ فن بہت ہی احسن انداز میں موجود ہے۔ زمخشری کا تعلق عراق کے اہل خوارزم سے ہے اور وہ عقائد میں معتزلی ہے' وہ اپنے مذہب کے لئے بہت ہی بے کار دلائل پیش کرتے ہیں' وہ بلاغت کے ذریعے قرآنی آیات میں اعتزال کو داخل کرتا ہے' جس بنا پر اہل سنت کے محققین اس کتاب سے روگردانی کرتے ہیں اس کی چھپی ہوئی چال سے عوام کو ڈراتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ لغت اور بلاغت میں اسے رسوخ حاصل ہے۔ جب اس کتاب کو پڑھنے والا اہل سنت کے مذاہب سے واقف ہو اور اپنے مذہب کا دفاع کرنا خوب جانتا ہو تو ایسا انسان اس کے دھوکے سے لازمی طور پر محفوظ رہے گا۔ اس لئے لغت میں اس کے عجیب وغریب فنون کا خوب مطالعہ کرنا چاہیے۔

موجودہ دور میں ایک ایسے عراقی جس کا تعلق عجمی عراق سے ہے اور اس کا نام شرف الدین الطیبی توریزی ہے نے ایک کتاب تالیف کی ہے۔ جس میں اس نے کشاف کی شرح بیان کی ہے۔ ان کے الفاظ کی چھان بین کی ہے۔ اس کے اعتزالی مذہب کو دلائل سے آڑے ہاتھوں لیا ہے اور اس نے یہ واضح کیا ہے کہ آیات کی بلاغت معتزلہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ اہل سنت کے نقطہ نظر کے مطابق ہے۔

اس نے اپنی کتاب میں اس معاملے کو بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے' بلاغت کے باقی فنون میں بھی اس نے خوب کمال دکھایا ہے جس سے یہ صداقت واضح ہوتی ہے۔ فوق کل ذی علم علیم۔ "ہر اہل علم سے زیادہ جاننے والا موجود ہوتا ہے۔"

(ابن خلدون: ۴۹۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجودہ دور کی مشہور تفسیری کتب

سابقہ مفسرین تفسیر کی کتب میں منقول (روایات) اور معقول (عقلی علوم) کا خوب اہتمام ہے۔ لغوی' بلاغت' نحوی' فقہی' مذہبی اور فلسفے کی کونی مباحث کا بہت ذکر چھیڑا ہے' پھر ہمتیں پست ہوگئیں اور بعد میں آنے والوں نے نقل اور اختصار کو کافی سمجھا یا پھر مقتدی بن گئے یا ترجیح دینے کے درپے ہوئے' لیکن جب علمی ترقی کا موجودہ دور شروع ہوا تو اس کا اثر ہر چیز پر ہوا اور علم تفسیر پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

جس طرح مندرجہ ذیل تفسیری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) شیخ طنطاوی جوہری کی تفسیر ''الجواہر فی تفسیر القرآن'' کو کائنات کے عجائب سے بہت عشق تھا' مصر کے مدرسہ دارالسلام میں وہ بطور مدرس خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اپنے طلبہ کے لئے قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر کرتے تھے اور مصحف پر بھی کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے' بالآخر وہ ''الجواہر فی تفسیر القرآن'' کے نام سے اپنی تالیف منظر عام پر لے آئے۔

انہوں نے اپنی اس تفسیر میں کائنات کے علوم' مخلوق کے عجائبات پر بھرپور توجہ دی ہے اور وہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں علوم سے متعلقہ آیات کی تعداد سات سو پچاس سے زیادہ ہے۔

وہ مسلمانوں کو اس بات پر اکساتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی ان آیات پر غور وفکر کریں جو کہ کونی علوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں اور ان آیات پر عمل کرنے کی بھی ترغیب دیتے ہیں' وہ ان آیات کو دیگر آیات پر موجودہ دور میں فضیلت دیتے ہیں بلکہ دینی فرائض سے ان کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کاش اس بات کا علم ہو جائے کہ ہم کونی علوم سے متعلقہ آیات میں وہ معاملہ کیوں نہیں کرتے جس قسم کا معاملہ ہمارے آباؤ اجداد نے میراث کی آیات سے کیا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ اس تفسیر میں علوم کا خلاصہ اور بحث' علم فرائض کی بحث سے بہتر پائیں گے کیونکہ علم فرائض تو فرض کفایہ ہے لیکن علوم کی بحث سے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی معرفت بہت زیادہ حاصل ہوتی ہے جو کہ ہر صاحب قدرت پر فرض عین ہے۔

لیکن وہ غرور کا شکار ہو جاتا ہے اور سابقہ مفسرین کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ علوم جن کو ہم نے قرآن کریم کی تفسیر میں داخل کیا وہ ایسے علوم میں کہ جن سے اسلام کے نام نہاد ہلکی قسم کے جاہل اور مغرور فقہا مفسر غافل رہے' اب انقلاب اور حقائق کے ظاہر ہونے کا زمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔

نیز مولف نے اپنی کتاب کو مخلوط کر کے رکھ دیا ہے اس نے اس تفسیر میں نباتات' حیوانات' طبعی مناظر علمی تجربات کی شکلیں داخل کر دی ہیں' جیسے یہ سائنس کے علوم کی ایک تدریسی کتاب ہو' اور بعض ایسے دینی حقائق کی شرح کرتا ہے جو افلاطون کی جمہوریت میں سامنے آئے تھے اور جن کا ذکر اخوان الصفا نے اپنے رسائل میں کیا تھا' وہ ریاضیات کو استعمال کرتا ہے اور آیات کی تفسیر جدید علمی نظریات کی بنیاد پر کرتا ہے۔

ہمارے نقطۂ نظر کے مطابق علامہ جوہری نے اس قسم کی تفسیر کر کے کوئی اچھا کام نہیں کیا' حالانکہ وہ اپنے خیال کے مطابق بہت ہی اچھا کر رہا ہے۔ اہل علم کے درمیان اس کی تفسیر قبولیت حاصل نہیں کر سکی کیونکہ اس میں بڑے تکلف کے ساتھ آیات کا معانی اور مفہوم بدلا گیا ہے۔

اس لئے اس تفسیر کے بارے میں بھی وہی کچھ کہا گیا ہے جو کچھ تفسیر رازی کے بارے میں کہا گیا ہے۔ ''کہ اس میں تفسیر کے علاوہ ہر چیز ہے۔''

تفسیر المنار سید محمد رشید رضا

شیخ محمد عبدہ نے علما کی ترقی کیلئے نہایت ہی مبارک قدم اٹھایا جس کے ثمرات ان کے شاگردوں میں ظاہر ہوئے۔ اس ترقی کا ارتکاز اسلامی بیداری اور اسلام کے اجتماعی مقاصد کا ادراک تھا' نیز یہ دین موجودہ زندگی کی مشکلات کس طرح حل کرتا ہے۔ اس علمی ترقی کی بنیاد جمال الدین افغانی کی تحریک سے شروع ہوئی' جن کی شاگردی شیخ محمد عبدہ نے اختیار کی۔

پھر محمد عبدہ نے جامع ازہر میں تفسیر کا درس دینا شروع کیا۔ ان کے بہت سارے شاگرد اور مرید ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ شیخ رشید کا ان دروس سے سب سے زیادہ گہرا تعلق تھا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ان دروس سے پوری طرح استفادہ کیا۔ انہیں شیخ محمد عبدہ کے علم کا سب سے بہترین وارث قرار دیا گیا' اس علم کے ثمرات ان کی تفسیر القرآن الحکیم میں ظاہر ہوئے جو کہ تفسیر المنار کے نام سے مشہور ہے اور اس کی نسبت رسالہ ''المنار'' کی طرف ہے جو انہوں نے جاری کیا ہوا تھا۔ اس کی تفسیر ابتدائے قرآن سے شروع ہوئی ہے۔

اور اس آیت رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ (یوسف:۱۰۱) تک پہنچے۔

پھر انہیں موت نے آلیا اور وہ تفسیر مکمل نہ کر سکے۔

اتنی تفسیر بارہ بڑی جلدوں میں شائع ہوئی ہے' یہ تفسیر صحابہ کرام اور تابعین سے منقول تفسیر سے خوب مالا مال ہے۔ اس کے علاوہ عربی لغت کے اسلوب' اللہ تعالیٰ کا اجتماعیت سے متعلق طریق کار کا ذکر بھی خوب کیا گیا ہے' آیات کی تشریح بڑے عمدہ اسلوب سے کی گئی ہے' معانی کو بڑی آسان عبارت میں واضح کیا گیا ہے' بہت ساری مشکلات کی وضاحت کی گئی ہے' اسلام کے مخالفین نے اسلام کے بارے میں جو شبہات پیدا کئے ہیں ان کی تردید کی گئی ہے اور معاشرے کی تمام بیماریوں کا علاج قرآن کی ہدایت سے کیا گیا ہے۔

شیخ رشید رحمہ اللہ نے خود بھی اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ اس تفسیر کا ہدف یہ ہے کہ کتاب اللہ کو اس حیثیت سے سمجھا جائے کہ یہ ایسا دین ہے جو لوگوں کو ان کی دنیاوی اور آخرت کی زندگی میں سعادت حاصل کرنے کے لئے راہنمائی کرتا ہے۔

فی ظلال القرآن (سید قطب)

اخوان المسلمین کی تحریک جسے شہید حسن النباء نے شروع کیا تھا وہ موجودہ دور کی اسلامی تحریکوں میں بلاشبہ سب سے بڑی تحریک تھی' ان کے مخالف بھی اس تحریک کے بہترین نتائج سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے پورے عالم اسلامی کو بیدار کر دیا تھا۔ نوجوان مسلمانوں کی تمام طاقتیں اسلام کی خدمت' اس کی شریعت کے عزت و احترام' اس کے کلمہ کی سربلندی اس کی رفعتوں کی تعمیر اور اس شان و شوکت کو دوبالا کرنے کے لئے مستعد ہو گئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس جماعت کے ساتھ جس قسم کے واقعات پیش آئے ان کے بارے میں جو بھی کہا جائے لیکن اس جماعت کے فکری اثرات سے کوئی بھی انسان انکار نہیں کر سکتا۔

اس جماعت میں ایک منفرد قسم کے عالم اور مفکر نے خوب شہرت پائی جنہیں سید قطب شہید کہا جاتا ہے' وہ فکر اسلامی کے بہت بڑے فلسفی تھے' انہوں نے اس کی صحیح فکر کو بڑی وضاحت اور خوبی کے ساتھ واضح کیا' وہ اپنے عقیدے کی خاطر شہید ہو کر اپنے رب کے ہاں جا پہنچے اور اپنے پیچھے فکری ورثہ چھوڑ گئے۔ جس میں سب سے زیادہ اولیت ان کی کتاب قرآن کریم کی تفسیر کو حاصل ہے جس کا نام "فی ظلال القرآن" ہے۔

ان کی کتاب قرآن کی روشنی اور اسلامی ہدایت کے لحاظ سے زندگی کی ایک مکمل تفسیر ہے جس کے مؤلف نے قرآن کریم کے سائے میں اپنی زندگی گزار دی تھی' جسے اس تفسیر کے نام سے سمجھا جا سکتا ہے' وہ قرآن کریم کی حلاوت کو محسوس کرتا ہے اور وہ اپنے احساسات کی سچی تعبیر کرتا ہے۔

وہ اپنی تفسیر میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسانیت کی بدبختی کا سبب باطل مذاہب اور وہ خونی جھڑپیں ہیں جو کبھی نہ کبھی وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں اور ان سب سے نجات اسلام کے بغیر ممکن نہیں۔

وہ مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں زندگی کا ایک حصہ ظلال القرآن میں گزارنے کے بعد پختہ یقین کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس زمین کی اصلاح اور انسانیت کی فلاح' انسانوں کا اطمینان' رفعت و برکت' پاکیزگی اور کائنات کی فطری حیات کے طریقوں سے ہم آہنگی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔

ظلال القرآن سے جس طرح واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ایک ہی صورت' ایک ہی راستہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ ہماری پوری زندگی اس منہج کے مطابق ہو جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کتاب کو انسانیت اپنی زندگی کے کاروبار میں ایک فیصل کی حیثیت دے اور صرف اسی کے مطابق تمام معاملات طے کئے جائیں' ورنہ زمین فساد سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔

لوگ بدبختی سے دوچار ہوں گے' تعصب اور جاہلیت کو نشوونما حاصل ہو گی اور اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ خواہشات کی عبادت میں مگن جائیں گے۔

جیسے اس آیت سے ظاہر ہے:

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ○ (القصص)

''اگر وہ آپ کی بات تسلیم نہیں کرتے تو آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بیان کردہ منہج کو فیصلہ کن تسلیم کرنا کوئی نفلی خوشی یا اختیاری معاملہ نہیں، بلکہ یہ ایمان ہے، ورنہ ایمان کہاں۔

جیسے ان آیات سے ظاہر ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ○ (الاحزاب:۳۶)

''کسی مومن مرد اور عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے اختیار کو استعمال کریں۔''

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ○ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ○ (الجاثیة:۱۸-۱۹)

''ہم نے آپ کے لئے شرعی امور طے کر دیئے ہیں آپ ان کی اتباع کریں اور بے علم لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے، بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقین کا دوست ہے۔''

اس بنا پر سید قطب نے اپنی تفسیر میں ایسا منہج اختیار کیا ہے وہ سورت کے شروع میں ایسی باتیں ذکر کرتے ہیں جن سے سورۃ کے اجزا کے درمیان ربط بیان کرتے ہیں اور پھر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورت کے اہداف ومقاصد کو واضح کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد تفسیر شروع کرتے ہیں اور صحیح منقول روایات کو ذکر کرتے ہیں اور لغوی مباحث سے پہلوتہی کرتے ہوئے صرف اشارہ کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں' ان کی پوری توجہ بیداری کرنے پر مرکوز ہوتی ہے قرآنی مفاہیم کی تصحیح کرتے ہیں اور اسلام کی زندگی سے ربط ظاہر کرتے ہیں۔

یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے اور کئی بار مختلف سالوں میں طبع ہوئی ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگوں میں یہ تفسیر خاصی مقبول ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تفسیر ایک بہت ہی عظیم فکری دولت ہے جس سے موجودہ دور کا مسلمان بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

التفسیر البیانی للقرآن الکریم (عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی)

موجودہ دور کی وہ عورتیں جن کا عربی ادب اور اجتماعی فکر میں خوب نام ہے' ان میں ایک ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن ہیں اور عرف عام میں انہیں بنت الشاطی کہا جاتا ہے۔

انہوں نے قاہرہ میں کلیۃ الاداب (فنون) اور لڑکیوں کے کلیۃ التربیۃ میں پڑھانا شروع کیا' اس اثنا میں انہیں قرآن کریم کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر بھی پڑھانا پڑی جو کہ ''التفسیر البیانی للقرآن'' کے نام سے طبع ہوئی۔

انہوں نے اپنی تفسیر میں عربی بیان کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے۔

وہ مقدمہ میں بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ ہم اپنی ادبی اور لغوی مشکلات کو حل کرسکیں' انہوں نے اس طریق کار کو بہت ساری عالمی کانفرنسوں میں پیش کیا ہے' ہندوستان میں ۱۹۶۴ء میں منعقد ہونے والی مستشرقین کی کانفرنس میں انہوں نے جس موضوع پر بحث کی وہ قرآن کریم کی بیانی تفسیر کی روشنی میں لغوی مترادفات کی وجہ سے پیش آنے والی مشکلات تھیں۔

انہوں نے واضح طور پر کہا کہ اگر قرآنی الفاظ کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے اور سیاق وسباق کے لحاظ سے ان کے مفہوم کو پرکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں الفاظ کا استعمال محدود دلالت کے لئے کیا گیا ہے' اس کے باوجود کوئی لفظ ایک معنی میں کسی دوسرے لفظ کی جگہ نہیں لے سکتا' جس کے لئے لغت اور تفسیر کی کتب بھری پڑی ہیں۔ ان الفاظ کی تعداد مترادفات کے لحاظ سے کم ہو یا زیادہ' بنت الشاطی اس بات کو عیب شمار کرتی ہیں کہ ہم ادب پڑھانے کے لئے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے معلقات' النقائض' المفضلیات' خمریات اور حماسہ وغیرہ سے متعلقہ کتابیں پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کہتی ہیں کہ ہم یونیورسٹی میں اس عظیم قیمتی خزانے کو تفسیر کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور شاید ہی ہم میں سے کسی نے یہ کوشش کی ہو کہ وہ قرآن کریم کو خالص ادبی تدریس کے میدان میں شامل کرے جس کو ہم نے صرف شعری دیوان اور امراء البیان کی نثر تک محدود کر رکھا ہے۔

تفسیر بیانی ایک ایسی کوشش ہے جس کے ذریعہ بنت الشاطی نے بعض مقاصد کو پورا کرنے کی سعی کی ہے اور اس سلسلے میں وہ ایسی تفسیری کتب پر اعتماد کرتی ہیں جن میں قرآنی بلاغت پر بھرپور توجہ دی گئی ہے اور وہ قرآن کی بہت ہی اعلیٰ ادب میں تعبیر کرتی ہیں۔

فقہی تفاسیر

رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی عربی زبان کی وجہ سے قرآن کریم کو سمجھتے تھے اور اگر انہیں کسی آیت کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ انہیں بتا دیا کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ تو خلفاء راشدین کی قیادت میں فقیہہ صحابہ کرام کو امت کی راہنمائی کی ذمے داری اٹھانی پڑی اور ایسے معاملے پیش آئے جن سے ان کا واسطہ پہلے نہ پڑا تھا۔ ان کے پاس صرف قرآن کریم ہی ایسی پناہ تھی جس سے وہ نئے پیش آنے والے معاملات کے لئے شرعی احکامات کا استنباط کرتے' وہ ایک رائے پر جمع ہو جاتے اور تعارض کے وقت کم ہی وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے' جیسے ان کے درمیان یہ اختلاف تھا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی' کیا اس کی عدت وضع حمل ہوگی یا چار مہینے دس دن یا ان دونوں مدتوں میں سے زیادہ دنوں والی مدت عدت قرار پائے گی۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ (البقرۃ:۲۳۴)

''تم میں سے وہ لوگ جو فوت ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی بیویاں چھوڑ جاتے ہیں تو وہ چار مہینے دس دن انتظار کریں۔''

اور ایک جگہ یہ فرمایا:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق:۴)

''حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

یہ وہ حالات تھے جو قلیل ہونے کے باوجود احکام والی آیات سمجھنے میں فقہی اختلاف کا ابتدائی سبب بن گئے۔

جب فقہا اربعہ کا دور آیا تو ہر امام نے احکامات کے استنباط کے لئے اپنے مذہب کے مطابق اصول بنائے اور جب واقعات بہت زیادہ ہو گئے اور مسائل کی مختلف صورتیں سامنے آئیں تو بعض آیات کے سمجھنے میں اختلاف کے اسباب بھی بہت زیادہ ہو گئے' کیونکہ ان آیات سے مختلف معانی پر دلالت ہوتی تھی' ان میں کوئی مذہبی تعصب نہ تھا بلکہ فقیہ جس بات کو حق سمجھتا اس پر کاربند ہو جاتا' لیکن جب اسے کسی دوسرے سے حق بات مل جاتی تو اس کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہ ہوتی۔

تمام معاملات اسی طرح تھے کہ تقلید اور مذہبی تعصبی کا دور آ گیا اور آئمہ کے پیروکار اپنی تمام صلاحیتیں صرف اپنے مذہب کی وضاحت اور غلبہ کے لئے صرف کرنے لگ گئے اور اس کے لئے وہ قرآنی آیات کو دور از کار مرجوح معانی پر محمول کرنے لگے' اس طرز عمل سے قرآن کریم میں احکام والی آیات کی ایک خاص قسم کی تفسیر تیار ہوئی جس میں کبھی تو مذہبی تعصب خوب زور آور معلوم ہوتا ہے اور کبھی اس میں خفت نظر آتی ہے اور یہ منہج آج تک موجود ہے۔

اس قسم کی تفسیر کو ہم فقہی تفسیر کا نام دیتے ہیں اور اس طرز کی مشہور تفاسیر درج ذیل ہیں۔

(۱) احکام القرآن۔ جصاص' مطبوع۔

(۲) احکام القرآن۔ لکیا الهراس' مخطوط۔

(۳) احکام القرآن۔ ابن العربی' مطبوع۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) الجامع لاحکام القرآن۔ القرطبی، مطبوع۔

(۵) الاکلیل فی استنباط التنزیل۔ السیوطی، مخطوط۔ (مطبوع)

(٦) التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ۔ ملا جیون، مطبوع فی الہند۔

(۷) تفسیر آیات الاحکام۔ شیخ محمد السائس، مطبوع۔

(۸) تفسیر آیات الاحکام۔ مناع القطان، مطبوع۔

(۹) اضواء البیان۔ شیخ محمد الشنقیطی، مطبوع

احکام القرآن (جصّاص)

ابوبکر احمد بن علی رازی جو کہ جصّاص کے لقب سے مشہور ہیں کیونکہ وہ جص کا کام کیا کرتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری کے فقہ حنفی کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب فقہی تفسیر میں خصوصاً احناف کے نزدیک بہت اہم ہے۔

مولف نے اس تفسیر میں صرف ان آیات کی تفسیر تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے جو فرعی احکام سے تعلق رکھتی ہیں۔

وہ ایک آیت یا بہت ساری آیات کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے معنی کی شرح میں منقول روایات سے کرتے ہیں، پھر ایسے فقہی مسائل کو بیان کرتے ہیں کہ جن کا ان آیات سے قریبی یا بہت دور کا تعلق ہو اور مذہبی اختلافات بیان کرتے ہیں جس سے پڑھنے والا یہ تاثر لیتا ہے کہ وہ تفسیر کی کتاب نہیں بلکہ فقہی کتاب پڑھ رہا ہے۔

جصّاص ناپسندیدہ حد تک حنفی مذہب کے لئے متعصب ہیں وہ اپنے مذہب کے غلبہ کے لئے آیات کی تاویل و تفسیر میں تکلف سے کام لیتے ہیں اور اپنے مخالفین کی تردید میں بہت شدت اختیار کر جاتے ہیں اور تاویل میں ایسی سخت صورت اختیار کرتے ہیں کہ جس سے بعض دفعہ پڑھنے والا اپنی پڑھائی کو جاری رکھنے سے متنفر ہو جاتا ہے اور دوسرے مذاہب سے بحث کرتے ہوئے ان کی عبارات بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

جصاص کی تفسیر سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عقائد میں معتزلی عقائد کی طرف مائل ہے جیسے وہ اس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ (الانعام: ۱۰۳) کے بارے میں کہتے ہیں اس کا معنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھتی۔ اس آیت میں آنکھوں کی رویت کی نفی کر کے مدح کی گئی ہے۔ جس طرح اس آیت لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ (البقرة:۲۵۵) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح بیان کرتے ہوئے اونگھ اور نیند کی اپنی ذات سے نفی فرمائی ہے۔ تو اس کی ضد اور نقیض کو کسی حالت میں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ اس میں کسی نقص والی حقیقت کا اثبات پایا جاتا ہو اور اسے آیت وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ (القیامة:۲۲-۲۳) سے خاص کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ نظر میں بہت سارے معانی کا احتمال پایا جاتا ہے جیسے ثواب کا انتظار' سلف کی ایک جماعت نے اس معنی کو بیان کیا ہے' لہٰذا جب اس میں تاویل کا احتمال پایا جاتا ہے تو اس پر ایسی آیت سے اعتراض نہیں کرنا چاہیے' جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور جن روایات میں رؤیت کو بیان کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہوں تو ان سے مراد علم ہے اور یہ ایسا یقینی علم ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ رویت کا معنی علم کرنا لغت میں معروف ہے۔

یہ کتاب تین جلدوں میں طبع ہو چکی ہے اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں اور یہ کتاب حنفی فقہ کا مرجع تسلیم کی جاتی ہے۔

احکام القرآن (ابن العربی)

ابن العربی کا پورا نام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد المعافری اندلسی اشبیلی ہے ان کا شمار اندلس کے متبحر اہل علم ائمہ میں شمار ہوتا ہے' مذہب کے لحاظ سے مالکی ہیں اور مالکیہ کے نزدیک ان کی کتاب احکام القرآن فقہی تفسیر میں بہت ہی اہم مرجع سمجھی جاتی ہے۔

ابن العربی اپنی تفسیر میں معتدل اور منصف قسم کے آدمی نظر آتے ہیں۔ اپنے مذہب کے بارے میں ان کے ہاں تعصب نہیں پایا جاتا' وہ جصاص کی طرح مخالفین کی رائے کو باطل قرار دینے کے لئے تکلف سے کام نہیں لیتے لیکن اس کے ساتھ اگر کسی مالکی مجتہد سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو تو وہ اس سے چشم پوشی کرتے ہیں وہ احکام والی آیات تک محدود رہتے ہوئے آیت کی تفسیر میں اہل علم کی رائے بیان کرتے ہیں اور متعدد مذاہب کے ہاں اس آیت کے بارے میں پائے جانے والے مختلف احتمالات بیان کرتے ہیں۔ نیز آیت کی تفسیر میں ہر نکتہ کو الگ سے بیان کرتے ہیں جیسے پہلا مسئلہ' دوسرا مسئلہ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے مخالفین کی تردید میں بہت ہی کم سختی کا شکار ہوتے ہیں' جیسے آیت

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ۔ (المائدة:٦)

کی تفسیر میں گیارہواں مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاغْسِلُوا' امام شافعی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ غسل سے مراد دھوئی جانے والی چیز پر صرف پانی بہانا ہے ملنا مراد نہیں' ہم نے اس رائے کی خرابی کو اختلافی مسائل اور سورۂ نساء میں بیان کر دیا ہے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ غسل سے مراد پانی بہانے کے ساتھ ہاتھ سے ملنا بھی ہے یا پھر ایسی چیز سے ملنا جو ہاتھ کے قائم مقام ہو۔

ابن عربی اپنی تفسیر میں احکام کے استنباط کے لئے لغت کو حکم تسلیم کرتے اور اسرائیلیات سے گریز کرتے ہیں۔

وہ ضعیف احادیث پر بھی تنقید کرتے ہیں اور ان سے بچنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔

یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے ایک طباعت دو بڑی جلدوں پر مشتمل ہے اور ایک طبع چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ کتاب اہل علم کی دسترس میں ہے۔

الجامع لاحکام القرآن (ابوعبداللہ القرطبی)

ان کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح' انصاری' خزرجی' اندلسی ہے' جو کہ مالکی مذہب میں منفرد قسم کے عالم ہیں' ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں اور ان میں سب سے زیادہ شہرت "الجامع لاحکام القرآن" کو حاصل ہے۔

قرطبی اپنی تفسیر میں صرف احکام والی آیات تک محدود نہیں رہتے بلکہ وہ پورے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہیں' اسباب نزول بیان کرتے ہیں' قراءات اور اعراب کا ذکر بھی کرتے ہیں' غریب الفاظ کی شرح کرتے ہیں' ہر قول کو قائل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مفسرین کے بیان کردہ بہت سارے قصائص اور مورخین کی خبروں سے گریز کرتے ہیں' سابقہ ثقہ اہل علم کے اقوال نقل کرتے ہیں اور جن اہل علم نے احکام کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں ان سے خاص طور پر نقل کرتے ہیں وہ ابن جریر طبری' ابن عطیہ' ابن العربی' الکیا الہراس اور ابوبکر الجصاص کے اقوال کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

قرطبی احکام کی آیات میں خوب بحث کرتے ہیں' وہ اخلاقی مسائل کا ذکر کرتے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر رائے کی دلیل بیان کرتے ہیں پھر اس پر اپنی طرف سے کچھ ذکر کرتے ہیں اور اپنے مالکی مذہب کے لئے وہ تعصب کا شکار نہیں ہیں۔

اس آیت أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ۔ (البقرۃ:۱۸۷) کے بارے میں وہ اس آیت کے مسئلہ نمبر بارہ میں اس آدمی کے حکم کے بارے میں جس نے بھول کر دن کو کھایا ہو علما کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے وہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول روایت کو نقل کرتے ہیں کہ وہ روزہ افطار کردے گا اور اس پر قضا ہے۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دوسروں کے نزدیک وہ مفطر نہیں جس نے بھول کر کھایا ہو۔

قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور جمہور نے یہی کہا ہے کہ جس نے بھول کر کھا پی لیا ہو اس پر قضا نہیں ہے اور اس کا روزہ مکمل ہوگا۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اكل الصائم ناسيا او شرب ناسيا فانما هو رزق ساقه الله تعالى اليه' ولا قضاء عليه۔

''جب روزے دار بھول کر کھا پی لے تو وہ ایسا رزق تھا جو اللہ تعالیٰ اس کے پاس لے آیا اور اس پر کوئی قضا نہیں۔''

یہ بات اس کے مذہب کے خلاف نظر آتی ہے اور وہ دوسروں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

قرطبی فرق کا بھی رد کرتے ہیں' وہ معتزلہ' قدریہ' روافض' فلاسفہ اور غالی صوفیہ کا بھی رد کرتے ہیں لیکن تردید میں بڑا مہذب انداز اختیار کرتے ہیں اور وہ صرف انصاف کی بنا پر کبھی کبھار ابن العربی جیسے مخالفین سے اپنے مذہب کا دفاع کرتے ہیں' اس نے مسلمان اہل علم کے بارے میں جو سخت وسست کہا ہے اس پر ان کو برا بھلا کہتا ہے۔

جب وہ تنقید کرتے ہیں تو تنقید ادب واحترام کے دائرے سے باہر نہیں ہوتی۔

تفسیر الجامع لأحکام القرآن مکتبات میں نظر نہیں آتی تھی لیکن اب دار الکتب المصریہ نے طبع کروا کر اس کا حصول آسان کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشہور مفسرین

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

نسب نامہ: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی الہاشمی رضی اللہ عنہما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

ان کی والدہ ام الفضل لبابۃ بنت الحارث الہلالیۃ ہیں۔

حیات: ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جب تمام بنو ہاشم شعب میں محصور تھے۔ ہجرت سے پانچ سال قبل پیدا ہونے کا ذکر بھی کیا جاتا ہے لیکن پہلی بات درست ہے۔

جس سال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، اسی سال سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے حکم سے حج کیا۔

یوم حنین میں میسرہ کے سپہ سالار تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا گورنر بنایا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہیں رہے پھر عبداللہ بن الحارث کو بصرہ کا حاکم بنا کر حجاز روانہ ہو گئے۔

طائف میں ۶۵ ہجری میں وفات پائی بعض ۶۷ ہجری اور بعض ۶۸ ہجری کہتے ہیں۔

واقدی لکھتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، وہ بنو ہاشم کے محاصرے کے دوران شعب میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

علمی حیثیت: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ترجمان القرآن حبر الامۃ، اور رئیس المفسرین ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ دلائل النبوۃ میں بیہقی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

نعم ترجمان القران ابن عباس۔ ''ابن عباس بہترین ترجمان القران ہیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے بہت زیادہ علم کی وجہ سے بحر کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس امت کے عالم فوت ہو گئے ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کا قائم مقام بنا دے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی کم سنی کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم اور فہم کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ کے درمیان اپنی جگہ بنائی تھی۔

صحیح احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا:

اللھم علمه الحکمة۔ ''یا اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما۔''

معجم بغوی وغیرہ میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

''بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے تمہیں بلایا۔ تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا۔ تمہارے منہ میں لعاب لگایا اور فرمایا: اللھم فقهه فی الدین، وعلمه التاویل۔ ''یا اللہ! اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔''

امام بخاری رحمہ اللہ سعید بن جبیر کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدری شیوخ کے ساتھ شامل فرمایا کرتے تھے۔ بعض صحابہ نے یہ اچھا نہ سمجھا اور کہا کہ: عمر رضی اللہ عنہ اسے ہمارے ساتھ کیوں شامل کرتے ہیں، اس جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہیں علم ہے وہ کون ہے۔''

ایک دن انہوں نے مجھے بلایا اور بدری صحابہ کے ساتھ شریک کیا اور مجھے یقین تھا کہ آج مجھے اس لئے بلایا گیا ہے تاکہ عمر رضی اللہ عنہ انہیں دکھائیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگ آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ تو بعض نے کہا۔ اس آیت میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد ہو اور ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور مغفرت طلب کریں بعض خاموش رہے اور کچھ نہ بولے۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ بھی یہی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا نہیں، پھر انہوں نے فرمایا: آپ کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی اجل کا پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اجل کا نشان ہے اس لئے آپ کو اپنے رب کی حمد کرنا چاہیے اور استغفار کو اپنائیں۔

تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں بھی اس آیت کے بارے میں یہی جانتا ہوں، جو تم نے بیان کیا ہے۔

تفسیر ابن عباس: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت ساری تفسیر منقول ہے جسے ایک مختصر ملی جلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر میں جمع کر دیا گیا ہے اور اسے تفسیر ابن عباس کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں مختلف روایات اور طرق مذکور ہیں۔

ان سے تفسیر نقل کرنے کیلئے سب سے صحیح طریق علی بن ابی طلحہ ہاشمی کا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طریق پر اعتماد کیا ہے اور قیس بن مسلم کوفی عن عطا بن سائب والا طریق جید ہے۔

لمبی لمبی تفاسیر جن کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے' ان میں بہت سارے مجاہیل پائے جاتے ہیں اور سب سے کمزور طریق کلبی عن ابی صالح ہے۔

کلبی ابوالنصر محمد بن السائب (المتوفی ۱۴۶ ہجری) ہیں۔

اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر (المتوفی ۱۸۶ ہجری) کی روایت کو شامل کرلیا جائے تو یہ سلسلۃ الکذب شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح مقاتل بن سلیمان بن بشر ازدی کا طریق ہے' لیکن کلبی کو اس پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ مقاتل کا مذہب بہت ہی برا ہے۔

ضحاک بن مزاحم کوفی کی روایت منقطع ہے کیونکہ اس کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں ہوئی۔

اگر اس کے ساتھ بشر بن عمارہ کی روایت شامل کر لی جائے' تو پھر بشر کے ضعف کی وجہ سے وہ بھی ضعیف ہوگی۔

اور اگر جویبر عن الضحاک کی روایت ہو تو وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہوگی کیونکہ جویبر میں ضعف بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور وہ متروک ہے۔

ابن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے عوفی عن ابن عباس کی سند سے بہت زیادہ روایات کی ہیں اور عوفی ضعیف ہے لیکن واہی نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اکثر اس کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔

پڑھنے والا اس طرح تمام طرق کی چھان بین کر سکتا ہے اور ان میں سے جید مقبول' ضعیف' یا متروک کی پہچان کر سکتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمام مرویات صحیح اور ثابت نہیں ہیں مزید تفصیل ہم نے ان کی تفسیر سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بیان کر دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ: مجاہد بن جبر المکی ابوالحجاج مخزومی المقری مولی سائب بن ابی سائب۔

حیات: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور (۱۰۲ یا ۱۰۳ ہجری) میں وفات پائی۔ یحییٰ القطان نے ان کی تاریخ وفات (۱۰۴ ہجری) بیان کی ہے۔

انہوں نے علی، سعد بن ابی وقاص، عبادلہ اربعہ، رافع بن خدیج، عائشہ، ام سلمہ، ابوہریرہ، سراقہ بن مالک، عبداللہ ابن سائب مخزومی رضی اللہ عنہم اور بہت سارے لوگوں سے روایت کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والے عطا، عکرمہ، عمر ابن دینار، قتادہ، سلیمان الاحول، سلیمان اعمش، عبداللہ بن کثیر قاری اور دیگر لوگ ہیں۔

قدر و منزلت: تابعین کے طبقہ میں مفسرین کے رئیس ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تابعین میں سب سے زیادہ تفسیر کا علم انہیں ہی تھا، انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیئس مرتبہ تفسیر پڑھی وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین مرتبہ قرآن کریم سیکھا ہے۔ ہر آیت پر میں رک جایا کرتا تھا اور ان سے آیت کے بارے میں سوال کرتا تھا کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور حالات کیا تھے۔

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، جب کسی آیت کی تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہو تو وہ کافی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے امام شافعی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر اہل علم اس کی تفسیر پر اعتماد کرتے ہیں۔

ابوحاتم بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا، اس لئے جب وہ ان سے حدیث بیان کریں تو وہ مرسل ہوگی، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجاہد جب سعد، معاویہ، کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہم سے روایت کریں، تو وہ بھی مرسل ہوگی۔

ابونعیم فرماتے ہیں کہ یحییٰ القطان کا کہنا ہے کہ مجاہد کی مرسلات عطا کی مرسلات کی نسبت مجھے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

قتادہ فرماتے ہیں۔ باقی رہنے والوں میں تفسیر کو بہترین جاننے والے مجاہد ہیں۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ مجاہد ثقہ، فقیہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن حبان فرماتے ہیں کہ مجاہد فقیہ، متقی، عابد اور پختہ حافظہ کے مالک تھے۔

ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ساری امت کا اجماع ہے کہ مجاہد امام ہیں اور ان کی بات قابل احتجاج ہے۔ ان سے عبداللہ بن کثیر نے خوب علم حاصل کیا۔

امام ثوری رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ جب تفسیر مجاہد سے منقول ہو تو وہ کافی ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر وہ بات جو مجاہد کی طرف منسوب ہو اسے قبول کر لیا جائے۔

مجاہد بھی دوسرے راویوں کی طرح ہیں جن سے علم حاصل کیا گیا ہے، ان سے نقل کرنے والے ضعیف بھی ہو سکتے ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس لئے سند کی درستگی ثابت ہونا ضروری ہے ان کی حالت بھی ان سے منقول روایات کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح ہے۔

الطبری

نسب نامہ: محمد بن جریر بن یزید بن خالد بن کثیر ابو جعفر طبری آملی الاصل۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی ۲۲۴ ہجری پیدائش کا سال ہے اور وفات ۳۱۰ ہجری میں ہوئی۔

حیات: وہ ایک منفرد عالم تھے، انہوں نے بہت زیادہ روایات کی ہیں روایات کو نقل کرتے اور ان میں ترجیح دینے کی انہیں خاص بصیرت حاصل تھی اور لوگوں کی تاریخ اور قوموں کی اخبار کے بارے میں انہیں خوب مہارت حاصل تھی۔

تصنیفات: ابن جریر نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ (۲) تاریخ الامم والملوک واخبارہم۔

(۳) الآداب الحمیدۃ والاخلاق النفسیہ۔ (۴) تاریخ الرجال۔

(۵) اختلاف الفقہاء۔ (۶) تہذیب الآثار۔

(۷) کتاب البسیط فی الفقہ۔ (۸) الجامع فی القراءات

(۹) التبصیر فی الاصول۔

تفسیر میں ان کی کتاب سب سے بڑی اور عظیم تفسیر ہے، وہ تفسیر بالمأثور کے لحاظ سے مفسرین کے لئے بنیادی مرجع ہے۔

ابن جریر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین سے منقول تفسیر کو مسند طریقے سے بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔

وہ اقوال کی توجیہ اوران میں ترجیح دیتے ہیں اور قابل اعتماد اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی۔

امام نووی اپنی کتاب ''التہذیب'' میں لکھتے ہیں کہ اس جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔ انہیں بہترین استنباط کرنے کا امتیاز حاصل ہے وہ مخفی اعراب کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

اوران امور کی وجہ سے اس کی تفسیر کو تمام تفسیروں سے سبقت حاصل ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ ابن جریر رحمہ اللہ سے بھی نقل کرتے ہیں۔

ابن کثیر

نسب: اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری، الدمشقی الشافعی، الحافظ المحدث۔

حیات: ۷۰۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۷۴ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی زندگی نہایت بھرپور علمی زندگی تھی، وہ بہت بڑے فقیہ اور پختہ یادداشت کے مالک تھے، عظیم محدث، ماہر مورخ اور بہترین مفسر بھی تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ فقیہ محدثین میں سے تھے، ان کی تصانیف ان کی زندگی میں ہر طرف پھیل گئی تھیں جن سے لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ اٹھایا۔

تصانیف:

(۱) البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ مؤرخین کے لئے یہ کتاب بڑا اہم مرجع ہے۔

(۲) الکواکب الدراری فی التاریخ۔ اس کتاب کو البدایہ والنہایہ سے منتخب کیا گیا ہے۔

(۳) تفسیر القرآن العظیم۔ (۴) الاجتہاد فی طلب الجہاد۔

(۵) جامع المسانید۔ (۶) السنن الہادی لأقوم سنن۔

(۷) الواضح النفیس فی مناقب الامام محمد بن ادریس۔

تفسیر القرآن: اس کے بارے میں رشید رضا کہتے ہیں کہ یہ تفسیر ان مشہور کتب میں سے ہے جس میں سلف صالحین سے منقول تفسیر کی طرف خاص طور پر توجہ دی گئی ہے، آیات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معانی اور ان کے احکام کو خوب اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔

اعرابی مباحث جن میں اکثر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے بلاغت کے نکات یا ایسے علوم جن کی فہم قرآن میں ضرورت پیش نہیں آتی' نہ ان میں فقہی فوائد ہیں اور نہ ہی ان میں نصیحت کا سامان ہے' ان تمام سے اجتناب کیا گیا ہے۔

اس تفسیر کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اہتمام کیا گیا ہے۔ معانی بیان کرتے ہوئے مناسب آیاتِ ذکر کی جاتی ہیں۔

پھر متعلقہ مرفوع احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان احادیث سے جو حجت اختیار کی جاتی ہیں اسے بیان کیا گیا ہے۔

پھر اس کے بعد صحابہ کے آثار' تابعین اور ان کے بعد آنے والے سلف صالحین کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ تفسیر بالمأثور میں منقول منکر اسرائیلی روایات کی یاددھانی کراتے ہیں اور اجمالی طور پر ان سے بچنے کے لئے کہتے ہیں۔ بعض منکر روایات کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں کاش وہ ان کا احاطہ کر لیتے یا پھر ایسی روایات کو ذکر نہ کرتے جس میں تحقیق وغیرہ کے مکمل اسباب نہ تھے۔

فخر الدین رازی

نسب: فخر الدین محمد بن عمر بن حسن تمیمی بکری' طبرستانی' رازی' شافعی' فقیہ۔

وہ ابن خطیب کے نام سے معروف تھے۔

حیات: ۵۴۳ ہجری میں "ری" میں پیدا ہوئے۔ ۶۰۶ ہجری میں ہرات میں وفات پائی۔

انہوں نے دینی اور عقلی علوم حاصل کیے' منطق اور فلسفہ میں خوب کتب' مہارت حاصل کی' علم الکلام میں بھی وہ خوب مشہور ہوئے' ان تمام علوم میں انہوں نے کتب' شروحات اور تعلیقات لکھی ہیں' انہیں اس دور کے عظیم فلاسفہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ اسلامی فلاسفہ کے لئے ان کی کتابیں آج بھی بہت اہمیت والے مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تصانیف:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) مفاتیح الغیب فی تفسیر القرآن، اسرار التنزیل وانوار التاویل۔

(۲) احکام الاحکام۔

(۳) المحصل فی اصول الفقہ۔

(۴) البرہان فی قراءۃ القرآن۔

(۵) درۃ التنزیل وغرۃ التاویل فی الآیات المتشابہات۔

(۶) شرح الاشارات والتنبیہات لابن سینا۔

(۷) ابطال القیاس وشرح القانون لابن سینا۔

(۸) البیان والبرہان فی الرد علی اہل الزیغ والطغیان۔

(۹) تعجیز الفلاسفہ۔

(۱۰) رسالۃ الجوہر۔

(۱۱) رسالۃ الحدوث۔

(۱۲) کتاب الملل والنحل۔

(۱۳) محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من الحکماء والمتکلمین فی علم الکلام۔

(۱۴) شرح المفصل للزمخشری۔

تفسیر: امام رازی نے اپنی تفسیر میں عقلی علوم کو خوب نقل کیا ہے، اس میں طب، منطق، فلسفہ اور حکمت کا اضافہ بھی کیا ہے جن کی وجہ سے یہ تفسیر قرآن کریم کے معانی اور اس کی آیات روح سے خالی نظر آتی ہے۔

اس تفسیر میں قرآنی نصوص کو ایسے عقلی علوم کے مسائل اور ان کی علمی اصطلاحات کے لئے استعمال کیا گیا ہے جن کے لئے ان کا نزول نہیں ہوا۔

چنانچہ اس تفسیر میں تفسیر کی روحانیت اور اسلامی ہدایت ناپید ہے اور بعض اہل علم نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ اس کتاب میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمخشری

نسب: ابو القاسم محمود بن عمر خوارزمی دمشقی۔

حیات: ۲۷ رجب ۴۶۷ ہجری میں زمخشر میں پیدا ہوئے جو کہ خوارزم کی بستیوں میں ایک بہت بڑی بستی ہے' اسی علاقے میں انہوں نے علم حاصل کیا انہوں نے ادب اپنے شیخ منصور سے حاصل کیا' پھر وہ مکہ روانہ ہو گئے اور ایک عرصہ تک وہاں رہے' اسی وجہ سے انہیں جاراللہ کہا گیا۔ انہوں نے تفسیر کی ایک کتاب ''الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل'' لکھی۔

مکہ سے واپسی کے بعد خوارزم میں جرجانیہ کے مقام پر ۵۳۸ ہجری میں وفات پائی۔

لوگوں نے ان کے مرثیے بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے ؏

فارض مكة تذرى الدمع متعلتها   حزنا لفرقة جارالله محمود

''مکی سرزمین کی آنکھیں جاراللہ محمود کی جدائی کے غم میں خوب آنسو بہا رہی ہیں۔''

تصانیف اور علمی قدر و منزلت: زمخشری لغت' معانی اور بیان کے بڑے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ قاری کو نحو' بلاغت کی کتابوں میں ان کی کتابوں کے بہت سارے استشہادات ملتے ہیں جن کو بطور حجت بیان کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں۔ زمخشری اپنی کتاب کشاف یا اساس بلاغہ میں بیان کرتے ہیں کہ عربی لغت کے بہت سارے مسائل میں انہیں حجت اور صاحب رائے تسلیم کیا جاتا ہے۔

وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو دوسروں کے طریق کار کو اپناتے ہیں جو صرف جمع اور نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

وہ ایسے صاحب رائے ہیں کہ جن سے دوسرے لوگ نقل کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔

حدیث' تفسیر' نحو' لغت' معانی اور بیان میں انہوں نے بہت ساری تصانیف چھوڑی ہیں۔

ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) الکشاف' تفسیر القرآن۔   (۲) الفائق' تفسیر الحدیث۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) المنہاج فی الاصول۔ (۴) المفصل فی النحو۔

(۵) اساس البلاغہ (لغت) (۶) رؤوس المسائل الفقہیہ۔

مذہب اور عقیدہ: زمخشری مذہب کے لحاظ حنفی ہیں' عقیدہ میں معتزلی ہیں' وہ اپنے مذہب اور عقیدہ کے مطابق آیات کی اس طرح تاویل کرتے ہیں جس کو صرف خاص لوگ ہی پہچان سکتے ہیں' یہ معتزلہ کو اپنا دینی بھائی کہتے ہیں اور انہیں فرقہ ناجیہ عدلیہ کے اکابرین قرار دیتے ہیں۔

ان کی کتاب "کشاف" تفسیر بالرائے کے لحاظ سے بہت مشہور کتاب ہے۔

آلوسی' ابوالسعود' النسفی اور ان کے علاوہ دیگر مفسرین ان کی باتیں ان کی طرف نسبت کرنے کے بغیر نقل کرتے ہیں۔

ان کی تفسیر میں موجود اعتزالیات کا علامہ احمد النیر نے خوب تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کا نام "الانتصاف" رکھا ہے۔

اس کتاب میں وہ زمخشری کے بیان کردہ معتزلی عقائد سے بحث کرتے ہیں اور اس کے مدمقابل دلائل پیش کرتے ہیں اور وہ اس کے لغوی دلائل کی بھی خوب چھان بین کرتے ہیں۔

کشاف مصر کے مکتبہ التجاریہ میں مصطفیٰ حسین احمد کی ترتیب سے شائع ہوئی ہے۔

اس کے ذیل میں چار کتابیں ہیں۔

(۱) الانتصاف۔

(۲) الشاف فی تخریج احادیث الکشاف۔ (ابن حجر عسقلانی)

(۳) حاشیہ الشیخ محمد علیانی المرزوقی فی علی تفسیر الکشاف۔

(۴) مشاہد الانصاف علی شواہد الکشاف (المرزوقی)

ان کی تفسیر میں معتزلی عقائد بہت سارے پائے جاتے ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ امام البلقینی فرماتے ہیں کہ میں نے کشاف سے اعتزال کو نوچ نوچ کر نکالا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الشوکانی

نسب: امام مجتہد ناصر السنہ' قامع البدعہ قاضی محمد بن علی بن عبداللہ الشوکانی' الصنعانی۔

حیات: ہجرت کے شہر شوکان میں ۱۱۷۳ ہجری میں پیدا ہوئے صنعاء میں نشوونما پائی' قرآن کریم پڑھا اور طلب علم کی طرف مائل ہوئے اور بڑے بڑے اہل علم سے سماع کیا۔

نحو' صرف اور بلاغت' اصول بحث اور مناظرہ کے آداب سے متعلقہ کتب کے متن حفظ کئے حتیٰ کہ ان کا شمار ایسے ائمہ میں ہونے لگا جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

اپنی وفات ۱۲۵۰ ہجری تک وہ تعلیم و تدریس میں معروف رہے۔

مذہب اور عقیدہ: وہ امام زید کی فقہ کے ماہر تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف بھی کی اور فتوے بھی دیئے' حدیث کا علم بھی حاصل کیا' اپنے ہم عصروں سے سبقت لے گئے اور تقلیدی جمود سے نکل بھاگے' وہ سنت کے مددگار اور اس کے دشمن کے دشمن تھے' آخر کار انہوں نے تقلید کو حرام قرار دیا اور اس بارے میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام ''القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید'' رکھا۔

تالیفات: مختلف فنون میں ان کی بہت ساری تالیفات ہیں۔

(۱) فتح القدیر۔ تفسیر

(۲) نیل الاوطار علی منتقی الاخبار۔ محمد بن تیمیہ۔ (شیخ الاسلام کے دادا) یہ فقہی ابواب کے مطابق حدیث میں بہت بہتر کتاب ہے۔

(۳) ارشاد الفحول۔ (اصول)

(۴) فتح الربانی (فتاویٰ)

تفسیر: علامہ شوکانی کی تفسیر فتح القدیر میں روایات' استنباطات اور منصوص آیات کی فقہ کا حسین امتزاج ہے۔ جس میں بڑے بڑے مفسرین جیسے نحاس' ابن عطیہ اور قرطبی' وغیرہ پر اعتماد کیا گیا ہے۔

یہ کتاب عالم اسلامی میں تقریباً ہر جگہ دستیاب ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

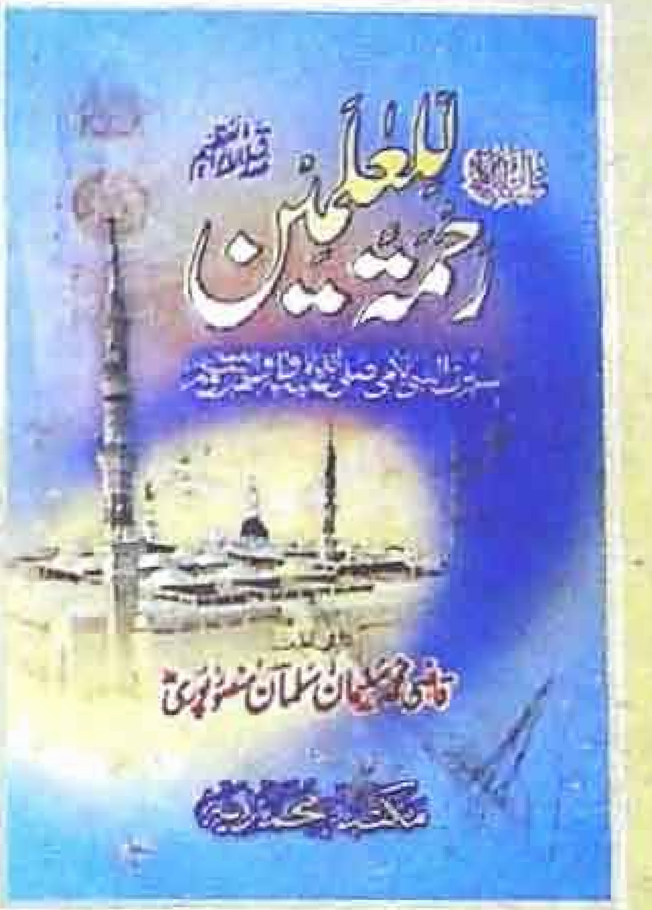

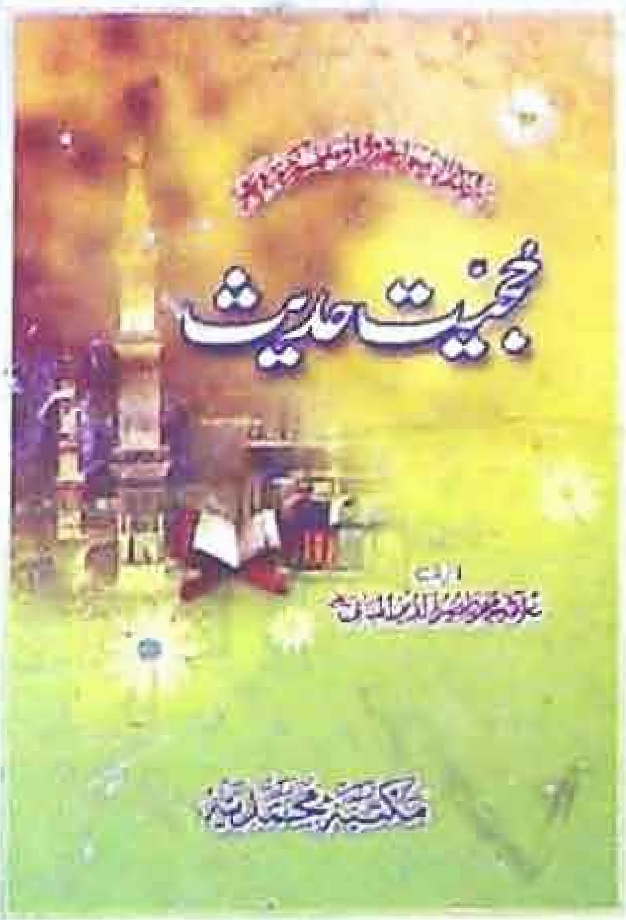

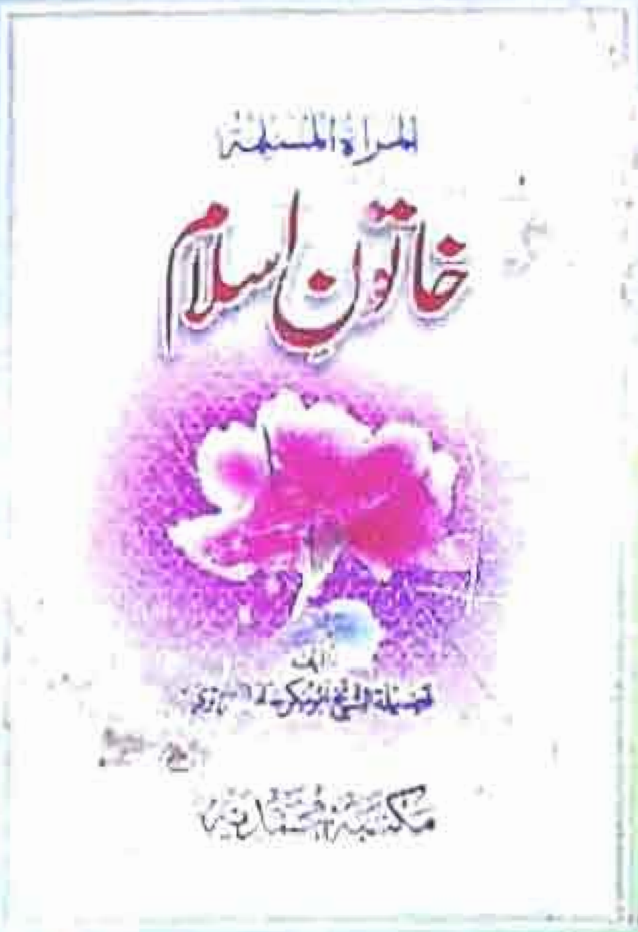

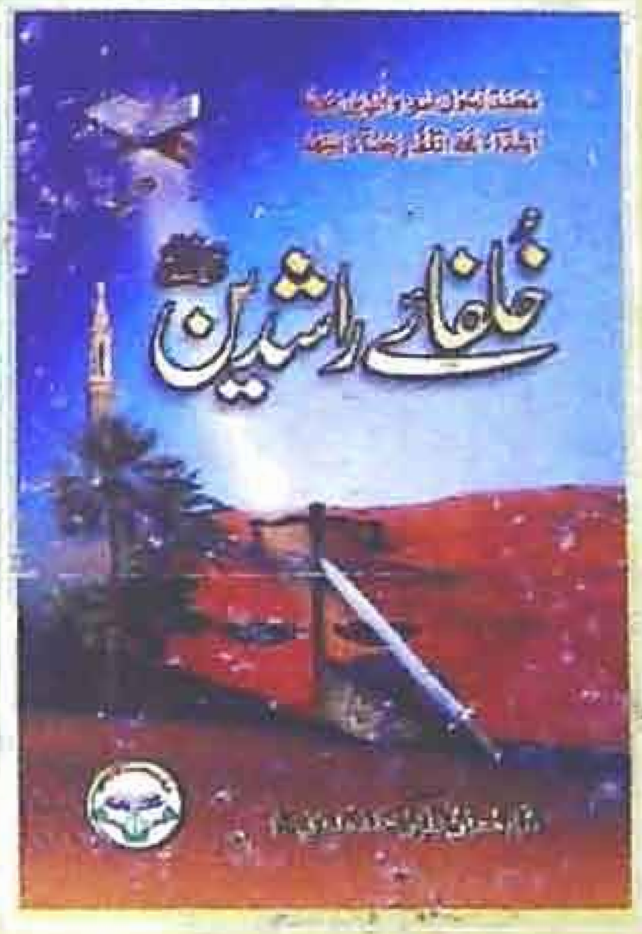

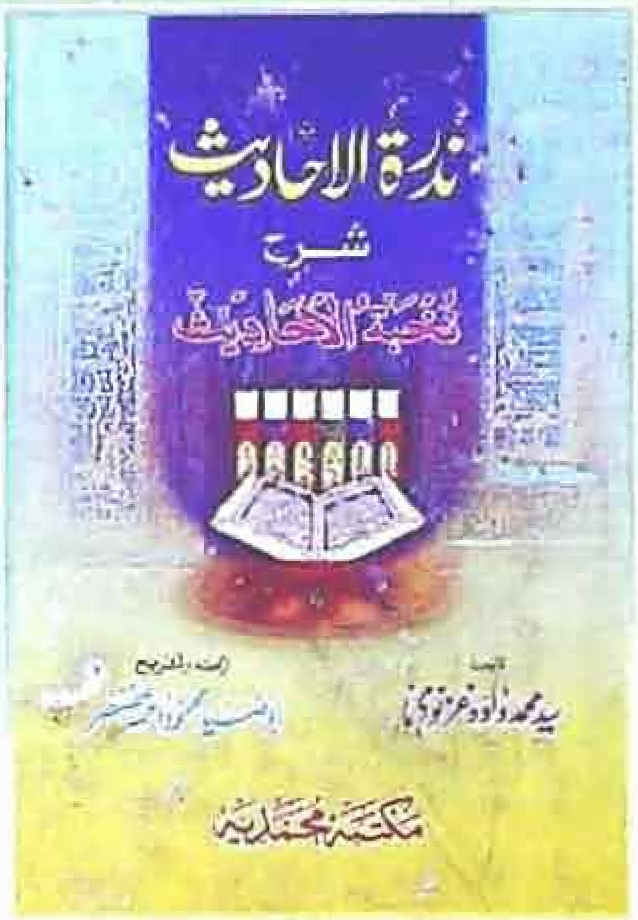

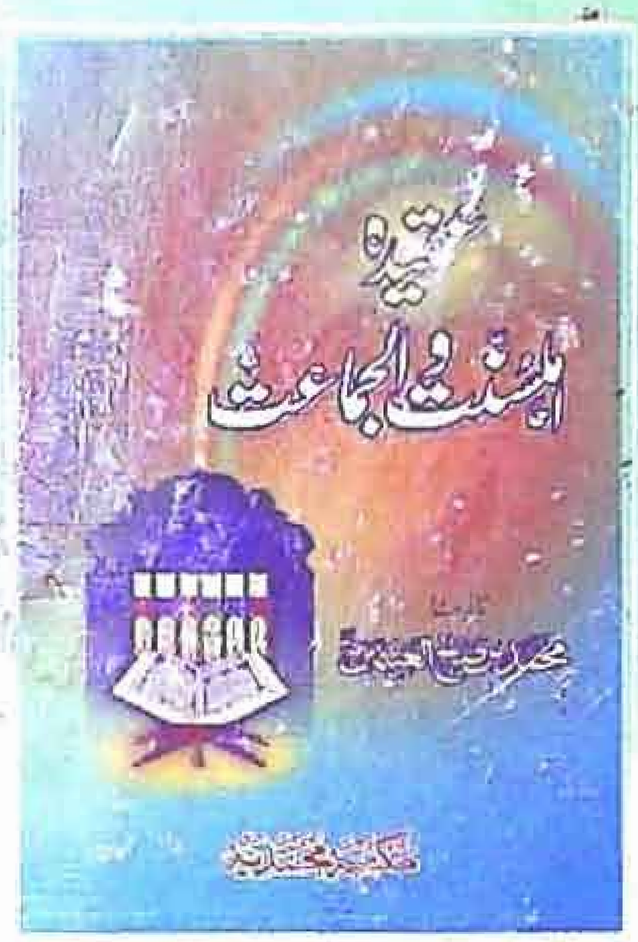

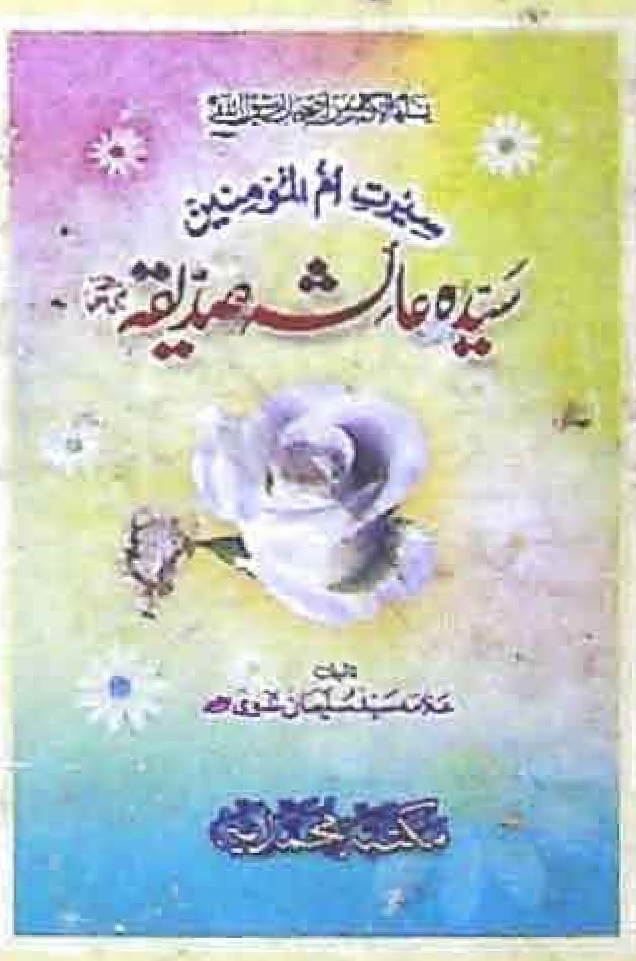

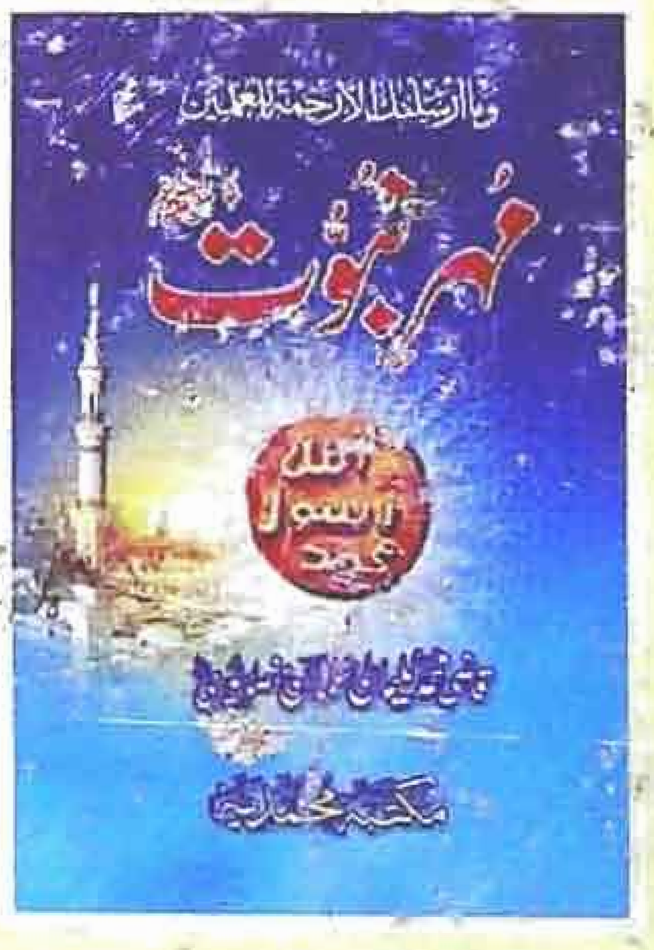

قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ
قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور
الفضل مارکیٹ
0300-4826023
E-mail maktabah_muhammadia@yahoo.com & maktabah_m@hotmail.com